ماہنامہ

حنا



FEBRUARY 2018

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM


Fair & Lovely
winter
FAIRNESS™

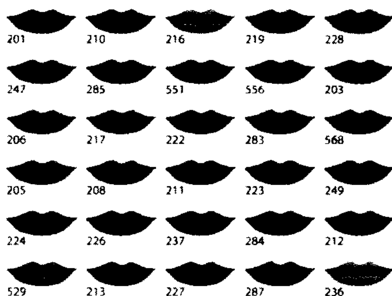


Matte Lipsticks with matching Nail Enamel

"MATTE with LASTING COMFORT"



AVAILABLE IN 100 SHADES,
30 Selected Shades are shown here



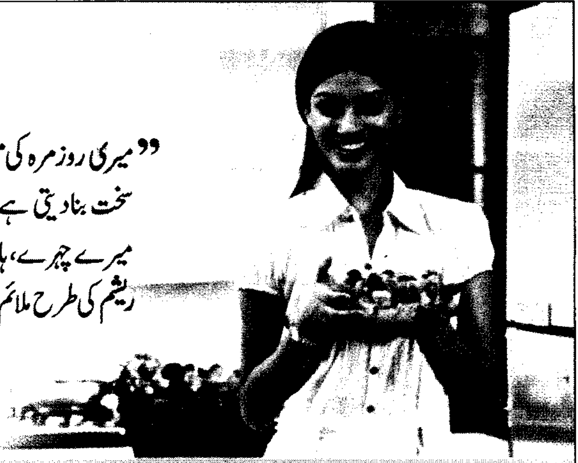


'Matte' never goes out of trend. Beautiful, Bold, Smooth, Vibrant and classy lip colours. The perfect long wearing matte Formula.

MEDORA OF LONDON for a more beautiful you

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM


مرحبا
SINCE 197
HONEY
پھول پھول کا رس
مرحبا شہد میں کیا بس
MARHABA
NATURAL PRODUCTS







ہر گھر کیلئے

ماہنامہ

حنا

جلد: 40 شمارہ: 2
فروری 2018ء
قیمت -/60 روپے



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تا کہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی **30** تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تا کہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشااللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تا کہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براؤزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تا کہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آ سکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ شُکریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

انشاء نامہ

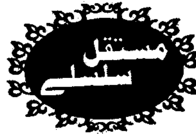
سلسلے وار ناول

ناولٹ

مکمل ناول

افسانے







سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماھنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com



Health

دنیا کا سب سے مہنگا زہر جس کی قیمت اربوں روپے میں ہے | World's Most Expensive Poison

computerxtech 0 Oct 03, 2017

اس ایک لیٹر زہر کی قیمت تقریباً ایک ارب 10 کروڑ پاکستانی روپوں کے مساوی
دنیا کا سب سے مہنگا زہر بچھوؤں کی ایکWorld's Most Expensive Poison(ہے۔
قسم "ل... Readmore



Health

بوڑھوں کو جوان بنانے والی سائنس | Old to Young Conversion Science

computerxtech 0 Sep 11, 2017

انسان کے جسم میں خلیوں کی دو سو سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں۔ فوٹو : فائلپچھلے سال
[illegible] 29... Readmore

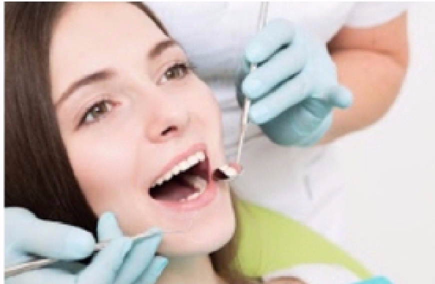


Health

صحت کے معاملے میں خواتین کی 10 سنگین غلطیاں | Ten Health Mistakes by the Women

computerxtech 0 Sep 11, 2017

خوبصورت نظر آنے کے لیے خواتین دنیا بھر کے جتن کرتی ہیں لیکن اکثر کو شکایت
رہتی ہے کہ انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فوٹو، فائلکراچی: اچھی صحت اور
خ... Readmore



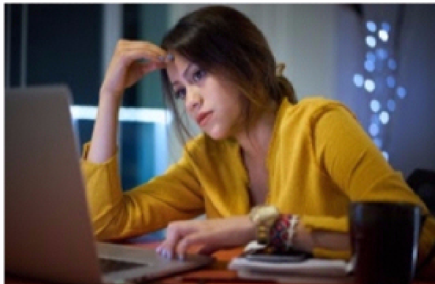
Health

ایسپرین دانتوں کو خرابی سے روک کر انہیں ازخود مرمت کے قابل بناتی ہے | Dental Treatment with Aspirin

computerxtech 0 Sep 11, 2017

کوئنزیونیورسٹی کے سائنسدانوں نے انکشاف کیا ہے کہ ایسپرین دانتوں کی حفاظت کرتی
ہے۔ فوٹو: فائل لندن: سائنسدانوں نے انکشاف کیا ہے کہ گھروں میں ... Readmore

---



Health News

فکر اور پریشانی سے نجات پانے کے تین آسان طریقے | Three easy ways to eliminate Tension

computerxtech 0 Sep 03, 2017

ماہرین نفسیات نے پریشان خیالی سے چھٹکارا پانے کے تین اہم طریقے بیان کئے ہیں۔ فوٹو:
فائل لندن: ماہر نفسیات کے مطابق پریشان اور فکرمندی کی س... Readmore

---



Health News

ادرک جوڑوں کے درد کے لیے اکسیر دوا | Benefits of Ginger

computerxtech 0 Sep 03, 2017

ادرک میں کئی اجزا جلن، درد اور سوزش کو کم کرتے ہیں۔ فوٹو: فائلکراچی: ادرک کے
جسمانی و طبی فوائد سے ہم سب بخوبی واقف ہیں اور اب ماہرین نے اس کے
اس... Readmore



Interesting News

بچت کرنے کے 7 طریقے | Seven Methods of Savings

computerxtech 0 Oct 13, 2017

پیسہ خرچ کرنا جتنا ضروری ہے، پیسے بچانا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ یہ بچی ہوئی رقم مستقبل میں کسی آڑے وقت میں کام آ سکتی ہے۔ روز بروز بڑھتی مہنگائی ... Readmore



Interesting News

دنیا کے خطرناک روڈ | World's Most Dangerous Roads

computerxtech 0 Oct 02, 2017

دنیا بھر کے خطرناک ترین روڈ میں ایسی گزرگاہیں شامل ہیں جو اپنی تعمیر، محل وقوع، اونچائی، طوالت اور موسم کی وجہ سے عام سڑکوں کی نسبت مختلف ہیں دنیا بھر... Readmore



Interesting News

عرب امارات کے حکمران کروڑوں ڈالر خرچ کرکے زمین پر مریخ بنائیں گے

computerxtech 0 Oct 01, 2017

امارات کی حکومت نے اگلے 100 سال میں مریخ پر انسانی آبادی بسانے کے منصوبے کا افتتاح کردیا۔ فوٹو: حکومتِ دبئی متحدہ عرب امارات کے حکمران 15 ک... Readmore



Interesting News

کیا آپ مریخ پر جانا چاہتے ہیں ؟

computerxtech 0 Oct 01, 2017

مریخ ایک ایسا سیارہ ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ پانی کی موجودگی ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخ سیارہ انسان کی دلچسپی کا سبب بن چکا ہے فوٹو: فائل انسان چاند پر... Readmore



Interesting News

مریخ کے بارے میں 11 حیرت انگیز معلومات

computerxtech 0 Oct 01, 2017

خلائی کھوجیوں کی بڑی تعداد مریخ پر پہنچی گئی ہے اور امید ہے کہ اگر زمین کے علاوہ زندگی اسی سیارے پر ممکن ہے۔ فوٹو، فائلکراچی: زمین کے بعد مریخ عا... Readmore



Interesting News

اے ٹی ایم استعمال کرنے والے اسے ضرور پڑھیں اور فراڈ سے بچیں

computerxtech 0 Sep 24, 2017

سائبر لٹیرے اے ٹی ایم میں تبدیلی کرکے بھی آپ کو قیمتی سرمائے سے محروم کرسکتے ہیں۔ (فوٹو: فائل)کراچی: پورے ملک میں نقد رقم نکلوانے کے لیے آٹو ٹیل... Readmore



قارئین کرام! فروری 2018ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں معصوم بچوں سے زیادتی کے واقعات میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے معاشرے کے لئے کافی تشویش ناک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک میں انٹرنیٹ کے صارفین کی تعداد میں اضافہ اور ان واقعات میں اضافے کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ انٹرنیٹ کی ہر جگہ دستیابی کی وجہ سے ہر قسم کا مواد ہر عمر کے لوگوں کی دسترس میں رہتا ہے جس کی وجہ سے غیر اخلاقی فلموں کے ناظرین کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ دنیا بھر میں غیر اخلاقی مواد کو سرچ کرنے والوں میں پاکستان پہلے چند نمبروں میں ہے جہاں انٹرنیٹ کے بے شمار فائدے ہیں وہاں اس کے نقصانات بھی اتنے ہی ہیں۔ اس لئے ہمارے خیال میں حکومت کو اس قسم کے جرائم کے سدباب کے لئے انٹرنیٹ پر دستیاب مواد پر بھی توجہ دینی ہوگی اور غیر اخلاقی مواد والی ویب سائٹس پر پابندی لگانا ہوگی۔ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہے اور ہم مغربی ممالک کی طرح کی کھلی بے حیائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ہمارے ٹی وی چینلز پر جس قسم کے ڈرامے دکھائے جا رہے ہیں اس سے بھی معاشرتی بے راہ روی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

کسی زمانے میں ہمارے ٹی وی ڈراموں کا معیار اتنا بلند تھا کہ پڑوسی ممالک کی درس گاہوں میں ان کو مثال کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ مگر اب گلیمر اور ریٹنگ کی دوڑ میں ہم اس حد تک گر گئے ہیں کہ خاندان کے افراد کے لئے ساتھ بیٹھ کر ڈرامہ دیکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اگر ہم نے ملک میں خواتین اور بچوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر قابو پانا ہے تو دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو بھی کنٹرول کرنا ہوگا۔

اس شمارے میں فرحت انصاری، ریحانہ آفتاب اور شبانہ شوکت کے مکمل ناول، تحسین اختر اور بشریٰ سیال کے ناولٹ، سونیا چوہدری، فلک ذاکر، فصیحہ آصف اور سیما بنت عاصم کے افسانے، اُم مریم اور نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود



نام بھی تیرا عقیدت سے لیا جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کیے جاتا ہوں

کوئی دنیا میں مرا مونس و غمخوار نہیں
تیری رحمت کے سہارے پہ جیے جاتا ہوں

تیرے اوصاف میں اک وصف خطا پوشی ہے
اس بھروسے پہ خطائیں بھی کیے جاتا ہوں

آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام
سجدہ شکر بہر حال کیے جاتا ہوں

زندگی نام ہے اللہ پہ مر مٹنے کا
یہ سبق سارے زمانے کو دیے جاتا ہوں

صبر کرنا ہے تری شان کریمی کو عزیز
میں یہی سوچ کر آنسو بھی پیے جاتا ہوں

ہر گھڑی اس کی رضا پیش نظر ہے اقبال
شکر ہے ایک سلیقے سے جیے جاتا ہوں

اقبال عظیم



کس کا جمال ناز ہے جلوہ نما یہ سو بہ سو
گوشہ بگوشہ در بدر قریہ بہ قریہ کو بہ کو

اشک فشاں ہے کس لئے دیدہ منتظر مرا
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

مری نگاہ شوق میں حسن ازل ہے بے حجاب
غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

جلوہ عارض نبیؐ رشک جمال یوسفی
سینہ بہ سینہ سر بہ سر چہرا بہ چہرا ہو بہ ہو

زلف دراز مصطفیٰ گیسوئے لیلِ حق نما
طرہ بہ طرہ خم بہ خم حلقہ بہ حلقہ مو بہ مو

یہ میرا اضطراب شوق رشک جنون قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ دل بہ دل شیوہ بہ شیوہ خو بہ خو

تیرا تصور جمال میرا شریک حال ہے
نالہ بہ نالہ غم بہ غم نعرہ بہ نعرہ ہو بہ ہو

رئیس امروہوی

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں

ادارہ

دائرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد

حقوق اللہ اور حقوق العباد کوئی ایک دوسرے سے کٹے ہوئے یا علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط اور پیوست ہیں، ایک کی ادائیگی سے دوسرے کی بھی ادائیگی ہو جاتی ہے، حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم چونکہ اللہ کی طرف سے ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی سے اللہ کے حکم کی ادائیگی ہوگی اور اس طرح حقوق اللہ کے زمرے میں آئے گی اور یہ عبادت شمار ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''راستے سے تکلیف دو چیز ہٹانا بھی نیکی ہے۔''

راستہ میں پڑا پتھر چونکہ مخلوق خدا کو تکلیف دیتا ہے، اس لئے اس کے ہٹانے کو بھی حقوق اللہ کی ادائیگی سے متصور کر کے نیکی مانا جائے گا۔

حقوق اللہ میں مندرجہ ذیل اہم پہلوؤں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۱۔ توحید باری تعالیٰ
۲۔ قیام صلوۃ یا عبادت
۳۔ ادائیگی زکوۃ
۴۔ اہتمام صیام
۵۔ ادائیگی مناسک حج
۶۔ امر بالعروف و نہی عن المنکر یا جہاد

اللہ تعالیٰ نے اپنی ترتیب میں حقوق العباد کو اپنے حقوق کی نسبت زیادہ اہمیت دی ہے، عام لوگوں میں غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ حقوق اللہ کو حقوق العباد پر برتری حاصل ہے اس لئے وہ نماز، روزہ کا کچھ اہتمام کر لیتے ہیں، لیکن حقوق العباد کی نگہداشت نہیں کرتے جس کے نتیجہ میں عدل و احسان کا فقدان ہو جاتا ہے اور معاشرہ نفاق، انتشار، عدم اطمینان اور تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے، حقوق اللہ میں کوتاہی تو شاید اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی کے طفیل عفو و درگزر کی وجہ سے معاف ہو جائے لیکن حقوق العباد یعنی حقوق انسانی کے سلسلے میں کیے جانے والے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی کی کوئی امید نہیں ہے کیونکہ بندے کا گناہ تو بندہ ہی معاف کر سکتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حوالے سے فرمایا۔

''کیا جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

''جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''نہیں! مفلس وہ ہے جو آخرت میں اس حال میں ہو جائے گا کہ اس کے پاس نماز بھی ہو گی، روزہ بھی ہوگا، زکوۃ بھی ادا کی ہوگی اور حج بھی کر لیا ہوگا مگر وہ گناہ جو لوگوں کو گالیاں دے کر، غیبت کر کے یا کسی فرد کا حق مار کر مفاد اٹھایا ہوگا، وہ اسے کیسے جنت میں جانے دے گا، جن کا حق مارا ہوگا وہ اس کی نیکیاں لے کر جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں کی ہوں گی تو اس پر لوگوں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے اور وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔'' اسی وجہ سے محسن انسانیت خیر

الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ بڑھ چڑھ کر نیکیاں کیا کرو اور کبھی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو، چاہے ایک کھجور کا صدقہ ہی کیوں نہ ہو۔

حقوق العباد پر اللہ تعالیٰ کا زور اس لئے بھی ہے کہ حقوق العباد کی روگردانی سے خود بنی نوع انسان کو نقصان ہوتا ہے، عدل و توازن برقرار نہیں رہتا، ظلم پھیلتا ہے اور عفو و احسان سکڑتا ہے، اخوت و مساوات ختم ہوتی ہے اور ظاہر ہے ایسا ماحول جہنم سے کم نہیں ہے، اس لئے انسان کی جبلت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے جن کا کام تذکیہ نفس اور حکمت کی تعلیم تھا تا کہ خلافت ارضی پر مامور حضرت انسان کو فرائض خلافت کی ذمہ داریوں کے حوالے سے تیار کرسکیں، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق اور نجات اخروی میں ان کی اہمیت کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔

جنت میں لے جانے والے اعمال

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جنت میں لے جانے والے اعمال یہ ہیں۔''

اللہ کی عبادت ایسے خلوص سے کرو کہ اللہ کے سوا نہ صرف یہ کہ کسی غیر کی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ کی جو عبادت کرو، اس میں شرکت غیر کا شائبہ تک نہ ہو، خالصتاً اللہ کی عبادت ہو اور اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے میل جول اور حسن سلوک کرو۔''

رزق حلال

ایک اور ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار میں اٹا ہوا آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ربی ربی کہتا ہے، دعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا، پینا، لباس اور نشو ونماسب حرام کی کمائی سے ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔''

نیکی کیا ہے

حضرت وابصہ ابن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔

''تم پوچھنے آئے ہو کہ نیکی کیا ہے؟ اور گناہ کیا؟''

میں نے عرض کیا۔

''ہاں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں کو اٹھا کر اور میرے سینہ پر مار کر فرمایا۔

''اپنے آپ سے دریافت کر، اپنے دل سے دریافت کرو۔''

پھر فرمایا۔

''نیکی وہ ہے جس سے انسان خود مطمئن ہو جائے اور اس کے دل کو اطمینان ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس سے انسان کا ضمیر خلش محسوس کرے اور جس سے اس کے سینہ میں شک پیدا ہو جائے۔''

جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کے حقوق پر دست درازی کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی حفاظت کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اگر وہ کسی کی جان لیتا

ہے تو اس کی جان لے لی جاتی ہے، اگر وہ کسی کی تہمت لگا کر بے عزتی کرتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے غیر معتبر ٹھہر جاتا ہے، اسی طرح کوئی محفوظ مال چراتا ہے تو گویا وہ اپنے بھائی کا حق مار کر جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے، غرضیکہ یہ سارے جرائم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے خلاف ہوتے ہیں تو اس سے بندوں کا خالق متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، چنانچہ اسی وجہ سے اس نے معاشرے میں ایسے لوگوں کی سرکوبی کے لئے حدود کا تعین کر دیا ہے جو قرآن و حدیث میں بیان کر دی گئی ہیں۔

حقوق نفس

نفس سے مراد انسانی جان ہے جو کہ شخصیت انسانی کی تمام ظاہری و باطنی کیفیات پر محیط ہے، لہٰذا نفس کے حقوق وہی ہوں گے جو انسان کے جسم اور اس کی روح کے حقوق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا۔

''بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے، تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔''

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ اس طاقت کے مطابق اس کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی ہے جو اس نے کیا۔'' (البقرہ۔۲)

اور قرآن مجید میں ایک جگہ اور ارشاد ہے۔

''اپنی جانوں اور اپنے اہل خانہ کی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ شعراء کی آیت ۲۱۴ نازل فرمائی کہ ''اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ'' تو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

''اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو (جہنم سے) بچا لو، میں تم کو عذاب الٰہی سے ذرا بھی بچا نہ سکوں گا۔'' پھر آپ نے نام لے لے کر بنی عبد مناف، حضرت عباس بن عبد المطلب اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔

''میں آپ کو اللہ کی گرفت سے ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی سے کہا۔

''اے فاطمہ میری بیٹی! تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو لے لو مگر میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکہ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''نادان ہجرت بہت مشکل کام ہے تم اگر سمندروں کے اس پار رہتے ہوئے بھی نیک عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کا اجر تم کو مل کر رہے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔

''کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں اور کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا۔

''ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تو پھر زکوۃ ادا کرتے رہو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب تم میں سے کوئی بستر پر جانے لگے تو تو اسے چاہیے کہ پہلے بستر کو جھاڑ لے، اسے نہیں معلوم کہ اس کے پیچھے اس پر کیا چیز آئی پھر کہے

اے میرے مالک! میں تیرے ہی نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھ رہا ہوں اور تیرا ہی نام لے کر اسے بستر سے اٹھاؤں گا، اگر اس دوران تو میری روح قبض کرے تو اس پر رحم فرمائیو اور اگر تو اسے آزاد رکھے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔"

مسافر کے لئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"سفر ایک طرح کا عذاب ہے، جس کی وجہ سے انسان کھانے، پینے اور سونے سے محروم رہتا ہے اس لئے مسافر کو چاہیے کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوتے ہی اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچنے میں جلدی کرے۔" (بخاری ۲۶:۱۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑو۔" (بخاری ۷۹:۴۹)

سوال نہ کرنا

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ انصار میں سے چند لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ طلب کیا آپ نے انہیں دے دیا، انہوں نے پھر مانگا آپ نے پھر عطا فرمایا حتیٰ کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود تھا سب ختم ہو گیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میرے ہاں جو مال ہوتا ہے، میں اس کے دینے میں دریغ نہیں کرتا اور تم سے بچا کر نہیں رکھتا لیکن جو شخص سوال کرنے سے باز رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبر آسان کر دیتا ہے اور کسی کو کوئی عطائے الٰہی صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت والی نہیں ملی۔" (بخاری ۲۵:۸)

حیاء

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"حیاء صرف بھلائی لاتی ہے۔" (بخاری ۷۸:۷۷)

دیور سے پردہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"عورتوں کے پاس جانے سے خود کو بچاؤ۔"

ایک انصاری نے دریافت کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"دیور تو موت ہے۔" (بخاری ۶۷:۱۱)

صدقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جب کوئی شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے تو اللہ اسے بڑھاتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔" (بخاری ۹۷:۲۳)

گھر والوں پر خرچ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مسلمان جب اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کرتے وقت ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ خرچ اس کا صدقہ بن جاتا ہے۔'' (بخاری ۱:۲۹۱)

صدقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''انسانوں کے جسم میں جتنے جوڑ ہیں ان میں سے ہر ایک پر صدقہ واجب ہے ہر روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو دو آدمیوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دینا بھی صدقہ ہے اور کسی کی مدد کرنا اس طرح کہ اسے اپنی سواری پر بٹھا کر اس کا سامان لاد کر منزل تک پہنچا دے یہ بھی صدقہ ہے اور کلمہ خیر یا اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے مسجد کو جاتے ہوئے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستے میں ایذارساں چیز ہٹانا صدقہ ہے۔'' (بخاری ۵۶:۱۲۸)

سوال کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''انسان کا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا کمر پر اٹھا کر لانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے جو اسے کچھ دے یا انکار کردے۔'' (بخاری ۳۴:۲۳)

دھوکا دینا

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب تم کچھ خریدو یا بیچو تو کہہ دیا کرو لاخلابہ'' (یعنی بلا کسی دھوکے کے عیب ذکر کر دیا کرو۔) (بخاری ۳۴:۴۸)

سود

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، کسی سے حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بن کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلقات یا بول چال ترک کرے۔'' (بخاری ۷۸:۵۷)

مسلمانوں کے حقوق

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بھائی نہ تو اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو ظلم یا تکلیف میں مبتلا دیکھ سکتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کا کفیل ہو جاتا ہے اور جو شخص کسی ایک مسلمان کی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (بخاری ۴۶:۳)

☆☆☆

انشاء نامہ

بادشاہت کی تلاش میں

ابن انشاء

فی زمانہ حکومتوں کے بدلنے کے دو طریقے رائج اور مقبول ہیں، ایک بیلٹ یعنی الیکشن، دوسرا بلٹ یعنی گولی کا، ویسے اب دووں میں چنداں فرق نہیں رہا کیونکہ الیکشن میں بھی بیلٹ کے ساتھ ساتھ بلکہ بیلٹ سے زیادہ بلٹ کا استعمال ہونے لگا ہے اور زیادہ موثر اور کامیاب پایا گیا ہے، ہم ذاتی طور پر الیکشن کے حق میں نہیں، یہ خون خرابے کی چیز ہے جسے ہم نے مغرب کی اندھی تقلید میں اختیار کیا ہے، ہمارے بہترین بادشاہوں میں سے جن کا نام زریں حروف سے لکھتے لکھتے ہماری دواتیں خشک ہوگئی ہیں اور ملک کے سونے کے ذخائر میں کافی کمی واقع ہوگئی ہے، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں وغیرہ، ان میں سے کون الیکشنوں کے ذریعہ برسراقتدار آیا؟ عوام کی اکثریت کی رائے کی کوئی سند بھی نہیں۔

لوگوں کا بس چلتا تو بادشاہ غازی حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے مقابلے میں وہ ووٹ داراشکوہ کو دیتے، حالانکہ ہم آپ جانتے ہیں کہ وہ بڑا بدعقیدہ آدمی تھا، ہمارے ممدوح کے مقابلے میں جو متدین ایثار پیشہ، درویش اور اپنے بھائیوں پر جان چھڑکنے والے تھے، اس میں کوئی خاص خوبی نہ تھی بلکہ ایک بڑا عیب یہ تھا کہ کتابیں لکھتا تھا، اکبراعظم تو الیکشن کا فارم بھی خود نہ پر کر سکتے تھے، ان کے نامزدگی کے کاغذات ابوالفضل کو پر کرنے پڑتے، بادشاہ بس نشان انگشت ثبت کرتا، محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی سے بھی یہ توقع نہیں کرتے کہ وہ اس کھٹ راگ سے گزرتے۔

امیر تیمور کو ہم قائل کر لیتے، ہمارا خیال ہے کہ وہ ہماری بات نہ ٹالتے، لیکن یہ بھی گمان ہے کہ کچھ اس قسم کا عذر کر کے کہ "آج میری ٹانگ میں درد ہے، کل الیکشن کی تاریخ کا اعلان کروں گا۔" راتوں رات گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر لشکر لے کر "علی علی" کرتے خوارزم کی طرف نکل جاتے، بلکہ ان کا ایک اور گھوڑا جاتے جاتے ہماری گھاس پھوس کی کلی کو لات مار جاتا کہ اور دو مشورے صاحب قراں کو، اصولاً تو انگریزوں کو بھی حکومت سنبھالنے سے پہلے ہندوستان میں الیکشن یا استصواب رائے وغیرہ کرانا چاہیے تھا لیکن خیر! دوسرا طریقہ بھی حکومت بدلنے کا اتنا ہی مقبول اور مشہور ہے بلکہ ہمارے ہاں جمہوریت تو مدت سے کافور ہے، اسی کا زیادہ دستور ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان دو گھسے پٹے طریقوں کے علاوہ بھی کوئی طریقہ ہے جو پرامن بھی ہو، افسوس کہ ٹیلیویژن اور ریڈیو کی بدعت رائج ہونے کے باعث لوگوں میں پرانے کلاسیکی ادب کا ذوق اٹھ گیا ہے، ہائے کیا زمانہ تھا کہ لوگ شب و روز داستانیں کہتے سنتے رہتے تھے، خوش جمال بادشاہوں اور ماہ پارہ شہزادیوں کی اور تین آنکھوں والے نابکار دیوؤں کی اور اڑتے قالینوں کی، داستان میں اس انہماک کا ایک ضمنی فائدہ یہ تھا کہ ملک میں انفلیشن (افراط زر) بھی پیدا نہ ہونے پاتی تھی۔

ان قصوں کہانیوں کے بموجب ایک بادشاہ

کے لاولد مرنے پر لوگ صبح دم شہر کے دروازے میں سب سے پہلے داخل ہونے والے مسافر کے سر پر تاج رکھ کر شادیانے بجا دیتے تھے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے شاہ مرحوم کا کانا وزیر اس پہلے آدمی کو پہلے ہی بغلی دروازے سے یا فصیل کے برج سے رسی لٹکا کر شہر کے دروازے کے پاس اتار دیتا تھا اور وہ تڑکے تک سردی سے ٹھٹھرتا اپنے کو بادشاہی کے خوابوں سے گرماتا وہاں دبکا پڑا رہتا تھا، لیکن ہم اسے محض بدگمانی سمجھتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اس زمانے میں ولی عہد پیدا کرنے کے معقول انتظام ہوتے تھے، خاصے گنجان حرم بیگموں کے بھی، کنیزوں کے بھی، امراء، وزرا کی بہو بیٹیاں اس پر مستزاد اور اولاد نرینہ کی بشارتیں اور دعائیں دینے والے اہل اللہ بھی شہر کے باہر ڈیرے جمائے بیٹھے رہتے تھے، شہر سے باہر لیکن اتنی دور بھی نہیں کہ لوگوں کو نذر و نیاز کے ٹوکرے وہاں تک لے جانے میں دقت ہو۔

علاوہ ازیں ان دعاؤں کو مستجاب بنانے اور اس معاملہ میں قدرت کاملہ کو ظہور میں لانے کے لئے محل کے اندر حبشی غلام بھی رہتے تھے جن کے سرکاری فرائض تو دن میں ختم ہو جاتے تھے لیکن اپنے آقا کی بیگمات کی فرمائش پر اوور ٹائم بھی خوشی خوشی کر لیتے تھے، خواجہ سراؤں کی موجودگی اس میں مانع نہ ہوتی تھی، تاہم داستانوں سے پتا چلتا ہے کہ بادشاہوں کی لاولدی اور صبح دم مسافروں کو بیٹھے بٹھائے پکی پکائی بادشاہی ملنے کی وارداتیں خاصی ہوتی تھیں۔

☆☆☆

ہم بادشاہت کے تہہ دل سے قائل ہیں، اس وقت بالخصوص مسلمان ملکوں میں جو بادشاہ ہیں، وہ ہماری آنکھ کا تارا ہیں، ہم نے کئی بار لکھا کہ اب جو ہمیں خدا نے یہ ملک دیا ہے تو اس میں ہمیشہ بادشاہت لا کر کسی کو بادشاہ یا خلیفہ بنانا چاہیے تاکہ یہ آئین دستور، پیپلز پارٹی، پی این اے وغیرہ کے جھگڑے نہ اٹھیں، یہ کوئی ضروری نہ تھا کہ ہمیں بادشاہ بنایا جاتا، کسی اور کو بھی بنایا جا سکتا تھا، کیونکہ فی زمانہ اہلیت اور لیاقت کو کون دیکھتا ہے، تاہم ہماری شنوائی نہ ہوئی۔

انگلستان ہم اس لئے بھی آئے تھے کہ یہاں بادشاہت ہے، یہاں بھی نہ کبھی کوئی تو لاولد مرے گا کیا عجب یہاں صبح دم دروازہ شہر میں داخل ہونے والوں کے حقوق تسلیم کیے جائیں، لیکن یہاں آکر پہلی مایوسی تو یہ ہوئی کہ اس شہر میں نہ فصیل ہے، نہ کوئی دروازہ ہے، یہاں ہم کمبل لے کر پڑ جاتے اور ہر روز اخبار ٹائمز خرید کر سیاہ حاشیے کی خبروں کا مطالعہ کرتے ایک صورت یہ بھی تو تھی کہ لوگ در بدر تلاش کرتے تھے کہ شہر میں کوئی ایسا بصرے یا کاشغر کا نوجوان تاجر ملے جس کا تعلق کسی پرانے شاہی خاندان سے ہو اور جو حسن صورت، لیاقت اور ذہانت میں یکتائے زمانہ ہو، ہم نے اسی خیال سے اپنی ڈگریاں اس ڈگری کے علاوہ جو کہ آپریٹو قرضہ کی نادہندگی کے سلسلے میں ہم پر ایک دیوانی عدالت نے دی تھی (کوئی باہوش عدالت ایسا نہیں کر سکتی تھی) فریم کرا کے اپنے ڈرائنگ روم میں لٹکا دیں، جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، ایسے بھی جن کی پارلیمنٹ اور بکنگھم پیلس تک پہنچ ہے اور خود عمل تسخیر شروع کر دیا، قباحت یہ ہوئی کہ کسی نے ملکہ عالیہ کو بروقت فیملی پلاننگ کا لٹریچر نہ بھیجا تھا جس سے چند قباحتیں پہلے ہی پیدا ہو چکی تھیں بلکہ قباحت در قباحت بھی، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ شہزادی این کے ہاں اس عزیزہ کے پیدا ہونے کی ہمیں خوشی نہیں، جب اور سب

ہی کو ہے تو ہمیں بھی ہے، تاہم یہ ہوا کہ بادشاہت کی کیو میں ان کا نمبر لگ گیا، پانچواں۔
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جاویں
پھر بھی اگر پہلے چار امیدواروں کو کچھ ہو جائے اور ان میں جو اولاد نرینہ ہے، وہ فاترالعقل نکل جائے یعنی سب کے سب امریکی منکوحہ عورتوں سے شادی کر کے وزیراعظم وقت کو ناراض کر لیں، یا رومن کیتھولک، مسلمان یا کبیر پنتھی ہو جائیں اور یہ نومولود بچی تاج پہننے سے انکار کر دے کہ چبھتا ہے یا میرا ہیئر اسٹائل سے خراب ہوتا ہے تو سلطنت دست بدست ہم تک آ سکتی ہے، لیکن آج یہ خبر آئی کہ اس گھرانے میں ایک اور شہزادی نے جنم لیا ہے، یہ ڈچس آف گلوسسٹر کی صاحبزادی ہیں، ان کا بادشاہت کی قطار میں بارہواں نمبر ہے۔

ہم نے ایک ہمدرد سے ذکر کیا اور کہا کہ ''گلوسسٹر پلیس میں رہنے کی وجہ سے ہم بھی ایک طرح کے ڈیوک آف گلوسسٹر ہیں کہ نہیں۔'' تو کہنے لگے۔

''صاحب من، اگر ملکہ الزبتھ ثانی کو ملکہ وکٹوریہ کی عمر ارزانی ہوئی تو کچھ عجب نہیں کہ ایک سو بارہواں امیدوار بھی پیدا ہو جائے، بس سیدھے اپنے وطن واپس جاؤ، اپنا وقت مت ضائع کرو، امیگریشن کے رجسٹر کے مطابق تمہارا نمبر وارثت کے معاملے میں چھ کروڑ اٹھتر لاکھ چوراسی ہزار آٹھ سو پینتیسواں ہے، پھر تم کالے بھی ہو اور پرانی داستانوں میں بھی شاہی خون کی شرط ہوا کرتی تھی۔''

ہم نے بتایا کہ ''کالے تو ہم بیماری کی وجہ سے ہو گئے ہیں، جب وقت آئے تو اپنے ملک سے گورا کرنے والی کریم منگا لیں گے، جس کے استعمال سے حبشی تک گورے ہو سکتے ہیں اور

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رہوڈیشیا اور جنوبی افریقہ تک کے مسئلے حل ہو سکتے ہیں، اب رہی شاہی خاندان کی بات ہم نے ایک پرانی کتاب میں دیکھا ہے کہ پراچین زمانے میں ہمارے جدامجد کالنجر کے قریب ایک ریاست کے ایک طرح سے راجہ تھے، وہ یوں کہ بظاہر راجہ ان کے چھوٹے بھائی تھے لیکن وہ بڑے بھائی یعنی ہمارے جدامجد کا اتنا ادب کرتے تھے کہ ان کی کھڑاویں تخت پر تو نہیں، تخت پر جگہ ہی کہاں ہوتی ہے، تخت کے نیچے رکھتے تھے۔"

ہمارے ان مہربان نے فرمایا۔

"یہ انگلستان ہے، یہاں انگریزی خون یعنی سفید خون کی شرط ہے، کالنجر کا حوالہ نہیں چلے گا۔"

ہم نے دل برداشتہ ہو کر کہا۔

"اچھا تو اور ملکوں کے نام بتاؤ جہاں بادشاہت ہو اور جہاں جوہر قابل کی قدر ہوتی ہو، اسلامی ملک ہو تو اور اچھا ہے، کیونکہ ہمیں اسلام کا بول بالا کرنے کا بھی شوق ہے۔"

ہمارے ان دوست نے چند ملکوں کے نام بتائے لیکن یہ بھی کہا کہ "آج کل وہاں ویزا کی پابندی ہے اور پاکستانیوں کو تو بالکل نہیں ملتا۔"

اس کے بعد جیب سے پی آئی اے کا ٹائم ٹیبل نکال کر کہنے لگے۔

بتاؤں، لندن سے کون کون سی فلائٹیں سیدھی کراچی جاتی ہیں۔"

ہم نے منغض ہو کر کہا۔

"رہنے دو، ہم خود دیکھ لیں گے، آدمی گڑ نہ دے، گڑ کی بات تو کرے۔"

ہم بادشاہ ہوتے تو کیا کرتے، اس باب میں ہم نے ایک منشور چھاپ رکھا ہے جسے خرچا ڈاک کے لئے دس روپے بھیج کر ہم سے طلب کیا جا سکتا ہے، مختصر یہ کہ ملک سے ساری بری بری باتوں کا قلع قمع کرتے پہلے قلع پھر قمع۔ جمعے کی چھٹی کرتے تھے، لیکن افسوس وہ پہلے ہی ہونے لگی ہے، خیر جمعے کی دو چھٹیاں کر دیں گے، ہمارے عہد معدلت عہد میں ہفتے میں دو جمعے ہوا کریں گے تاکہ لوگ دل جمعی سے عبادت کرتے رہیں، جمہوریت اور سوشلزم وغیرہ کے شیطانی وسوسے ان کے دل میں پیدا نہ ہوں، شراب کی ممانعت کرنے کا نکتہ بھی ہمارے منشور میں تھا، وہ بھی ہو چکی، لیکن ہرج نہیں، ہم مزید ممانعت کر دیں گے تاکہ جو لوگ نہیں پیتے وہ مزید نہ پئیں، یہاں تفصیل کیا دیں، آزمائش شرط ہے، "مشک آنست کہ خود بوید۔"

☆☆☆

تاریخ انگلستان ہم نے اس خیال سے لکھنی شروع کی تھی کہ آخر میں اپنے عہد کا حال اپنے قلم سے لکھ جائیں تاکہ آنے والے مورخ غلطیاں نہ کریں، لیکن قارئین کرام شاعر کہہ گیا ہے۔

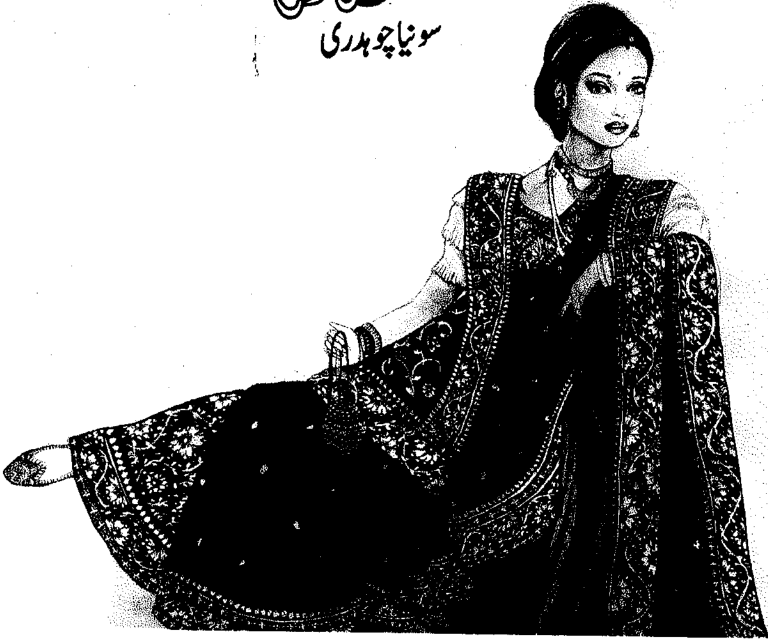
"حب وطن از ملک سلیماں خوشتر۔"

اب ہم فرنگستان کے راج پاٹ پر لات مار کر وطن واپس آنے اور ایک رحم دل اور بیدار مغز تاجدار کے طور پر اپنے ملک اور رعایا کی خدمت کرنے کے لئے بے تاب ہیں، جونہی امراء اور عمائد کا کوئی وفد ہمیں لینے کے لئے آئے گا، ہم لندن کے درو دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہوئے روانہ ہو جائیں گے، اس کالم کی کٹنگ سنبھال کر رکھیں، اپنے سب قارئین کو ہم خلعت و انعام دیں گے اور لوگوں کا منہ موتیوں سے بھر دیں گے، خصوصاً ان کا جو نکتہ چینی کے لئے منہ کھولنے کی کوشش کریں گے۔

☆☆☆

ویلنٹائن ڈے

سونیا چوہدری



اس نے کندھوں سے سرکی ہوئی شال کو درست کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا، ہوا میں ہلکی ہلکی نمی اور سردی کا احساس اسے شدت سے چھوکر گزرا تھا وہ ہاتھ میں موبائل اور والٹ تھامے ایک شاپ میں داخل ہوئی۔

پوری شاپ سرخ گلابوں اور ویلنٹائن ڈے کے کارڈز سے جگمگا رہی تھی، اس نے آگے بڑھ کر ایک خوبصورت ویلنٹائن ڈے کارڈ اٹھا کر پڑھا اور اس کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔

کارڈ کے ساتھ اس نے ایک نفیس سی گھڑی خریدی اور پیمنٹ کی، ویلنٹائن ڈے وہ ہمیشہ جوش وخروش سے سیلبریٹ کرتی آئی تھی، تو آج کیسے بھول سکتی تھی، آج کا دن اس کے لئے خاص تھا، بہت خاص۔

☆☆☆

زینب نے پورے کمرے کو سرخ گلابوں سے مہکا دیا تھا، بیڈ شیٹ، پردے، کشن ہر چیز میں سرخی مائل تھی، کمرے کی تمام لائٹ آف تھیں لیکن کینڈل ریکو میں جلتی موم بتیاں کمرے کو روشن کر رہی تھیں۔

زینی ریڈ پاجامہ پر نفیس ہلکی سلور کڑھائی والے فراک میں ملبوس بلا کی حسین لگ رہی تھی۔

اس نے اپنی نظر ایک بار پھر سامنے وال کلاک کی جانب دوڑائی، رات کے دس بج چکے تھے۔

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اس کا انتظار کر رہی تھی، لیکن وہ اب تک نہیں آیا تھا، کئی بار اس نے قاسم کا نمبر ڈائل کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی

جواب نہیں آرہا تھا۔
شادی کے بعد یہ اس کا قاسم کے ساتھ پہلا ویلنٹائن ڈے تھا، وہ جو آج کے دن کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی، اب غصے میں بیٹھی خود کو کوسنے لگی۔
''میں ہی پاگل تھی جو اس کے لئے اتنا سج سنور کے بیٹھ گئی۔'' اس نے کانوں میں پہنے رنگ جھمکے اتارتے ڈریسنگ ٹیبل پر پٹختے ہوئے کہا۔
غصے میں خود کلامی کرتے ہوئے اس نے ساری جیولری اتار کر پھینک دی اور چینج کرنے کے لئے واش روم میں گھس گئی، واش روم سے نکل کر ایک بار پھر اس نے ایک نگاہ گھڑی پہ ڈالتے ہوئے ٹائم دیکھا۔
اب اس کو اپنی بے صبری سے اس دن کے انتظار پہ غصہ آنے لگا تھا اور قاسم کے نہ آنے پہ رونا، بیڈ پہ بیٹھتے اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی۔
جس پہ گھڑی اور خوبصورت ویلنٹائن ڈے کارڈ کے ساتھ گلاب کہ پھولوں کا بکے بھی موجود تھا۔
اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی اور وہ خاموشی سے لیٹ گئی۔
''وہ کیوں اب تک نہیں آیا؟ میں نے اس کو بارہا کہا تھا کہ آج جلدی آنا، کیا وہ بھول گیا ہو گا کہ آج 14 فروری ہے؟ محبت کرنے والوں کے لئے خاص دن، کہیں وہ مجھ سے ایک سال میں ہی تو نہیں اکتا گیا؟ اور کوئی اور......؟''
خیالات کی یورش اسے کہاں سے کہاں لے گئی تھی، وہ جو سارا دن ہواؤں میں اڑتی رہی آج کے دن کی خوشی میں اس وقت عجیب سی گھٹن کا شکار تھی، غصہ اور مایوسی اس کے اعصاب پر حاوی تھا۔
سوچتے سوچتے کب نیند نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اس کو معلوم ہی نہ ہوا! ویلنٹائن ڈے ''نحوست'' کا دن اسے تنہا ہی گزارنا پڑا تھا، ہاں شادی کے بعد یہ پہلا دن تھا جو اسے یوں گزارنا پڑ رہا تھا۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو کافی دیر ہو چکی تھی، اس نے ایک نظر سوئے قاسم پر ڈالی، رات وہ کب لوٹا اس کو خبر نہ ہو سکی، اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے وہ بیڈ سے اتری اور فریش ہو کر کچن میں چلی آئی، رات والے واقعے سے اس کا موڈ اب تک خراب تھا، وہ خاموشی سے اپنے لئے کافی بنا رہی تھی، جب اپنے عقب میں اسے قاسم کی آواز سنائی دی۔
''میرے لئے بھی ایک کپ کافی بنا دو۔''
اس نے مڑ کر ایک نظر قاسم پہ ڈالی، اس کے چہرے پہ کوئی شرمندگی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے، وہ بالکل نارمل لہجے میں کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور زینی اس کے اس انداز پہ جل کر رہ گئی۔
وہ جو سمجھ رہی تھی کہ صبح آنکھ کھلتے ہی وہ رات دیر سے آنے پر معافی مانگے گا، اسے ویلنٹائن وش کرے گا، اس کے اس نارمل بی ہیو پہ اس کو مزید غصے آنے لگا، وہ قاسم کے لئے کافی بنائے بنا ہی کچن سے چلی آئی تھی۔

☆☆☆

معمول کے مطابق وہ تیار ہو کر ناشتے سے فراغت کے بعد آفس چلا گیا، جانے سے پہلے بھی اس نے زینی سے کوئی خاص بات نہیں کی۔
وہ جو اس کے آگے پیچھے گھوم رہی تھی کہ شاید اب وہ سوری بولے گا، مجھے گفٹ دے کر وش کرے گا اور منا لے گا، بعد میں اپنی ہی سوچ

پر غصہ کرنے لگی۔

''کتنا لاپرواہ شخص ہے، فکر ہی نہیں بیوی کی اور نہ بیوی کی محبت کی۔''

رات کمرے میں سجائے گئے گلابوں کو اس نے تہس نہس کرتے ہوئے چلا کر کہا۔

''میں بھی آج کے بعد کبھی اس کی فکر نہیں کروں گی، نہ کبھی یوں پاگلوں کی طرح اس کی محبت میں کمرے اور گھر کو سجاتی پھروں گی، اسے اپنے کام سے محبت ہے بس اب، مجھ سے نہیں۔'' سوچتے سوچتے ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

☆☆☆

وہ قاسم کو بنا بتائے اپنی امی کی طرف چلی آئی تھی۔

زینی ایسی ہی تھی، سب کچھ برداشت کر سکتی تھی لیکن خود کو اگنور ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''ویلنٹائن ڈے تو محبت کرنے والوں کا دن ہوتا ہے، پھر اس دن اس نے کیوں مجھے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا؟ آگے پیچھے تو بہت دعوے کرتا پھرتا ہے اور جس دن موقع تھا محبت کا احساس دلانے کا اس دن اس نے خود ہی میری محبت کو اگنور کر دیا۔''

''یہ بھی نہیں سوچا ہوگا کتنا دکھ ہوگا مجھے۔''

اپنے کمرے میں بیٹھی وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی جب امی کمرے میں داخل ہوتی دکھائی دیں۔

''زینی بیٹا قاسم آئے گا لینے شام میں کہ تم خود جاؤ گی۔'' انہوں نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اسے اپنے کاموں سے فرصت ملے گی تو آئے گا نا، اس کو تو اتنی بھی خبر نہیں ہوتی آج کل کہ بیوی گھر میں موجود ہے بھی کہ نہیں۔'' زینی نے دکھ بھرے لہجے میں جواب دیا تھا اس کی ماں نے حیرت سے ایک نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی اور اس کے قریب آن بیٹھی۔

''قاسم سے جھگڑا ہوا کیا؟'' انہوں نے فکر مندی سے زینی کو پوچھا۔

''جھگڑا ہی تو نہیں ہوا امی۔'' اس نے بے بسی کے عالم میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر؟'' انہوں نے تفتیشی نظروں سے زینی کو گھورا۔

''تو پھر کیا، بس کچھ نہیں ہوا امی، آپ فکر مند نہ ہوں، میں شام میں خود چلی جاؤں گی، گاڑی میرے پاس ہی ہے۔'' زینی نے موڈ نارمل کرتے ہوئے جواب کیا۔

وہ اپنی امی سے بے حد محبت کرتی تھی، اس لئے اپنی وجہ سے انہیں ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

شام میں واپسی پر مارکیٹ چلی آئی، گھر جانے کا اس کا بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا، اپنے لئے کچھ شاپنگ کرنے کے بعد وہ واپس گاڑی میں آ بیٹھی، ایک نگاہ اس نے موبائل پہ ڈالی۔

''صبح سے ایک میسج بھی نہیں ہو سکا اس سے؟ اتنا مصروف رہنے لگا ہے وہ؟ کہ اسے اپنی بیوی کا ہی خیال نہیں رہتا۔'' سوچتے سوچتے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور نہ چاہتے ہوئے بھی گھر کے لئے روانہ ہو گئی۔

☆☆☆

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تو ہر طرف اندھیرا چھایا تھا، شاید لائٹ گئی تھی، موبائل کی لائٹ میں وہ کچن تک آئی اور ماچس لے کر موم بتی جلانے لگی، نو بج چکے تھے، وہ آج بھی

اب تک نہیں لوٹا؟ اس نے دل ہی دل میں ایک بار پھر اس کو یاد کیا تھا، وہ ٹی وی لاؤنج میں آ کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

ٹیبل پہ موم بتی رکھتے ہوئے اس کی نظر ایک گلابی رنگ کے کارڈ پہ پڑی، جس کے ساتھ ایک خوبصورت سی گلاب کی کلی بھی موجود تھی، اس نے فوراً اسے کارڈ کھول کر دیکھا۔

''سوری'' کارڈ پہ صرف سوری لکھا تھا۔

اس نے کارڈ واپس ٹیبل پہ رکھ دیا اور کلی اٹھانے لگی تو لائٹ آ گئی۔

کارڈ اور کلی، مطلب وہ آ چکا ہے، زینی نے ایک نظر پورے گھر میں دوڑاتے ہوئے سوچا اور فوراً اپنے کمرے کا رخ کیا۔

کمرے میں لیمپ کی مدھم روشنی اس کو کمرے کا حال بیان کر رہی تھی اس نے جلدی سے لائٹ آن کی۔

گلابوں سے مہکتا کمرہ بے حد حسین لگ رہا تھا، کمرے کے چاروں کونوں میں گلاب کے بکے موجود تھے، لیکن وہ خود کہاں ہے؟ اس نے اضطرابی سے سوچا۔

''زینی!'' اسے اپنے عقب میں قاسم کی آواز سنائی دی، اس نے پیچھے مڑ کر قاسم کی جانب دیکھا، وہ دونوں ہاتھ باندھے کھڑا اسی کو مسکراتا دیکھ رہا تھا۔

''اب اس سب کی کیا ضرورت تھی؟'' زینی نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔

''تم جاؤ کرو اپنا کام، مجھ پہ کیوں وقت برباد کر رہے ہو۔'' وہ جانتا تھا زینی اس سے خفا ہے تبھی چپ چاپ کھڑا اس کی ڈانٹ کو سن رہا تھا۔

''کتنا انتظار کیا تھا کل تمہارا، تمہاری خاطر سجی سنوری، تمہاری محبت میں پورے کمرے کو گلاب کی پتیوں سے سجا دیا، لیکن تمہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا، میری محبت کا تو تمہیں کوئی احساس نہیں نا، تم مرد ہوتے ہی ایسے ہو، بس اپنے جذبوں کی قدر کرنے والے، دوسرا کیا سوچتا ہے کیا کرتا ہے وہ کوئی معنی نہیں رکھتا تمہارے لئے۔'' وہ سخت غصے میں بولتی جا رہی تھی۔

''زینی بس کرو اب اتنا غصہ مت کرو، سوری نا۔'' قاسم نے زینی کو کندھوں سے تھامتے ہوئے کہا تو اس نے ایک جھٹکے میں اسے خود سے الگ کیا۔

''دور رہو مجھ سے، اب سوری کہنے کی کوئی ضرورت نہیں، پہلے دل توڑتے ہو پھر معافی مانگتے ہو۔'' اس نے نم آنکھوں سے قاسم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''زینب میں نے کبھی تمہارا دل نہیں توڑنا چاہا نہ کبھی تمہیں ہرٹ کرنے کا سوچا ہے، میں تمہاری اور تمہاری محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں۔'' قاسم نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''جان چکی ہوں جتنی قدر کرتے ہو۔''
ایک بار پھر وہ طنزیہ لہجے میں مخاطب ہوئی تھی۔

''زینی یار تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو، میں تو تمہیں بس یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ ویلنٹائن ڈے کی محتاج نہیں ہے ہماری محبت اور نہ ہی اس دن کا ہم مسلمانوں سے اور اسلام سے کوئی تعلق ہے، یہ دن صرف بے وقوف لوگ ہی مناتے ہیں، ہم جیسے پاکیزہ محبت کا رشتہ رکھنے والے نہیں، تم نے کبھی ایک بات سوچی ہے زینب؟'' اس نے زینی کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یقین نہیں سوچی ہو گی۔''

''ہم مسلمان ہو کر غیر مسلمانوں کے رسم و

رواج کو کتنی جلدی اپنا لیتے ہیں، کبھی کسی غیر مسلمان کو تم نے ہمارا کوئی بھی تہوار مناتے یا اس میں شریک ہوتے ہوئے دیکھا؟ یقیناً نہیں، تو پھر کیا یہ ہمارے ایمان کی کمزوری نہیں کہ ہم وہ سب جلدی سے اپنا لیتے ہیں جس سے ہمارا اللہ اور ہمارے نبیؐ ہمیں منع فرماتے ہیں۔'' زینی خاموشی سے نظریں جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

''ہم مسلمانوں کا تو اب یہ حال ہے کہ اگر اپنے نبیؐ کی شان میں کوئی میلاد منعقد کر لیں تو دوسرے فرقے کے لوگ آ کر حوالے مانگنے لگتے ہیں، کیا ہمیں میلاد مصطفیٰؐ کے لئے بھی حوالے دینے پڑیں گے؟''

''تو پھر ویلنٹائن ڈے، ہیپی کرسمس ڈے جیسے دنوں پہ ان مسلمانوں کی زبانوں کو تالے کیوں لگ جاتے ہیں؟ کیوں یہ ان دنوں پہ برابر کا شریک رہتے ہیں، کیوں ان کو پھر حوالے، احادیث اور گناہوں کا خیال نہیں رہتا، کیا یہ ہے آج کا سچا مسلمان؟''

''جو اپنے نبیؐ کی شان بیان کرنے پر حوالے مانگے اور غیر مسلمانوں کے تہواروں کو منانے میں خاموش تماشائی بنا بے حیائی پھیلتی دیکھتا رہے؟ مجھے شرم آنے لگی ہے زینی ایسے لوگوں کو مسلمان کہتے بھی۔''

''کل رات میں نہ آفس کہ کسی کام میں مصروف تھا، نہ ہی دوستوں کے ساتھ تھا، میں اسی لئے لیٹ آیا تھا کہ جلدی آ کر تمہیں کل یوں سمجھا نہ پاتا اور یوں تمہارے محبت سے کیے گئے اہتمام پہ کل سمجھانے کی بجائے خود بھی مجبوراً سیلبریشن میں شریک ہو جاتا، لیکن مجھے تمہیں احساس دلانا تھا تمہیں یہ بات سمجھانی تھی کہ غیر اسلامی تہواروں کی محتاج نہیں ہے ہماری پاکیزہ محبت میں کل تمہیں خوش کرنے کے لئے اللہ کو ہرگز ناراض نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ جب اللہ ناراض ہوتا ہے تو پوری دنیا کے بھی راضی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن اگر اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے، تمہیں دکھ دینا چاہا ہے تو مجھے معاف کر دو اور جو سزا دینا چاہو دے دو میں تمہارے سامنے حاضر ہوں۔'' قاسم نے سر خم کرتے ہوئے ذرا سا جھک کر کہا تو زینب کی آنکھ سے ایک آنسو کا موتی ٹوٹ کر زمین پہ گرا تھا، وہ دھیرے دھیرے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''قاسم مجھے معاف کر دو، میں نے تمہیں غلط سمجھا اور غصے میں نہ جانے کتنا برا بھلا کہہ گئی، میں سمجھی تھی کہ تم مجھ سے بور ہو گئے ہو مجھ سے اب محبت نہیں کرتے اسی لئے مجھے وش کرنا بھی تم نے گوارہ نہیں سمجھا، لیکن میں اپنی سوچ پہ شرمندہ ہوں اور میں وعدہ کرتی ہوں آج کے بعد کبھی غیر اسلامی تہوار نہیں منواؤں گی، کیونکہ ہماری محبت کسی ایک دن کی محتاج نہیں، ہماری محبت کے لئے تو ہر دن بہت خاص ہے، جیسے رات کے بعد ہر نئی صبح بہت اہم ہوتی ہے۔'' زینی نے قاسم کے سینے پر سر ٹکاتے ہوئے کہا تو قاسم نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

کہ اس کی ماڈرن سوسائٹی کی ماڈرن وائٹ سنو کو وہ با آسانی اپنے دل کی بات سمجھا سکا تھا۔

کمرے میں مہکتی گلاب کی پتیوں کی مہک اب ان دونوں کی زندگیوں کو بھی مہکانے لگی تھیں۔

☆☆☆

دل گزیدہ

اُم مریم

چھبیسویں قسط کا خلاصہ

حمدان کے اس اچانک ہو جانے والے نکاح کی خبر اس کے گھر والوں پہ غانیہ سمیت بجلی بن کر گرتی ہے، منیب چوہدری ایک بار پھر اپنا سنگلاخ فیصلہ سناتے ہوئے حمدان کو حکم دیتے ہیں طلاق کا، اس کی شادی شانزے سے کرنے کا ان کا فیصلہ اٹل ہے۔

قدر اس بندھن کو قبول نہیں کر پا رہی، سلیمان سے زندگی میں پہلی بار بدتمیزی سے پیش آتی ہے، مگر پیش نہ چلتی دیکھ کر علی شیر سے حمایت اور مدد حاصل کرتی ہے، علی شیر اسے نئی نئی پٹیاں پڑھا رہا ہے۔

آپا الگ سلیمان پہ دباؤ ڈالتی ہیں، سلیمان کا ڈپریشن بڑھ رہا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

ستائیسویں قسط





تشویش یکدم بڑھ گئی، اضطراب میں اس حد تک اضافہ ہوا کہ خدشات میں لرزتا دل دماغ یکدم خالی ہو گئے، حرم کے ہمراہ وہ سیڑھیاں اتر کے نیچے آیا تو شام اپنے پر مکمل طور پر سمیٹ کر رات کا لبادہ اوڑھ چکی تھی، فضا میں گرمی اور حبس تھا، جسے حجاب نے اپنے طور پہ کم کرنے کی کوشش کی تھی، صحن دھو کر پنکھے چلا کر، سب اس وقت آنگن میں موجود تھے، اس شخص سمیت، کرسیوں پہ براجمان مگر ہر سو خاموشی تھی، غانیہ کی تو ہر ادا سے واضح اضطراب بھی جھلکتا تھا، وہ بار بار پیشانی پہ ایسے ہاتھ پھیرتیں گویا پسینوں میں ڈوب رہی ہوں۔

”ویرے...... آپ کچھ بولتے کیوں نہیں، اس طرح سب کو اکٹھا کیا جیسے بہت خاص بات ہو اور خود خاموشی اوڑھ کر بیٹھ گئے ہیں، سب خیر ہے نا؟ اللہ جانے میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے۔“

اس خاموشی کو توڑنے والی کنیز تھیں، حمدان بے آواز قدموں سے آ کر وہیں برآمدے کے پلر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا، اس پہ کسی نے خاص توجہ نہیں دی تھی، بالخصوص کنیز ان کے شوہر اور شانزے نے، ان کی توجہ کا مرکز منیب چوہدری تھے، جو سسپنس پھیلا چکے تھے، غانیہ نے البتہ ضرور اک نظر بیٹے کو دیکھا اور ہونٹ کچلتے ہوئے بھینچی بھینچی سانس کھینچی، حجاب نے نظروں ہی نظروں میں بھائی کو آ کر اپنے برابر نشست سنبھالنے کا اشارہ کیا تھا مگر حمدان نہ سمجھا نہ عمل کیا، وہ متوحش مضطرب نظروں سے باپ کو دیکھتا تھا جو اس کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کرنے جا رہے تھے، ان کی زبان سے نکلے لفظوں پہ اس کی آئندہ زندگی کی خوشیوں مسرت یا پھر بربادی کا دارومدار تھا، ایسا ہوتا ہے، قدرت اپنے بندوں کو اکثر اوقات اتنا بااختیار کر دیا کرتی ہے کہ وہ اس کے باقی ماندہ بندوں پہ زندگی سہل اور تنگ کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں، یہی تو اعمال ہیں، جنہوں نے باعث بننا ہے آخرت میں جنت وجہنم کا، جو خیر بانٹے گا اسے خیر ملے گی، جو شر پھیلائے گا فساد برپا کرے گا، وہ اپنا انجام حشر میں دیکھ لے گا بیشک۔

منیب چوہدری نے گلا کھنکارا اور بات کے آغاز سے قبل اک نظر یارمن کو دیکھا، وہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں کا تفکر اور سہم ان سے مخفی نہ رہ پایا، انہیں لگا وقت بیس سال پیچھے چلا گیا ہو، ان کے سامنے آٹھ سالہ یارمن کھڑا ہو ان سے التجاء آمیز انداز میں اپنی کوئی فرمائش کو ضد منواتا ہوا، معصوم چہرے کے بسورتے تاثر پہ اک مان اک بھروسہ اور اک آس تھی، وہ مان جو اک لاڈلے بیٹے کو پیار کرنے والے باپ پہ ہو سکتا ہے، وہ بھروسہ جو محبت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد قائم ہو سکتا ہے، وہ آس جو خود آگاہ ہوتی ہے ٹوٹ ہی نہیں سکتی، انہوں نے گہرا سانس بھرا اور خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا، انہیں لگا یہ سب احساس گزرتے وقت نے خود انہوں نے اپنے یارمن سے چھین لئے ہوں، ان کے بیچ سے یہ سارے خوب صورت جذبے کب اپنی موت مرے انہیں احساس ہی نہ ہوا۔

کیا وہ پتھر صرف غانیہ کے لئے بنے تھے؟

نہیں وہ تو غانیہ کی وجہ سے سب کے لئے سنگلاخ چٹان بن گئے تھے، خاص کر اپنی اولاد کے معاملے میں، انہیں جانے کب کیوں یہ خوف لاحق ہو گیا تھا اگر وہ ذرا سا بھی ڈھیلے پڑے تو بیوی کی طرح اولاد بھی سر پر چڑھ کے ناچنے لگے گی، بیوی...... جسے انہوں نے دل پہ بھی چڑھنے کی

اجازت نہ دی تھی، وہ سر پہ کیسے اور کیونکر چڑھ جاتی مگر وہ ایک تلخ تجربے اور ایک سنگین غلطی سے ایسے خائف ہوئے ایسے بد دل ہوئے کہ پھر اسے دہرانے سے ہمیشہ کی توبہ کر لی، ایسی توبہ کر لی کہ پھر اس جذبے کو کبھی دل میں ابھرنے ہی نہ دیا، اس کی آبیاری اور اس کی پرورش تو بہت دور کی بات تھی۔

''مجھے لگتا ہے سویٹ اینڈ لونگ ماموں جان کا میرے لئے خصوصی سرپرائز ہے، ہے نا ماموں؟'' خاموشی طویل ہوگئی، اضطراب انتہا کو پہنچا، انتظار کی حد ہوگئی تو شانزے کا اتاؤلا پن عود کر آیا، وہ اٹھلا کر چلتی منیب چوہدری کے پیچھے آن کھڑی ہوئی، اپنا ہاتھ ان کے کندھے پہ رکھا، منیب چوہدری چونک گئے، حمدان حد سے بڑھ کر اکتا گیا، سر اٹھا کر تاریک آسمان پہ نگاہ کی جہاں گاؤں کی رات اپنی مخصوص خاموشی اور خالص پن کے ساتھ اتر رہی تھی، اس خاموشی میں کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے، کھیتوں سے واپس آتے بیلوں کے گلے سے بندھی گھنٹیوں کی آوازیں گھل مل جاتیں، صحن کا بس ایک ہی بلب روشن تھا مگر اس کی روشنی کونے کھدروں کو روشن کرنے میں ناکام نظر آتی تھی، اس وقت گھر کے سبھی افراد جمع تھے مگر عجیب سی خاموشی پھر بھی ماحول کا حصہ تھی۔

''بتائیں نا ماموں! کون سا سرپرائز ہے؟ آپ نے گاڑی خریدی ہے میرے لئے یا پھر ہنی مون ٹرپ کے لئے یورپ کے ٹکٹ گفٹ کر رہے ہیں، ایسا کریں گے تو آپ ہی کریں گے باقی نہ تو گھر میں کسی کو اس شادی کی اتنی خوشی ہے کہ مجھے ایسا گفٹ دے سکیں نہ آپ کے بیٹے میں ہی کوئی ایسی امنگ ہے۔'' وہ پھر بولی تھی، حمدان پر طنزیہ نگاہ ڈال کر بالخصوص جتلایا، گھر والوں سے اور حمدان سے شکوہ پرانا تھا، منیب چوہدری اک مضمحل نگاہ پھر بیٹے پر اور پھر بھانجی پر ڈالی، ایک بار پھر گلا کھنکارا، ہمت جمع کی، یہ ہمت ہی تھی جو جمع نہ ہو رہی تھی، آج پھر گلا بھی بھلا کیونکر صاف ہو پاتا۔

''کنیز......! اگر ہم یہ شادی روک دیں، نہ کریں۔''

''کیا......؟'' ایک غیر یقینی کا عالم چھا گیا، سب سے بلند آواز کنیز کی ہی تھی، حمدان اور غانیہ نے چونک کر ٹھٹک کر اس شخص کو دیکھا، انہیں کم از کم اس بات کی توقع تو ہرگز نہ تھی، شانزے کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''کیا کہہ رہے ہیں ویرے، آپ ہوش میں ہیں؟'' کنیز بیٹھے سے اٹھ کھڑی ہوئیں، ان کا جسم شدت غیض سے کانپنے لگا تھا، ان کے شوہر کی حالت بھی ان سے کچھ مختلف نہ تھی، شانزے کی کیفیت میں فرق نہ آیا۔

''آپ مذاق ساری زندگی نہیں کر سکے مگر اب ایسا بھیانک مذاق، ویرے جج تو بوہے پر کھڑی تھی جیسے...... پھر اب کیا ہوا؟'' کنیز اپنے گال پیٹ رہی تھی جیسے، اس شخص کا رنگ متغیر تھا، نظریں جھکی ہوئی تھیں، حمدان کو باپ پہ رحم آیا، کس مشکل میں گرفتار کر دیا تھا اس نے انہیں۔

غانیہ کا پورا وجود بالکل سرد ہو چکا تھا، خوف کا ایسا عالم تھا کہ ناقابل بیان، حجاب نے بے اختیار حرم کو کہنی ماری، وہ چونکی تھی اور اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا، جس کی مسکراہٹ اس انداز میں مچل رہی تھی کہ ہنسی میں بدلنے کو تھی جیسے۔

''میں بہت شرمندہ ہوں، صورت حال کی سنگینی کا مجھے پورا احساس ہے، میری بہن مگر مجبوری ہی ایسی آ پڑی ہے کہ......'' وہ بہت ہمت کر کے بولنا شروع ہوئے تھے، مگر کنیز نے چیختے ہوئے ان کی بات کاٹ دی۔

''کیا احساس ہے آپ کو ویرے، کیا احساس ہے، میں تو سوچ بھی نہ سکتی تھی آپ میرے بھرا ہو کر میرے سر پہ ایسی خاک بھی ڈال سکتے ہیں، اللہ غارت کرے، کون سی مجبوری آ پڑی آخر......؟'' وہ زارو قطار رونے لگ گئی تھیں، شانزے کا سکتہ ٹوٹا، وہ بھپر کر تلملا کر تند خیز موج کی طرح بے قابو ہوتی حمدان کی طرف آئی اور اس کا گریبان پکڑتے ہی زوردار جھٹکا دیا۔

''یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے نا، میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی۔'' وہ اتنی وحشت سے چلائی کہ روتی ہوئی کنیز کی آواز بھی دب گئی، باقی سب پہ جیسے سکتہ طاری تھا، حمدان نے گھبرا کر اس کے ہاتھوں سے گریبان چھڑانا چاہا مگر وہ تو ساتھ چپکی جا رہی تھی، بیچارا عجیب آزمائش میں پڑ گیا۔

''حمدان کا نکاح ہو چکا ہے، جس با حیثیت شخص نے یہ نکاح کیا ہے میں اس کے سامنے انکار کی پوزیشن میں نہیں ہوں، میری پندرہ سالوں کی محنت اکارت جانے کا احتمال ہے۔'' وہ سر جھکائے مجرمانہ انداز میں گویا ہوئے، روتی ہوئی کنیز کی آنکھیں پھٹتی حلقوں سے باہر ابل پڑیں، شانزے نے تھرا کر حمدان کو دیکھا، جو اس سے اپنا آپ چھڑوا کر ماں کے پاس آ کھڑا ہوا تھا، اچھا خاصا شرمسار نظر آتا تھا۔

''نکاح ہو چکا ہے؟'' کنیز کی بھینچی بھینچی آواز نکلی۔

''کب......؟ اور آپ اب عین شادی پہ بتا رہے ہیں؟'' کنیز کا شکوہ بجا تھا، غلط نہ تھا، اس شخص سے نظریں نہ اٹھائی گئیں۔

''میری سیاسی پارٹی کے چیئرمین نے اپنی بیٹی سے نکاح کرایا ہے، ایک دن پہلے ہوا، کیسے پہلے بتایا تمہیں؟'' وہ خود لاچار نظر آ رہے تھے، کنیز کا بس نہ چلتا تھا کیا نہ کر ڈالیں، شانزے تو باقاعدہ بین ڈال رہی تھی جیسے۔

''وہ کون ہوتا ہے ایسے نکاح کرنے والا، اور حمدان نے کیونکر مان لی بات، یہ تو خود ر سے تڑا رہا تھا۔'' کنیز پھر دہائی دینے لگیں، شکوہ کرنے لگیں، روتی بلکتی شانزے کو گلے لگا لیا تھا۔

''ان کی کوئی مجبوری تھی، بیٹی کی جہاں شادی ہو رہی تھی، وہاں ایسا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا کہ شادی نہیں کر سکے، عزت بچانے کو۔''

''بیٹی نے کہیں منہ کالا کر لیا ہوگا، عزت بچانے کے لئے باپ نے اپنا گند آپ کے گھر پھینک دیا اور آپ نے چاٹ بھی لیا ویرے۔'' بپھری ہوئی کنیز تلخ کلامی پہ اتری تو رج کے تلخ بولی، اس شخص نے سر نہیں اٹھایا، حمدان کا چہرہ ضرور شدت غیض سے تپ کر انگارہ ہوا۔

''گستاخی معاف بوجان، مگر وہ لڑکی میری عزت ہے اب، اور میں اس کے لئے ایسی گفتگو کی کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔'' اس کی خاموشی ٹوٹی تھی اور قہر برپا ہوا، اس شخص نے سر اٹھا کر غیرت مند بیٹے کو اک نظر دیکھا، شانزے کی ہال دھائی میں اضافہ ہوا، کنیز تو بالکل بلبلا اٹھی۔

''اس کے تیور دیکھے آپ نے ویرا! مجھے تو سب کیا دھرا ہی اس کا لگتا ہے، اللہ غارت کرے

ایسے لوگوں کو جو دوسرے کے نشیمن اجاڑ کر اپنے گھر کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔'' کنیز دوپٹہ پھیلا پھیلا کر بد دعائیں دینے لگیں، شانزے دھاڑ کی آواز کے ساتھ زمین بوس ہوئی، ایک دم ماحول میں اضطراب اور وحشت سی پھیل گئی، کنیز اور شانزے کے والد کے ساتھ غانیہ اور منیب چوہدری بھی تڑپ کر اس کی جانب لپکے۔

''خبردار، کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا میری بیٹی کو، بس جو کچھ کرنا تھا آپ لوگوں نے کر دیا۔'' کنیز کے شوہر نے پھنکارنے کے انداز میں کہہ کر منیب چوہدری کا ہاتھ بدتمیزی سے جھٹکا اور جھک کر شانزے کو اٹھا لیا، کنیز الگ دھمکیاں اور بد دعائیں دے رہی تھیں، رو رہی تھیں۔

''اگر میری بیٹی مر گئی تو میں تم سب کو جیل بھجوں گی، یاد رکھنا۔''

ماحول اچھا خاصا کشیدہ ہو گیا تھا، منیب چوہدری نے ان ناراض لوگوں کے ساتھ جانا چاہا مگر کنیز اتنی خفا تھی کہ بھائی کو دھکے مار مار کر دھتکارا تھا، وہ چلے گئے، منیب چوہدری وہیں کھڑے رہ گئے تھے، ہر کوئی اپنی جگہ پہ پریشان اور بے چین تھا، اس شخص نے بے حد شاکی نگاہ حمدان پہ ڈالی تھی، جس میں سرد کاٹ کی لپک بہت تیز تھی اور پلٹ کر اپنے کمرے میں بند ہو گئے، پیچھے پھر بھی خاموشی تھی، ہر کوئی نظریں چراتا اور گم صم کھڑا تھا۔

☆☆☆

رات کا سمندر ہے
رات بھی محبت کی

بات کا اجالا ہے
بات بھی محبت کی

گھات کی ضرورت ہے
گھات بھی محبت کی

نرم گرم خاموشی
سہج سہج سرگوشی

چور چور دروازے
کون چھپ کے آیا ہے
آرزو کے جنگل میں

راستہ بتایا ہے
جھینپتے ہوئے آنگن نے
درخت سے مل کر
کچھ نہ کچھ چھپایا ہے
آسماں کی کھڑکی میں
سکھ بھری شرارت سے
چاند مسکرایا ہے

چاند مسکرایا ہے
چاندنی نہائی ہے
خوشبوؤں کے موسم نے
آگ سی لگائی ہے
عشق نے محبت کی
آنکھ چومنا چاہی
اور ہوا کے حلقے میں
شوخ سی نزاکت سے
شاخ کسمسائی ہے
رات کا سمندر ہے
رات بھی محبت کی
بات کا اجالا ہے
بات بھی محبت کی
بات کے سویرے میں
زندگی کے گھیرے میں
روح ٹمٹمائی ہے
وصل جھلملایا ہے
دل نے بند سینے میں
حشر سا اٹھایا ہے
کون چھپ کے آیا ہے

وہ کمرے میں آیا تو بالکل ریلیکس تھا، اضمحلال کا وقت کٹ گیا، اب تو ہونٹوں پہ مسکراہٹ مچل رہی تھی، خواہ مخواہ بلا وجہ، فیصلہ کیا حق میں ہوا، سارے خدشات جاتے رہے۔

(تو آخر میں نے بلکہ میرے مقدر نے تمہیں جیت لیا پیاری لڑکی میری محبت سے زیادہ میرا نصیب زور آور نکلا) اس کے چہرے پر مسکراہٹ کا گلاب کھلا۔

جب آنکھوں میں شام اترے
پلکوں پہ شفق پھوٹے
کاجل کی طرح اس کی
آنکھوں کو دھنک چھولے
اس وقت کوئی اس کو
آنکھوں سے میری دیکھے
پلکوں سے میری چومے

وہ اٹھ کر کھڑکی میں آن کھڑا ہوا ہر دم لڑتی ہوئی خفا نظر آئی وہ لڑکی روح کا درماں ثابت ہوئی

تھی، تیکھی نظروں سے دیکھتی ہوئی کبھی ناک چڑھا کر ہونٹ سکوڑ کر بات کرتی ہوئی۔

اس کا ہر انداز دلربا تھا
اس کی ہر ادا جان لیوا تھی

وہ پھر مسکرایا، لبوں میں سلگتی سگریٹ اور دھواں خارج کرتے ہونٹ۔

ساڈھے پیچھے جگ رلیا
اسی تیرے پیچھے رل گئے آں

وہ سرشار سا سرشار تھا، ایسا اطمینان اندر اترا تھا کہ اگلی پچھلی اذیت کے مداوے ہو گئے تھے۔

(کیا ردعمل ہوگا بھلا تمہارا، یہ جان کر کہ تمہیں ساری عمر مجھ سے ہی لڑنا اور مجھ سے ہی پیار کرنا ہے) اس کی سوچوں نے دور تک سوچا، مسکراہٹ گہری ہوئی، اس کا دل چاہا، ابھی اسے دیکھے، اس سے ملے، کم از کم اس اہم ترین تبدیلی کے بعد اس کا ردعمل تو معلوم ہو۔

(پتا نہیں وہ اس بندھن پہ راضی بھی ہے کہ نہیں)

دل میں اک اور خیال اور خدشے نے سر ابھارا، اس نے گہرا سانس بھرا اور خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

(جو بھی ہے جیسا بھی ہے، اب تم میری ہو تو سب خیر ہی خیر ہے، آخر اختلاف کرو گی بھی تو کب تک، اگر میں نے تمہیں جیت لیا تو تمہارا دل بھی جیت لوں گا)

اس کی مسکراہٹ مچلنے لگی، شرارت سے شوخی سے۔

ہرایرے غیرے سے ملتا تھوڑی ہے
میرا دلبر ایسا ویسا تھوڑی ہے
اک بار اسے گھیرے میں آ لینے دو
وہ میری بانہوں سے تگڑا تھوڑی ہے
میں اس کو بے شک اپنا کہہ سکتا ہوں
اس نے اب تک ایسا مانا تھوڑی ہے

اپنی سوچوں کے بہک اٹھنے پہ وہ خود جھینپ کر رہ گیا، تب ہی ایک دم دروازہ کھلا اور حجاب کے ساتھ حرم بنا اجازت بنا دستک اندر گھس آئیں، دونوں کھلکھلاتی ہوئیں ایک ساتھ آ کے اس کے دائیں بائیں کندھوں سے لپٹی تھیں۔

''بہت مبارک ہو یہ جیت پہ محبت برادر۔'' حرم چہکی، حمدان کا رنگ بے تحاشا تمتما اٹھا، اس نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

''تم نے اس بلی کو بھی سب بتا دیا۔'' اس کا اشارہ حجاب کی شریر مسکراہٹ کی طرف تھا، وہ ایک دم کھلکھلائی۔

''جی بالکل بتا دیا کہ آپ اندر ہی اندر کون سا کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں، میں تو اتنی خوش ہوں، بتا نہیں سکتی، مبارک باد نہیں دوں گی، بہت مہنگا گفٹ لوں گی، ٹریٹ لوں گی اور......''

''ابھی اور بھی کچھ باقی ہے؟'' حمدان نے اس کے سر پہ پیار بھری چپت لگائی، اس کی ہنسی

بے قابو ہوئی۔

''بالکل جناب باقی ہے، بھلا کیا؟'' اس نے مسکراہٹ دبائی، حمدان نے بھنوؤں کو لاعلمی کے انداز میں اچکایا تب گویا ہوئی تھی۔

''اور بھابھی سے ملاقات...... جس کا ارینج آپ کریں گے، گھر پہ ہو گی یہ ڈیٹ چاہے کسی تفریح گاہ میں یا ہوٹل میں، آپ جانیں۔'' اس نے شرارت بھرے انداز میں کہا، حمدان خفیف سا ہو گیا۔

''جو تم دونوں کی موجودگی میں ہو گی، وہ واقعی ڈیٹ ہو گی؟'' اس کا انداز جلا کٹا تھا، ایسا کہ دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''میں مذاق نہیں کر رہی ہوں بھائی، ہم نے بھابھی کو دیکھنا ہے اور کل ہی۔'' حجاب کا انداز ایسا اصرار آمیز تھا کہ حمدان کو سنجیدہ ہونا پڑا۔

''ابھی تو ایسا ممکن نہ ہو شاید، سر سلیمان جب بلوائیں گے تب میں کوشش کروں گا کہ......''

''یہ کیا بات ہوئی بھائی، بھلے وہ بہت بڑے آدمی ہیں، مگر اب آپ کے ساتھ بہت خاص تعلق ہے ان کا، بلکہ انہیں تو خود آپ کو انوائیٹ کرنا چاہیے، آپ کی فیملی کے ساتھ اپنے گھر۔'' حجاب چمک کر بولی تھی، حمدان نرمی سے سبھاؤ سے مسکرانے لگا۔

''تمہاری بات اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے مگر سویٹ ہارٹ، یہ سب کچھ نہ نارمل حالات میں ہوا ہے نہ ہی خوشی سے، یہ تو شاید مجبوریوں کے سودے طے ہوئے ہیں، آپ نے دیکھا اس بات کے کھلنے کے بعد ہماری فیملی میں یکدم کتنا تناؤ پھیل گیا ہے، یقیناً اس سے بڑا کرائسس ادھر ہوا ہو گا تب یہ سب ہو سکا ہے۔'' وہ یکدم کتنا سنجیدہ ہو گیا تھا، حجاب نے منہ بنا لیا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا، آپ کی بھابھی کے ساتھ بھی کوئی کٹ مٹ نہیں کہ ان کے ذریعے یہ ملاقات آسان ہو سکے۔'' اس نے پھر آس باندھنی چاہی، حمدان نے گہرا سانس بھرا۔

''محترمہ کے ساتھ تو ایسا ویسا کوئی بھی تعلق نہیں، اس لئے صبر کرو۔''

''آپ تو میری سوچ سے زیادہ نکمے نکلے، کوئی گل ہی نہ کھلا سکے۔'' وہ سخت چڑ گئی، حمدان کے ساتھ حرم کی بھی ہنسی نکل گئی۔

''نہیں اب اتنے بھی سیدھے نہیں ہیں بھائی صاحب، خوابوں اور خیالوں میں تو بہت سے سنہرے گل کھلائے ہیں۔'' حرم نے گویا اس کا بھانڈا پھوڑا، حمدان اسے باقاعدہ گھورنے لگا مگر وہ ترنگ میں تھی باز نہ آئی۔

''وہ جو ایک گانا نہیں ہے۔'' اس نے باقاعدہ گنگنانا شروع کیا۔

آنکھیں بند کر کے جو ایک چہرہ نظر آیا
وہ تمہی ہو...... او صنم

اس شرارت نے حجاب کو بڑا لطف دیا، بڑی تحریک دی، وہ خود بھی اس کے ساتھ اس چھیڑ چھاڑ کا حصہ ہوئی، اس شرارت کو طول دیا۔

''نہیں، یہ اتنے سیدھے کہاں، اتنے شریف کہاں، ان کا یہ حال ہے کہ۔''

آنکھیں کھلی ہوں یا ہوں بند
دیدار ان کا ہوتا ہے
کیسے کہوں میں او یار
یہ پیار کیسے ہوتا ہے

حمدان نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا، دل انوکھے سے سرتال پہ دھڑک اٹھا، کتنا فرق تھا شانزے اور قدر کے ذکر میں، وہ کتنا ریلیکس کتنا سرشار فیل کر رہا تھا خود کو۔

''کیوں بھائی، ایسا ہی ہے نا؟'' حجاب نے اسے زچ کرنا چاہا مگر وہ الٹا انہیں ششدر کر گیا۔

''نہیں...... اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے، وہ گانا کیوں بھول گئی ہو بھلا تم۔''

رنگین ہے تو رنگوں سے بھی زیادہ
شوخ لگتی ہو رہ کے بھی زیادہ
لے جائیں گے تم کو اٹھا کے
تیرے بنا لاگے نہ مورا جیا

اس نے باقاعدہ گا کر سنایا، دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے، اب ہنسنے کی حمدان کی باری تھی، حجاب نے اس کے کاندھے پہ گھونسا دے مارا۔

''ہمارا اندازہ بالکل درست تھا، آپ ہرگز اتنے شریف نہ تھے جتنے بنتے تھے، جتنے لگتے تھے، اب شرافت سے اپنی پہلی سے آخری ڈیٹ تک کی روداد ہمیں سنا دیں، بہتری اسی میں پوشیدہ ہے، یہ بھی بتائیں پہلا گانا کس نے گایا تھا، پہلے اظہار محبت کس کی جانب سے ہوا؟''

حجاب اس پہ گرفت کر گئی، وہ زیادہ ہی شارپ ہو رہی تھی، حمدان نے سرد آہ بھری۔

''اسٹاپ اٹ کا کی، ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اس لئے کہ یہ کوئی فلم نہیں تھی۔'' اب کے اس کے لہجے میں بڑے پن کا رعب تھا، حجاب مگر کہاں متاثر ہوئی۔

''آپ ایسے ہمیں چکر نہیں دے سکتے ہیں بھائی! سچ تو اگلنا پڑے گا، چلیں یہ نہ سہی صرف یہی بتا دیں محبت حاصل کرنے کو کتنے وظائف پڑھے اور کتنی دعائیں مانگیں۔'' حجاب کے سوال پہ اس سے قبل کہ حمدان جواب میں کچھ کہتا، بند دروازہ تھپتھپاتیں غانیہ اندر آ گئیں، اس سے قبل کہ کچھ بولتیں حرم اور حجاب ان سے لپٹ گئی تھیں۔

''ہم سب کو یہ خوشی مبارک ہو مما، چڑیل سے جان چھوٹی۔''

''شش...... چپ کرو بیٹے۔'' غانیہ نے گھبرا کر بیٹی کے منہ پہ ہاتھ رکھا، وہ خفا سی ہو گئی۔

''وہ جا چکی ہے مما، آپ بھی بس......''

''بیٹے آپ کے پپا بہت ڈسٹرب ہیں، بہت ڈس ہارٹ، میں ان کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، آپ لوگ بھی اب آرام کرو، اپنے اپنے کمرے میں، بہت ہو گیا ہلہ گلہ اور شور شرابا۔''

''پپا کے اپنے کیے غلط فیصلے ان کو پریشان کرنے کا باعث بنے ہیں مما، انہوں نے کبھی ہمارا خیال ہی نہ کیا۔'' حجاب کے گلہ آمیز لہجے میں دکھ کی بھی آمیزش تھی، غانیہ نے چونک کر اسے دیکھا، حمدان بے حد خاموش سینے پہ بازو لپیٹے ماں کو دیکھ رہا تھا، جو اس کی سمت متوجہ نہ تھیں۔

''پپا کو ایسے نہیں کہتے بیٹے، میں نے آپ کو کبھی ان سے بدگمان تو نہیں کیا۔'' انہیں حجاب کے انداز گفتگو نے ہرٹ کیا تھا، حجاب نے گہرا سانس بھرا۔

''سوری مما!'' اس نے سر جھکا لیا، آنکھوں میں آنسو تھے۔

''اچھا چلو اپنے کمرے میں جاؤ، رات بہت ہوگئی ہے۔'' غانیہ نے اس کی کیفیت سمجھتے اس کا سر تھپکا، ماں تھیں بیٹی کے شکوے سے لے کر دل کی بات سے بھی آگاہ تھیں، اب ان کی دعاؤں کا رخ اسی کی جانب ہونے والا تھا، سارے کا سارا۔

''والدہ، آپ خفا ہیں مجھ سے؟'' حرم و حجاب کے جانے کے بعد غانیہ بھی اسی گم صم کیفیت میں پلٹی تھیں جس کا شکار وہ حجاب کی آنکھوں کی نمی کی وجہ سے ہوگئی تھیں، حمدان کی آواز پہ چونکیں اور پلٹ کر تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

''نہیں بیٹے، کیوں؟''

''آپ کو لگتا ہے شاید کہ یہ سب میری کسی انوالومنٹ کا نتیجہ ہے یا پھر۔'' متاسفانہ سانس بھر کے کہتا وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہ رہا تھا کہ غانیہ نے بے اختیار اسے ٹوک دیا تھا۔

''مجھے تو بس اتنا پتہ ہے کہ یہ میری دعاؤں کا ثمر ہے، جو میں نے اپنے بیٹے کے سکون خوشی اور اچھی زندگی کے لئے رب سے مانگی تھیں۔'' وہ اب مسکرا رہی تھیں، یہ مسکراہٹ اتنی خالص تھی کہ شبہ کیا ہی نہ جا سکتا تھا، پیار سے اس کا کاندھا تھپکا۔

''پھر آپ چپ چپ سی کیوں ہیں؟ مجھ سے بات بھی ٹھیک سے نہیں کی۔'' حمدان کا اضمحلال تمام نہ ہوتا تھا، غانیہ نے گہرا سانس بھرا۔

''بیٹے ایک وفادار عورت کے سکون اور مسرت کی وجہ اس کا شوہر اور اولاد کا اطمینان و سکون ہی ہو سکتا ہے، میں تب بھی مطمئن تھی نہ پر مسرت جب آپ لوگ ناشاد اور منیب مطمئن پھرا کرتے تھے، میں اب کیسے مکمل طور پہ ریلیکس ہو جاؤں جبکہ زندگی کا ساتھی اپنی حیات کے سب سے کٹھن مرحلے پہ کھڑا ہے، منیب کو اپنے رشتے کتنے عزیز اور پیارے رہے ہیں میں گواہ ہوں، آج وہ وقت ہے کہ سب رشتے ٹوٹے اور دور ہوئے نظر آ رہے ہیں، ان کی اذیت میں میرا حصہ از خود نکل آیا ہے، لیکن آپ پریشان نہ ہوں، آپ کی زندگی میں جس انداز میں سکھ داخل ہوا ہے مجھے اپنے رب پہ بھروسہ اور بڑھ چکا ہے، یہ پریشانیاں بھی اللہ ضرور ختم کرے گا انشاء اللہ۔'' جواب ایسا تھا کہ حمدان کی آنکھیں آپوں آپ نمی سے بھر گئیں، وہ بے اختیار ہوتا ان کے گلے لگ گیا تھا۔

''آپ ہمیشہ میرے لئے قابل فخر تھیں مما اور رہیں گی۔'' غانیہ نے اسے گلے لگایا، ماتھا چوما، ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا۔

''آپ بھی اب آرام کرو بیٹے، جو حالات ہیں ابھی کچھ دنوں تک تو یہ اعصابی جنگ جاری رہے گی ہی۔'' انہوں نے اس کا کندھا تھپکا، حمدان تائیداً سر ہلانے لگا۔

☆☆☆

مہتاب تھا کہ ستارہ گریز پا ہی لگا
وہ اپنی ذات کے ہر رنگ میں ہوا ہی لگا

نہ میرے لطف پہ حیراں نہ اپنی الجھن پر
مجھے تو یہ شخص ہر شخص سے جدا ہی لگا

کوئی دسویں بار کی ٹرائی پہ اس کی خشک آواز سننے کو ملی تھی۔
''ہیلو؟''
''توبہ ہے، ایسا بھی کیا بندہ مصروف کہ کسی کو بات کرنے کو بھی میسر نہ ہو۔'' حجاب نے کوفت و بے زاری کا مظاہرہ کیا۔
''زحمت کس سلسلے میں کی۔'' ادھر اس سے بڑھ کر بے زاری کا مظاہرہ ہوا تھا، حجاب کو اچھا خاصا محسوس ہوا برا لگا، بلکہ ناگوار لگا۔
''محترم، آپ کن ہواؤں میں ہیں کہ آپ کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔'' انا کو چوٹ پہنچی تھی، اس درجہ بے اعتنائی برداشت نہ ہو سکی، سلگ کر رہ گئی۔
''نہیں، میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور جان چکا ہوں کہ یہ گزارہ بہت اچھا ہو سکتا ہے۔'' ادھر سے وہی پتھر پھوڑے گئے، حجاب کو اب کے توہین کا بھی احساس ہوا۔
''تو پیچھے ہٹنے کی وجہ یہی تھی، بہت اچھا ہوا، مشقت میں پڑنا ویسے بھی ہر کسی کا دل گردہ تھوڑی ہوتا ہے۔'' طنز اس کی فطرت بھلے نہ تھا مگر اتنا ہرٹ ہوئے کہ جتلا ڈالا، عمر زہر خند سے مسکرایا۔
''میں نے کوئی وعدے وعہد نہیں کیے تھے کہ آپ مجھے پیچھے ہٹنے کا الزام دے سکیں۔'' اس کا ماتھا شکنوں سے اٹ گیا تھا، حجاب کا دل یاسیت سے بھر گیا، عجیب سی اذیت سے دوچار ہوئی۔
''میں نے بھی آپ کو یہ نہیں کہا، خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں، مجھے بھی آپ سے ایسی کوئی خواہش نہیں تھی۔''
پندار کی حفاظت ضروری ہو گئی تھی، چاہے اس کوشش میں دل کچلا جاتا یا زخمی ہوتا۔
''گڈ، ایک لڑکی کو اتنا باوقار اور سمجھ دار تو ہونا ہی چاہیے۔'' دوسری جانب عمر بھی چاہے جیسے جلا کڑھا سا لگا مگر بھرم اس نے بھی قائم رکھا، دونوں کے مابین جان لیوا خاموشی در آئی، جسے عمر نے ہی قدرے توقف سے توڑا۔
''میں نے پوچھا تھا اس زحمت کی وجہ؟'' وہ پھر طنز کر رہا تھا، حجاب چونک گئی گہرا سانس بھرا۔
''بھائی کی شادی میں انوائیٹ کرنا مقصد تھا، مگر آپ تو شاید آنا ہی نہ چاہیں گے۔'' عمر ایک دم الجھا۔
''بھائی کی شادی کی اتنی خوشی ہے کہ دشمنوں کو بھی انوائیٹ کر لیا۔'' وہ مسلسل انگارے چبا رہا تھا، حجاب کو اس کا موڈ معمول سے زیادہ برہم لگا مگر معاف کرنے کو وہ پھر بھی تیار نہ ہوئی، رعایت مناسب نہ سمجھی، غصہ ہی انوکھا تھا، اس پہ۔
''یہ دشمن پہلے بھی انوائیٹڈ تھے، دشمنوں کی یادداشت خاصی کمزور ہے۔'' عمر نے سرد آہ بھری اور اسے اس کی حیثیت واضح کرانا چاہی، پتا نہیں کس بات کا غصہ اس طرح نکل رہا تھا ایک دوسرے کو نیچا دکھلا کر۔
''اگر آپ انوائیٹ کرتیں تو کبھی شامل نہ ہوتا، خالہ کو انکار نہیں کر سکا۔'' حجاب کو جانے کیا ہوا

بے تحاشا ہنس پڑی۔

''اس کا مطلب اب پھر ممی کو زحمت کرنا پڑے گی۔''

''آپ کو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، خواہ مخواہ مشقت میں پڑیں آپ، انرجی ویسٹ کی۔''

عمر آج اس کی طبیعت صاف کر رہا تھا، بے لحاظ کر رہا تھا، یہ ہنسی آگ لگانے کا باعث بنی تھی، اگر وہ خوشی تھی اس نئے بندھن سے تو اسے یہ جتانے کی کیا ضرورت تھی۔

''آپ کی شادی شانزے سے کرا دینی چاہیے، جتنے آپ بدتمیز اور بے دید ہو، رہے ہیں اس کے ساتھ خوب نبھے گی، بی کوز شادی ہمیشہ دونوں ایسے لوگوں کو کرنی چاہیے جن کے مزاج ملتے ہوں۔'' اب کے وہ اس کا سراسر مذاق اڑا رہی تھی، آگ لگا رہی تھی اور اسے آگ لگی بھی وہ دھڑ دھڑ جل بھی اٹھا۔

''صد افسوس، عقل کا دعویٰ کرنے والوں کی عقل پہ ماتم کا مقام ہے، اپنے بھائی کی زوجیت میں رہنے والی کے متعلق اس طرح بات کرتے آپ کو شرم تو نہ آئی ہو گی بالکل۔'' عمر نے بھی لگی لپٹی رکھے بغیر کھری کھری سنا دیں، حجاب اس کی جلن باہر آتی دیکھ کر محظوظ ہوئی۔

''مقام شکر ہے کہ وہ بلا بھائی کے سر سے ٹل گئی، آپ کو یہ سن کر جانے کیسے لگے مگر ہم بھائی کی شادی پاکستان کی سب سے اسٹرانگ پارٹی کے سربراہ جناب سلیمان خان کی اکلوتی دختر نیک اختر سے کر رہے ہیں، ہو سکے تو مما کو مبارک باد کا فون کر دیجئے گا۔'' سلگ سلگ کر ایک ایک لفظ چباتی وہ جتلا رہی تھی، پھر فون بند کر دیا، مزید کچھ بھی کہے سنے بغیر، عمر کی سماعتیں چند ثانیے کو ساکت ہو گئیں، سماعتوں میں بار بار ایک ہی فقرے کی بازگشت ہوتی تھی۔

''پاکستان کی سب سے اسٹرانگ سیاسی پارٹی کے سربراہ جناب سلیمان خان کی دختر نیک اختر...... نیک اختر۔'' فون ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا، وہ اس زاویے پہ منجمد بیٹھا تھا۔

''کیا واقعی؟ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟'' سوال اس کے ذہن میں کلبلائے تھے، وہ مزید الجھتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

اماں نے میری نیندیں بھاگیں
مجھ سے کوسوں دور
اماں نی میرے سپنے ٹوٹے
چبھ گئی سینے پھانس
اماں نی میں پیاس سے تڑپی
دل دریا کے بیچ
اماں نی میری سنے نہ کوئی
ہاری کر کر بین
اماں نی میری کشتی ڈوبی
عین کنارے پاس

اماں نی میرے اندر بادل
بارش روکے کون
اماں نی میں نے چاند چرایا
جیون ہوا اندھیر
اماں نی..................
اماں نی..................

شام کی سرد ہوا کا جھونکا آیا، تب وہ چونکی، اندھیرا پھیلنے لگا تھا، سورج کب کا ڈوب چکا تھا، اس نے بند مٹھی کھولی، سامنے گلابی ہتھیلی پہ ریڈ روشنائی سے لکھا سیل نمبر آ گیا، اس نے یوں دانت بھینچے گویا سامنے نمبر نہیں خود حمدان آ گیا ہو، ایسی اتھری تھی وہ کہ تب ہی تو پتھر دل رکھنے والا ایس پی اسے پہلی بار دیکھ کر مبہوت رہ گیا تھا، ایسے حسن کے لئے کوئی قتل کر بھی سکتا ہے اور ہو بھی سکتا ہے۔

اب مزید انتظار لا حاصل تھا، وہ اٹھ کھڑی ہوئی کمرے میں آ کر اپنے پیچھے احتیاطاً دروازہ لاکڈ کیا، سیل فون اٹھا کر اس کا نمبر ملاتے مغرور چہرے پہ تناؤ سا ابھر آیا تھا، دوسرے سمت بیل جا رہی تھی، اسے عجیب سا اطمینان ہوا، ورنہ سلیمان کے سیل فون سے اس کا نمبر چراتے یہ خدشہ بھی لاحق ہوا تھا اگر یہ نمبر آف ملا تو۔

''السلام علیکم! ایس پی منصف حمدان اسپیکنگ۔'' رابطہ بحال ہو گیا، بھاری بیس والی مردانہ دلکش آواز اس کی سماعتوں میں اتری تو اسے جیسے آگ لگ گئی۔

''تم نہ بھی بتاتے تو میں اس منحوس آواز سے پہچان گئی تھی یہ تم ہی ہو سکتے ہو، شب خون مارنے والے۔'' وہ چھوٹتے ہی برس پڑی تھی، جانے کتنے دنوں کا غبار تھا جو آتش فشاں لاوے کی طرح سے ہی ابل کر باہر آیا تھا، دوسری جانب چند ثانیوں کو بالکل سناٹا چھا گیا۔

''شٹ اپ کون ہو تم؟'' جواباً حمدان نے متحمل رہتے ہوئے بھی ڈانٹ پلائی، قدر اور ہتھے سے اکھڑی۔

''چالباز ہو تم، کیسے ممکن ہے اگر میں تمہیں پہچان گئی ہوں تو تم......تم ڈرامہ بند کرو، یہ سمجھے......؟'' وہ پھنکارنے لگی تھی، حمدان کے ذہن میں جیسے یکلخت جھما کا ہوا۔

''اور آپ ہیں قدر بی بی؟'' وہ کتنا حیران محسوس ہوا، قدر کے اندر بھڑکتی آگ فروزاں ہوئی۔

''میرا نام بھی اپنی گندی زبان سے نہیں لو گے تم۔'' وہ کاٹ کھانے کو دوڑی، گویا بس نہ چلتا ہو اس کا سر پھاڑ ڈالے، حمدان کو خود یہ کنٹرول کرنا محال ہوا، سارا دن کتنا مصروف رہا تھا، سر کھجانے تک کی فرصت میسر نہ آ سکی مگر اس لڑکی کا خیال پھر بھی ذہن پہ دستک دیتا رہا، دل اس کا ناراض اکھڑا اکھڑا سا روپ دیکھنے کو بار بار بے چین ہوا جاتا تھا مگر، وہ خفا تھی اتنی کہ اس کے ذہن کو بھی تناؤ کی کیفیت میں لے گئی۔

''اگر ایسا ہے تو پھر تمیز سے بات کریں۔'' حمدان نے بھی لحاظ سائیڈ پہ کر دیا، اس کے خیال میں وہ بدتمیزی کی انتہا کر رہی تھی۔

''تم ہوتے کون ہو مجھے یہ بات کہنے والے؟'' وہ اس پہ الٹ پڑی۔
''یہ بات اپنے والد محترم سے پوچھیں کہ ان کی رضامندی سے کون کون سے آپ کے حقوق مجھے تفویض ہو چکے، ویسے اتنی سیدھی اور معصوم تو آپ بھی نہیں کہ بالکل ہی ناواقف ہوں۔'' حمدان ایسے بولا کہ اس کے چودہ طبق روشن کر کے رکھ دیئے، چند لمحوں کو سہی مگر اس کی طراری ہوا ضرور ہوگی، شاید ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔
''تم خود کو کچھ سمجھنے لگے ہو، شاید اوقات بھلا دی اپنی۔'' خود کو سنبھال کر وہ پھر میدان میں اتری، تاک کر نشانہ لگایا، علی شیر کی بات از بر تھی، وہ اس کی تضحیک کی انتہا کر دینا چاہتی تھی۔
''جی نہیں...... ایسا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوا میری زندگی میں کہ میں یہ غلطی کروں، آپ فرمایئے یہ زحمت کس سلسلے کی کڑی ہے؟'' اس کے جواب میں لہجہ بے اعتنا اور خشک و سرد ہوا، اشارہ فون کی طرف تھا، قدر نے کچھ دیر کو ہونٹ بھینچے رکھے، پھر جیسے مجبوراً بولی۔
''تم گھر آؤ، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' حمدان ایک پل کو استعجاب کی کیفیت میں مبتلا ہوا، اگلے پل وہ صاف انکار کر چکا تھا۔
''معذرت خاتون، میں آپ کا یہ حکم ماننے سے قاصر ہوں۔'' قدر کو دھچکا لگا، اس کے گمان تلک بھی نہ تھا ایسے جواب کا۔
''کیوں......؟ ڈرتے ہو پپا سے؟ ویسے میں تمہیں اتنا بزدل تو نہ سمجھتی تھی۔'' اس نے اپنی طرف سے اسے غیرت دلانا چاہی، مردانگی پہ حملہ کیا، مقصد ہر صورت میں اس سے بات منوانا تھا، دوسری جانب حمدان بے ساختہ مسکرایا۔
''خود ساختہ اندازے قائم نہ کریں محترمہ، بعد میں آپ ہی ہاتھ ملیں گی کہ میں ہر کام کو اس کے وقت اور طریقے سے کرنے کا قائل ہوں، تھوڑا سا انتظار کر لیں، شادی کے بعد از خود پتا چل جائے گا میں کتنا شیر دل اور بے باک ہوں، خود اعتراف نہ کریں تو نام بدل دیجئے گا۔'' اسے صاف محسوس ہوا لہجہ کتنا متبسم ہے، قدر کو ایک ایک لفظ کی معنی خیزیت نے آگ لگائی سلگایا اور جلا کر خاکستر کر دیا۔
''اپنی بکواس بند کرو سمجھے، اپنی حدیں نہ پھلانگو تو بہتر ہے۔'' وہ پھنکار کر بولی تھی، اب کے حمدان باقاعدہ ہنسا۔
''حدیں......؟'' وہ اور زور سے اور زیادہ ہنستا گیا۔
''ساری حدیں سرحدیں میرے نام ہو چکی ہیں، اصل چیز ہی نکاح ہے، وہ تو ہو بھی چکا ہے غالباً، آپ کی باتوں سے خوب اندازہ ہوتا ہے تب آپ بالکل حواسوں میں تھیں۔'' حمدان نے بھی لحاظ کا دامن چھوڑ دیا، اسے بتانے کو الفاظ کے تناسب کا خیال بھی نہ رکھا، قدر کا پورا وجود سنسنا اٹھا، اس نے ایک دم رابطہ منقطع کیا تھا۔
چہرا ایسے تمتما رہا تھا، گویا وہاں کسی نے آگ دہکا ڈالی ہو، اگلے لمحے وہ چونک گئی، وہ کال بیک کر رہا تھا، قدر کو اس جرأت پہ حیرت ہوئی، غصہ آیا، اس نے مشتعل انداز میں کال کاٹی، وہ پھر بھی باز نہ آیا، قدر نے تیسری بار بھی کاٹ دی، تب چند لمحوں کے توقف سے اس کا ٹیکسٹ موصول

ہو گیا تھا۔

''ڈیئر وائف، کال کیوں ڈسکنکٹ کر دی، ابھی تو بات کرنے کا لطف آنا شروع ہوا تھا، ویسے گھر کیوں بلوا رہی تھیں، یاد رہا تو اب مجھ سے بھی نہیں جائے گا تمہارے بغیر، تو کیا خیال ہے اپنے پپا سے بات کرو نا جلدی رخصتی کی۔'' قدر نے ہونٹ سختی سے کاٹ ڈالے، جسم پہ جیسے چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہونے لگیں، خفت کا بے بسی کا احساس اتنا گہرا تھا کہ طیش کے عالم میں فون دور پھینکتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، اس حد تک گستاخی کی وہ متحمل نہ تھی مگر اس حد تک جرأت اسے بخشنے والی موقع دینے والی بھی تو وہ خود تھی، حمدان کو گالیاں دیتی وہ اب علی شیر کو بھی ساتھ گھسیٹ گئی، اس کے مشورے پر عمل کرنے کا یہ خمیازہ بھگت رہی تھی وہ، یہ معمولی ایس پی اس کی توقع سے زیادہ بے باک اور بہکا ہوا نکلا تھا، وہ شکایت بھی کرتی تو کس سے۔

☆☆☆

آج جانے کی ضد نہ کرو
یونہی پہلو میں بیٹھے رہو
ہائے مر جائیں گے
ہم تو لٹ جائیں گے
ایسی باتیں کیا نہ کرو
آج جانے کی ضد نہ کرو

وہ اپنے کمرے میں تھا، اندھیرے میں ڈوبا ہوا، میوزک اور شراب سے دل بہلاتا ہوا جانے شراب ابھی شروع کی تھی یا پرانی لت تھی، اویس نے خاص حیرت کا مظاہرہ نہ کیا۔

تم ہی سوچو ذرا
کیوں نہ روکیں تمہیں
جان جاتی ہے جب
اٹھ کے جاتے ہو تم
تم کو اپنی قسم جان جاں
بات اتنی میری مان لو
وقت کی قید میں
زندگی ہے مگر
چند ہی گھڑیاں ہیں جو آزاد ہیں
ان کو کھو کر ابھی جان جاں
عمر بھر نہ ترستے رہو
آج جانے کی نہ ضد کرو
یونہی پہلو میں بیٹھے رہو
ہائے مر جائیں گے

ہم تو لٹ جائیں گے

ایسی باتیں کیا نہ کرو

''لٹ تو گئے ہو کہ وہ ایسی باتیں کر چکے، ہاں باری تمہارے مرنے کی باقی رہ گئی تو جو تمہاری حرکتیں ہیں یقیناً جلد یہ حسرت بھی پوری ہو جائے گی، اس حماقت سے نکل آؤ۔'' اویس نے آگے بڑھ کر پہلے ڈیک بند کیا، پھر اس کے ہاتھ سے بوتل چھین کر دور پھینکی تھی، عباس نے چونک کر سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''بہت افسوس ہوا، بجائے روگ لگانے کے تم خود لگا کر بیٹھ گئے، اگر اتنی ہی بات آگے بڑھی ہوئی تھی تو کیوں طلاق دی اسے۔'' اویس کا قہر ختم نہ ہوتا تھا، عباس نے جواباً اسے تلخی سے بڑھی سے گھورا، مشتعل انداز میں یکدم اٹھتے اسے زوردار دھکا دیا۔

''تم نے دلوائی، تم نے دھوکہ دیا، سبز باغ دکھائے مجھے مگر...... ہوا کچھ بھی نہیں۔'' وہ پاگلوں کی طرح چیخا، اویس نے سر تاسف سے جھٹکا۔

''صبر نام میں نہیں تم میں، ایسے کاموں میں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی، الٹا نقصان ہوتا ہے، میرے بھائی میں پکا اور مضبوط کام کرنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے کچھ نہیں پتا، میں بس اتنا جانتا ہوں مجھے حرم چاہیے اور وہ تم مجھے لا کر دو گے۔'' عباس نے پھر اسے دھکا دیا، بلکہ غصے میں کنٹرول کھوتے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

''ہاں میں لا کر دوں گا، وعدہ کر چکا ہوں، اس وقت تو تمہیں ایک اور بریکنگ نیوز دینے آیا تھا، مگر تم ہو کہ اپنے غم سے فرصت نہیں۔'' اویس نے تجسس پھیلانا چاہا مگر کامیابی خاطر خواہ نہ ہوئی۔

''ہاں مجھے اپنے غم سے فرصت نہیں، کہا نا، وہ صرف وہ، اور کوئی دلچسپی نہیں۔'' عباس پھر ہذیانی ہو کر چلایا، اویس نے مطلق پرواہ نہ کی۔

''مگر اس خبر میں دلچسپی ہو گی، بات دشمنوں کے گھر کی ہے، خاص بات ہے۔'' اویس نے مزا لیا، عباس کو اس بار چونکانے میں کامیاب رہا۔

''حرم کے متعلق بات ہے؟''

''ہاں، اس کے بھائی کے متعلق، سنا ہے حمدان نے نکاح کسی بہت بڑے آدمی کی بیٹی سے کر رکھا تھا، عین وقت پر شانزے کو جواب دے دیا، کنیز پھپھو اور پھپھا بہت برہم ہیں، ان کے دشمنوں یعنی ہماری صف میں شامل ہو چکے ہیں، ہماری کمک تو مضبوط ہوئی نا، یعنی کامیابی کے چانسز مزید روشن۔'' وہ اسے آنکھ مار کر کہہ رہا تھا، عباس کا نشہ ہرن ہو گیا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''کنیز پھپھو رات کی اپنی فیملی سمیت ہمارے ہاں موجود ہیں، تمہیں اس سے نجات ملے تو کچھ اور خبر ہو پائے۔'' وہ ناگواری سے شراب کی بوتل کو ٹھوکر لگا کر بولا، عباس لمحہ بھر کو شرمندہ نظر آیا۔

''چچا نے کیسے ساتھ دے دیا حمدان کا، وہ تو شانزے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔'' عباس کی سمجھ

سے باہر تھا سارا معاملہ، اویس مسکرانے لگا۔

''ان چکروں کو چھوڑو، ہمیں کیا غرض ان معاملوں سے بھلا؟ تم یہ سوچو کہ ہمارے کام میں کیسی آسانیاں پیدا ہو رہی ہیں، حرم کا حصول مزید آسان ہوا، مبارک ہو۔'' وہ اتنے اعتماد سے بولا تھا کہ عباس بے اختیار کھلکھلا اٹھا۔

''خیر مبارک، میری جان۔'' وہ اس سے لپٹ گیا، اویس نے جھلا کر اسے خود سے دور ہٹا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر آتا دھڑ دھڑ سیڑھیاں اترنے لگا، نیچے جہاں بددعائیں دیتی شانزے آنسو بہاتی کنیز اور آف موڈ کے ساتھ کنیز کے شوہر موجود تھے اور منیب چوہدری کی فیملی کے خوب لتھے لئے جا رہے، ماحول گرم تھا اور خوب مزے کا بھی۔

☆☆☆

''میں دو سوٹ لوں گی اور ہرگز سستے نہیں لوں گی، برانڈڈ ہونے چاہیں، جانتی ہوں بھابھی بیگم برانڈڈ ملبوسات ہی پہنتی ہیں۔''

حرم اور حجاب دونوں اس کے ہمراہ تھیں، وہ انہیں ٹریٹ دینے لایا تھا مگر حجاب شاپنگ کرنے کے لئے مچل گئی تھی، حمدان نے انکار کہاں کرنا تھا، ساتھ مارکیٹ لے آیا۔

''ایک سوٹ بھابھی کے لئے بھی لینا ہیں، لیکن دوں گی اپنی طرف سے۔'' حجاب کی زبان مسلسل چل رہی تھی، حمدان پھر کچھ نہیں بولا۔

''تم بھی ایک اپنی طرف سے لے لینا انہیں گفٹ کرنے کو۔''

جس وقت حجاب حرم کو پٹی پڑھا رہی تھی، یہی وہ لمحہ تھا جب لاپرواہی سے اپنی سمت آتی قدر کی نگاہ حمدان پر پڑی تھی، وہ بے فکر خوش باش ہنستی مسکراتی لڑکیوں کے ہمراہ بہت ریلیکس موڈ میں نظر آتا یہ بندہ اسے پتا نہیں کون کون سی آگ میں جھلسا گیا، اس نے لمحے کی تاخیر کے بغیر اس کی جانب پیش رفت کی اور جاتے ہی اس پہ چڑھائی کر ڈالی تھی، بنا سوچے، بنا سمجھے، بنا عقل برتے۔

''او...... اچھا...... تو یہ کرتوت ہیں تمہارے، ایک ایک ٹائم میں اتنی لڑکیوں کو بے وقوف بناتے ہو، شرم تو نہیں آتی ہوگی ذرا سی بھی۔'' حملہ اچانک اور شدید تھا، حمدان کیا خاک سنبھلتا وہ تو اس کی آمد کی توقع نہیں رکھتا تھا، کجا یہ سامنا اور اس پہ یہ لعنت ملامت اور پھٹکار۔

(جاری ہے)

☆☆☆

محبت خوش گمان ہے

فرحت انصاری



بلاشبہ انسان سراسر خسارے میں ہے، انسان کو جب تک اپنے خسارے کا ادراک ہوتا ہے تب تک وقت کافی گزر چکا ہوتا ہے، انسان چاہ کر بھی اپنی غلطی یا خسارہ سدھار نہیں سکتا ہے، قدرت کی پکڑ ڈھیلی مگر بے حد سخت ہوتی ہے اس کی ڈھیل محدود مدت کے لئے ہوتی ہے قدرت انسان کو کچھ عرصے کے لئے ڈھیل دیتی ہے جب جب اس کی پکڑ آتی ہے تب انسان نہ تو قدرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے قابل رہتا ہے اور نہ ہی وہ زندگی بھر سر اٹھا کر کسی سے نظریں ملا پاتا ہے۔

رات کا ہولناک وحشت زدہ سناٹا چہار سو پھیل چکا تھا، کائنات پر تاریکی کی گہری چادر تنی تھی، ایسی تاریکی جو ہر شے کو چھپا لے جس میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دے مگر اس تاریکی میں دن کے اجالے میں ہر سو بدنامی بن کر پھیلنے والا جرم و گناہ چھپا ہو، انسانی مجسمہ نفس اپنی فتح پر نازاں ہر سو ناچ رہا تھا، وہ وجد و سرشاری کے عالم میں مسرور جھومنے میں مگن تھا۔

وہ رات کی ہولناکی میں کبھی کبھار انسانی شکست پر فلک شگاف قہقہہ لگا لیتا تھا اس کا ہر قہقہہ منزہ کے پردہ سماعت اور دل پر کاری ضربیں لگا رہا تھا، اس کا بویا تو اس کے آگے آیا تھا، پھر وہ بھلا کیسے انسانی مجسمہ نفس کے فتح و کامرانی میں ڈوبے قہقہے برداشت کرتی، اسے مجسمہ نفس کا قہقہہ اور معنی خیز نظریں بخوبی سمجھ میں آ رہی تھیں۔

منزہ کے ہاتھوں میں بھینچا کاغذ پھڑ پھڑا کر رہ گیا، اس کے وجود پر لرزاں طاری تھا، ماضی اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے اعمال کی سیاہی دہرا رہا تھا، گزرے وقت کی فلم اس کی آنکھوں کی پتلیوں پر متحرک تھی۔

''امی...... امی پلیز آپ خود کو سنبھالیں،

مکمل ناول



بھائی زنیرہ کو ڈھونڈ لائیں گے۔" عائزہ ماں کی دگرگوں حالت پر گھبرا کر انہیں تسلی دینے لگی۔

"اسے گھر لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ جہاں نظر آئے اسے گولی مار دینا۔" غیظ و غضب میں ڈھلے وسیم کے لہجے سے شعلے برسے تھے، وقار اور وقاص بہن کی تلاش میں جانے لگے تو وسیم نے انہیں قطعیت سے حکم دیا، وہ دونوں بھی غصے وغضب میں باپ سے کچھ کم نہ لگ رہے تھے، وسیم کو انہیں ہدایت کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ ان کے عزائم بھی یہی ظاہر کر رہے تھے، ان دونوں کے ہاتھ میں پسٹل تھے منزہ کی ساکت و منجمد نظروں میں لحہ بھر کو زندگی دوڑی، وسیم برآمدے میں کندھے پر اپنی مخصوص چادر اوڑھے بے چینی سے چکر لگا رہے تھے۔

"میں اسے جان سے مار دوں گا۔" منزہ ماں تھی اس کے دل کو شوہر اور بیٹوں کے عزائم سے ہولنے لگا تو اس کے کانوں میں بائیس سال پرانی آواز گونجی۔

"ارے اس نے کام ہی ایسا کیا ہے وہ اسی لائق ہے، آخر اس نے ہمارے منہ پر کالک ملی ہے۔" منزہ کے کانوں میں اپنی ہی بائیس سال پرانی آواز کی بازگشت ابھری تو اس کا دل کسی نے بری طرح مسل ڈالا تھا، بائیس سال پہلے بھی یہی کچھ ہوا تھا، لیکن وہ آج وسیم کے غصے کو بڑھاوا نہ دے رہی تھی آج اس کا دل سہما جا رہا تھا وسیم عائزہ پر تھوڑی دیر بعد شعلہ بار نظر ڈالتا تو وہ چڑیا کی طرح سہم جاتی اس کا دل بار بار اچھل کر حلق میں آ جاتا اور وہ بمشکل اپنا خشک حلق تر کر پاتی تھی، آخر وہی تو زنیرہ کے ساتھ دن رات رہتی تھی دونوں بہنوں کا چوبیس گھنٹوں کا ساتھ تھا، پھر بھلا وہ کیسے مشکوک نہ ٹھہرتی۔

"پاپا آپ فکر ہی نہ کریں۔" وہ دونوں باپ کو تسلی دیتے باہر نکل گئے، منزہ کا جسم ٹھنڈا ہونے لگا، ماضی اس کی یادداشت پر حاوی ہونے لگا، وہ کچھ بھی تو نہ بھولی تھی، وہ آسانی سے کسی کو معاف کرنے یا کچھ بھی بھلا دینے والے لوگوں میں سے نہ تھی۔

☆☆☆

وہ ہنستے بستے اور زندہ دل لوگوں میں بیاہ کر آئی تھی، وسیم پانچ بہن بھائیوں میں سے تیسرے نمبر پر تھے، منزہ کے دو جیٹھ اور دو نندیں تھیں، وہ بیاہ کر آئی تو اس کی دونوں جیٹھانیوں اور شادی شدہ نند نے اس پر خوب دل کے ارمان نکالے، اس نے آتے ہی گھر میں فاخرہ بھابھی سے خوب بنا لی تھی، دونوں میں جلد ہی گاڑھی چھننے لگی، بڑی جیٹھانی بالائی منزل پر ساس سسر کے ساتھ رہتی تھی، جبکہ اس کا اور فاخرہ کا کمرہ نیچے تھا، بڑی نند شادی کے بعد چند دن رہ کر اپنے سسرال جا چکی تھی، چھوٹی نند نوشینہ اس کے خوب لاڈ اٹھاتی، نوشینہ کی وسیم سے بھی خوب بنتی تھی، مگر وہ شروع دن سے نجانے کیوں نوشینہ سے کھنچی کھنچی رہتی تھی، اس نے ہمیشہ نوشینہ سے اک فاصلہ رکھا تھا جسے وہ چاہ کر بھی ختم نہ کر پائی تھی، البتہ فاخرہ بھابھی سے خوب فرینکنس تھی۔

نوشینہ اسے کمپنی دینے کی کوشش کرتی تو وہ اسے مکمل نظر انداز کر دیتی تھی اس کے سسر کا انتقال ہو چکا تھا اور ساس گھر کے سفید و سیاہ میں بلا شرکت غیرے خود مختار تھیں، تینوں بیٹے ماں کے بے حد فرمانبردار تھے اور ماں کے آگے چوں تک نہ کرتے تھے، منزہ نے آتے ہی یہ بات محسوس کر لی تھی، اس کے دل میں ساس کے لئے بھی بغض تھا۔

☆☆☆

گھر میں ڈنر اور ناشتہ سب اکٹھے کرتے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھے، تینوں بھائیوں کے آنے کی ٹائمنگ الگ الگ تھی، وسیم گھر میں آخر میں آتے تھے اور آتے ہی نئی نویلی دلہن کے پاس آنے کی بجائے ماں کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور ان کی واپسی گھنٹہ بھر سے پہلے نہ ہوتی، منزہ ان کے انتظار میں سولہ سنگھار کیے بیٹھی ان کی راہیں تک رہی ہوتی لیکن اسے بیوی کا ذرا احساس نہ تھا جب ماں اٹھنے کی اجازت دیتی وہ اپنے کمرے میں آجاتا تھا، پھر انہیں ڈنر کے لئے نوشینہ بلانے آتی تھی اس کی شادی کو مہینہ بھر ہونے کو تھا، اس روز ڈنر پر صالحہ بیگم نے منزہ کو آگاہ کیا، وہ پرسوں اس سے کھیر پکوائیں گی۔

صالحہ بیگم کے خاندان میں نئی دلہن سے گھر کے کاموں کا آغاز کروانے کے لئے یہ رسم ادا کی جاتی تھی اور دلہن سے سب سے پہلے میٹھا پکوایا جاتا تھا یہ شگن کی رسم تھی۔

''واؤ کل مزے آئے گا امی۔'' سیکنڈ ائیر کی طالبہ نوشینہ نے بچکانہ انداز میں تالی بجا کر خوشی کا اظہار کیا، نوشینہ کے چہرے کی معصومیت و نوخیزی نے سب کے دل موہ لئے سوائے منزہ کے، وہ اسے خشک نظروں سے گھور کر رہ گئی، وسیم نے محبت سے بہن کے سر پر ہلکی چپت لگائی، منزہ کو شوہر کا بہن سے اظہار محبت بھی ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

''کھیر پکائی کی رسم کیا ہوتی ہے امی۔'' گھر میں اس کی دونوں جیٹھانیوں صالحہ کو امی کہتی تھیں اس نے بھی ان کی دیکھا دیکھی انہیں امی کہنا شروع کر دیا تھا، منزہ کے خاندان میں ایسی کوئی شگن کی رسم نہ ہوتی تھی اس نے انجان پنے سے پوچھا۔

''ارے بھابھی کمال ہے آپ کو یہ بھی نہیں پتہ ہے۔'' نوشینہ گھر بھر کی لاڈلی اور چہیتی تھی وہ جوانی و بچپن کے حسین سنگم پر تھی اس کا بچکانہ پن گھر میں کسی کو برا نہ لگتا تھا، بڑی دونوں بھابھیاں اس پر جان لٹاتی تھیں اک منزہ ہی اس سے کھنچی کھنچی رہتی تھی، نوشینہ کو ہر کسی کے معاملے میں بنا سوچے سمجھے بولنے کی عادت تھی، مگر وہ دل کی بے حد صاف و کھری اور اچھی تھی، بعض اوقات وہ زبان سے جو کچھ کہہ جاتی وہ اس کے دل میں ہرگز نہ ہوتا تھا، اب بھی اس نے بچکانہ معصومیت سے محض بات برائے بات کی تھی، اس کا مقصد ہرگز منزہ کی انسلٹ کرنا نہ تھی، سب کے لبوں پر دھیمی مسکراہٹ رینگ گئی۔

''جسٹ شٹ اپ، میں تم سے نہیں امی سے بات کر رہی ہوں۔'' منزہ کو سب کی مسکراہٹ پر سبکی کا احساس ہوا تھا، اس نے غصے سے بھینچے مگر دھیمے لہجے میں بظاہر نرمی سے نوشینہ کو ٹوکا، ٹیبل پر لحہ بھر کو کشیدگی پھیل گئی سب کے مسکراتے لب سکڑ گئے، نوشینہ ناسمجھی بھری معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کر رہ گئی۔

''منزہ!'' وسیم نے ہی اسے تنبیہ بھری سختی سے اس کے لہجے کی بدصورتی کا احساس سب سے پہلے دلایا، فاخرہ بھی اسے تنبیہی نظروں سے دیکھ رہی تھی، نوشینہ بچی تھی وہ تو بچی نہ تھی پھر خواہ مخواہ معمولی بات کو ایشو بنانے کا فائدہ۔

''بیٹا ہمارے ہاں نئی دلہن سے گھر کے کاموں کا آغاز کروانے سے پہلے اس رسم کو بطور نیک شگون تصور کیا جاتا ہے۔'' صالحہ کو بھی اس کا لہجہ و انداز بے حد ناگوار گزرا تھا جسے نظر انداز کر کے انہوں نے رسانیت بھری نرمی سے اسے آگاہ کیا، وہ جان چکی تھیں کہ اس کے خاندان میں ایسی کسی رسم کا تصور نہ تھا۔

''عجیب رسم ہے ہمارے ہاں تو ایسی کوئی رسم نہیں ہوتی ہے۔'' صاف گو منزہ نے بلا جھجک تبصرہ کیا، اس کے منہ پھٹ انداز پر فاخرہ اور رمزہ

متحیر رہ گئیں، زیادہ حیرت رمزہ کو ہوئی تھی وہ گھر کی بڑی بہو تھی اس کی شادی کو آٹھ سال ہونے والے تھے، صالحہ نے کبھی اسے ڈانٹا تھا نہ ہی سختی سے بات کی تھی وہ بھی ان کی بے حد عزت کرتی تھی اور ہر معاملے میں ان کی رائے کو اہمیت دیتی تھی، اس کی شادی کے تین سال بعد فاخرہ دلہن بن کر آ گئی، فاخرہ صالحہ کی بھانجی تھی جبکہ رمزہ غیر خاندان سے تھی، صالحہ نے دونوں بہوؤں میں کبھی کوئی فرق نہ کیا تھا، جس سے رمزہ کے دل میں ان کی مزید عزت بڑھ گئی تھی، رمزہ کو منزہ کی بدتمیزی پر تاؤ آ رہا تھا، وہ مصلحتاً چپ تھی، منزہ سب کے سامنے صالحہ کو جواب دے سکتی تھی تو وہ کیا حیثیت رکھتی تھی۔

''بہو تم اس گھر کا حصہ بن چکی ہو اب تمہیں اپنے میکے کے طور طریقے بھول کر اس گھر کے طور طریقے اپنانا ہوں گے۔'' صالحہ نے ہنوز نرمی بھری رسانیت اور سبھاؤ سے اسے سمجھایا تھا، منزہ خاموشی سے ناک بھوں چڑھا کر رہ گئی، اس کی ناگواری کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔

☆☆☆

''فاخرہ تم منزہ کو سمجھاؤ، اسے امی سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے۔'' منزہ ڈنر سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی، اس کی دونوں جیٹھانیاں برتن سمیٹ کر کچن کے کاموں میں مصروف ہو گئیں، رمزہ کی چائے بنانے کی باری تھی سب گھر والے دن میں تین ٹائم کھانے کے بعد چائے ضرور پیتے تھے، جبکہ فاخرہ برتن دھونے لگی تھی، چائے بناتی رمزہ نے فاخرہ سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا، وہ دونوں کی دوستی سے واقف تھی، منزہ فاخرہ سے بے حد کلوز ہو چکی تھی اور اس سے اکثر اپنے میکے کی باتیں شیئر کرتی رہتی تھی، فاخرہ ایسے میں اکثر رمزہ کو بھی ساتھ بٹھا لیتی تھی، منزہ کو رمزہ کی موجودگی ناگوار گزرتی تھی مگر اس نے کبھی بھی فاخرہ کو نہ ٹوکا تھا، وہ گھر کے ماحول کو سمجھ چکی تھی، یہاں سب مل جل کر اور دوستانہ ماحول میں رہتے تھے۔

''بھابھی وہ میری دوست کہاں سے ہو گئی بھلا، بس ہم دونوں میں ذرا بے تکلفی بڑھ چکی ہے۔'' برتن دھوتی فاخرہ نے انہیں فوراً ٹوک کر تصحیح کی، اسے بھی منزہ کا لہجہ و انداز بے حد ناگوار گزرا تھا، اسے کم از کم امی سے بدتمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی، اس نے یا بھابھی رمزہ نے کبھی بھی صالحہ کو کسی بات پر پلٹ کر جواب نہ دیا تھا، صالحہ تو بے حد محبت کرنے والی خاتون تھیں۔

''وہ تم سے زیادہ کلوز ہے تم اسے سمجھا سکتی ہو۔'' رمزہ نے اپنی بات پر زور دیا۔

''چھوڑیں بھابھی ہمیں کیا ضرورت ہے برا بننے کی، وسیم اسے خود سمجھا لے گا۔'' فاخرہ نے گفتگو سمیٹی، اس کی بات میں وزن تھا، ان دونوں کا منزہ سے رشتہ بے حد نازک تھا، وہ اسے کسی بات پر ٹوک کر بری نہ بننا چاہتی تھی وہ ڈیڑھ ماہ میں منزہ کو اتنا تو سمجھ چکی تھی کہ وہ دل میں بغض پالنے والوں میں سے ہے، وسیم اس کا شوہر تھا، اسے بھی تو بیوی کا ماں سے بدتمیزی کرنا برا لگا ہو گا۔

''ہوں کہتی تو تم ٹھیک ہو۔'' چائے تیار ہو چکی تھی رمزہ نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے برنر بند کیا اور چائے کپوں میں ڈالنے میں لگی۔

☆☆☆

''کیا تمہیں کسی نے چھوٹے بڑے سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی ہے۔'' وسیم کمرے میں آیا تو وہ شدید غصے میں تھا، شادی کے ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے وسیم

کو غصے میں دیکھا تھا وسیم نے حسب معمول کمرے میں آتے آتے گیارہ بجا دیئے تھے، وہ اس کے انتظار میں بمشکل جاگ رہی تھی، وہ نیند کی کچی تھی اور رات دس بجے تک سو جانے کی عادی تھی۔

''میں نے کیا کہا ہے۔'' اس نے معصومیت کی انتہا کر دی، وسیم کا غصہ بڑھ گیا۔

''تم نے امی اور نوشینہ سے بدتمیزی کی ہے اور مجھ سے پوچھتی ہو کہ میں نے کیا کیا ہے۔'' وہ غصے سے بھینچے لہجے میں غرایا۔

''اوہ تو تمہاری برین واشنگ کر کے بھیجا گیا ہے۔'' منزہ نے بے نیازی کا اوڑھا چولا اتار پھینکا، اسے وسیم کا ماں بہن کی خاطر خود سے الجھنا برا لگ رہا تھا، وسیم نے اس پر پہلی بار نوشینہ کی خاطر غصہ کیا تھا، اس کے دل کا عناد بڑھ گیا۔

''جسٹ شٹ اپ، تمہیں بات کرنے کی ذرا تمیز نہیں ہے۔'' وسیم منزہ کی بدتمیزی و ڈھٹائی پر غصے سے بھینچے لہجے میں غرایا، منزہ پڑھی لکھی لڑکی تھی، اسے منزہ سے جاہلانہ رویئے کی قطعاً امید نہ تھی۔

''سچ کڑوا ہوتا ہے۔'' منزہ ڈھٹائی سے اپنے موقف پر اڑی اسے بے خوفی سے دیکھنے لگی اسے وسیم کے غصے کی بھی پرواہ نہ رہی تھی، اسے صرف اس بات کا قلق تھا کہ وسیم اس کا ساتھ دینے کی بجائے ماں بہن کے لئے بول رہا تھا، اسے وسیم کا ان دونوں کا دفاع کرنا اک آنکھ نہ بھایا تھا، اس نے پہلی بار نوشینہ سے یا امی سے دو بدو بات کی تھی کیا تھا اگر وہ نظر انداز کر جاتا۔

''منزہ!'' وسیم کا غصہ رنج و قلق میں ڈھلنے لگا، منزہ نے نوشینہ کو شروع سے قبول ہی نہ کیا تھا، نجانے اسے نوشینہ سے کیا بیر تھا لیکن قابل اطمینان بات یہ تھی کہ اس نے کبھی نوشینہ سے بد زبانی بھی نہ کی تھی، وسیم نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی معصوم بہن سے زبان درازی شروع کر دے وسیم کے چہرے پر دکھ کے سائے تھے۔

''تم اتنی چھوٹی سوچ کی مالک ہو گی مجھے احساس نہ تھا۔'' وسیم کا دکھ کم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا، اسے صالحہ یا نوشینہ نے منزہ کے خلاف اک لفظ تک نہ کہا، وہ اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ اس نے بات کو غلط رنگ دے دیا تھا، وہ منزہ کی بدگمانی پر ششدر تھا، اس سے کچھ کہنے سننے کا کوئی فائدہ نہ تھا، وہ مزید بدگمان ہو سکتی تھی اس نے خفگی سے رخ موڑ کر چادر سر تک تان کر لیٹ گیا، ان دونوں کی پہلی لڑائی تھی، منزہ کے دل میں نوشینہ کے لئے شدید نفرت ابھری۔

''وسیم آئی ایم سوری، میں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں گی۔'' وسیم اس سے شدید خفا تھا وہ صبح اس سے بات کیے بنا آفس چلا گیا تھا، وسیم آفس پہنچتے ہی اسے کال کرتا تھا اس روز وسیم نے اسے کوئی کال نہ کی، حالانکہ دن میں دو تین بار کال کرنا اس کا معمول تھا، وہ سارا دن وسیم کی کال کی منتظر رہی تھی، مگر اس کا فون نہ آنا تھا، نہ آیا وہ آفس واپسی پر بھی خفگی سے منہ پھلائے ہوئے تھا، وسیم ماں کو سلام کر کے کمرے میں چینج کرنے آیا تو منزہ روکھی سی اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔

''منزہ تم اپنے ذہن میں ایک بات کلیئر کر لو، میں اپنی ماں بہن کے خلاف ایک لفظ برداشت نہیں کر سکتا ہوں، انہوں نے کل مجھ سے تمہارے خلاف اک حرف شکایت بھی نہ کہا تھا۔'' وسیم کا دل نرم پڑ گیا، وہ اپنی غلطی پر نادم تھی، وسیم نے مزید اظہار ناراضگی مناسب نہ سمجھا تھا، کہتے ہیں عورت کے آنسو بہت بڑا ہتھیار ہوتے ہیں جو پتھر سے پتھر دل مرد کو بھی موم کی طرح پگھلا

دیتے ہیں، منزہ نے اسی ہتھیار سے کام لے کر وسیم کو موم کیا تھا۔

''سوری وسیم!'' منزہ نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے یوں سر ہلایا جیسے وہ وسیم کے لفظ لفظ پر ایمان لے آئی ہو، حالانکہ اسے وسیم کی بات پر قطعاً یقین نہ آیا تھا، وہ چائے کے بعد کافی دیر امی کے پاس بیٹھا رہا تھا اور خلاف معمول دیر سے بھی آیا تھا، منزہ فی الحال اسے منانا چاہتی تھی، وہ اس کی خفگی برداشت نہ کر سکتی تھی۔

''سوری وسیم!'' اس نے نرم پڑتے وسیم سے دوبارہ معذرت کی اور چہرے پر مصنوعی شرمندگی طاری کر کے اپنے دونوں کان پکڑ لئے۔

''جان وسیم تم اب یہ ظلم تو نہ کرو۔'' منزہ کے زور سے کان کھینچنے پر اس کے کانوں کی لوویں سرخ پڑ گئیں تھی جس سے اس کے رخساروں پر سرخی پھیلنے لگی تھی، وسیم نے محبت سے اس کے کان چھڑوائے، منزہ نے مصنوعی سکون بھری سانس کھینچی۔

''تھینکس گاڈ، آپ نے مجھے معاف کر دیا۔'' منزہ کے چہرے پر طمانیت پھیلی تھی، وہ وسیم کی خفگی سے سارا دن پریشان رہی تھی، اس سے فاخرہ نے دبے لفظوں پریشانی کی وجہ بھی پوچھی تھی جسے وہ سہولت سے ٹال گئی تھی، وہ گھر میں سارا دن بولائی بولائی رہی تھی۔

''صرف ایک شرط پر۔'' وسیم نے اسے تنبیہ کرنا ضروری سمجھا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ منزہ دوبارہ گھر میں کسی سے بدتمیزی یا بدزبانی کرے۔

''او کے۔'' منزہ بنا جانے اس کی شرط بوجھ گئی تھی، وہ ماں بہن کا دیوانہ ان کے خلاف کچھ برداشت نہ کر سکتا تھا، منزہ نے محبت بھری لگاوٹ سے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں وہ فی الحال وسیم کا موڈ دوبارہ آف کرنا نہ چاہتی تھی۔

''منزہ مجھے دوبارہ شکایت کا موقع نہ دینا یار۔'' وسیم نے اسے جواباً محبت سے سینے میں بھینچ لیا، منزہ نے اثبات میں سر ہلا دیا، اس کا شاطر ذہن اور چال سوچ رہا تھا جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

☆☆☆

''کیا ہو رہا ہے بھابھی؟'' صالحہ کی بڑی بہن کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا، وہ فون پر اطلاع ملتے ہی منجھلے بیٹے ندیم کے ساتھ پشاور روانہ ہو گئی تھیں، ندیم کو حال ہی میں کمپنی کی طرف سے گاڑی ملی تھی، انہیں اپنی بڑی بہن سے بے حد محبت تھی، انہی کی بیٹی فاخرہ بھابھی تھیں۔

نوشینہ نے کالج سے چھٹی کی تھی تاکہ رمزہ بھابھی کا گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے وہ بھابھی کے ساتھ ناشتے کے بعد کچن سمیٹ کر فارغ تھی بھابھی گھر کی صفائی کرنے لگیں تو وہ نچلے پورشن کی صفائی کرنے کے لئے نیچے آ گئی، نوشینہ صفائی سے فارغ ہوئی تو منزہ کے پاس چلی آئی تھی۔

''تم اندھی تو نہیں ہو۔'' منزہ اپنی بڑی بہن سے فون پر بات کر رہی تھی، اس کی کال نیٹ ورک پرابلم کی وجہ سے کافی تاخیر سے ملی تھی، ابھی اس کی کال ملے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ نوشینہ ٹپک پڑی تھی وہ سخت بدمزہ ہو کر طنز کر گئی، اس نے وسیم کی ہدایت بھی بھلا دی تھی، بلکہ اسے تو وسیم کی ماں بہن کے متعلق کسی نصیحت یا ہدایت پر دل سے عمل ہی نہ کرنا تھا۔

''سوری بھابھی......وہ......'' منزہ کی طنزیہ و کاٹ دار لہجے و نظروں نے اچھی خاصی با اعتماد نوشینہ کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا، منزہ کال ہولڈ پر کیے اس کے جانے کی منتظر تھی، منزہ صبح سے

فارغ گھر میں بور ہو رہی تھی، اس نے وسیم کو صبح آفس جاتے ہوئے امی کی طرف چھوڑنے کو کہا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ امی کی غیر موجودگی میں اس کا گھر چھوڑ کر جانا مناسب نہ تھا، منزہ دل میں پیچ وتاب کھا کر رہ گئی، وہ وسیم کے جانے کے بعد کمرے سے نہ نکلی تھی اور نہ ہی اس نے مروتاً رمزہ بھابھی اور نوشینہ کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی تھی، رمزہ بھابھی اپنے دو ماہ کے بیٹے کو بھی سنبھال رہی تھیں، نوشینہ نے شرمندگی سے لب کچلے۔

''آپ کال کریں میں پھر آ جاؤں گی۔''

نوشینہ کا حساس دل منزہ کی بے حسی و بیگانگی سے ٹوٹ گیا، وہ الٹے قدموں دروازے سے پلٹ گئی تھی، اس کا دل بھر بھر کر آ رہا تھا، آنسو آنکھوں میں اکٹھے ہو رہے تھے۔

''نوشینہ کیا ہوا؟'' رمزہ بھابھی اور سدرہ آپی کی اکٹھے شادی ہوئی تھی، سدرہ آپی وداع ہو کر گئی تو بھابھی نے آ کر ان کی کمی پوری کر دی، انہوں نے حقیقتاً کبھی امی یا نوشینہ کو سدرہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی تھی، رمزہ کی نظر روتی ہوئی نوشینہ پر پڑی تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

''کچھ نہیں بھابھی!'' نوشینہ انہیں ٹال کر آگے بڑھ گئی۔

''کیا منزہ نے کچھ کہا ہے؟'' وہ نیچے صفائی کرنے گئی تو بالکل ٹھیک تھی، یقیناً منزہ نے اس کو کچھ کہا ہوگا، رمزہ نے محبت سے قریب آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، نوشینہ کے پلکوں پر اٹکے آنسو محبت کی ہلکی آنچ سے پگھل گئے، وہ محبتوں سے گندھی نرم دل لڑکی تھی، منزہ چاہتی تو اسے محبت سے تسخیر کر سکتی تھی، مگر منزہ نے اسے اس قابل ہی نہ سمجھا تھا اور آتے ہی اس سے بیر باندھ لیا تھا۔

''میں اس سے پوچھوں گی تم اس کی بات دل پہ نہ لو۔'' رمزہ نے اسے بچکانہ انداز میں پچکارتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔

''آپ کو ان سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بھابھی، وہ آپ سے بھی بدتمیزی کریں گی اور میں نہیں چاہتی کہ آپ کی میری وجہ سے انسلٹ ہو۔'' نوشینہ نے قطعیت سے اسے منع کر دیا، منزہ جیسی بدلحاظ لڑکی سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ ان کی بھی انسلٹ کر دیتی، آج منزہ کی کھیر پکائی کی رسم تھی مگر صالحہ کو پشاور جانا پڑ گیا تھا، صالحہ بھی منزہ سے محتاط ہو گئی تھیں۔

''اچھا تم اندر جا کر آرام کرو۔'' رمزہ نے محبت سے اس کا کندھا تھپکا، انداز سراسر ٹالنے کا تھا، وہ اس کی بات پر عمل کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھیں، رمزہ منزہ کی نیچر سمجھ چکی تھی اس نے وسیم کے سامنے منزہ سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا، تاکہ اس کے دل میں کوئی بدگمانی جگہ نہ بنائے اور ساری بات اس کے سامنے ہو، رمزہ اسے تاکید کر کے کچن کی طرف بڑھ گئی اس دوپہر کا کھانا تیار کرنا تھا۔

''بھابھی میں آپ کا کچن میں ہاتھ بٹا دیتی ہوں۔'' نوشینہ اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود کچن میں اس کا ہاتھ بٹانے لگی، رمزہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا، وہ احساس کرنے والی لڑکی تھی اور اسے منزہ پر غصہ عود کر آنے لگا، وہ منزہ کے رویئے کو کھوجتی نوشینہ کے ساتھ سبزی کاٹنے لگی، اس نے نوشینہ سے دوبارہ رونے کی وجہ نہ پوچھی تھی۔

☆☆☆

''منزہ! تم نے آج نوشینہ سے کیا کہا تھا۔'' وہ سارا دن کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی، وسیم گھر آیا تو وہ اسی کے ساتھ باہر آئی تھی، نوشینہ نے ہر

کام میں اس کا برابر کا ہاتھ بٹایا تھا، اس نے فاخرہ کے حصے کے کام از خود اپنے ذمے لے لئے تھے اور رمزہ فاخرہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی تھی، ڈنر پر نعیم بھی موجود تھے رمزہ نے بات کرنے کا یہی موقع مناسب سمجھا تا کہ منزہ کو کوئی بات بنانے کا موقع نہ ملے، اس سے کچھ بعید نہ تھا وہ معصومیت کا ڈرامہ رچا کر وسیم کو بھڑکا دیتی۔

''بھابھی پلیز۔'' کھانا کھاتے نعیم اور وسیم کی استفہامیہ نظریں رمزہ سے ہو کر منزہ پر ٹکی تھیں، نوشینہ نے خفگی سے اسے ٹوک دیا، اسے اندازہ نہ تھا کہ رمزہ کی خاموشی بلاوجہ ہے ورنہ وہ خود اسے ساری بات بتا کر کسی کو بھی نہ بتانے کی تاکید کر دیتی، منزہ اس نے خواہ مخواہ کا بیر باندھے ہوئے تھی وہ اس سے مزید بدگمان ہو سکتی تھی اور نوشینہ کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا، اسے منزہ بھی بڑی دونوں بھابھیوں جیسی عزیز اور پیاری تھی، وہ اس سے فاصلے کم کرنا چاہتی تھی، منزہ گڑبڑا کر رہ گئی، وہ اس حملے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھی سو اسے فوراً کوئی بہانہ نہ سوجھ سکا۔

''منزہ بھابھی کیا پوچھ رہی ہیں؟'' وسیم نے اس کی مسلسل خاموشی پر غصیلے کاٹ دار لہجے میں سوال کیا تھا، مگر بات خاصا ایشو بن چکی تھی، نوشینہ بھابھی کی ساری بات بتا چکی تھی اور بھابھی نے عدالت سجالی تھی۔

''وہ میں...... وسیم نوشینہ میرے کمرے میں آئی تھی میں آپی سے بات کر رہی تھی شاید نوشینہ کو برا لگا کہ میں اسے وقت نہ دے پائی تھی۔'' منزہ نے کمال ہوشیاری سے ساری بات کو نوشینہ پر الٹ دی تھی، وہ نوشینہ کے احتجاج کو نہ سمجھ سکی تھی۔

''نوشینہ تم مجھے صاف بات بتاؤ اور خبردار جو منزہ کی طرح جھوٹ بولا۔'' وسیم کا روئے سخن بہن کی سمت تھا، اسے منزہ کی بات کا رتی بھر اعتبار نہ آیا تھا، منزہ بھونچکا رہ گئی اسے اپنا جھوٹ کی آمیزش والا سچ ندامت سے چور کر گیا، وہ احساس ہتک سے سرخ پڑ گئی تھی، وسیم نے اس کی بات کو رتی بھر اہمیت نہ دی تھی اور سب کے سامنے برملا اظہار بھی کر دیا تھا، کوئی ندامت سی ندامت تھی، منزہ نے کھا جانے والی نظروں سے نوشینہ کو گھورا۔

''بھائی وہ......'' نوشینہ بری طرح پھنسی تھی وہ اس گھڑی کو کوسنے گی جب رمزہ بھابھی نے اس کے آنسو دیکھے تھے، وہ ہکلا کر خشک حلق تر کرنے لگی، منزہ کے دل میں نفرت وعناد کی آگ بھڑکنے لگی۔

''بھائی وہ۔'' نوشینہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ساری حقیقت اگل دی کہ اس کے بنا کوئی چارہ بھی نہ تھا، وہ وسیم بھائی سے کبھی کچھ چھپا ہی نہ سکتی تھی، وسیم نے غصیلی شعلہ بار نگاہ منزہ پر ڈالی جو سانس روکے کھانا کھانا بھول چکی تھی اس کا ننھا نازک دل وسیم کے ردعمل کے تصور سے سہا جا رہا تھا، رمزہ اور نعیم کی خاموش نظروں میں بھی اس کے لئے ملامت بھرا تاسف تھا، وہ نظریں جھکائے مجرمانہ انداز میں بلاوجہ پلیٹ میں چمچ ہلائے جا رہی تھی، اس کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کو اک لفظ نہ تھا کہ وسیم نے اس کی بات رد کر کے اسے پہلے ہی بے مول کر دیا تھا۔

☆☆☆

گھڑی کی سوئیاں رات کا ایک بجا رہی تھیں وسیم نوشینہ کو لئے نجانے کہاں گیا ہوا تھا کہ گھر آنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا، وہ جلے پیر کی بلی کی طرح سارے کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی، وسیم نے اسے تین روز قبل ہی تو اسے امی اور

نوشینہ سے بدتمیزی نہ کرنے کی ہدایت کی تھی، وہ بہن سے نادم تھا، اسے بیوی کا ذرا خیال نہ آیا تھا کہ جاتے سمے اسے بھی جھوٹے منہ ہی سہی، آفر کر دیتا، منزہ کے اندر بھانبڑ جلنے لگے تھے، رات کے سوا دو بجے دونوں کی واپسی ہوئی۔

''نوشینہ تم اپنی بھابھی کی باتوں کو دل پر نہ لیا کرو، میں تم سے اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔'' وسیم نوشینہ کو اس کے کمرے تک چھوڑنے گیا تھا، اس نے نوشینہ کے اندر داخل ہونے سے پہلے اس کا گال محبت و نرمی سے تھپتھپا کر اس سے معذرت کی تھی، اپنے کمرے کے دروازے سے چپکی منزہ کے حساس کانوں نے وسیم کا جملہ فوراً کیچ کر لیا تھا تو اس کے سر پر لگی اور پیروں پر بجھی، اس نے کوئی قتل تو نہ کیا تھا کہ وسیم اس چھٹکی سے معافی مانگ رہا تھا، وہ جلے دل سے دروازے سے ہٹ گئی کہ وسیم ادھر ہی آ رہا تھا۔

وسیم نے اس پر نگاہ غلط تک ڈالنا بھی گوارا نہ کیا اور سیدھا واش روم گھس گیا وہ چند لمحوں بعد آیا اور چادر لے کر صوفے پر دراز ہو گیا، منزہ کا دل دھک سے رہ گیا، وہ اس سے شدید خفا تھا۔

''وسیم!'' وہ دل کے ہاتھوں مجبور اس کے سرہانے جا کھڑی ہوئی، وسیم نے اس کی پکار کا کوئی جواب نہ دیا۔

''وسیم!'' منزہ نے چند ثانیے انتظار کے بعد اس کا بازو ہلایا، دوسری جانب ہنوز خاموشی چھائی تھی، منزہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے، شمع آپی نے اس کی کاٹ دار آواز سن کر اسے ٹوکتے ہوئے وسیم کی ناراضگی کی طرف بھی توجہ دلائی تھی مگر اسے اپنی محبت پر یقین تھا، اسے مان تھا کہ وہ محبت کی طاقت سے شوہر کو موم کرے گی مگر وسیم نے تو پہلے مرحلے پر ہی نوشینہ کو اس پر فوقیت دے کر اسے چاروں شانے چت کر دیا تھا، اس کا اعتماد و متزلزل ہو چکا تھا اور دل اس کی خفگی سے ہراساں تھی، وہ بہن کا دیوانہ بہن کا خاطر بیوی سے دوسری بار الجھ پڑا تھا۔

''وسیم پلیز۔'' اب کے اس نے وسیم کے پاؤں پکڑ لئے، وسیم نے ناگواری سے پاؤں جھٹکتے ہوئے سر چادر سے باہر نکال کر اسے بھسم کر دینے والی نگاہ سے گھورا۔

''تم نوشینہ سے معافی مانگو اگر وہ تم سے خوش ہو جائے تو میں بھی تم سے راضی ہوں۔'' وسیم نے زہر خند لہجے میں بات مکمل کر کے دوبارہ چادر اوڑھ لی تھی، وہ اپنی جگہ سن رہ گئی۔

☆☆☆

وہ چار بہنیں اور ایک بھائی تھے ان کے والد کا برسوں قبل انتقال ہو گیا تھا، امی لبنیٰ بھابھی کو بے حد چاؤ سے بیاہ کر لائی تھیں، وہ ان کی اکلوتی بہو تھی انہوں نے سارے ارمان نکالے تھے، ان چاروں بہنوں نے بھی بھابھی کے خوب لاڈ اٹھائے تھے، شروع میں کچھ عرصہ وقت صحیح گزرا، پھر لبنیٰ بھابھی ان سب سے کھنچی کھنچی رہنے لگی تھیں، آپی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی مگر بھابھی کو کسی کی کوئی پرواہ نہ تھی انہوں نے شادی کی تیاریوں میں بالکل دلچسپی نہ لی، وہ شادی سے قبل الگ گھر شفٹ ہو جانا چاہتی تھیں تاکہ بھیا کی تنخواہ شادی کے اخراجات میں کم سے کم صرف ہو، انہیں بالکل پرواہ نہ تھی کہ بھیا کے الگ ہونے سے شادی کے اخراجات کیسے پورے ہوں، گھر میں آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہ تھا، بھابھی بے حسی کی انتہا پر تھیں، ستم در ستم کہ بھیا نے بھی الگ شفٹ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا، امی اندر سے ٹوٹ کر رہ گئیں، امی نے بھلے وقتوں میں آپی اور منزہ کا کافی جہیز اکٹھا کر رکھا تھا، امی نے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر انہیں اجازت دے دی، وہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

حالات کا رخ دیکھ رہی تھیں، وہ مخالفت کی پوزیشن میں نہ تھیں اور پھر بھیا چلے گئے، وہ ماں بہنوں کی ذمہ داریوں سے بالکل غافل ہو گئے، امی بیمار رہنے لگی تھیں، انہیں منزہ سارا اور زارا کی فکر کھائے جاتی تھی، انہی پریشان کن گزرتے دنوں میں آپی کی شادی ہو گئی، بھیا اور بھابھی نے مہمانوں کی طرح شرکت کی تھی امی کی رہی سہی امید بھی دم توڑ گئی تھی، بالآخر بھیا کی بے اعتنائی نے امی کی جان لے لی، بھیا اور بھابھی کو معاشرے کی وجہ سے مجبوراً دوبارہ واپس آنا پڑا، وہ تین جوان بہنوں کو تنہا نہ چھوڑ سکتے تھے، منزہ نے ماسٹرز مکمل کرتے ہی جاب کر لی تھی، بھیا بھابھی نے جھوٹے منہ بھی اس نہ روکا، غالباً وہ ابھی یہی چاہتے تھے کہ منزہ اپنا اور بہنوں کا خرچ اٹھائے، زارا سارا تھرڈ ائیر اور فورتھ ائیر میں تھیں، منزہ نے ان کے تعلیمی اخراجات خود اٹھا لئے، وہ بہنوں کو خود مختار دیکھنا چاہتی تھی نہ کہ بھابھی کی غلامی کرتا، بھابھی کا رویہ روز بروز بد سے بدتر ہوتا جا رہا تھا، انہیں تینوں نندیں بری طرح کھٹکتی تھیں۔

منزہ کے اندر محرومی و خودترسی پلنے لگی، بھیا بہنوں پر بے جا روک ٹوک اور سختی کرتے تھے ان کے منہ میں بیوی کی زبان تھی، بھابھی ان سے من چاہا فیصلہ با آسانی کروا کر ان تینوں کا جینا حرام کیے ہوئے تھیں، منزہ کے نوخیز و نازک دل میں بے پناہ جذبے و خواہشیں تھیں جو بقول بھیا ''اپنے چونچلے اگلے گھر جا کر پورے کرنا'' کے مصداق دل میں دبی رہ گئیں، منزہ بیاہ کر سسرال آئی تو یہاں نوشینہ اس کے حق پر غاصب تھی وہ اب اپنے خوابوں و خواہشوں سے کسی قیمت پر دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی، اسے ہر قیمت پر نوشینہ کو دبا کر اپنا حق وصولنا تھا۔

اسے ہار نہ ماننا تھی، وہ آسانی سے اپنے خوابوں سے دستبردار ہونے کو قطعاً تیار نہ تھی، وہ اک عزم سے آنسو پونچھتی کھڑی ہو گئی، وہ نوشینہ سے معافی مانگنے کا فیصلہ کر چکی تھی اسے کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی تھا اور وہ اپنے تھوڑے نقصان پر راضی تھی، وہ دل میں مصمم ارادہ کیے بیڈ پر لیٹ گئی، اسے شکست تسلیم نہ تھی، الگ گھر اس کی ترجیحات میں نہ تھا، یہاں اس پر کوئی سختی یا بلاوجہ کی روک ٹوک نہ تھی، اسے صرف اپنے ادھورے سپنے عزیز تھے جو اسے ہر قیمت پر پانا تھے۔

☆☆☆

''نوشینہ سوری، مجھے تم سے بدتمیزی نہیں کرنا چاہیے تھی۔'' ناشتے پر سبھی موجود تھے، منزہ نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت سب کی موجودگی میں اسی سے معافی مانگ لی، اس کا رواں رواں احساس توہین سے سلگ رہا تھا، لیکن یہ توہین اس ذلت سے کہیں کم تھی جو رات وسیم نے اس کی بات جھٹلا کر اسے دی تھی، وہ اپنی توہین بھولی نہ تھی اسے فی الحال اپنی توہین بھلا کر آگے کا سوچنا تھا وہ بھابھی کو بھگت چکی تھی اس نے مصلحتاً مصالحت کی راہ اپنا لی تھی۔

''ارے بھابھی سوری کیسی، میں آپ سے خفا تو نہیں ہوں۔'' خالہ کی ڈیتھ ہو گئی تھی امی، بھایا اور فاخرہ بھابھی وہیں رک گئے تھے، نوشینہ نے ان کی واپسی تک چھٹیوں کا پروگرام بنا لیا تھا تاکہ منزہ بھابھی پر کام کا بردڈن نہ پڑے، نوشینہ نے صاف گوئی سے محبت کا اظہار کیا، وہ منزہ سے بالکل خفا نہ تھی اور نہ ہی اس کے دل میں منزہ کے لئے کوئی میل یا بغض و عناد تھا۔

''تو تم نے مجھے معاف کر دیا۔'' منزہ

مصنوعی پن سے خوشی سے کھل اٹھی، وہ متواتر کن اکھیوں سے وسیم کو دیکھ رہی تھی، وسیم کا سارا دھیان ادھر تھا، بظاہر ناشتہ کرنے میں مگن وسیم نے اک نظر منزہ کے خوشی سے کھلے چہرے پر ڈالی، اس کے اندر اطمینان پھیل گیا، منزہ اس سے وابستہ رشتوں کو اہمیت دیتی تھی اس کے لئے یہی کافی تھا۔

''بھابھی میں آپ سے بالکل خفا نہیں ہوں۔'' نوشینہ اس کے بار بار معافی مانگنے پر شرمندہ ہو رہی تھی، معصوم نوشینہ منزہ کی مکاری سمجھ ہی نہ سکی تھی۔

''تھینک یو سو مچ سویٹ سسٹر۔'' منزہ نے اسے خود سے لپٹا کر اس کے گال مونیت سے چوم لئے، وسیم مطمئن سا آفس جانے لئے اٹھ کھڑا ہوا، منزہ کے لبوں پر مکروہ مسکراہٹ کھیلنے لگی، اس کی پرسوچ نگاہوں نے وسیم کا دور تک پیچھا کیا تھا

☆☆☆

''امی آپ صبر کریں، آپ حوصلہ ہاریں گی تو فاخرہ کو کون حوصلہ دے گا۔'' صالحہ پشاور سے لوٹ آئی تھی، رمزہ اور نوشینہ ان کے گرد جمع تھیں منزہ بھی کچھ دیر بعد آ گئی، صالحہ بہن کو یاد کر کے رو رہی تھیں، منزہ نے مٹھاس بھری محبت سے انہیں تسلی دیتے ہوئے فاخرہ کو دیکھا، ندیم بھائی ڈرائیونگ سے خاصا تھک چکے تھے وہ فریش ہونے آرام کے لئے کمرے میں چلے گئے تھے، فاخرہ آنسو بہانے میں مگن تھی آخر ماں سے جدائی کا غم کچھ کم تو نہیں ہوتا ہے۔

''فاخرہ تم بھی جا کر آرام کرو۔'' صالحہ نے آنسو پونچھتے ہوئے فاخرہ کو کمرے میں جانے کا اشارہ کیا، وہ ہفتہ بھر میں ہی خاصا کمزور ہو گئی تھی، اسے وہاں بھی آرام کا موقع نہ ملا تھا، ہفتہ بھر پرسہ دینے والوں کا رش رہا تھا، فاخرہ نے اپنا رو رو کر برا حال کر رکھا تھا، وہ ماں سے بے حد قریب تھی، اسے ماں کی کمی نے غم سے ادھ موا کر دیا تھا، فاخرہ سر ہلاتی اٹھ گئی۔

''امی! آنٹی کی طبیعت اچانک بگڑی تھی یا وہ ہارٹ پیشنٹ تھیں۔'' منزہ، صالحہ سے آنٹی کی ڈیتھ اور بیماری کی تفصیلات پوچھنے لگی۔

''بیٹا اسے ہارٹ کا کوئی مسئلہ نہ تھا پہلا اٹیک ہی جان لیوا ثابت ہوا۔'' صالحہ کا گلا بہن کے ذکر پر رندھ گیا، منزہ افسردہ ہو گئی، اسے اپنی ماں یاد آ گئی تھی، اس کی امی کو بھی پہلا اٹیک ہی جان لیوا ثابت ہوا تھا۔

''اوہ۔'' اس نے طویل سرد آہ بھری، ماحول پر بوجھل خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

''رمزہ بیٹا دوپہر ہونے کو ہے تم کھانا تیار کرو جا کر۔'' دن رفتہ رفتہ ڈھل رہا تھا، ندیم بھوک کا کچا تھا انہوں نے وقت تنگ پڑتا دیکھ کر رمزہ کو کھانا پکانے کا کہا تھا، وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی نوشینہ بھی اس کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے اٹھ گئی، منزہ صالحہ کا غم بٹانے کے لئے ان سے باتوں میں مگن ہو گئی۔

☆☆☆

انہیں آئے کئی روز گزر گئے تھے، فاخرہ ابھی تک اداس اور پریشان تھی، اس کا غم وقت کے ساتھ ہی کم ہونا تھا، صالحہ اس سے گھر کا کام کم کرواتی تھیں، نوشینہ رمزہ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روز روز کالج سے چھٹی نہ کر سکتی تھی، صالحہ نے اس روز منزہ سے کھیر پکائی کی رسم کروالی تا کہ وہ بھی گھر کے کاموں میں حصہ لے سکے، وہ سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتی تھی اور مروتاً بھی گھر کے کسی چھوٹے موٹے کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی، نوشینہ کالج سے آ کر مقدور بھر رمزہ کا ہاتھ بٹاتی تھی اور خود ان کی بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم خم نہ رہا

تھا کہ وہ بہو کا ہاتھ بٹا سکیں، وہ شوگر کی مریضہ تھیں اور رمزہ کا ہاتھ محض سبزی پیاز یا لہسن کاٹنے تک بٹاتی تھیں، رمزہ گھر کے کاموں کے ساتھ بیٹے کو بھی سنبھالتی تھی جس سے اسے خاصی تھکن ہو جاتی تھی، انہیں خود بہو کی تھکاوٹ کا احساس تھا، سو انہوں نے منزہ سے کھیر پکائی کی رسم کروالی۔

نوشینہ نے اس روز اسپیشل چھٹی کی تھی وہ اور رمزہ اس کا ہاتھ بٹانے کے لئے کچن میں اس کے ساتھ مصروف تھیں، فاخرہ گھر کی صفائی اور صالحہ پوتے کو سنبھالنے میں لگی تھیں۔

''بھابھی آپ آج کیا اسپیشل بنا رہی ہیں؟'' نوشینہ نے لہسن چھیلتے ہوئے قورمہ تیار کرتی منزہ سے پوچھا تھا، منزہ قورمہ، ویجیٹیبل رائس کوفتے اور شامی کباب بنا رہی تھی اور وہ میٹھے میں کسٹرڈ تیار کر کے جمنے کے لئے فریج میں رکھ چکی تھی، رمزہ اسے پیاز چھیل کر اور رائس کے لئے سبزیاں کاٹ کر دے رہی تھی، نوشینہ کا اشارہ میٹھے کی طرف تھا کہ وہ صبح سے تمام نمکین ڈشز تیار کر رہی تھی۔

''میں کسٹرڈ تیار کر کے فریج میں رکھ چکی ہوں۔'' منزہ کو رمزہ کی موجودگی میں نوشینہ کا سوال سخت زہر لگا مگر وہ گھر میں نوشینہ کی اہمیت کا بخوبی واقفیت رکھتی تھی اسی لئے اس نے کڑھتے ہوئے بظاہر چہرے پر مسکراہٹ طاری کر کے نرمی سے جواب دیا۔

''کسٹرڈ کیا اسپیشل ہے یہ تو میں بھی بنا لوں بھابھی۔'' نوشینہ کو کسٹرڈ خاص پسند نہ تھا اس نے برا سا منہ بنایا، وہ کوکنگ میں حصہ نہ لیتی تھی مگر وہ چند چھوٹی موٹی ڈشز نوڈلز، کسٹرڈ وغیرہ بنا لیتی تھی، وہ میٹھے میں کوئی خاص ڈش چاہ رہی تھی، اس نے بھابھی کی رسم انجوائے کرنے کے لئے بطور خاص چھٹی کی تھی اور کھانے میں کسٹرڈ مل رہا تھا اس کا منہ لٹک گیا۔

''نوشینہ تم جا کر امی کے ساتھ فیضان کو سنبھالو، میں اور منزہ باقی سب کام کر لیں گے۔'' منزہ کو اس کا بے لاگ تبصرہ پسند نہ آیا تھا، اس کے چہرے سے ناگواری کے واضح تاثرات جھلک رہے تھے، رمزہ نے حفظ ماتقدم کے طور پر نوشینہ کو وہاں سے کھسکایا مبادا منزہ پھر اسے کچھ نہ کہہ دے، نوشینہ اٹھ کر چلی گئی ویسے بھی اسے صرف لہسن چھیلنا تھا جو وہ چھیل چکی تھی۔

''منزہ تم میٹھے میں فروٹ ٹرائفل بنا لو، میں تمہارے ساتھ ہیلپ کرواتی ہوں۔'' رمزہ نے اس کے جانے کے بعد منزہ کو سمجھداری سے مشورہ دیا، منزہ کو صرف کسٹرڈ بنانا آتا تھا، وہ گومگو کشمکش میں تھی۔

''سب نے مل کر نوشینہ کا دماغ خراب کر رکھا ہے، مجھے اس کا دماغ جلد ٹھکانے لگانا ہو گا۔'' منزہ سخت بدمزہ تھی، اس کا کام ختم ہونے کو تھا، وسیم نے ہاف لیو لے کر گھر آنا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے خود تیار ہو جانا چاہتی تھی، نوشینہ نے فرمائش کر کے اس کا کام بڑھا دیا تھا، وہ فروٹ ٹرائفل کی ترکیب جانتی تھی مگر بنایا کبھی نہ تھا، وہ فرسٹ ٹائم بناتے ہوئے ہچکچا رہی تھی، نجانے کیسا بنے اور کسی کو پسند آئے یا نہ آئے، وہ کسٹرڈ بنانے میں ماہر تھی اور اس کے ہاتھ کا بنا کسٹرڈ گھر میں سب شوق سے کھاتے تھے حتیٰ کہ ہر بات پر ناک بھوں چڑھانے والی لبنیٰ بھابھی بھی اس کے بنے کسٹرڈ کی کھلے دل سے تعریف کرتی تھیں۔

رمزہ بھابھی اس کا موڈ آف دیکھ کر خود فروٹ ٹرائفل بنانے لگ گئیں ناچار اسے ان کی مدد کروانا پڑی بلکہ منزہ نے رمزہ سے پوچھ پوچھ کر خود بنایا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''بھابھی آپ کھانا لگا دیجئے گا، میں ذرا فریش ہو آؤں۔'' وسیم کے آنے میں وقت کم تھا منزہ تیار ہونے کے لئے چلی گئی، وہ تیار ہو کر آئی تو نہ صرف وسیم آ چکا تھا بلکہ کھانا بھی لگ چکا تھا، نعیم بھائی نے چھٹی کی تھی جبکہ ندیم بھائی آفس قریب ہونے سے لنچ بریک میں گھر آ گئے تھے۔

''واؤ فروٹ ٹرائفل۔'' منزہ نے وسیم کے قریب کرسی سنبھالی ہی تھی کہ نوشینہ کی چہکتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی، وہ منزہ کے گلے میں پھنسی ہڈی بن چکی تھی جو نہ نگلنے بن پا رہی تھی اور نہ اگلتے، منزہ نے اسے یکسر نظر انداز کر کے وسیم کی طرف خوش دلی سے قورمہ کی ڈش بڑھائی تھی۔

''زبردست یار۔'' وسیم نے پہلا نوالہ لیتے ہی کھلے دل سے اس کی تعریف کی، منزہ کو لگا اس کی محبت وصول ہو گئی ہے، اس نے باری باری سب ڈشز وسیم کو چکھائیں، اس کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا، سب کو کھانا بہت پسند آیا تھا اور سبھی نے خوب سیر ہو کر کھایا تھا۔

''بس اب مجھے میٹھا دو ورنہ میں کھا کھا کر پھٹ جاؤں گا۔'' منزہ نے رائتہ کے ساتھ شامی کباب وسیم کی طرف بڑھائے تو اس نے مزید کھانے سے انکار کر دیا، وہ پہلے ہی تین کباب کھا چکا تھا۔

''فروٹ ٹرائفل بھی مزے کا ہے۔'' وسیم نے میٹھے کا پہلا چمچ منہ میں ڈالتے ہی تعریف کی، سب نے تائید میں سر ہلایا، منزہ کی تھکن سب کو سیر ہو کر کھانا دیکھ کر اتر گئی تھی۔

''بھیا! فاخرہ بھابھی زیادہ مزے کا بناتی ہیں۔'' نوشینہ نے سادگی سے رائے دی تھی تو نوشینہ پھر منزہ کے ضبط کے لئے کڑا امتحان ثابت ہوئی تھی اس نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے روکا تھا، وہ اسے بچی سمجھ کر نظر انداز یا درگزر کرنے پر ہرگز تیار نہ تھی، وہ لنچ کے بعد نوشینہ کے ہاتھوں بری طرح زچ ہوتی جا رہی تھی، منزہ کے منہ کے زاویے بگڑ کر رہ گئے۔

''بری بات نوشینہ، منزہ نے بھی بہت مزے کا بنایا ہے۔'' صالحہ نے بیٹی کو فوراً غصے سے ڈانٹ دیا، وہ اپنے بچپنے میں منزہ کے منہ کے بگڑے زاویے نہ سمجھ سکی تھی، صالحہ ماں تھیں وہ اسے بچی سمجھ کر نظر انداز کر سکتی تھیں مگر منزہ پرائی تھی وہ آسانی سے دل سے میل نہ نکالتی تھی، صالحہ نے دنیا دیکھی تھی وہ پانی سر سے اوپر نہ ہونے دینا چاہتی تھیں۔

''امی میں نے کیا کہا ہے۔'' نوشینہ ماں کی ڈانٹ پر شرمندہ ہو گئی، اسے لاکھ غور کرنے پر بھی اپنی غلطی سمجھ نہ آئی تو وہ احتجاج کیے بنا نہ رہ سکی تھی اس نے تو محض اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

''بہو کھانا واقعی بہت مزے کا تھا یہ تمہارا انعام۔'' منزہ نے پہلی بار ہر ڈش بہترین تیار کی تھی، صالحہ نے کھلے دل سے سراہتے ہوئے اسے ہزار کا نوٹ دیا اور پھر ندیم بھائی اور نعیم بھیا نے بھی اسے انعام دیا تھا، جبکہ رمزہ بھابھی اور فاخرہ بھابھی نے محبت سے اسے گلے لگا کر اس کی ڈشز کو کھلے دل سے سراہا تھا۔

☆☆☆

''نوشینہ تمہیں پلیچ کرنا آتی ہے؟'' وہ سہ پہر ڈھلے لان میں چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اکنامکس کی بک میں محو تھی، فاخرہ بھابھی شام کے لئے سبزی کاٹ رہی تھیں، منزہ کچھ دیر پہلے دونوں کے لئے چائے بنا کر لائی تھی، فاخرہ سے باتوں میں محو منزہ نے اچانک اسے مخاطب کیا، اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

''تم میرے کمرے میں آ کر میری پلیچ کر دو۔'' منزہ کو رات کو صرف چائے بنانا تھی سو وہ

فارغ تھی، وہ دونوں چائے پی چکیں تو منزہ کپ اٹھا کر چلی گئی۔

نوشینہ بلیچ کریم بنا کر منزہ کے کمرے میں آ گئی اور اس کی بلیچ کرنے لگی، نوشینہ نے ابھی اس کی بلیچ ختم ہی کی تھی کہ منزہ کے سیل پر کال آنے لگی۔

''نوشینہ ذرا میرا سیل دینا۔'' منزہ کا سیل بیڈ کے دوسرے کونے پر تھا نوشینہ اس کا سیل اٹھانے چلی گئی، منزہ نے موقع پاتے ہی بلیچ کی زائد مقدار چہرے پر فالتو بالوں سے آگے نکالی، نوشینہ نے اسے سیل تھمایا تو اس کی کال بند ہو چکی تھی۔

''کال کٹ گئی ہے چلو دوبارہ آ جائے گی تم جاؤ۔'' منزہ نے مایوسی سے سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دی، نوشینہ اس کے چہرے پر غور کیے بنا مڑ گئی۔

''یہ تم نے بلیچ کی ہے، اگر تمہیں کرنا نہیں آتی تھی تو تم انکار کر دیتی، کم از کم میرا چہرا تو خراب نہ ہوتا۔'' منزہ غصے سے گرجی وہ اس کی دھاڑ نما چیخ پر ٹھٹک کر رک گئی، منزہ کے چہرے فالتو بالوں کے سامنے والے حصے پر بھی بلیچ لگی ہوئی تھی، وہ متحیر سی پلٹی۔

''بھابھی میں نے تو صرف فالتو بالوں پر لگائی تھی مجھے نہیں پتہ یہ کیسے لگ گئی۔'' نوشینہ ناسمجھی سے ہونق صورت لئے اس کے قریب آ گئی۔

''میں بھی تو یہی پوچھ رہی ہوں کہ تم نے میرا چہرہ کیوں خراب کیا ہے۔'' منزہ نے اسے خونخوار نظروں سے گھور کر لفظ لفظ چبایا۔

''بھابھی وہ میں۔'' نوشینہ نے ہکلا کر اپنی صفائی دینا چاہی تھی۔

''کیا بات ہے منزہ، کیوں شور ہو رہا ہے۔''

صالحہ شور سن کر آ گئیں، منزہ غصے سے سرخ چہرہ لئے نوشینہ پر برہم تھی۔

''امی دیکھیں اس نے میرے چہرے کا کیا حشر کیا ہے۔'' منزہ نے معصومیت سے ان کے سامنے نوشینہ کی شکایت لگائی، نوشینہ بلیچ کریم اپنے کمرے سے ساتھ لے کر آئی تھی اور اس نے ایکسٹرا کریم کا استعمال نہ کیا تھا، منزہ کے پاس بلیچ کریم ختم تھی، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ نجانے کیسے بھابھی کا چہرہ خراب ہو گیا۔

''نوشینہ سوری کرو بھابھی سے۔'' صالحہ نے منزہ کا چہرہ دیکھا تو غصے سے بیٹی کو ڈانٹا، منزہ کے تن من میں ٹھنڈک پڑنے لگی، اس نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت نوشینہ سے جھوٹ بولا تھا کہ بلیچ ختم ہے، ساری پلاننگ اس کی مرضی کے مطابق ہوئی تھی، نوشینہ کو اس نے شرمندہ بھی کر دیا تھا اور کسی کو اس پر شک بھی نہ گزرا تھا، منزہ کا موڈ و لہجہ نرم پڑنے لگا تھا۔

''امی میں نے تو زیادہ کریم نہ لگائی تھی۔'' نوشینہ نے روہانسی ہو کر صفائی دی۔

''تو پھر منزہ کا چہرہ کیسے خراب ہوا۔'' امی نے کڑے تیوروں سے بیٹی پر نظریں جمائیں اس بات کی تو نوشینہ کو بھی سمجھ نہ آ رہی تھی، بھابھی کے پاس کریم نہ تھی، اس نے مناسب کریم استعمال کی تھی تو پھر چہرہ کیسے خراب ہو گیا۔

''سوری بھابھی۔'' نوشینہ کے پاس معافی کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، سو اسے معذرت کرنا ہی پڑی تھی۔

''اٹس او کے لعل سسٹر، کوئی بات نہیں غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔'' منزہ کے لہجے میں شیرینی گھل گئی اس نے محبت سے نوشینہ کو گلے لگا لیا۔

صالحہ اسے تاکید کر کے کمرے سے نکل

سیں، نوشینہ بھی بجھے دل و چہرے سے ان کے پیچھے تھی، ٹشو سے چہرہ صاف کرتی منزہ کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی، ابھی تو اسے پہلی کامیابی ملی تھی، اسے مزید کامیابیوں کی تمنا تھی۔

☆☆☆

نوشینہ کے سیکنڈ ائیر کے ایگزامز قریب تھے، وہ ان دنوں گھبرائی جاتی تھی، وہ میڈیکل انٹر کے فرسٹ ائیر میں شاندار نمبرز سے کامیاب ہوئی تھی، وہ میڈیکل میں ایڈمیشن کے لئے دن رات پڑھائی میں جتی تھی، اس روز صالحہ اور فاخرہ پڑوس میں میلاد میں گئی ہوئی تھیں، منزہ کی کھانا پکانے کی باری تھی، وہ کچن میں مصروف تھی اسے پالک گوشت بنانا تھا سو وہ ناشتے سے فارغ ہو کر پالک کاٹنے بیٹھ گئی تھی۔

''بھابھی ذرا نمک چکھیں۔'' منزہ سے سالن میں اکثر نمک تیز ہو جاتا تھا اس نے چمچ میں سالن ڈال کر رمزہ کی طرف بڑھایا، وہ بیٹے کے لئے دودھ گرم کرنے کچن میں آئی تھی، کچن میں کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

''مرچ بالکل ٹھیک ہے نمک ذرا کم ہے، تم سالن پکا کر اینڈ میں چکھ کر نمک ڈال لینا۔'' سالن میں ابھی تھوڑا پانی تھا جس کے سوکھنے پر نمک صحیح ہونے کا امکان تھا، فیضان دودھ کے لئے رو رہا تھا، رمزہ بعجلت دودھ ٹھنڈا کر کے فیڈر میں ڈال کر چلی گئی اسی اثناء میں نوشینہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی، اپنے کمرے کی طرف تیزی سے بڑھتی رمزہ اسے باہر نکلتا دیکھ چکی تھی، منزہ کے لئے یہ موقع غنیمت تھا، نوشینہ پانی پینے کے لئے کچن میں آ گئی تھی اسے آواز دے کر بلانا بھی نہ پڑا۔

''نوشینہ ذرا نمک چکھنا۔'' وہ پانی پی کر پلٹنے لگی تو منزہ نے اسے پکار لیا، سالن میں پانی کافی کم رہ گیا تھا، منزہ دوبارہ نمک چکھ چکی تھی نمک ابھی بھی معمولی کم تھا اس کے شاطر ذہن نے فوراً پلان ترتیب دے ڈالا تھا۔

''بھابھی نمک معمولی کم ہے۔'' نوشینہ نے نمک چکھ کر چمچ سائیڈ میں رکھ دیا۔

''نوشینہ تم اپنے حساب سے ڈال دو۔''

منزہ نے نمک کا ڈبہ اس کی طرف بڑھایا نوشینہ نے ہاتھ سے چٹکی بھر نمک سالن میں چھڑک کر ڈبہ کاؤنٹر پر رکھ دیا اور پلٹ گئی، سالن پک کر تیار تھا، منزہ نے نمک چکھا، نمک ٹھیک تھا اس نے دانستہ سالن میں نمک تیز کر دیا، تھوڑی دیر تک صالحہ اور فاخرہ لوٹ آئیں، منزہ روٹیاں تیار کر چکی تھی، اس نے ان کے آتے ہی کھانا ٹیبل پر چن دیا۔

''منزہ تم نے آج پھر نمک تیز کر دیا ہے۔''

گھر میں افراد خانہ اچھے کھانے کے دیوانے تھے، معمولی تیز نمک بھی کسی کو برداشت نہ ہوتا تھا، صالحہ نے پہلا لقمہ منہ میں ڈالتے ہی ناگواری کا اظہار کیا۔

''امی میں نے آخر میں نوشینہ کو سالن چکھایا تھا اور اسی نے نمک ڈالا تھا۔'' منزہ نے کمال ہوشیاری سے تمام ملبہ نوشینہ پر ڈال دیا۔

''بھابھی میں نے اپنے حساب سے چکھ کر چٹکی بھر نمک ہی ڈالا تھا۔'' نوشینہ نے فوراً اپنی صفائی دی، اس نے نمک کی اتنی مقدار نہ ڈالی تھی کہ نمک سالن میں اس قدر تیز ہو جاتا۔

''تم نے سالن میں پانی کا حساب نہ رکھا ہو گا۔'' رمزہ نے نرمی سے نوشینہ کی صفائی رد کی، منزہ کا پلان کامیاب رہا تھا۔

''نوشینہ تمہیں نمک کم ڈالنا چاہیے تھا۔'' صالحہ نے بیٹی کو بری طرح گھر کا، وہ روٹھی ہو گئی،

نمک تیز ہونے کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی، بھلا چٹکی بھر نمک سے سالن میں نمک کیسے اس قدر تیز ہوگیا، منزہ صاف بچ گئی تھی۔

''چلیں امی آپ کھانا کھائیں میں اس میں ابھی آلو ڈال لیتی ہوں۔'' منزہ نے کمال ہوشیاری و معصومیت سے نوشینہ کی سائیڈ لی وہ اب بھی نوشینہ کو دوسروں کی نظر میں برا بنانے میں کامیاب رہی تھی، صالحہ کے ماتھے کی سلوٹیں صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ انہیں بیٹی پر سخت غصہ ہے، رمزہ اور فاخرہ بھی کھانا زہر مار کر رہی تھی، صرف وہی تھی جسے سالن لذیز لگ رہا تھا۔

☆☆☆

نوشینہ کے ایگزامز ختم ہو گئے تھے، اس کے پیپرز بہت اچھے ہوئے تھے، وہ میڈیکل میں ایڈمیشن کے لئے پرامید تھی، وہ آخری پیپر دے کر آئی تو لمبی تان کر سوگئی، اسے شام کو منزہ نے آ کر جگایا تھا وہ اس کے لئے چائے بنا کر لائی تھی، نوشینہ چائے دیکھ کر کھل اٹھی، اسے حقیقتاً چائے کی طلب ہو رہی تھی۔

''شکریہ بھابھی۔'' وہ فریش ہو کر آئی تو ممنونیت سے اس کے قریب بیٹھ کر کپ لبوں سے لگایا۔

''شکریہ کیسا یار، میں تمہاری بڑی بہنوں جیسی ہوں۔'' منزہ نے مصنوعی لگاوٹ سے اسے خود سے لپٹا لیا، وہ اس کی راہ کا کانٹا تھی، وسیم کی محبتوں کا مرکز، منزہ ان بیویوں میں سے تھی جو شوہر کی توجہ کا ارتکاز صرف اپنی ذات کے گرد پسند کرتی ہیں انہیں شوہر کی توجہ کا مرکز کہیں اور ہو، بالکل پسند نہیں آتا، خواہ وہ ان کی ماں اور بہن ہی کیوں نہ ہو، وہ شوہر کی نگاہ کا مرکز صرف خود کو دیکھنا پسند کرتی ہیں اور پھر منزہ کو تو اس کی وجہ سے وسیم کی نظروں میں گر کر اس کی ناراضگی بھی سہنا پڑی تھی پھر وہ بھلا کیسے اسے آسانی سے معاف کر دیتی، وہ دھیرے دھیرے اپنی سازشوں کے جال کی بنت جاری رکھے ہوئے تھی اور دوسری طرف مصنوعی لگاوٹ و محبت سے وسیم، نوشینہ اور امی کا دل بھی جیتے ہوئے تھی، اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی مکاری و فریب کو صالحہ جیسی جہاندیدہ عورت کی نگاہیں بھی نہ بھانپ سکی تھیں، اسی لئے اسے کھل کر اپنی سازش پر عمل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

''تمہارا پیپر کیسا ہوا؟'' منزہ ہر بار اس کے پیپر دے کر آنے پر اس کے پیپر کا ضرور پوچھتی تھی۔

''زبردست بھابھی! مجھے پوری امید ہے کہ میرا میڈیکل میں ایڈمیشن ہو جائے گا۔'' نوشینہ کے تمام پیپرز بہترین ہوئے تھے اسے فائنل ائیر میں بھی بہترین مارکس کی امید تھی، اس کے چہرے پر پرامید مسکراہٹ پھیل گئی۔

''انشاءاللہ۔'' منزہ نے خلوص دل سے کہا، اس کا مقصد اسے گھر والوں اور خصوصاً شوہر کی نظروں میں گرانا تھا اسے نوشینہ کی کامیابیوں سے نہ کوئی لینا دینا تھا اور نہ ہی کوئی حسد، اسے کوئی فرق نہ پڑتا تھا کہ نوشینہ کا ایڈمیشن میڈیکل میں ہوتا ہے یا نہیں۔

☆☆☆

''نوشینہ تم رمزہ کے ساتھ مشین لگا لو۔'' صالحہ کو دو روز سے بخار تھا، وہ ہر ویک اینڈ پر بیٹی کے ساتھ مشین لگاتی تھیں اور ہفتے بھر کے سب افراد خانہ کے کپڑے دھو ڈالتی تھیں اس روز فاخرہ کی کھانا اور منزہ کی صفائی کی باری تھی، رمزہ کو کھانے کے برتن دھونا تھے جو صالحہ نے فاخرہ اور منزہ کو مل کر دھونے کا کہا تھا، نوشینہ پیپرز سے فراغت کے بعد رزلٹ کے انتظار میں تھی اس کی

صبح نو بجے سے پہلے نہ ہوتی تھی، نوشینہ سو کر اٹھی تو صالحہ نے بیٹی کو مخاطب کیا، نوشینہ نے ناشتہ کرنے کے بعد رمزہ کے ساتھ واشنگ مشین لگا لی۔

صفائی کرتی منزہ کو وارڈ روب میں ٹنگے وسیم کے ان دھلے نئے سوٹ کا خیال آیا تو وہ سوٹ دینے اوپر چلی آئی، ان کے ہاں کپڑوں کی دھلائی چھت پر کی جاتی تھی، رمزہ غالباً فیضان کو سلا رہی تھی، امی اپنے کمرے میں جبکہ نوشینہ واش روم میں تھی منزہ کو موقع غنیمت لگا، مشین ابھی لگی تھی اور اس میں سارے ہلکے رنگوں کے مردانہ سوٹ دھل رہے تھے وسیم کے سوٹ کا رنگ تیز تھا اس نے سوٹ نظر بچا کر مشین میں ڈال دیا اور تیزی سے نیچے آ گئی۔

صالحہ ناسازی طبیعت کے باعث پوتے کو سنبھالنے کی پوزیشن میں نہ تھیں، فیضان کے سونے کا ٹائم تھا وہ سویا تو رمزہ مشین کا بزر سن کر باہر آ گئی۔

''نوشینہ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہلکے مردانہ رنگوں کے کپڑے مشین میں ڈالو تم نے وسیم کا نیا تیز کلر کا سوٹ بھی ڈال دیا، سارے سوٹ خراب ہو گئے ہیں۔'' وسیم کا سوٹ پہلی بار دھل رہا تھا اس کا رنگ نکل کر دوسروں کے کپڑوں پر چڑھ گیا تھا، سارے سوٹ بدرنگ اور خراب ہو گئے تھے، نوشینہ واش روم سے نکلی تو رمزہ غصے سے اس پر چڑھ دوڑی، فیضان رو رہا تھا، وہ اسے کپڑے مشین میں ڈالنے اور سرف کی مقدار سمجھا کر فیضان کو سلانے چلی گئی تھی، وہ واپس لوٹی تو کپڑوں کا حشر ہو چکا تھا، منزہ تک اوپر سے آوازیں صاف پہنچ رہی تھیں، مگر وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رہی۔

''بھابھی یہ سوٹ میں نے نہیں ڈالا ہے۔''

نوشینہ بھی اپنے دفاع میں ڈٹ گئی، اس نے ہلکے رنگوں کے کپڑے ہی ڈالے تھے، وہ بھابھی کی بتائی سرف کی مقدار ڈالنے کے بعد واش روم میں کپڑے چینج کرنے چلی گئی تھی، تاکہ کپڑے دھونے کے بعد صاف کپڑے پہن لے۔

''میں تم سے پہلے فیضان کو سلانے چلی گئی تھی، یہاں صرف تم تھی۔'' رمزہ کو اس کی ڈھٹائی پر غصہ آ گیا، مشین کے پاس کوئی آیا بھی نہ تھا تو پھر اس کے علاوہ یہ کام اور کس کا ہو سکتا ہے اور وہ تھی کہ صاف منکر ہو رہی تھی۔

''بھابھی آپ نے مشین میں پانچ سوٹ ڈالنے کو کہا تھا، میں نے پانچ ہی ڈالے تھے چھٹا سوٹ مجھے نہیں علم کس نے ڈالا ہے، میں واش روم میں تھی۔'' نوشینہ حقیقت بیان کرنے سے باز نہ آئی، اس نے سپنر سے سوٹ نکال کر باقاعدہ گنے، وہ چھ تھے۔

''نوشینہ تم جاؤ میں کر لوں گی۔'' وہ اپنی بات پر ڈٹی تھی رمزہ کو شدید غصہ آ گیا۔

''بھابھی آپ......''

''تم جاؤ یہاں سے۔'' رمزہ غصے سے اس کی بات کاٹ کر دھاڑی، وہ خفگی سے منہ موڑ کر کپڑے بلیچ ملے پانی میں ڈبونے لگی، نوشینہ بے بسی سے اپنے انگلیاں مروڑتی رہی، اس کا دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا، لیکن اسے بھولے سے بھی یاد نہ آیا تھا کہ اس نے چھ سوٹ ڈالے ہیں، ان سوٹس میں سب سے زیادہ وسیم بھائی کا پسندیدہ سوٹ خراب ہوا تھا۔

''کیا ہوا بھابھی؟'' رمزہ اس کی موجودگی نظر انداز کیے بلیچ میں ڈبوے کپڑے جانچ رہی تھی کہ منزہ چہرے پر معصومیت طاری کیے چلی آئی، رمزہ آف موڈ سے اسے خراب کپڑوں کے متعلق بتانے لگی۔

''منزہ تم بھابھی کے ساتھ کپڑے دھلوا دو، نوشینہ میرے ساتھ برتن دھلوا دے گی۔'' فاخرہ بھابھی بھی ان کی اونچی آوازوں پر اوپر آ گئی تھیں، منزہ کے چہرے پر وسیم کے نئے سوٹس خراب ہونے کا سن کر بھی کوئی تشویش نہ تھی، فاخرہ کو شک گزرا لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا، اس نے پریشان کھڑی نوشینہ کا ہاتھ پکڑا اور منزہ کا جواب سنے بغیر نیچے آ گئی، وہ منزہ سے کلوز ہونے سے اس کی نیچر کو کافی سمجھ چکی تھی، منزہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی، وہ خود بری طرح پھنسی تھی۔

''منزہ تم وسیم کا سوٹ صاف کرو۔'' رمزہ مشین کا بزر بجنے پر اٹھ گئی، مشین کا دوسرا راؤنڈ بھی مکمل ہو چکا تھا، منزہ مطمئن تھی کہ کسی کو اس پر شک نہیں گزرا ہے۔

☆☆☆

''نوشینہ تمہیں شرم آنی چاہیے تم کتنی ڈھٹائی سے مکر رہی ہو۔'' وسیم اپنے پسندیدہ سوٹ کا حشر دیکھ کر آگ بگولہ ہوا جا رہا تھا، نوشینہ نے اپنی صفائی دینا چاہی تو وسیم غصے سے اس پر الٹ پڑا، وسیم پہلی بار نوشینہ پر برسا تھا یہی منزہ کی بڑی کامیابی تھی۔

''وسیم تم اس پر ضرورت سے زیادہ غصہ کر رہے ہو، بچی ہے وہ۔'' صالحہ نوشینہ کے آئے دن کی شکایتوں سے زچ ہو چکی تھیں انہوں نے اس معاملے میں چپ سادھ لی تھی، انہوں نے اسے مناسب پر سمجھانا زیادہ بہتر سمجھا تھا، فاخرہ مسلسل اس کی طرفداری کر رہی تھی نہ جانے کیوں اسے منزہ پر شک تھا مگر وہ بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے اس کا نام بھی نہ لے سکتی تھی۔

''وسیم آپ اب جانے بھی دیں جب سے آئے ہیں اسے ڈانٹے چلے جا رہے ہیں۔'' منزہ نے دھلے کپڑے تہہ کر کے دانستہ وارڈ روب میں نہ رکھے تھے تاکہ وسیم کی خود نظر پڑ جائے اور وہ شکایت لگا کر بری نہ بنے کہ اسے وسیم کی نظروں میں اپنا مقام بھی بچانا تھا، منزہ نے وسیم کے خوب دل کی بھڑاس نکالنے تک چپ سادھے رکھی، پھر وہ نوشینہ کی حمایت کے لئے میدان میں کود پڑی، وہ نوشینہ کی ہمدردی بھی جیتنا چاہتی تھی، وہ ایک تیز سے دو شکار کھیل رہی تھی، نوشینہ بھائی کے ڈانٹنے پر صدمے سے گنگ تھی، نوشینہ کو دکھ ڈانٹ پڑنے کا نہ تھا اسے سارا دکھ وسیم سے ڈانٹ پڑنے کا تھا، وسیم تو اس پر جان چھڑکتا تھا، وسیم کو لمحہ بھر کو ندامت ہوئی، نوشینہ نے پہلی بار مشین لگائی تھی اسے کپڑے دھونے کا تجربہ نہ تھا، وہ اسے ضرورت سے زیادہ ڈانٹ چکا تھا، وہ لب بھینچے کمرے سے نکل گیا، منزہ نوشینہ کو دلاسا دینے لگی، فاخرہ کو اس کے ڈھکوسلے سے چڑ ہونے لگی وہ کھانا لگانے اٹھ گئی۔

☆☆☆

نعیم بھائی کی پروموشن ہوئی تھی، انہیں کمپنی نے بنگلہ دیا تھا، وہ نئے گھر میں شفٹ ہو رہے تھے، صالحہ بے حد افسردہ تھیں وہ اپنے تینوں بیٹوں کو اکٹھا دیکھنا چاہتی تھیں، انہوں نے بیوگی کے کئی سال انہی بیٹوں کے سر پر کاٹے تھے، ان کی اولاد نے بھی انہیں مایوس نہ کیا تھا، وہ تینوں ماں کے بے حد فرمانبردار تھے اس روز نعیم نے نئے گھر شفٹنگ کے لئے آفس سے چھٹی کی تھی، صالحہ صبح سے کئی بار چپکے چپکے آنسو بہا چکی تھیں۔

''امی آپ ہمارے ساتھ رہیں۔'' نعیم نے وقت رخصت خلوص دل سے ماں کو پیش کش کی اس نے تہہ دل سے خواہش کی تھی کہ ماں ان کے ساتھ رہے، وہ بھی بھائیوں سے الگ ہونے پر افسردہ تھا۔

''نہ بیٹا میں بیاہ کر اس گھر میں آئی تھی میرا

جنازہ یہیں سے اٹھے گا۔" صالحہ منہ پر دوپٹہ رکھ کر رو دیں، نوشینہ بھی ماں کے ساتھ آنسو بہانے لگی۔

رمزہ، فاخرہ اور منزہ بھی افسردہ تھیں، منزہ کی دونوں جیٹھانیوں سے کوئی پرخاش نہ تھی، رمزہ کے جانے پر اداسی تھی گھر کا ماحول عجب بوجھل سا تھا۔

"امی اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔" نعیم نے تڑپ کر ماں کے لبوں پر ہاتھ رکھا، اس نے نوعمری میں باپ کو کھویا تھا وہ ماں کو نہ کھونا چاہتا تھا۔

"نوشینہ تم میرے ساتھ ہی چلو۔" نعیم نے روتی ہوئی بہن کو اپنی محبت بھری آغوش میں سمو لیا تھا، نعیم کا اپنا دل بھی بھر بھر کر آ رہا تھا۔

"میں امی کے ساتھ رہوں گی، وہ اکیلی ہو جائیں گی۔" نوشینہ نے قطعیت سے انکار کر دیا۔

"امی آپ چند روز رہ کر آ جایئے گا، اب انکار نہ کیجئے گا۔" نعیم نے دھونس بھری محبت سے ماں کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، وہ انکار نہ کر سکیں۔

"اب تو چلو گی نا جنگلی بلی۔" نعیم نے پیار سے بہن کی ناک دبائی، وہ مسکرا دی، صالحہ کا دل اولاد کی کامیابیوں پر شاداں اور دعا گو تھا۔

☆☆☆

فاخرہ بالائی منزل پر شفٹ ہو گئی تھی، منزہ کو نیچے کا مکمل پورشن مل گیا، نوشینہ کبھی کبھار نیچے کا چکر لگا لیتی تھی، اس کا دل ننھے فیضان کے بغیر نہ لگتا تھا، وہ فیضان سے بے حد اٹیچ تھی، وہ بھی اپنی توتلی زبان میں پھپھو، پھپھو کہتا نہ تھکتا تھا، صالحہ بھی ہر وقت پوتے کو یاد کرتی رہتی تھیں، فاخرہ کی شادی کو ساڑھے پانچ سال ہو چکے تھے، وہ ابھی تک اولاد جیسی نعمت سے محروم تھی، وہ فیضان کے جانے سے اولاد کی کمی مزید شدت سے محسوس کرنے لگی تھی وہ صالحہ اور نوشینہ کی زبان سے ہر وقت فیضان کا نام سن کر بھی احساس کمتری میں گھرنے لگی تھی۔

دل عجب بوجھل اور اداس رہنے لگا تھا کہ قدرت کو اس پر رحم آ گیا اس کی طبیعت گری گری تھی صالحہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئیں تو ڈاکٹر نے چند ٹیسٹ کے بعد انہیں جو خوشخبری سنائی اس نے صالحہ اور فاخرہ کی آنکھیں نم کر دیں، فاخرہ کے آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے اس نے گھر آتے ہی شکرانے کے نوافل ادا کیے تھے، حسن اتفاق کہ انہی دنوں منزہ بھی پریگنیٹ ہو گئی تھی صالحہ اور نوشینہ کے مارے خوشی کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے، انہی خوشیوں بھرے گزرتے دنوں میں نوشینہ کا ایف ایس سی کا رزلٹ بھی آ گیا وہ شاندار مارکس سے پاس ہوئی تھی اسے با آسانی شہر کے معروف میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا، رمزہ دیورانیوں کو مبارکباد دینے بطور خاص آئی تھی اور دونوں کو کئی مفید مشورے بھی دیئے تھے۔

تینوں بھائیوں نے بہن کے ایڈمیشن کی خوشی میں شہر کے فائیو سٹار ہوٹل میں چھوٹی سی مکس گیدرنگ کی تھی جس میں قریبی لوگ مدعو تھے، منزہ اولاد جیسی خوشی پا کر بھی نوشینہ کے لئے دل میں وسعت نہ پیدا کر سکی تھی اسے ہوٹل کا آئیڈیا پسند نہ آیا تھا ہوٹل میں زیادہ خرچے کا اندیشہ تھا، وہ گھر میں پارٹی کرنے کے حق میں تھی، وسیم بہن کی پارٹی ہوٹل میں کرنے کے لئے سب سے زیادہ پرجوش تھا منزہ لاکھ چاہ کر بھی حرف اعتراض زبان پر نہ لا سکی تھی اور اسے یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑا تھا۔

☆☆☆

"وسیم کیا ضرورت تھی آپ کو اتنی فضول خرچی کی۔" وہ نوشینہ کی پارٹی سے ابھی گھر لوٹی

تھی، محدود گیدرنگ کے باوجود پینتیس چالیس افراد ہو گئے تھے جن میں تینوں بہوؤں کے میکے آپی کے سسرالی اور قریبی رشتے دار تھے، وسیم کی پھپھو نہ تھی صرف ایک چچا تھا جبکہ ننھیال میں تین خالہ اور دو ماموں تھے، اس کے دونوں ماموں اور دو خالائیں ابراڈ سیٹل تھے جبکہ تیسری خالہ فاخرہ بھابھی کی امی تھیں، پارٹی پر پچیس ہزار لگ گئے تھے، تینوں بھائیوں نے برابر پیمنٹ کی تھی، منزہ کو شوہر کے آٹھ ہزار بھی کافی کھل رہے تھے، وسیم فریش ہو کر واش روم سے نکلا تو منزہ نے فوراً اعتراض جڑ دیا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وسیم بہن کے خلاف کبھی بھی اک حرف سننے کا بھی روادار نہ رہا تھا، ماں بننے کی خوشخبری پا کر منزہ خوش فہمی کا شکار ہو کر کھلم کھلا اعتراض جڑ گئی تھی، اس کی خوش گمانی تھی کہ وسیم اب اس کے زیادہ نخرے اٹھائے گا آخر وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی اس کا وسیم پر زیادہ حق تھا، وسیم رشتوں میں اعتدال کا قائل تھا اس نے کرختگی سے بیوی کی خوش گمانی دور کی تھی۔

''وہ میرا مطلب تھا کہ اب دیکھیں نا آٹھ ہزار کا خرچہ ہو گیا ہے، ہماری اپنی فیملی......'' منزہ کی خوش گمانی کسی حد تک قائم تھی جبھی تو اس نے اعتماد سے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔

''منزہ آگے ایک لفظ مت کہنا، ہماری فیملی بننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں اپنی فیملی کے لئے بچت کے چکر میں ماں بہن سے غافل ہو جاؤں۔'' وسیم نے اس کا نقطہ نظر فوراً پک کر کے اسے سختی سے وارن کیا تھا، اس کا موڈ بری طرح بگڑا تھا، وہ ہوٹل سے کافی خوشگوار موڈ میں لوٹا تھا۔

''سوری وسیم میں تو ایسے ہی ایک بات کر رہی تھی مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ خفا ہو جائیں گے۔'' منزہ نے منافقت سے پینترا بدلا، وہ وسیم کا موڈ آف نہ کرنا چاہتی تھی دراصل اسے بے بی کی شاپنگ کرنے جانا تھا وسیم خفگی میں صاف انکار کر کے اسے امی کو ساتھ لے جانے کا بھی کہہ سکتا تھا جبکہ وہ وسیم کے ساتھ شاپنگ کرنے جانا چاہتی تھی۔

''ہماری شادی کو سال ہونے والا ہے مگر تمہیں نہ جانے کب پتہ چلے گا کہ نوشینہ میرے لئے کیا ہے۔'' وسیم کا غصہ کم ہوا تھا مگر ٹھنڈا نہ ہو سکا تھا، وہ خفگی سے چادر اوڑھ کر لیٹ گیا، منزہ ہار ماننے والوں میں سے نہ تھی، وہ نہ تو دل سے نوشینہ کے لئے کدورت مٹا سکی تھی اور نہ ہی وسیم کے دل سے بہن کی چاہت کم کر سکی تھی۔

''وسیم میں سوری کر رہی ہوں نا۔'' وہ میک اپ صاف کر چکی تھی سو لائٹ آف کرتی بیڈ پر آ گئی، اس کے لہجے سے تفکر عیاں تھا۔

''او کے اب سو جاؤ، مجھے صبح آفس بھی جانا ہے۔'' وسیم نے موڈ خوشگوار کر لیا۔

ڈاکٹر نے منزہ کو ٹینشن لینے سے منع کیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ منزہ کسی قسم کی ٹینشن لے سو اسے اپنا موڈ بحال کرنا ہی پڑا تھا، وہ سونے کے لئے لیٹ گئی۔

☆☆☆

''منزہ تم زارا اور سارا کے لئے کہیں کوشش کرو۔'' آپی کا فون آیا تھا، وہ دونوں چھوٹی بہنوں کے لئے بے حد متفکر تھیں بھائی بھابھی اپنی دنیا میں مگن تھے انہیں دونوں کی پرواہ نہ تھی بھابھی تو غیر تھیں لیکن بھائی تو اپنے تھے مگر وہ بھی بہنوں کے فرائض سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے، دونوں ماسٹرز کے بعد پرائیویٹ سکول میں جاب

کر رہی تھیں اور گھر میں بچوں کو ٹیوشنز بھی پڑھا رہی تھیں، دونوں کی آمدنی کا خاصا معقول ذریعہ تھا، وہ بھابھی کو بھی گھر خرچ کے لئے ہر ماہ معقول رقم دیتی تھیں، آپی اور منزہ کی دونوں کی عمروں میں شادیاں طے ہو چکی تھیں جبکہ ابھی ان دونوں کے رشتوں کا سلسلہ بھی شروع نہ ہوا تھا، آپی میکے گئی تھیں تو بھائی بھابھی کی لاپرواہی پر سوائے کڑھنے کے کچھ نہ کر سکی تھیں، انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں بہنوں کے لئے رشتے دیکھنے شروع کر دیئے تھے، انہیں کوئی معقول رشتہ نہ مل رہا تھا، اسی لئے انہوں نے منزہ کو بھی اس مہم میں شریک کر لینے کی ٹھانی تھی۔

''جی آپی میں خود دونوں کے لئے پریشان رہتی ہوں۔'' منزہ سے میکے کے حالات پوشیدہ نہ تھے، وہ سسرال میں کسی سے ذکر بھی نہ کر سکتی تھی کہ اس نے تو آتے ہی نوشینہ سے بیر باندھا ہوا تھا، بہن کا شیدائی وسیم تو اسے فوراً طعنہ دینے سے نہ چوکتا اسے بھی چھوٹی بہنوں کی بے حد فکر رہتی تھی، امی زندہ ہوتیں تو یقیناً حالات مختلف ہوتے۔

وہ بیٹیوں کی کمائی کے ذریعے ہی ان کا خاصا جہیز تیار کر چکی ہوتیں، دونوں بہنوں نے اپنا مشترکہ بینک اکاؤنٹ کھلوایا ہوا تھا، جس میں ہر ماہ ہزاروں روپے جمع ہوتے تھے، منزہ کو اطمینان تھا کہ رشتے طے ہونے پر دونوں بھائی بھابھی کے پیسے کی محتاج نہ ہوں گی۔

''خالی پریشان رہنے سے کچھ نہیں ہوگا، تم کوشش بھی کرو منزہ، کامیابی ہمیشہ کوشش سے ملتی ہے۔'' آپی نے رسانیت سے مدبرانہ لہجہ اپنایا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اللہ بہتر کرے گا۔''

منزہ نے اسے تسلی دی، اسے دونوں بہنوں کی فکر تو تھی مگر اسے خود ان کے لئے رشتے تلاش کرنے کا خیال نہ آیا تھا، اگر آپی اسے احساس نہ دلاتی تو شاید اسے کبھی خیال بھی نہ آتا۔

''بھابھی چائے۔'' نوشینہ چائے لئے آ گئی، اس کے ہاتھ میں دو کپ تھے اس کا ارادہ منزہ کے ساتھ چائے پینے کا تھا۔

''آپی اللہ حافظ پھر بات کریں گے۔'' وہ نوشینہ کے سامنے اس ٹاپک پر کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی، اس نے الوداعی کلمات ادا کر کے فون بند کر دیا اور گھونٹ گھونٹ چائے پینے لگی، نوشینہ اس سے باتوں میں مگن تھی، وہ غائب دماغی سے ہوں ہاں کیے جا رہی تھی اس کا دھیان آپی کی باتوں میں اٹکا تھا، اب اسے کچھ کرنا تھا آپی کی فکر بے وجہ نہ تھی خاندان میں زارا سارا کی ہم عمر کزنز منگنی شدہ ہو چکی تھیں جبکہ ان دونوں کی بھیا کو کوئی فکر ہی نہ تھی۔

☆☆☆

زارا کی سالگرہ تھی، منزہ اسے کوئی قیمتی گفٹ دینا چاہتی تھی، ان کے ہاں کبھی سالگرہ کے لئے اہتمام نہ ہوا تھا وہ دونوں بہنوں کو ان کے برتھ ڈے پر گفٹ دے دیا کرتی تھی اس کی شادی کے بعد زارا کی پہلی سالگرہ تھی، منزہ نے شاپنگ کا پروگرام بنا لیا وہ اس کے لئے سوٹ لینا چاہتی تھی اس روز وسیم آفس سے لوٹا تو وہ مارکیٹ جانے کے لئے تیار تھی، وسیم چینج کیے بنا اس کے ساتھ ہو لیا۔

''وسیم نوشینہ کے لئے یہ سوٹ کیسا رہے گا؟'' منزہ کے چالاک ذہن میں پلان مکمل تھا، نوشینہ کو آتشی گلابی رنگ بالکل پسند نہ تھا جبکہ زارا کا یہ فیورٹ کلر تھا اور اس کی گوری مائل گندمی رنگت پر جچتا بھی خوب تھا، وہ پچھلے دو گھنٹوں سے سوٹ سلیکٹ کرنے کے لئے خوار ہو رہی تھی مگر اسے پسند نہ آ رہا تھا اور جو پسند آیا اس کی قیمت

آسمان سے باتیں کرتی، وہ وسیم کے ڈر سے سوٹ نہ خریدتی، وہ نوشینہ کی پارٹی ہوٹل میں کرنے پر خرچے پر اعتراض کر چکی تھی اب زارا کے لئے مہنگا سوٹ خرید کر وسیم کی نظروں سے نہ گرنا چاہتی تھی، اسے آتشی گلابی کلر کا نفیس کڑھائی کا جدید سٹائلش سوٹ پسند آ گیا تھا۔

"نوشینہ کو یہ کلر پسند نہیں ہے تم کوئی اور دیکھ لو۔" وسیم نے سوٹ ریجیکٹ کر دیا، منزہ آسانی سے سوٹ سے دستبردار ہونے والی نہ تھی، اس کے ذہن میں پلان مکمل تھا۔

"آپ اس کا ڈیزائن دیکھیں، کتنا زبردست اور سٹائلش ہے، نوشینہ کی گوری رنگت پر کلر خوب سوٹ کرے گا۔" منزہ نے ڈسپلے پر لگی قمیص کا دامن پھیلایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تم کوئی اور ڈیزائن دیکھ لو نوشینہ کو یہ کلر پسند نہیں ہے۔" وسیم کلر کی وجہ سے ہچکچا رہا تھا، نوشینہ ڈیزائن پسند آ جانے کے باوجود سوٹ کلر کی وجہ سے ریجیکٹ کر دیتی۔

"ہم دو اڑھائی گھنٹوں سے خوار ہو رہے ہیں کوئی ڈھنگ کا ڈیزائن نہیں ہے۔" منزہ اپنی شاپنگ مکمل کر چکی تھی اسے زارا کے لئے سوٹ پسند نہ آیا تھا اسے بمشکل یہ سوٹ پسند آیا تھا۔

"یار اس ڈیزائن میں اور کلر دکھاؤ۔" وسیم نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے سیلز بوائے کو مخاطب کیا جو ان کی تکرار سے اکتا کر دوسری گاہک خواتین کی طرف متوجہ ہو چکا تھا، سیلز بوائے نے اس ڈیزائن میں تین مختلف کلر نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیئے۔

"وسیم یہ ڈیزائن نیا اور سٹائلش بھی ہے اور اسی کلر میں خوب جچ بھی رہا ہے۔" وسیم عمیق نگاہوں سے سوٹس کا جائزہ لے رہا تھا کہ منزہ نے اپنی بات پر زور دیا، وسیم اس کی بات سے متفق تھا اسے بھی یہ ڈیزائن اسی کلر میں پسند آ رہا تھا۔

"یار یہ کلر پیک کر دو۔" وسیم نے چند ثانیے سوچنے کے بعد سیلز بوائے کی طرف سوٹ بڑھایا تو منزہ کا چہرہ اندرونی خوشی سے کھل اٹھا، وسیم کو توقع تھی کہ نوشینہ رد نہ کرے گی، وہ بامروت لڑکی تھی، منزہ تصور میں زارا کو یہ سوٹ زیب تن کیے دیکھ رہی تھی، اس کے لبوں پر بار بار مکارانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

☆☆☆

"یہ تمہارے لئے نوشینہ۔" انہیں گھر لوٹتے گیارہ بج گئے تھے، سب ان کے انتظار میں بھوکے تھے منزہ نے آتے ہی فاخرہ کے ساتھ کھانا لگایا اور کھانے کے بعد فاخرہ کے ساتھ کچن سمیٹ کر آئی تو پونے بارہ ہو چکے تھے، ندیم بھائی اور وسیم سونے جا چکے تھے، نوشینہ شاپنگ دیکھنے کے اشتیاق میں جاگ رہی تھی اور اس نے امی کو بھی زبردستی ساتھ بٹھا رکھا تھا، حالانکہ انہیں شدید نیند آ رہی تھی، منزہ نے ساری شاپنگ دکھانے کے بعد شاکنگ پنک کلر کا خوبصورت سٹائلش ڈیزائن کا سوٹ نوشینہ کو تھمایا جسے اس نے اشتیاق سے تھام لیا اور بچوں کی سی بے تابی سے کھولنے لگی۔

"یہ کلر بھابی۔" جونہی سوٹ شاپر سے پھسل کر اس کی گود میں گرا اس کا منہ ذرا سا لٹک گیا، وہ کھول کر ڈیزائن دیکھنے لگی، اسے ڈیزائن بے حد پسند آیا تھا بلاشبہ ڈیزائن شاندار تھا لیکن کلر۔

وہ شاپنگ کے دوران اکثر اپنے کئی پسند کردہ سوٹس محض کلر کی وجہ سے چھوڑ دیتی تھی اس کے تاثرات جانچتی منزہ کا دل مطمئن تھا نوشینہ لاڈلی تھی وہ اپنی پسند پر کمپرومائز نہ کرتی تھی۔

"تھینک یو بھابھی۔" وہ بامروت، بالحاظ اور محبت کرنے والی لڑکی بھی تھی اسے رشتے نبھانا

آتے تھے وہ منزہ کا اطمینان رخصت کرتی سوٹ شاپنگ بیگ میں ڈالنے لگی، منزہ کا پلان ناکام رہا تھا، اسے سو فیصد یقین تھا کہ نوشینہ سوٹ واپس کردے گی اور وہ وسیم سے نوشینہ کے خلاف کئی گلے شکوے کرکے سوٹ زارا کو تھما دیتی، یوں وہ ایک تیر سے دو شکار کرلیتی، وسیم بہن سے بھی بدظن ہو جاتا کہ وہ پہلی بار نوشینہ کے لئے کچھ خرید کر لائی تھی اس نے زارا کی خاطر اسی کلر پر اصرار کیا تھا حالانکہ اس ڈیزائن میں میرون کلر بھی بے حد اچھا لگ رہا تھا اور وہ یہ سوٹ زارا کو تھما دیتی، وہ آپ اپنے جال میں یوں پھنسی تھی کہ پر بھی نہ پھڑپھڑا پائی تھی، منزہ مرد تا ہنس بھی نہ سکی تھی۔

☆☆☆

نوشینہ کی کلاسز سٹارٹ ہو چکی تھیں، وہ باقاعدگی سے کالج جانے لگی تھی، اس کی پرانی سہیلیوں میں سے زیادہ تر نے بی ایس سی میں ایڈمیشن لیا تھا اور جو میڈیکل میں گئی تھیں ان کا ایڈمیشن مختلف کالجز میں ہوا تھا، سو اس کے ساتھ کوئی پرانی دوست نہ تھی، اسے نئی دوست بنانے میں خاصی دلچسپی نہ تھی، وہ اپنے کام سے کام رکھتی تھی اور کلاس فیلوز سے ضرور تاً بات کرتی تھی۔

''ایکسکیوزمی۔'' نوشینہ فری پریڈ میں لان میں بیٹھی اسٹڈی میں محو تھی اس کی کلاس فیلو طاہرہ آ گئی، نوشینہ نے سر اٹھایا طاہرہ چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ لئے کھڑی تھی۔

''جی!'' نوشینہ اتنی بدلحاظ بھی نہ تھی کہ کسی کی دوستی و خلوص کا جواب بر تپاک انداز میں نہ دے سکی، اس نے جواباً دھیمی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بک بند کردی۔

''آج میری دوست نہیں آئی، میں تنہا بور ہو رہی تھی مجھے آپ تنہا نظر آئیں تو میں ادھر آ گئی۔'' طاہرہ نے بے تکلفی سے اس کے سامنے براجمان ہوتے ہوئے گویا اپنی آمد کا مقصد بتایا، اس کی بیسٹ فرینڈ بیمار تھی اس نے دو دن کی لیو لی تھی، جواباً نوشینہ کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

''کیا آپ کا کوئی دوست نہیں ہے۔''

طاہرہ کو یہ لڑکی پہلے روز سے بے حد بھائی تھی، وہ نوشینہ کی ریزروڈ طبیعت کی وجہ سے اس سے فرینک نہ ہو پائی تھی، اسے آج قدرت نے موقع دیا تھا، اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''نہیں۔'' نوشینہ نے مختصر جواب دیا، اس کے لہجے و انداز سے بے زاری مترشح نہ تھی، مگر وہ طاہرہ کی کمپنی کو انجوائے بھی نہ کر رہی تھی۔

''کیا میں آپ کی دوست بن سکتی ہوں؟''

طاہرہ نے دوستانہ انداز میں اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''شیور وائے ناٹ۔'' نوشینہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا، وہ پہلی لڑکی تھی جس نے اسے دوستی کی آفر کی تھی، اس کی بیشتر کلاس فیلوز لئے دیئے رہتی تھیں اس نے بھی کسی کو دوستی کی آفر نہ کی تھی۔

''ہم آج سے دوست ہیں، الوینہ تو پرسوں آئے گی، میں آپ کو اس سے بھی ملاؤں گی۔''

طاہرہ نے دبے جوش کا اظہار کیا، وہ اپنے اکلوتے انجینئر بھائی کے لئے رشتے دیکھ رہی تھی، مگر اسے کوئی لڑکی بھا ہی نہ رہی تھی، اگر الوینہ انگیجڈ نہ ہوتی تو وہ بیسٹ فرینڈ کو بھابھی بنا لیتی، اسے نوشینہ بے حد پسند تھی مگر وہ اس کے متعلق کچھ نہ جانتی تھی، طاہرہ دو بہن بھائی تھے، والدین نے اکلوتی بہن کو اکلوتی بھابھی کے انتخاب کا کلی اختیار دے رکھا تھا، وہ ویل آف فیملی کا حصہ تھی اسے نوشینہ بھی ویل آف فیملی کی لگی تھی، اس نے دو تین بار نوشینہ کو گاڑی میں کالج آتے جاتے دیکھا تھا۔

''شیور۔'' نوشینہ نے سر اثبات میں ہلا کر اسے سند دوستی دے دی تھی۔

☆☆☆

''ارے تم۔'' طاہرہ اور نوشینہ کی چند روز میں ہی بے حد بے تکلفی ہو گئی تھی، طاہرہ دو روز سے نوشینہ کے گھر آنے کا اصرار کر رہی تھی، وہ اپنے والدین کو بھی نوشینہ سے ملوانا چاہتی تھی نوشینہ نے اسے اپنے گھر کا ایڈریس سمجھا دیا، اسے امی نے کسی فیملی کی آمد کا بتایا تو وہ متجسس سی اپنے کمرے سے باہر نکلی، وہ طاہرہ سے لپٹ گئی اسے طاہرہ کی اتنی جلد آمد کی توقع نہ تھی۔

''بہن جی، آذر میرا اکلوتا بیٹا ہے وہ مشہور کمپنی میں بہترین پوسٹ پر بطور انجینئر جاب کر رہا ہے، آپ جیسے چاہیں اپنی تسلی کر سکتی ہیں، بس ہمیں انکار نہ کیجئے گا۔'' نوشینہ چائے و دیگر لوازمات مہمانوں تک پہنچا کر طاہرہ کو اپنے کمرے میں لے کر چلی گئی، ندیم اور وسیم آفس میں تھے، سو طاہرہ کے والدین کو صالحہ نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا، فاخرہ بھی وہیں تھی، منزہ کو نئے مہمانوں کی آمد پر کھد بد ہو رہی تھی وہ بھی اوپر چلی آئی اس کا اندازہ درست تھا، مہمانوں کی آمد بلاوجہ نہ تھی، اسے نوشینہ سے بیک وقت حسد بھی محسوس ہو رہا تھا اور اس کی قسمت پر رشک بھی آ رہا تھا وہ ابھی اٹھارہ سال کی ہوئی تھی اور اس کے لئے بہترین رشتہ آ گیا تھا، جبکہ زارا اور سارا کو ماسٹرز کیے دو تین سال گزر گئے تھے اور کوئی مناسب رشتہ نہ مل پایا تھا، آپی اور وہ دونوں کے لئے رشتے تلاش کر رہی تھیں دونوں کو ہی اپنی ایجوکیٹڈ اور اونچے خواب رکھنے والی بہنوں کے لئے کوئی رشتہ پسند نہ آ رہا تھا، آپی کو پچھلے ہفتے زارا کے لئے ایک رشتہ پسند آ گیا تھا لڑکا ماسٹرز کے بعد کسی کمپنی میں جاب کر رہا تھا، اس کی پے بہترین تھی مگر فیملی بڑی تھی، زارا نے سنتے ہی صاف انکار کر دیا تھا زارا جیسی اونچے خواب بننے والی لڑکی کے لئے بڑی فیملی میں ایڈجسٹ ہونا مشکل امر تھا۔

''آپ کی بات ٹھیک ہے بہن لیکن ابھی ہماری بچی کی عمر ہی کیا ہے، ابھی اس کا پہلا سال شروع ہوا ہے۔'' صالحہ بیٹی کو جلد بیاہنے کے حق میں نہ تھی وہ کم از کم اس کی تعلیم مکمل کروانا چاہتی تھیں۔

''ہمیں اس کی پڑھائی پر کوئی اعتراض نہیں ہے وہ طاہرہ کے ساتھ پڑھتی رہے۔'' طاہرہ کی والدہ ان کے انکار پر مایوس ہو گئیں، انہیں بھی نوشینہ بے حد پسند آئی تھی۔

''بہن دراصل شادی کے بعد بچوں کی توجہ پڑھائی سے ہٹ جاتی ہے۔'' صالحہ کو ان کی فیملی ویل آف اور مہذب لگی تھی، وہ خاصے دولت مند بھی تھے، انہیں انکار کرتے دکھ ہو رہا تھا، اگر یہی رشتہ دو تین سال بعد آتا تو وہ منگنی کر کے شادی تعلیم مکمل ہونے تک ٹال دیتیں، وہ اب منگنی کے حق میں بھی نہ تھیں جبکہ طاہرہ کے فیملی ہتھیلی پر سرسوں جمائے شادی کا ذکر کر رہے تھے۔

''آپ کو ہم سے بالکل کوئی شکایت نہ ہو گی بہن جی، ہم نوشینہ کی پڑھائی کا پورا خیال رکھیں گے۔'' طاہرہ کے والد نے بھی گفتگو میں حصہ لیا، انہیں ان کی فیملی کا رکھ رکھاؤ بے حد پسند آیا تھا، انہوں نے ملنسار و مہمان نوازی کی انتہا کر دی تھی۔

''آپ آذر کو دیکھ لیں ہمیں یقین ہے آپ انکار نہ کر سکیں گی۔'' طاہرہ کی والدہ کا بس نہ چل رہا تھا کہ ان سے ہاں کروا کر ہی اٹھیں، صالحہ سخت کشمکش میں تھیں، فاخرہ ان کی مشکل سمجھ رہی تھی ان کی جگہ کوئی بھی بیٹی کی ماں ہوتی تو یقیناً اس

کے لئے فیصلہ اتنا ہی مشکل ہوتا۔
''آنٹی پلیز...... آپ۔'' فاخرہ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا، صالحہ بار بار انکار کر کے شرمندگی محسوس کر رہی تھیں، فاخرہ نے ان کی مدد کرنا چاہی تھی۔
''بیٹا آپ ہمارا کارڈ رکھ لیں اور اس فرائیڈے کو آپ ہماری طرف انوائیٹ ہیں۔'' تبسم بیگم فیصلہ کر چکی تھیں، وہ نوشینہ کو بہو بنانا چاہتی تھیں، انہوں نے فاخرہ کی بات کاٹ کر پرس سے کارڈ نکال کر میز پر رکھا اور کھڑی ہو گئیں، دروازے پر گفتگو سنتی منزہ کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے، وہ سرعت سے پیچھے ہٹ گئی، صالحہ اور فاخرہ مہمانوں کو گیٹ تک رخصت کرنے گئیں، منزہ تیزی سے اندر گھس گئی۔

محمد کمال احمد، سپئیر پارٹس مرچنٹ
ماڈل ٹاؤن، بلاک نمبر 1 بنگلہ نمبر 402 لاہور
رابطہ نمبر

منزہ نے کارڈ چند لمحوں میں حفظ کر کے میز پر رکھ دیا اور دبے قدموں پیچھے لوٹ گئی تھی۔

☆☆☆

''کیسی ہو منزہ؟'' وہ آپی کو فون کر کے میکے آنے کی تاکید کر کے میکے آ گئی تھی، آپی اس کے پہنچنے سے پہلے وہاں موجود تھیں، زارا اور سارا سکول گئی ہوئی تھیں، سوئے اتفاق بھابھی میکے گئی ہوئی تھیں اس نے آنے سے پہلے بھیا کو فون پر اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی، وہ گھر تھے، بھیا نے محبت سے اس کی خیریت پوچھی، بھیا بھلے بہنوں کے فرائض سے غافل سہی لیکن وہ ان سب سے بے حد محبت کرتے تھے، وہ بیوی کی پڑھائی پٹیوں کے باوجود آپی اور اس کی میکے آمد پر ان کی خوب خاطر تواضع کرتے تھے بلکہ ان کے ساتھ خاصا وقت بھی گزارتے تھے۔

''ٹھیک ہوں بھیا، آپ کو اب ہماری کیا پروا کاش امی زندہ ہوتیں۔'' منزہ کو بھابھی کی غیر موجودگی میں کھل کر گلے شکوے کرنے کا موقع مل گیا تھا، بھیا شرمندگی سے چپکے رہے۔
''بھیا آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے؟'' آپی نے منزہ کو تنبیہی نظروں سے گھورتے ہوئے گفتگو کا رخ بدلا، وہ بھیا سے بہنوں کی شادیوں کے متعلق صاف بات کرنا چاہتی تھی، بھیا کا موڈ نہایت خوشگوار تھا اگر وہ غصے میں آ کر خفا ہو جاتے تو دونوں بہنوں کا آنا بے کار جاتا۔
''اللہ کا شکر ہے وقت بہترین گزر رہا ہے۔'' بھیا نے خوشدلی سے جواب دیا، آپی اور منزہ کو بیک وقت بھابھی پر غصہ آیا تو ناشکرے پن کا ہر وقت مظاہرہ کرتے ہوئے خرچے کی تنگی کا رونا روتی رہتی تھیں اور نندوں سے ہر ماہ خاصی رقم اینٹھ لیتی تھیں، بھیا نے چند ماہ بیشتر جاب کے ساتھ سائیڈ بزنس شروع کیا تھا جو خاصا پھل پھول رہا تھا۔
''آپ پھر بھابھی کو منع کریں وہ ہر ماہ زارا اور سارا سے رقم کیوں لیتی ہیں بھیا دونوں کے پاس رقم ہو گی تو انہی کی شادیوں کے وقت کام آئے گی۔'' منزہ کی زبان کو کھجلی ہوئی۔
''کیا لبنیٰ ان دونوں سے رقم لیتی ہے؟ وہ تو مجھ سے ہر ماہ دونوں کے جیب خرچ کے ضمن میں کئی ہزار لے لیتی ہے۔'' بھیا حیرت کی زیادتی سے چیخ اٹھے، وہ دونوں بھابھی کی غلط بیانی پر سلگ اٹھیں، لبنیٰ شوہر سے سارا، زارا کا نام لے کر خاصی رقم لیتی تھی، بھیا غصے و بے یقینی و شرمندگی سے دونوں سے نظریں نہ ملا پا رہے تھے، انہوں نے لبنیٰ کو گھر کے تمام معاملات کا کلی اختیار دے رکھا تھا، وہ ان سے غلط بیانی یا دھوکہ دہی کرے گی انہیں گمان تک نہ تھا۔

''میں لبنیٰ سے بات کروں گا۔'' بھیا کا رنگ غصے سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔

''بھیا رہنے دیں بھابھی اپنا بھانڈا پھوٹنے پر بجائے شرمندہ ہونے کے الٹا انہی دونوں پر بگڑیں گی۔'' آپی نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا، بھیا لمبی آہ بھر کر رہ گئے، وہ غلط نہ کہہ رہی تھی وہ لبنیٰ کی نیچر سے واقف تھے، لبنیٰ نے امی کی ڈیتھ کے بعد انہیں چھوٹی بہنوں کے فرائض سے بالکل غافل کر دیا تھا، وہ خاصی آمدنی ہونے کے باوجود ہر وقت منگائی کا رونا روتی رہتی تھی بھیا دل میں بہنوں کے فرائض سے غافل ہونے پر نادم تھے۔

''بھیا آپ نے دونوں کے رشتوں کے متعلق کیا سوچا ہے۔'' آپی نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگائی، منزہ اسے نوشینہ کے لئے آئے رشتے اور صالحہ کے تذبذب کے متعلق بتا چکی تھی، وہ منزہ کے پلان میں شامل تھی، دونوں اتنے بہترین رشتے کو چھوڑنے کے حق میں نہ تھیں، ان کی آمد بھی اسی ضمن میں تھی، وہ بھیا سے رشتہ ڈسکس کرنا چاہتی تھیں۔

''میں نے لبنیٰ سے ذکر کیا تھا کہ وہ دونوں کے رشتے دیکھے۔'' بھیا نے دھیمے لہجے میں جواب دیا ان کے لہجے سے ندامت جھلک رہی تھی، وہ لبنیٰ پر اندھا اعتماد کرتے تھے اور لبنیٰ انہیں دھوکہ دے رہی تھی۔

''پھر بھابھی نے کیا کہا۔'' منزہ نے دلچسپی سے پوچھا، لبنیٰ کی شادی میں رتی بھر دلچسپی نہ تھی، وہ شوہر کی آمدنی کا ایک دھیلا بھی دونوں کی شادی پر خرچنے کی روادار نہ تھی، وہ دونوں کی آمدنی سے معقول رقم اکٹھی ہونے تک چپ سادھے رکھنا چاہتی تھی۔

''اس نے رشتے کروانے والیوں سے کہہ رکھا ہے۔'' بھیا کو بھابھی پر یقین تھا سو انہوں نے لبنیٰ کا دیا جواب من وعن سنا دیا۔

''بھیا رشتے کرانے والیاں کہاں اتنی مخلص ہو کر کام کرتی ہیں ہماری نظر میں اک رشتہ ہے آپ چھان بین کریں اور ہم ان کے ہاں ہو آئی ہیں پلیز بھابھی سے ذکر نہ کیجئے گا۔'' منزہ نے بھیا کو تنبیہ کرتے ہوئے رشتے کا ذکر کیا، وہ جانتی تھی کہ لبنیٰ کی اس رشتے پر رال ٹپکے گی، اس کی اپنی چھوٹی بہن کنواری بیٹھی تھی منزہ کو بھول گیا تھا کہ وہ بھی نند کے حق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔

''تم بے فکر ہو کر بتاؤ۔'' بھیا نے اپنے فرائض سے غافل کافی وقت گزار لیا تھا وہ اب ازالہ چاہتے تھے، منزہ انہیں تفصیلاً بتانے لگی۔

''منزہ یہ غلط ہوگا، ابھی آنٹی نے ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا ہے وہ لوگ بھی آنٹی کے جواب کے منتظر ہوں گے۔'' بھیا نے سنتے ہی انکار کر دیا، آپی بھی اس کی ہمنوا تھی۔

''بھیا آنٹی تو انکار کر چکی ہیں وہی لوگ خواہ مخواہ آس لگائے بیٹھے ہیں۔'' آپی نے برا منہ بنایا، اسے نوشینہ سے ذاتی پرخاش نہ تھی وہ صرف بہن کی ہمدردی میں اس کا ساتھ دے رہی تھی اور پھر اگر زارا کا رشتہ ادھر طے ہو جاتا تو وہ ساری زندگی عیش کرتی، نہ سسرال کا جھنجھٹ اور نہ ہی خرچے کا آئے روز کا رونا دھونا، طاہرہ بیاہ کر اپنے گھر چلی جاتی تو زارا ہی راج کرتی۔

''لیکن کنزیٰ......'' بھیا ابھی بھی تذبذب تھے انہیں یہ نامناسب لگ رہا تھا کہ وہ رشتے پر رشتہ ڈال کر کسی کی بات بگاڑیں، ممکن تھا کہ آنٹی بیٹوں سے مشورہ کے بعد مان جائیں۔

''بھیا آپ کیوں زیادہ سوچ رہے ہیں، آپ کو تو دعا کرنی چاہیے کہ زارا کی ادھر بات بن جائے، ویسے بھی زارا کا ادھر رشتہ ہونے سے آپ کی ہی واہ واہ ہونی ہے کہ بھائی نے ماں کے

مرنے کے بعد بہنوں کے لئے زبردست بر ڈھونڈا ہے۔" منزہ کا شاطر ذہن ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے تھا، بھیا فطرتاً نیک دل تھے، وہ ان دونوں کی طرح خودغرض نہ تھے کہ اپنی بہنوں کی خوشیوں کے لئے کسی کی بہن کی خوشی چھین لیتے، منزہ نے کمال مہارت سے ان کی کمزور رگ پر ہاتھ رکھا۔

"منزہ صحیح کہہ رہی ہے جو لوگ دونوں کی منگنی میں دیر ہونے پر اعتراض کر رہے ہیں اس طرح ان رشتے داروں کی زبانیں بند ہو جائیں گی۔" بھیا سوچ میں گم تھے، منزہ کا تیر عین نشانے پر لگا تھا، آپی نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں خوب داد دی، وہ دل سے بہن کی ذہانت کی قائل ہو گئی تھی۔

"تمہارا آئندہ کا کیا پلان ہے۔" بھیا کسی حد تک ان سے متفق ہو گئے تھے، انہیں منزہ کی زبانی رشتے کی تفصیلات سن کر رشتہ بے حد پسند آیا تھا۔

"بھیا میں اور آپی دو چار روز میں کسی بھی بہانے سے ان کے ہاں جائیں گے اور زارا کا رشتہ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔" منزہ کا پلان مکمل تھا صرف بھیا کو بیچ میں شامل کرنا باقی تھا، وہ اب بھی رضا مند تھے، منزہ کے چہرے کا اطمینان قابل دید تھا۔

"تم دونوں بیٹھو، میں کھانا لے کر آتا ہوں۔" باتوں میں کافی وقت گزر گیا تھا، کھانے کا ٹائم ہوا تو بھیا ہوٹل سے کھانا لانے چلے گئے، زارا، سارا کے سکول سے آنے کا بھی ٹائم ہو چکا تھا۔

"منزہ اگر تمہارے سسرال میں کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو......" باتوں میں محو آپی کو دفعتاً خیال آیا تو انہوں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی وہ منزہ کو حالات کی نزاکت کا احساس دلانا چاہتی تھی، وسیم بہن کا شیدائی تھا وہ اس سے خفا ہو سکتا تھا اور خدانخواستہ بات زیادہ بڑھ سکتی تھی۔

"اول تو ہم ان سے نوشینہ یا آنٹی کا حوالہ دیئے بغیر ملیں گے اور دوسرا میں ان لوگوں سے آنٹی یا فاخرہ بھابھی کے سامنے نہ ملی تھی، اگر کل کو یہ بات کسی طرح کھل بھی گئی تو کوئی بھی بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔" منزہ نے بے خوف لہجے میں آپی کا خدشہ چٹکیوں میں اڑا دیا، وہ آپی سے مسز کمال کے گھر جانے کا دن اور وقت طے کرنے لگی تھی ان لوگوں کو بیٹے کی شادی کی جلدی تھی وہ کسی طور دیر نہ کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

"نوشینہ یار تم پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو گی تم شادی کے بعد میرے ساتھ کالج جا سکتی ہو، تم اپنے گھر میں بات کرو نا۔" طاہرہ کو بمشکل کوئی لڑکی بھابھی بنانے کے لئے بھائی تھی، الوینہ غیر حاضر تھی، وہ دونوں فری پریڈ میں کینٹین میں بیٹھی تھیں، طاہرہ اس کے گھر والوں کے صاف انکار پر خاصی افسردہ تھی، مما اور ڈیڈی خاصے پرامید تھے کہ وہ لوگ ان کے ہاں چکر لگا کر مطمئن ہو جائیں گے۔

"طاہرہ میری امی ابھی میری شادی نہیں کرنا چاہتی ہیں اور پھر میں بھی اپنی تمام توجہ پڑھائی پر مرکوز نہ رکھ سکوں گی، پلیز تم بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" نوشینہ نے گھر میں طاہرہ کی والدین سمیت آمد کا مقصد سن لیا تھا، وہ حیران تھی کہ طاہرہ نے کبھی اس سے ایسا ذکر نہ کیا تھا، اسے طاہرہ جیسی دوست ملنے پر رشک بھی آیا تھا، جس نے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا حالانکہ وہ چاہتی تو اپنے بھائی سے نوشینہ کی ملاقات با آسانی کروا سکتی تھی، طاہرہ کو روزانہ کالج آذر ہی پک اینڈ

ڈراپ کرنے آتا تھا، طاہرہ نے تو الوینہ سے بھی دونوں کے رشتے کا ذکر نہ کیا تھا۔

"آذر بھیا بہت اچھے ہیں وہ تمہارا بہت خیال رکھیں گے نوشینہ۔" طاہرہ کا بس نہ چل رہا تھا کہ حالات کو اپنے موافق کر لیتی، مما بھیا کی جلد شادی کرنا چاہتی تھیں وہ پانچ سال انتظار کرنے کے موڈ میں قطعاً نہ تھیں۔

"انہیں کہو پھر میرا انتظار کر لیں۔" نوشینہ نے سرسری مذاق کیا تھا، نوشینہ کو اپنے گھر والوں کا ہر فیصلہ دل و جان سے قبول تھا، اسے بھی شادی کی کوئی جلدی نہ تھی، ڈاکٹر بننا اس کا خواب تھا وہ ہر صورت اپنا خواب پورا کرنا چاہتی تھی وہ بھی امی کی بات سے سو فیصد متفق تھی کہ شادی کے بعد لڑکی کی توجہ بٹ جاتی ہے، اسے گھر اور شوہر کو بھی بھرپور وقت دینا پڑتا ہے۔

طاہرہ برا مان کر اٹھ گئی، وہ ناراض ہو چکی تھی، نوشینہ جانتی تھی کہ اس کی خفگی چند لمحوں سے زیادہ کی نہ تھی سو وہ اطمینان سے کوک کے سپ لیتی رہی۔

☆☆☆

"محمد کمال احمد، ماڈل ٹاؤن۔" منزہ نے مطلوبہ بنگلہ کے سامنے کھڑے ہو کر نیم پلیٹ پر لکھا ایڈریس پڑھ کر مکمل تسلی کے بعد بیل پر انگلی رکھ دی وہ گھر میں آپی کے گھر جانے کا بتا کر آئی تھی وہ کنزیٰ کو گھر نکلنے سے پہلے کال کر کے تیار رہنے کی ہدایت کر چکی تھی دونوں کو مطلوبہ بنگلہ ڈھونڈنے کے لئے زیادہ تگ و دو نہ کرنا پڑی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" چوکیدار نے دو انجان لڑکیوں کو سر تا پا کڑے تیوروں سے گھورا۔

"مسز کمال گھر ہیں؟" منزہ نے چہرے پر ٹشو پھیرتے ہوئے حلق تر کیا، پٹھان چوکیدار کی خونخوار کڑی نظروں نے اس کا حلق خشک کر دیا تھا، وہ ہراساں نظروں سے بنگلہ کا طائرانہ جائزہ بھی لے رہی تھی چوکیدار کوئی جواب دیئے بنا گیٹ بند کر کے اندر چلا گیا۔

"اُف۔" آپی اور منزہ نے بیک وقت اپنا رکا سانس بحال کیا، وہ دونوں گیٹ کے اوپر سے نظر آتے بنگلہ کا جائزہ لینے لگیں، بنگلہ نہایت شاندار اور مکینوں کی امارت و عمدہ ذوق کا عکاس تھا، دونوں کی نظروں میں واضح پسندیدگی جھلک رہی تھی، وسیع و عریض بنگلہ اپنی مالیت کا خود منہ بولتا اشتہار تھا، منزہ کو نوشینہ سے حسد محسوس ہوا۔

"آئیں۔" چوکیدار چند لمحوں بعد آ کر انہیں اپنی معیت میں لے کر اندر چلا گیا اور انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر پلٹ گیا۔

"السلام علیکم!" وہ دونوں بیش قیمت ڈیکوریشن پیسز اور کارپٹ سے سجے ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے میں محو تھیں کہ مسز کمال آ گئیں۔

"وعلیکم السلام!" دونوں ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے کے بعد قیمتی فرنیچر کی مالیت کا تخمینہ لگا رہی تھیں کہ آواز پر چونک کر اچھل پڑیں، دونوں کی زبانوں سے بیک وقت ہکلاہٹ زدہ جواباً سلامتی نکلی۔

"ارے آپ۔" مسز کمال کنزیٰ کو پہچان کر پرتپاک انداز میں آگے بڑھیں، ان کی خوش قسمتی تھی یا شاید قسمت ان کی راہ ہموار کر رہی تھی مسز کمال کنزیٰ کی پڑوسن کی نند نکلی تھیں، وہ ناصرہ کے ہاں دو چار بار مسز کمال سے مل چکی تھی۔

"آپ۔" کنزیٰ خلاف توقع تبسم باجی کو دیکھ کر خوشگوار حیرت میں گھر گئی، شاید قدرت ان پر مہربان تھی، منزہ کو کھد بد ہو رہی تھی، وہ تو آپی کو اپنے توسط سے یہاں لائی تھی جبکہ ادھر تو معاملہ

ہی الٹ نکلا تھا۔

''باجی یہ میری بہن منزہ ہے، ہم ادھر سے گزر رہے تھے اچانک ہمیں پیاس لگی تو ہم نے آپ کی بیل بجا دی۔'' کنزیٰ نے کمال صفائی سے بہانہ گھڑا ابھی اسے یہی بہانہ ناصرہ سے بھی کرنا تھا، باجی کا مہینہ میں دو تین بار بھائی کے گھر چکر لگ جاتا تھا، وہ اس سے ان کی آمد کا ذکر کر سکتی تھیں۔

''کوئی بات نہیں یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔'' تبسم نے محبت سے اسے ٹوکا، اس کی کنزیٰ سے چند بار ملاقات ہوئی تھی، وہ کنزیٰ سے مل کر خاصی متاثر بھی ہوئی تھیں انہیں کنزیٰ کی ملنسار اور رکھ رکھاؤ اور محبت بھری نیچر نے بے حد متاثر کیا تھا، انہوں نے اپنائیت بھری خفگی سے اسے گھورا، جیسے دونوں میں برسوں کی شناسائی ہو، کنزیٰ ہنس کر رہ گئی۔

''باجی آپ نے خواہ مخواہ تکلف کیا۔'' ملازمہ تھوڑی دیر تک کولڈ ڈرنکس اور دیگر لوازمات سے سجی ٹرالی لئے آ گئی، انہوں نے خاصا تکلف کر ڈالا تھا۔

''تکلف کیسا کنزیٰ۔'' تبسم مسکرا کر پلٹیں۔ میز پر چننے لگیں پھر انہوں نے دونوں کو کولڈ ڈرنکس پیش کیں، منزہ نے کنزیٰ کی واقفیت نکل آنے پر مصلحتاً خاموشی سادھ رکھی تھی، اس کا کام توقع سے زیادہ آسان ثابت ہوا تھا۔

''آنٹی آپ کے بچے کتنے ہیں؟'' کنزیٰ ان سے اِدھر اُدھر کی باتوں میں مگن تھی، منزہ خاموش بور ہو رہی تھی گھر پر بوجھل خاموشی چھائی ہوئی تھی صرف انہی دونوں کی گفتگو کی آوازیں تھیں۔

''ہماری مختصر فیملی ہے ایک بیٹا اور بیٹی، بیٹا اور شوہر آفس ہیں جبکہ بیٹی اپنے کمرے میں اسٹڈی کر رہی ہے۔'' وہ منزہ کی بوریت بھانپ چکی تھیں انہوں نے تفصیلاً جواب دیتے ہوئے اسے شریک گفتگو کیا۔

''باجی آپ کے گھر کتنی خاموشی ہے آپ بہو لے آئیں۔'' کنزیٰ نے اصل گفتگو کی راہ ہموار کی، انہوں نے بہو کا ذکر نہ کیا تھا کنزیٰ نے فوراً بہانے سے مشورہ دے ڈالا تھا۔

''میں آذر کے لئے ایک رشتہ دیکھ رہی تو ہوں دیکھو کب بات بنتی ہے۔'' تبسم نے خوشدلی سے ان کے مشورے کو قبول کیا وہ دونوں ان کا اشارہ سمجھ گئی تھیں۔

''آنٹی کیا کوئی مسئلہ ہے؟'' منزہ نے بے چینی سے پہلو بدل کر خالی گلاس ٹیبل پر رکھا اس نے صرف کولڈ ڈرنک پینے پر اکتفا کیا تھا۔

''لڑکی کی عمر خاصی کم ہے، اس کے گھر والے اپنی بچی کی جلد شادی کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔'' تبسم کے لہجے سے نرمی عیاں تھی، انہیں ملنے جلنے والے اکثر گھر کی تنہائی دور کرنے کے لئے بہو لانے کا مشورہ دیتے رہتے تھے انہوں نے اسے کبھی اپنے معاملات میں مداخلت جان کر برا نہ مانا تھا۔

''پھر آپ نے کہیں اور رشتہ دیکھا باجی۔'' آپی نے انہیں ٹٹولا وہ ان کی مبہم گفتگو سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں ناکام رہی تھی۔

''میں نے ان لوگوں کو اپنے ہاں فرائیڈے کو انوائیٹ کیا تھا مگر وہ نہیں آئے، میں نے انہیں فون پر دوبارہ انوائیٹ کیا ہے۔'' تبسم کی کنزیٰ سے خاصی بے تکلفی تھی وہ انہیں بے تکلفی سے ہر بات بتا رہی تھیں، آذر اور کمال کی جمعہ کو چھٹی ہوتی تھی، وہ چاہتی تھیں کہ لڑکی والے آذر کو بھی دیکھ لیں انہیں یقین تھا کہ لڑکی والوں کے فیصلے میں آذر سے ملنے کے بعد تبدیلی آ جاتی مگر وہ

آنے پر ہی رضامند نہ تھے۔

''آنٹی آپ کہیں اور رشتہ دیکھ لیں۔'' منزہ حسد سے جل کر خاک ہوئی جارہی تھی وہ اپنی بہن کی راہ ہموار کرنا چاہتی تھی جبکہ تبسم کی آنکھوں میں صرف نوشینہ جچ چکی تھی، وہ نوشینہ کو بہو بنانے کی آس میں کہیں اور رشتہ ڈھونڈنے یا دیکھنے تک کی روادار نہ تھیں۔

''آج کل اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں۔'' تبسم نے مایوسی سے سر ہلایا۔

''آنٹی آپ ہماری چھوٹی بہن زارا دیکھ لیں وہ ماسٹرز کر چکی ہے پھر آپ کو شادی کی جلدی بھی ہے۔'' منزہ سے زیادہ دیر صبر نہ ہوسکا، اس نے ڈھٹائی سے ذکر کر دیا، کنزیٰ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا، اسے منزہ کی جلد بازی پر ہمیشہ تاؤ آتا تھا، وہ سبھاؤ سے بات کرنے کو تھی کہ منزہ بول پڑی تھی، اس نے آنے سے پہلے منزہ کو کئی بار جلد بازی سے کام لینے سے روکا تھا، جلد بازی میں اکثر بنتے کام بگڑ بھی جاتے ہیں، وہ نہیں چاہتی تھی کہ جلد بازی انہیں مہنگی پڑے تبسم کے چہرے کے زاویے بدل گئے۔

''باجی دراصل اس کا مطلب ہے کہ آپ کو تو بیٹے کی شادی کی جلدی ہے اور لڑکی والے آپ کے ہاں آنے تک کے روادار نہیں ہیں تو ان کا انتظار فضول ہے آپ بیٹے کے لئے اور رشتہ دیکھ لیں۔'' کنزیٰ کی بات سنبھالنے کی کوشش کی تبسم کو منزہ پر غصہ آنے لگا تھا، انہوں نے کنزیٰ کی بروقت مداخلت پر چہرے پر جبری مسکراہٹ طاری کی تھی، انہیں منزہ کا انداز کچھ خاص پسند نہ آیا تھا۔

''کنزیٰ تم کتنی بہنیں ہو؟'' تبسم نے منزہ کو سر تا پا دیکھتے ہوئے کنزیٰ سے استفسار کیا منزہ کے چہرے پر ندامت کا کوئی سایہ تک نہ تھا، وہ کنزیٰ سے یکسر مختلف تھی، کنزیٰ نرم خو، ملنسار اور ہمدرد طبیعت کی صاف دل لڑکی تھی تو منزہ خود پسند، منہ پھٹ اور کینہ توز طبیعت کی مالک تھی، منزہ نے زارا کا ذکر کیا تھا نہ جانے وہ کنزیٰ کا پرتو تھی کہ منزہ کا۔

''باجی ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہیں، ہم دو بہنیں اور ایک بھائی شادی شدہ ہیں اور زارا کے لئے رشتہ دیکھ رہے ہیں۔'' کنزیٰ ان کے سوال کا مقصد سمجھ کر کسی خوش گمانی کا شکار نہ ہوئی تھی، تبسم کن اکھیوں سے بار بار خاموش بیٹھی منزہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''تم دونوں نے تو کولڈ ڈرنک کے علاوہ کچھ اور تو لیا ہی نہیں۔'' تبسم کو یکا یک حق میزبانی نبھانے کا خیال آیا تو انہوں نے شامی کباب اور رولز سے بھری پلیٹیں دونوں کے سامنے رکھیں، دونوں نے اخلاقاً مسکراتے ہوئے رولز اور شامی کباب اٹھا لئے، تبسم کے سنجیدہ چہرے سے کچھ بھی اخذ کرنا مشکل تھا، انہوں نے گفتگو کا رخ بدل ڈالا تھا۔

☆☆☆

منزہ کے ہاں وقار اور فاخرہ کے ہاں توصیف نے جنم لیا تھا، صالحہ بیگم بے حد خوش تھیں، ان کا آنگن بچوں کی قلقاریوں سے گونج اٹھا تھا، منزہ چھلے کے بعد میکے رہنے آئی ہوئی تھی، صالحہ نے فون کر کے تبسم سے معقول الفاظ میں معذرت کر لی تھی، وہ شرمندہ تھیں کہ وہ ان کا مان نہ رکھ سکی تھیں تبسم نے مجبوراً بیٹے کے لئے لڑکیاں دیکھنا شروع کر دی تھیں، انہیں کنزیٰ کی بہن کا خیال آیا تو انہوں نے ناصرہ سے کنزیٰ کا فون نمبر لے کر اس سے رابطہ کیا تھا، کنزیٰ زیادہ دن گزرنے اور منزہ کے منہ پھٹ جلد باز انداز پر

مایوس ہو چکی تھی، تبسم کے فون نے اس میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی تھی، وہ خوشی سے گنگ رہ گئی تھی۔

"ضرور باجی آپ جب چاہیں میری طرف آ جائیں، میں آپ کو اپنے ساتھ لے چلوں گی۔" کنزیٰ کا مارے خوشی سے برا حال تھا اس کا رواں رواں زارا کی خوش نصیبی کے لئے دعا گو تھا۔

"میں کل ناصرہ کی طرف آؤں گی، ہم کل ہی چلتے ہیں۔" تبسم کے خاندان میں آذر کی ہم عمر لڑکیاں نہ تھیں، کمال اکلوتی اولاد تھے، انہیں بیٹے کا رشتہ غیر خاندان میں مجبوراً کرنا پڑ رہا تھا، تبسم کو کنزیٰ کی بہن دیکھنے میں کوئی حرج نہ لگا تھا، انہوں نے جھٹ پروگرام طے کرنے کے بعد فون بند کر دیا، کنزیٰ کو بے چینی سے اگلے دن کا انتظار تھا۔

☆☆☆

"کنزیٰ تم اپنے بھیا اور بھابھی کے ساتھ کبھی ہمارے ہاں آؤ۔" تبسم اگلے روز ہی طاہرہ کو لے کر آ گئیں دونوں کو زارا پسند آئی تھی، وہ کنزیٰ کا پرتو تھی اس میں منزہ جیسی نخوت و کینہ توزی نہ تھی، دلکش زارا مدھم مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرے بے حد بھائی تھی، لبنیٰ بھابھی مہمانوں کی آمد پر چونک گئی تھیں لیکن اس نے بڑھ چڑھ کر مہمانوں کی خاطر مدارت کی تھی وقت رخصت تبسم زارا اور لبنیٰ کی بیٹی کو ہزار ہزار روپے کے نوٹ تھما گئی تھیں، تبسم و طاہرہ کے قیمتی ملبوسات اور زیورات سے امارت جھلک رہی تھی، تبسم جاتے جاتے سند پسندیدگی دے گئی تھیں، منزہ کی خوشی دیدنی تھی۔

"ضرور باجی ہم اسی ویک اینڈ پر چکر لگائیں گے۔" کنزیٰ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا انہیں زارا کے لئے توقع سے بڑھ کر اچھا رشتہ ملا تھا، تبسم کافی دیر بیٹھی رہی تھیں انہوں نے تفصیلاً ان کے گھر والوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں، طاہرہ بھی زارا سے خاصا گھل مل گئی تھی۔

اور پھر کنزیٰ بھائی بھابھی کے ساتھ کمال احمد کے گھر ہو آئی منزہ اپنے سسرال جا چکی تھی دونوں طرف شادی کی عجلت تھی سو مہینہ بھر میں زارا بیاہ کر اپنے گھر چلی گئی، بارات میں صالحہ اور فاخرہ تبسم اور کمال کو دیکھ کر ٹھٹکیں، انہیں منزہ پر شک ہوا۔

"ماں جی! منزہ نے اچھا نہیں کیا۔" فاخرہ کو منزہ کی ذہنیت سے دکھ پہنچا تھا، صالحہ کا ملال لمحہ بھر کا تھا، وہ رشتے سے انکار کر چکی تھیں لڑکے والے اپنے بیٹے کا جہاں چاہتے رشتہ کر دیتے، فاخرہ کا ملال کم نہ ہو رہا تھا۔

"آنٹی آپ۔" فاخرہ خصوصاً سٹیج پر جا کر تبسم سے ملی تھی، وہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ بیٹے اور بہو کے ہمراہ تصاویر کھنچوا رہی تھیں، فاخرہ نے اتفاقی ملاقات پر حیرت کا اظہار خوشگواریت سے کیا۔

"کنزیٰ میری بھابھی کی پڑوسن ہے زارا اس کی بہن ہے۔" تبسم نے مسکراتے ہوئے بہو سے ملوایا تھا، فاخرہ کو کوئی ثبوت نہ مل سکا تھا، منزہ صاف بچ گئی تھی۔

☆☆☆

وقت گزرتا رہا، منزہ کے ہاں وقار کے بعد زنیرہ اور فاخرہ کے ہاں توقیر نے جنم لیا دونوں کی زندگیاں کافی مصروف ہو چکی تھیں، نوشینہ کا میڈیکل کا تیسرا سال تھا، اس کا اکیڈمک ریکارڈ بہترین تھا، وہ دل و جان سے ڈاکٹری کی ڈگری کے حصول میں جتی تھی، صالحہ بیگم کو شوگر نے گھیر لیا تھا ان کا شوگر لیول اکثر ہائی رہتا تھا، سارا کا رشتہ کہیں طے نہ ہو سکا تھا، کنزیٰ اور منزہ شد و مد سے

اس کے لئے رشتے دیکھ رہی تھیں لیکن کہیں بات نہ بن پا رہی تھی، سارا کو زارا جیسا گھرانہ چاہیے تھا، لڑکا اکلوتا اور مالدار ہوتا کہ وہ بھی زارا کی طرح اپنے گھر میں راج کر سکے۔

انہی دنوں نوشینہ کے لئے کالونی کے نیازی صاحب کے بیٹے کا رشتہ آیا، جواد پائلٹ تھا، وہ دو بھائی اور دو بہنیں تھے، جواد کے بہن بھائی کی شادیاں ہو چکی تھیں مسز نیازی جواد کے لئے رشتے دیکھ رہی تھیں، انہوں نے کالونی کے پارک میں صالحہ اور نوشینہ کو واک کرتے اکثر دیکھا تھا، وہ نوشینہ کا ہاتھ مانگنے گھر پہنچ گئیں۔

''بہن ہمیں سوچنے کا موقع دیں، ہم جلد آپ کو کوئی جواب دیں گے۔'' مسز نیازی نے اپنا مدعا بیان کیا تو صالحہ انکار نہ کر سکیں، ان کی بیماری بڑھتی جا رہی تھی نوشینہ کا تھرڈ ائیر ختم ہونے کو تھا، وہ چاہتی تھیں کہ وہ نوشینہ کی منگنی کر دیں اور شادی کے لئے سال ڈیڑھ سال کا وقت لے لیں، مسز نیازی کو بھی شادی کی جلدی نہ تھی، انہوں نے شادی کی کوئی تیاری نہ کی تھی۔

''یہ میری چھوٹی بہو منزہ ہے۔'' فاخرہ میکے گئی ہوئی تھی منزہ مسز نیازی کے لئے چائے بنا کر لے آئی، مسز نیازی سے صالحہ نے منزہ کا تعارف کروایا، وہ مسکراتی وہیں ٹک گئی، مسز نیازی جواد کے متعلق تفصیلاً بتانے لگیں، منزہ کو جواد بے حد پسند آیا تھا، یہ محض اتفاق تھا کہ اسے سارا کے لئے جو رشتہ چاہیے تھا وہ تمام خوبیاں جواد میں موجود تھیں اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ آذر کی طرح جواد کا رشتہ بھی نوشینہ کے لئے آیا تھا۔

''ایکسیکوزمی۔'' زنیرہ رونے لگی تھی وہ معذرت کرتی اٹھ گئی، اس کو اب جلد کچھ کرنا تھا، صالحہ نے اس بار صاف انکار نہ کیا تھا، اس کے دل میں یہ قلق اٹھ رہا تھا کہ جیسے رشتے انہیں زارا اور سارا کے لئے درکار تھے ویسے رشتے نوشینہ کے لئے کیوں آتے تھے، ان دونوں کے لئے کیوں نہیں، وہ بھول گئی تھی کہ کچھ فیصلے تقدیر کے ہوتے ہیں اور انسان کو ہر حال میں تقدیر کے فیصلے کو ماننا پڑتا ہے انسان تقدیر سے لڑ نہیں سکتا، وہ صرف کوشش کر سکتا ہے، منزہ ایک بار پھر کوشش کرنے پر آمادہ تھی آخر وہ پہلے بھی تو صاف بچ کر کامیاب ٹھہری تھی۔

☆☆☆

''امی میں نیازی صاحب کی فیملی کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، وہ شریف مہذب اور سلجھے ہوئے لوگ ہیں۔'' صالحہ نے تینوں بیٹوں کو جواد کے رشتے کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے بلوایا تھا، نعیم نے اعتماد کا اظہار کر دیا، جواد کا بڑا بھائی نعیم کا کلاس فیلو رہ چکا تھا، دونوں کی برسوں سے دوستی تھی گزرتے وقت میں بڑھتی مصروفیات نے دونوں کو دور کر دیا، وہ دوران تعلیم اکثر ان کے گھر جاتا رہتا تھا، مسز نیازی اسے بیٹوں کی طرح چاہتی تھیں، نعیم کو یہ رشتہ بے حد پسند آیا تھا۔

''امی آپ ہاں کر دیں، منگنی اور پھر شادی کی تیاریوں میں سال دو سال لگ جاتے ہیں ان لوگوں کو شادی کی جلدی بھی نہیں ہے وہ انتظار کر لیں گے۔'' ندیم بھی اس رشتے پر متفق تھا جواد پڑھا لکھا، برسر روزگار اور سلجھی طبیعت کا مالک تھا، وہ آذر کے رشتے پر بھی راضی تھا مگر امی کے صاف انکار کے بعد اس نے امی سے اختلاف مناسب نہ سمجھا تھا، ان کی بات میں بھی وزن تھا، نوشینہ کی اسٹڈی کمپلیٹ ہونے میں دو سال تھے وہ آسانی سے تعلیم مکمل کر سکتی تھی۔

''امی اگر وہ شادی کے لئے بھی کہیں تو آپ انکار نہ کیجئے گا، اچھے رشتے آسانی سے نہیں ملتے ہیں۔'' یہ وسیم تھا ڈنر کے بعد سب کے لئے

چائے بناتی منزہ تک آوازیں پہنچ رہی تھیں، منزہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے، وسیم اس کے ارادوں سے بے خبر جلد شادی کرنے پر بھی راضی تھا، صالحہ شوگر اور ہائی بلڈ پریشر تھا، ان کا بی پی اکثر شوٹ کر جاتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ نوشینہ امی کی زندگی میں اپنے گھر بار کی ہو جائے۔

''بیٹا میری بھی یہی خواہش ہے کہ اب نوشینہ کی شادی ہو جانی چاہیے، میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، آج ہوں کل رہوں نہ رہوں۔'' صالحہ کے لہجے میں یاسیت در آئی، وہ اپنی زندگی میں نوشینہ کو اس کے گھر بار کا کرنا چاہتی تھیں ان سے منزہ کا نوشینہ سے بیر پوشیدہ نہ تھا، فاخرہ اپنی تھی وہ نوشینہ کو بہنوں جیسا چاہتی تھی۔

''میں مسز نیازی سے جلد رابطہ کرتی ہوں۔'' منزہ چائے لے کر اندر آ گئی، انہوں نے گفتگو سمیٹ دی، منزہ سب کو چائے سرو کرنے لگی، فاخرہ ان سے بارہا کہہ چکی تھی کہ امی منزہ نے آذر کا رشتہ چھینا ہے ہم سے، بظاہر اس کا کوئی کردار نہ تھا اور نہ ہی اس پر بلا ثبوت شک کیا جا سکتا تھا، مگر وہ اب محتاط ہو چکی تھیں وہ زارا کی شادی میں منزہ کا بطور بہو تعارف کروانے پر تبسم کی آنکھوں میں ابھرنے والی حیرت بھانپ گئی تھیں، تبسم نے منزہ کے متعلق اک حرف نہ کہا تھا اور دونوں میں صرف مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا تھا، تبسم کی آنکھوں کا تحیر صالحہ کے دل میں گڑ گیا تھا۔

''منزہ بیٹا نوشینہ کو بھی یہیں بلوا لو۔'' نوشینہ اپنے کمرے میں ٹی وی دیکھ رہی تھی، وہ اس کا چائے کا کپ اس کے کمرے میں لے جانے لگی تو صالحہ نے اسے مخاطب کیا، وہ تابعداری سے سر ہلا کر چلی گئی۔

☆☆☆

''منزہ تم پہلے صاف بچ گئی ہو، ضروری نہیں کہ اب بھی بچ جاؤ، وہ تمہارا گھر ہے تمہیں اس کی خیر خواہی سوچنی چاہیے۔'' وہ میکے گئی ہوئی تھی سارا صحن میں بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی تھی، اس کے پاس بچوں کی تعداد کافی بڑھ چکی تھی، جتنا وہ زارا کے ساتھ مل کر کماتی تھی اب وہ اتنا تنہا کما لیتی تھی، اس نے اپنی آمدنی کے زعم میں بھابھی کے رعب میں رہنا بھی چھوڑ دیا تھا، وہ سکول سے آ کر گھر کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی بھابھی کو اکیلے سارے گھر کا کام کرنا پڑتا تھا، وہ زارا سے مختلف تھی زارا بھابھی کے رعب میں بھی تھی اور ان کا گھر کے کاموں میں تھکاوٹ کے باوجود ہاتھ بٹاتی تھی، وہ تینوں بہنیں کمرے میں تھیں بھابھی ان کے پاس سے تھوڑی دیر پہلے اٹھ کر گئی تھیں، منزہ کو بات کرنے کا موقع مل گیا تھا، کنزیٰ آپی سنتے ہی بھڑک اٹھی، منزہ کینہ توز اور کدورت رکھنے والی تھی، آپی کو اندازہ نہ تھا کہ وہ شادی کے تین سال بعد بھی نوشینہ کو دل سے معاف نہیں کر سکی ہے، نوشینہ کو اپنی لف اسٹڈی کی وجہ سے منزہ کے پاس بیٹھنے تک کی فرصت نہ تھی، وہ اس کے لئے آیا دوسرا رشتہ بھی اچکنے کی فکر میں تھی، وہ پہلی بار صاف بچ کر خاصی نڈر ہو چکی تھی۔

''آپی آپ کو آخر بیچاری نوشینہ سے اتنا بیر کیوں ہے وہ وسیم بھائی کی بہن ہے کیا ہوا اگر وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' بیٹے کو تھپک تھپک کر سلانے میں ناکام زارا نے بھی اسے ٹوکا، وہ آذر کے ساتھ بے حد خوش تھی مگر تبسم اسے گاہے بگاہے منزہ کے منہ پھٹ ہونے کا طعنہ دے دیتی تھیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ساس کو منزہ کے ارادے کی بھنک بھی پڑے، تبسم بہت سلجھی طبیعت کی مالک تھیں لیکن انہیں زارا کا منزہ سے زیادہ

گھلنا ملنا بھی پسند نہ تھا، منزہ اپنے سسرال سے مخلص نہ تھی مبادا وہ بہن کو بھی الٹی سیدھی پٹیاں پڑھانا شروع کردے۔

''ہوں...... بہن...... محبت، وسیم نے ہمیشہ اسے مجھ پر فوقیت دی ہے۔'' منزہ کے لہجے سے نفرت کے شعلے لپک رہے تھے وہ وسیم کی محبت اور نیچر کو سمجھ ہی نہ پائی تھی وہ رشتوں میں اعتدال کا قائل تھا اس نے کبھی منزہ کے حقوق سے غفلت نہ برتی تھی جبکہ منزہ شوہر کو سمجھے بنا نوشینہ سے حسد کرتی تھی۔

''منزہ تم نے جو کرنا ہے تنہا کرو میں اس بار تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوں گی۔'' آپی نے صاف انکار کردیا، وہ زارا کے لئے ان دنوں بے حد فکرمند تھیں، اسی لئے مجبوراً منزہ کے پلان میں کامیاب ہوگئی تھیں، وہ سارا کے لئے فکرمند نہ تھی سارا، زارا سے کہیں بڑھ کر حسین اور دراز قامت تھی اور پھر وہ ہر ماہ اپنے اکاؤنٹ میں تیس سے زائد جمع کرواتی تھی، اس کے لئے رشتوں کی کمی نہ تھی پھر وہ نوشینہ کا حق کیوں مارے۔

''منزہ آپی، آپ نوشینہ کو اب بخش دیں۔'' منزہ نے آپی سے مایوس ہو کر زارا کو مدد طلب نظروں سے دیکھا تو وہ بیٹے کو کندھے سے لگا کر چلی گئی گویا اس نے بھی منزہ کو ہری جھنڈی دکھا دی تھی، منزہ غصے سے دانت کچکچا کر رہ گئی۔

صالحہ اب فوراً کوئی فیصلہ کرنا چاہتی تھیں اس کے پاس وقت کم تھا اسے اب تنہا ہی کچھ کرنا تھا، وہ زارا کی پشت کو غصے سے گھورتی رہ گئی۔

☆☆☆

سہ پہر ڈھل کر شام کے سرمئی اندھیروں میں گھلنے لگی تھی، سورج کا کچھ سفر ابھی باقی تھا، منزہ کے تیز قدم کالونی کے پارک کی طرف اٹھ رہے تھے، اسے سارا پارک کے گیٹ پر کھڑی دور سے نظر آ گئی، وہ اسے ساتھ لئے اندر آ گئی، صالحہ نوشینہ کے ساتھ صبح و شام پارک میں واک کے لئے آتی تھیں وہ آج مصروفیت کی وجہ سے پارک نہ جا سکی تھیں، منزہ کی دوست کا گھر کالونی کے آخری سرے پر تھا وہ سارا کو اپنی کالونی کے پارک فوراً پہنچنے کی تاکید کر کے امی سے دوست کے گھر جانے کا بہانہ کر کے پارک آ گئی تھی۔

''آپی کیا ایمرجنسی پڑ گئی تھی آپ کو۔'' سارا ٹیوشن کی آخری شفٹ کے بچوں کو چھٹی دے کر بعجلت تیار ہو کر اس کا فون سنتے ہی بھاگی آئی تھی پارک میں خاصا رش تھا منزہ کی متلاشی نظریں کسی کو بے تابی سے ڈھونڈ رہی تھیں سارا بے زار ہونے لگی، رفتہ رفتہ منزہ کی آنکھوں میں مایوسی پھیلنے لگی، سارا پوچھے بنا نہ رہ سکی تھی، اس کے خوبصورت و دلکش چہرے پر کوفت نمایاں تھی، ڈھلتے سورج کی بنفشی شعاعیں اس کی دودھیا رنگت کو سنہرا پن دے رہی تھیں، وہ لاکھوں میں نمایاں تھی دفعتاً منزہ کی آنکھوں میں چمک ابھری وہ سارا کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے واکنگ ٹریک پر لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگی۔

''السلام علیکم آنٹی!'' اس کے قدم کچھ دور جا کر ڈھیلے پڑ گئے اور وہ متوازن چال چلتی آگے بڑھنے لگی، سارا کا ہاتھ اس کی مضبوط گرفت میں تھا، وہ اس کے پیچھے گھسٹتی چلی جا رہی تھی، منزہ نے دانستہ اچانک نظر دائیں طرف ڈالی، مسز نیازی سامنے سے آ رہی تھیں وہ بھی اسے دیکھ چکی تھیں، منزہ خوشدلی کا مظاہرہ کرتی ان سے بغلگیر ہوگئی۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہو بیٹا! نوشینہ اور امی کیسی ہیں؟'' مسز نیازی نے اپنے مخصوص پر شفقت لہجے میں مسکراتے ہوئے جواباً سلامتی بھیجی، وہ کافی دیر سے واک کر رہی تھیں اور خاصی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھک چکی تھیں، وہ ستانے کے لئے واکنگ ٹریک سے اتر کر سبزے پر آ گئیں۔

''آنٹی اللہ کا شکر ہے، سب ٹھیک ہیں آپ سنائیں۔'' منزہ نے دانستہ ہاتھ کھینچ کر سارا کو سامنے کیا، سارا کوفت سے کھنچتی چلی گئی، وہ صبح سے بھوکی تھی، اس نے لنچ بھی نہ کیا تھا، وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔

''یہ کون ہے؟'' منزہ کی محنت بے کار نہ گئی تھی، مسز نیازی کی دلچسپ نظریں سارا کی بیزار مگر من موہنی صورت پر ٹکی تھیں، انہیں بکھرے بالوں کی لٹیں کانوں کے پیچھے اڑستی سارا خاصا بھائی تھی۔

''میری چھوٹی بہن ہے سارا، ماسٹرز کے بعد گھر پہ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہے۔'' منزہ نے آدھا سچ بتاتے ہوئے سارا کا اپنے ہاتھ میں دبا ہاتھ زور سے دبا کر چھوڑ دیا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' سارا کو چہرے پر جبری مسکراہٹ طاری کر کے خوش اخلاقی نبھانا پڑی، اس کے چہرے سے بے زاری بھی کم ہو گئی تھی اسے دھیرے دھیرے منزہ کا پلان سمجھ میں آنے لگا۔

''کس سبجیکٹ میں ماسٹرز کیا ہے بیٹا۔'' مسز نیازی نے اس ملیح چہرے کو دلچسپی سے دیکھا جہاں دودھیا گلابیاں کھلی تھیں، اس نے گلابی ہونٹ گلاب کی پنکھڑی جیسے کھل رہے تھے، وہ سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی، وہ حسن و جمال میں نوشینہ سے کم نہ تھا، اس کا قد نوشینہ سے لمبا تھا، جواد کو لمبے قد کی لڑکیاں پسند تھیں، مسز نیازی کی ہائٹ پورے خاندان میں مثالی تھی، وہ اکثر ماں سے خود سے لمبی بہو لانے کی فرمائش کرتا تھا، نوشینہ کی ہائٹ مسز نیازی جتنی تھی جبکہ وہ دونوں سے سر نکالتی تھی۔

''انگلش میں۔'' سارا نے اک نزاکت سے ہوا کے دوش پہ اڑتی زلفوں کو سمیٹ کر سامنے پھیلا لیا، اس کی ماتھے پر جھولتی لٹیں اس کی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھیں، مسز نیازی سارا سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں، وہ سارا میں حد درجہ دلچسپی لے رہی تھیں منزہ کے لئے یہ طمانیت کا باعث تھا وہ اپنے ہدف میں کامیاب رہی تھی مسز نیازی کی آنکھوں سے جھلکتی پسندیدگی غماز تھی کہ منزہ کا نشانہ عین ہدف پر لگ کر انہیں گھائل کر چکا ہے، منزہ نے مطمئن چہرے سے شام کی سمٹتی سنہری کرنوں کو دیکھا، اس کا ذہن تیزی سے آگے کا تانا بانا بن رہا تھا۔

☆☆☆

''آپ کو ڈیڑھ سال میں مجھ سے گلہ نہیں گیا کہ میں نے آپ کی بہنوں کی کمائی لوٹی ہے کیا آپ کو خبر ہے کہ آپ کی بہن کیا کرتی پھر رہی ہے۔'' بھیا آفس سے لوٹے تھے وہ فریش ہو کر کھانے کی ٹیبل پر آ بیٹھے، سارا موجود نہ تھی انہوں نے لبنیٰ سے سارا کا پوچھا تو وہ جیسے پھٹ پڑی تھی، بھیا نے لبنیٰ کا بھانڈا پھوڑ کر انہیں ماہانہ خرچ کم دینا شروع کر دیا، انہوں نے لاکھ واویلا مچایا مگر بھیا نے اک نہ سنی، وہ اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہتا تھا، زارا رخصت ہو چکی تھی وہ سارا کی بھی جلد شادی کی کوششیں کر رہے تھے اس کے لئے کوئی مناسب رشتہ نہ مل رہا تھا، کبھی سارا کو گھر بار پسند نہ آتا تو کبھی لڑکا، بھابھی کے دل سے کم خرچے اور نندوں کی شکایت کرنے کا قلق نہ جاتا تھا، انہوں نے منزہ سے کافی عرصہ بول چال بند کیے رکھی، وہ اس کی فطرت سے واقف تھیں، وہی شوہر کو ان کے خلاف اکسا سکتی تھی، کنزیٰ فطرتاً نرم خو اور درگزر کرنے والی تھی، بھابھی موقع ملتے ہی کم خرچے کا گلہ ضرور کرتی تھیں۔

''کیا کیا ہے میری بہنوں نے؟'' بھیا کے ماتھے پر غصے سے بل پڑ گئے وہ بہنوں کے خلاف کوئی سخت بات برداشت نہ کرتے تھے۔

''وہ دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈالتی پھر رہی ہے۔'' لبنیٰ نے تینوں نندوں کی بند کمرے میں ہونے والی میٹنگ کی سن گن لے رکھی تھی اسے یقین تھا کہ منزہ نے سارا کو اسی سلسلے میں بلوایا ہے۔

''واٹ؟'' بھیا حیرت و غصے کی زیادتی سے چیخ اٹھے، وہ بہنوں کی فطرت سے واقف ہونے کے باوجود ان کی حمایت میں بلاوجہ غصہ کر گئے، لبنیٰ شوہر کی دھاڑ پر سہم گئی مگر وہ آج چپ رہنے کے موڈ میں ہرگز نہ تھی۔

''آپ کے چیخنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی، آپ کو میری زیادتی تو نظر آ گئی مگر صد افسوس کہ منزہ کی زیادتی نظر نہیں آ رہی جو وہ نوشینہ سے کر رہی ہے۔'' لبنیٰ شوہر کے غصے سے خائف کھانا کھانے میں مشغول ہو گئی۔

''مجھ سے کھل کر بات کرو لبنیٰ تم کہنا کیا چاہتی ہو۔'' وہ ناسمجھی سے سر پکڑ کر بیٹھ گئے، منزہ اکثر نوشینہ کی تعریفیں کرتی تھی، وہ جب بھی منزہ کے گھر گئے وہ منزہ کو ان کے پاس سے ہلنے نہ دیتی تھی ان کی خاطر مدارت کا سارا انتظام نوشینہ اور فاخرہ مل کر کرتی تھیں، وہ نوشینہ کی بہت تعریف کرتی اور ان کے سامنے نند سے بے تحاشا محبت جتاتی تھی۔

''منزہ کی نوشینہ سے ساری محبت دکھاوے کی ہے وہ اس سے سخت کدورت رکھتی ہے پہلے اس نے نوشینہ کے لئے آنے والا رشتہ زارا کے لئے اور اب سارا کے لئے اچکنے کی تگ و دو میں ہے۔'' لبنیٰ نے شوہر کے چہرے کی تحریر پڑھ لی تھی، بھیا کے چہرے پر تاریک سائے لرزنے لگے، منزہ اتنا گری ہوئی ہو گی ان کے سان و گمان میں بھی نہ تھا، آذر کا رشتہ منزہ نے ہی انہیں بتایا تھا مگر وہ بیچ میں سے اصل بات چھپا گئی تھی اگر انہیں خبر ہوتی تو آذر اور نوشینہ کے رشتے کی بات ابھی چل رہی ہے تو وہ ہرگز بہنوں کے ساتھ مل کر زارا اور آذر کی شادی نہ کرواتے، وہ نادان لڑکی آگ سے کھیل رہی تھی اسے اپنے گھر کی بھی فکر نہ تھی، وہ دکھ سے لب کچلنے لگے، لبنیٰ لاکھ زارا اور سارا سے اکھڑی اکھڑی رہتی تھی مگر اس کی عادت تہمت بازی نہ تھی، اگر وہ اتنے وثوق سے یہ بات کہہ رہی تھی تو یقیناً اس میں کچھ تو سچائی تھی، انہیں منزہ نے بھابھی کے نندوں سے خرچہ لینے کا تو بتا دیا تھا، مگر جو کچھ وہ خود اپنی نند سے کرتی پھر رہی تھی اس نے نہ بتایا تھا، بھیا کی بھوک یکسر اڑ گئی تھی۔

☆☆☆

''کہاں تھی تم؟'' گھڑی کی سوئیاں نو بجا رہی تھیں، جب اس کی گھر واپسی ہوئی بھیا اس کے انتظار میں صحن میں چکراتے پھر رہے تھے، انہیں گھمبیر چپ لگ گئی تھی، وہ بے چین نگاہیں وال کلاک پر ڈالتے وقت بڑھنے کے ساتھ ان کی پریشانی بھی بڑھ رہی تھی، بشاش چہرہ لئے اندر بڑھتی سارا ٹھٹک کر رک گئی، اس کے لئے بھیا کا سوال و لہجہ دونوں نئے تھے بھیا نے کبھی اس کے کہیں بھی آنے جانے پر پوچھ گچھ نہ کی تھی۔

''بھیا میں منزہ آپی کے ساتھ تھی۔'' سارا لبنیٰ کو اپنے جانے کا بتا کر گئی تھی اسے بھیا کی انکوائری گراں گزر رہی تھی۔

''کس سلسلے میں؟'' بھیا کے لبوں سے سر اٹھاتا سوال ہوا کے دوش پہ اس کی سماعتوں پر بم بن کر گرا، ان کے غیر متوقع سوال نے اسے بری طرح چونکاتے ہوئے محتاط کر دیا تھا۔

''بھیا آپی کے ساتھ پارک چلی گئی تھی۔''
سارا نے محتاط نظروں سے کچن کا طائرانہ جائزہ لیا، بھابھی برتن دھو رہی تھیں ان کا سارا دھیان ادھر ہی تھا۔

''کیا وہاں مسز نیازی سے ملنے لگی تھیں؟''
بھیا نے اسے سر تا پا گھورا، ان کا لہجہ خشک اور نظریں تنبیہی تھیں سارا کا شک درست تھا، لبنیٰ کو پوری سن گن تھی اور اس نے بھیا کو بھی بتا دیا تھا، بلی تھیلے سے باہر آ چکی تھی، ان سے کچھ چھپانے کا فائدہ نہ تھا بلکہ ان سے کچھ چھپا ہی نہ تھا، اس کا سرا ثبات میں ہل گیا۔

''تم اندر چلو میں منزہ سے خود بات کرتا ہوں۔'' بھیا نے جارحانہ انداز میں غصے سے اسے ڈپٹا، ان کے گمان میں نہ تھا کہ منزہ اس حد تک گر جائے گی، وہ انجام سے بے خبر شعلوں سے کھیل رہی تھی، سارا کے چہرے پر تشویش پھیل گئی۔

''بھیا مجھے صرف جواد سے شادی کرنا ہے۔'' منزہ سارا کو جواد کے متعلق سب کچھ بتا چکی تھی وہ اسے زبانی جواد کا نین نقش، قد بت، رنگت اور پرسنیلٹی سے آگاہ کر چکی تھی سارا اسے بنا دیکھے اس پر مرمٹی تھی، وہ سارا کے آئیڈیل سے میچ کرتا تھا اور پھر جواد کا فیملی بیک گراؤنڈ بھی سارا کا من چاہا تھا، وہ مسز نیازی کی نظروں میں چھپی پسندیدگی بھانپ چکی تھیں پھر وہ پیچھے کیوں ہٹتی، اس کے چہرے پر پھیلی تشویش کی جگہ بے خوفی اور خودسری نے لے لی تھی، وہ خودسری و ضد میں منزہ پر تھی بلکہ اس کی نیچر بھی منزہ سے ملتی تھی، وہ اپنی پسند سے کسی قیمت پر دستبردار ہونے پر تیار نہ تھی وہ اپنا فیصلہ سنا کر دھپ دھپ کرتی چلی گئی، بھیا سر پڑ کر بیٹھ گئے، انہیں اب جلد کچھ کرنا تھا۔

☆☆☆

''بھیا آپ۔'' بھیا اگلے روز صبح آفس جانے سے پہلے منزہ کے ہاں چلے گئے وہ سویرے سویرے بھائی کو دیکھ کر پریشان ہو گئی، بھیا بے حد سنجیدہ اور پریشان لگ رہے تھے، وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر انہیں کمرے میں لے گئی، ان کے چہرے پر کچھ ایسا خاص تھا جو منزہ کا دل ہولا رہا تھا، وسیم کو آفس سے دیر ہو رہی تھی وہ کچھ دیر بیٹھ کر آفس چلا گیا۔

''منزہ یہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو۔'' بھیا وسیم کے سامنے خود پر ضبط کیے بیٹھے رہے تھے، وہ اس کے جاتے ہی غصے سے پھٹ پڑے تھے، ان کی سرخ آنکھیں رتجگے کی غماز تھیں، وہ ٹینشن سے رات بھر نہ سو سکے تھے۔

''کیا بھیا؟'' منزہ ناسمجھی سے انہیں دیکھ کر رہ گئی، وہ بے خبر تھی کہ بھیا تک حقیقت پہنچ چکی ہے۔

''میرے پاس تمہارے ڈرامے دیکھنا کا وقت نہیں ہے، میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم باز آ جاؤ، مجھے خبر ہوتی کہ آذر کا رشتہ نوشینہ کے لئے آیا تھا تو میں زارا کی شادی کبھی اس سے نہ کرتا مگر اب میں جو تم چاہتی ہو ویسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔'' بھیا نے لفظ چباتے ہوئے اسے سختی سے وارن کیا، وہ بھونچکا رہ گئی، اس کی متوحش نظریں دروازے کا طواف کرنے لگیں، مبادا کہیں کوئی بھیا کی اونچی آواز پر آنہ جائے۔

''بھیا وہ۔'' بھیا خفگی سے اٹھ کر جانے لگے تو منزہ تشویش زدہ ان کے پیچھے لپکی۔

''منزہ مجھے توقع نہ تھی کہ تم اتنا گھر اجاڑو گی۔'' منزہ نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا جسے انہوں نے غصے سے جھٹک دیا، وہ نادم ہو گئی۔

''بھیا آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کے تمام بہنوئی ایک سے بڑھ کر ایک ہوں

گے۔'' منزہ کی ندامت لمحہ بھر کی تھی، پھر وہ ڈھٹائی پر اتر آئی، بھیا اپنی جگہ سن رہ گئے، وہ پستی کے نہ جانے کس مقام پر تھی۔

''ہاں مجھے واقعی خوشی ہوتی اگر کسی کے حق پر ڈاکہ نہ ڈالا جاتا۔'' بھیا خفگی سے اسے گھورتے آگے بڑھ گئے، منزہ کے دل سے ندامت کا نام و نشان بھی مٹ چکا تھا، وہ خود کو جائز سمجھ رہی تھی، اسے سارا سے فوراً رابطہ کرنا تھا تاکہ تمام صورتحال سے آگاہی ہو، وہ محتاط نظروں سے کمرے سے باہر جھانک کر مطمئن ہو کر پلٹ گئی۔

☆☆☆

''کیسی ہیں آپ مسز نیازی!'' صالحہ دو روز سے ان سے ملاقات کی کوشش کر رہی تھیں وہ صالحہ سے کترانے لگی تھیں انہوں نے اپنی واک کی ٹائمنگ بھی بدل لی تھی تاکہ ان سے سامنا نہ ہو، مسز نیازی جلد واک کر کے لوٹ رہی تھیں کہ پارک کے دروازے پر ان کا نہ چاہتے ہوئے بھی صالحہ سے ٹاکرا ہو گیا۔

''بالکل ٹھیک، آپ سنائیں۔'' مسز نیازی نے جواباً خوش اخلاقی برتی تھی ان سے سامنا ناگزیر ہو گیا تو وہ صالحہ کے ساتھ پارک میں آ گئیں، واکنگ ٹریک پر خاصا رش تھا، وہ دونوں گراؤنڈ میں لگے بینچ پر آ بیٹھیں۔

''مسز نیازی میں نے اپنے بچوں سے مشورہ کیا ہے، آپ جب چاہیں منگنی کے لئے آ سکتی ہیں۔'' صالحہ نے بیٹھتے ہی اپنا مدعا بیان کیا، وہ مسز نیازی سے بات کر کے منگنی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہتی تھیں، وہ نوشینہ کی جلد شادی کا بھی فیصلہ کر چکی تھیں، مسز نیازی ان سے جلد شادی کا تقاضا کرتیں تو وہ انکار نہ کرتیں، نوشینہ کے تھرڈ پر اف کے ایگزامز قریب تھے، وہ اپنی بقیہ اسٹڈی شادی کے بعد مکمل کر لیتی۔

''صالحہ بات یہ ہے کہ میں......'' مسز نیازی مزید ٹال مٹول یا کترا نہ رہ سکتی تھیں وہ صاف بات کرنا چاہتی تھیں، صالحہ کے چہرے کی امید اور جوش نے ان کے بقیہ الفاظ کا گلا گھونٹ دیا، وہ چاہ کر بھی بات مکمل نہ کر پائیں اور ان سے نظریں چرا کر راکنگ ٹریک پر بھاگتی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے لگیں۔

''آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔'' صالحہ نے الجھ کر انہیں مخاطب کیا، ان کے چہرے کی الجھن اور گریز نے صالحہ کو ٹھٹکا دیا تھا۔

''میں بہو پسند کر چکی ہوں صالحہ۔'' مسز نیازی میں ان سے نظریں ملانے کی ہمت نہ تھی، صالحہ ساکت رہ گئیں، انہوں نے ہفتہ بھر قبل صالحہ سے نوشینہ کا ہاتھ خود بہت چاؤ سے مانگا تھا صالحہ نے سوچنے کے لئے مہلت لی تھی اور ایک ہفتہ زیادہ وقت نہ تھا کہ وہ مایوس ہو کر کہیں اور رشتہ پسند کر لیتیں۔

''آپ کو بہت مبارک ہو، کہاں کیا آپ نے رشتہ؟'' صالحہ کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی، ان کے چہرے پر دکھ تحریر تھا، جسے انہوں نے مسکراہٹ کے لبادے میں چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

''ابھی رشتہ پکا نہیں ہوا ہم کل ان کے ہاں باقاعدہ رشتہ مانگنے جائیں گے۔'' مسز نیازی نادم تھیں کچھ بھی ان کا طریقہ دستور رواج کے مطابق نہ تھا انہیں احساس تھا کہ وہ صالحہ کا جواب سنے بغیر بلاوجہ پیچھے ہٹ رہی تھیں، انہوں نے نوشینہ کو پسند کر کے اس کا ہاتھ ان کے گھر جا کر مانگا تھا، صالحہ ان کے پاس نہ آئی تھیں، وہ روایتوں کی پاسداری کرنے والے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور اب، وہ ندامت سے ان سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں مسز نیازی، یہ فیصلے انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے ہیں، قدرت خود تقدیر جوڑتی ہے۔" صالحہ نے اپنا درد چھپاتے ہوئے بڑے پن کا مظاہرہ کیا، نعیم نے فواد اور اس کی فیملی کی بے حد تعریفیں کی تھیں وہ بالواسطہ طور پر خود بھی نیازی ہاؤس کے مکینوں سے آگاہ تھیں انہیں خوشی تھی کہ نوشینہ بہترین گھرانے کا حصہ بننے والی ہے۔

"صالحہ بہن میں بہت شرمندہ ہوں، مجھے آپ کی بہو منزہ کی بہن سارا پسند آ گئی ہے۔" مسز نیازی نے صالحہ کے بڑے پن سے ازحد متاثر ہوتے ہوئے ندامت سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے معذرت کی۔

"کیا؟ منزہ کی بہن سارا۔" مسز نیازی نے ان کے سر پر بم پھوڑا تھا، اب تو شک نہ کرنے کا کوئی جواز ہی نہ رہا تھا، دکھ کی تیز لہر ان کے دل میں اٹھی تھی اور ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا، وہ بمشکل خود کو سنبھالے بیٹھی تھیں، مسز نیازی کے الفاظ ہتھوڑے کی مانند ان کے دماغ پر برس رہے تھے، منزہ اور سارا، سارا منزہ کی بہن، انہیں بہت کچھ سمجھ میں آنے لگا تھا۔

☆☆☆

پارک میں اندھیرا گہرا ہو چکا تھا اور وہاں اکا دکا خواتین رہ گئی تھیں، مسز نیازی ان سے معذرت کر کے کب کی جا چکی تھیں، ان کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کی گہری دھند چھائی ہوئی تھی، انہوں نے اپنی تینوں بہوؤں سے برابر رویہ رکھا تھا کبھی انہیں ان کی غلطی پر بھی نہیں ڈانٹا تھا پھر منزہ نے نوشینہ سے اتنا بیر کیوں باندھ رکھا تھا، آخر وہ کیا چاہتی تھی، وہ ایسا کیوں کر رہی تھی، سوچیں ان کے دماغ سے ٹکرا کر ان کا خون گرما رہی تھیں، انہیں نہ جانے کتنا وقت یہیں بیٹھے گزر گیا تھا، رات کا اندھیرا پھیل گیا تھا، پارک بالکل خالی تھا واکنگ ٹریک کے کنارے لگے پولز کی لائٹس بھی ایک ایک کر کے بند ہو چکی تھیں، دور آخری سرے کا پول کی لائٹ رات کا اندھیرا نگلنے میں ناکام تھی، وہ ستے چہرے سمیت اٹھ گئیں۔

"امی خیریت تو تھی نا، آپ نے آج اتنی دیر کر دی۔" وہ پارک کے گیٹ پر پہنچیں تو انہیں فاخرہ اور نوشینہ مل گئیں، فاخرہ آج صبح ہی پشاور سے لوٹی تھی، انہیں واپسی میں دیر ہوئی تو ندیم نے دونوں کو امی کے پیچھے بھیجا تھا، یہ خواتین پارک تھا جہاں مرد حضرات کا داخلہ سختی سے ممنوع تھا، وسیم دونوں کو گاڑی میں لے کر آیا تھا۔

"بیٹا میرا بی پی ہائی ہو گیا تھا، مجھے چکر آ رہے تھے تو میں اندر بیٹھی رہی۔" صالحہ نے اپنے مخصوص پرشفقت لہجے میں انہیں مطمئن کیا، وہ بے حد کمزور اور تھکی تھکی لگ رہی تھیں، وہ دونوں صالحہ کو پکڑے گاڑی تک لائیں۔

"امی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" ڈرائیونگ سیٹ پر منتظر بیٹھا وسیم پریشان ہو کر گاڑی سے باہر نکل آیا، امی کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے، وہ سخت اذیت میں تھیں وہ پرسانیت سے سر اثبات میں ہلاتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئیں، وسیم نے بھابھی اور نوشینہ کے بیٹھنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"وسیم بیٹا میں اب بہتر ہوں۔" وسیم انہیں ڈاکٹر کے ہاں لے جانا چاہتا تھا، صالحہ نے گاڑی گھر سے انجان راہ پر دیکھی تو اسے نرمی سے ٹوک دیا، وسیم بے حد پریشان ہو گیا تھا، انہوں نے محبت سے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"امی آپ ڈاکٹر سے چیک اپ کروا لیں۔" وسیم ان کی بات ماننے کے موڈ میں نہ تھا

اسے ماں کی بگڑی حالت نے ہراساں کر دیا تھا، اگر انہیں آنے میں مزید دیر ہو جاتی تو نہ جانے امی کا کیا حال ہوتا۔

''بیٹا میرا بی پی ہائی ہو گیا ہوگا، میں گھر جا کر دوائی لے کر سو جاؤں گی تو صبح تک بھلی چنگی ہو جاؤں گی۔'' صالحہ کے پر اصرار لہجے نے وسیم کو گاڑی موڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

☆☆☆

''وسیم آپ مجھے بھیا کی طرف چھوڑ دیں۔''

صالحہ گھر آ کر دوائی کھاتے ہی سو گئیں تھیں ان کی طبیعت صبح کافی بہتر لگ رہی تھی، وہ فریش سی کچن میں سب کے لئے ناشتہ تیار کر رہی تھیں فاخرہ ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی، نوشینہ کی کالج وین آ چکی تھی وہ ناشتہ کرتے ہی کالج چلی گئی، ندیم اور وسیم ناشتہ کر رہے تھے، منزہ امی سے بھیا کے گھر جانے کی اجازت لے چکی تھی صالحہ نے اس پر کوئی روک ٹوک نہ کی تھی، وہ جانتی تھیں کہ تقدیر کے فیصلے خواہ ناپسندیدہ ہی کیوں نہ ہوں انسان کو ماننا ہی پڑتے ہیں، انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے، منزہ تیار ہو کر آفس کے لئے نکلتے وسیم کو روک لیا وہ عجلت میں اسے سر سے آنے کا اشارہ کر کے باہر نکل گیا، وہ بچوں کا ہاتھ پکڑے اس کے پیچھے لپکی۔

وہ میکے پہنچی تو زارا اور کنزیٰ آ چکی تھیں، سارا نے سکول اور بھیا نے آفس سے چھٹی کر لی تھی، یقیناً معاملہ گمبھیر تھا، منزہ متفکر تھی کہ وسیم کے ذہن سے کل سویرے سویرے بھیا کی آمد کے متعلق محو ہو چکا تھا ورنہ وہ ضرور بال کی کھال اتارتا اور اس کے پاس بتانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا، وہ شوہر کی نظروں میں مشکوک نہ ہونا چاہتی تھی۔

''السلام علیکم!'' ماحول پر گھمبیر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی، اسے رات سارا نے فون کر کے صبح بلوایا تھا وہ بھیا کی آمد اور بھیا سارا کے فون سے پریشان تھی کہ گھر میں امی کے پارک میں دیر ہو جانے کا غلغلہ مچ گیا، اس نے وسیم کے جاتے ہی سارا کو فون کیا تو اس نے صبح آنے پر بتانے کا کہہ کر فون رکھ دیا، وہ رات بھر صبح سے سو بھی نہ سکی تھی۔

''وعلیکم السلام!'' اس کی بھیجی سلامتی کا مدہم جواب آیا تھا، زارا اور بھابھی اس سے خاصے تپاک سے ملی تھیں جبکہ آپی اور بھیا کے انداز میں واضح رکھائی تھی، بھیا نے اٹھ کر اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ بھی نہ پھیرا تھا اس کے دل کو دھکا لگا، وقار اور زنیرہ آتے ہی بچوں کے ساتھ کھیلنے لگے انہیں ماں کی تشویش سے کوئی لین دین نہ تھا، بچپن ایسا ہی معصوم اور بے فکرا تو ہوتا ہے بھابھی اس سے مل کر کچن میں جا گھسیں۔

''بھیا پوچھیں اس سے، میں نے اسے منع بھی کیا تھا۔'' اس کی آمد سے پہلے کوئی موضوع گرم زیر بحث تھا، جس کا سلسلہ وقتی طور پر موقوف ہو گیا تھا، کنزیٰ نے اس کے بیٹھتے ہی اسے غصے سے گھورتے ہوئے اپنی صفائی دی تھی، منزہ سارا معاملہ سمجھ گئی۔

''تم زارا کی بار تو اس کے ساتھ شامل تھیں نا۔'' بھیا نے اس کی دلیل رد کر دی، وہ آپی کو بھی منزہ جتنا قصوروار سمجھ رہے تھے۔

''بھیا آذر کا معاملہ بالکل الگ تھا جواد سے، صالحہ آنٹی تب صاف انکار کر چکی تھیں، لیکن اب انہوں نے سوچنے کے لئے مہلت مانگی ہوئی تھی بلکہ انہوں نے تو اپنے تینوں بیٹوں سے مشورہ بھی کر لیا تھا۔'' کنزیٰ نے تڑپ کر اپنی مزید صفائی پیش کی، منزہ اس سے کبھی گھر کی کوئی بات نہ چھپاتی تھی اب اسے اپنی یہی عادت مہنگی

پڑ رہی تھی وہ چاہ کر بھی اپنی صفائی میں کوئی جھوٹ نہ گھڑ سکتی تھی، اس نے خشمگیں نظروں سے آپی کو گھورا۔

گھر کا بھیدی ہی لنکا ڈھانے پر تلا بیٹھا تھا، کنزیٰ نے اس کی گھوری کی رتی بھر پرواہ نہ کی اسے بھی منزہ پر غصہ تھا وہ اس کے منع کرنے کے باوجود باز نہ آئی تھی۔

''منزہ تم مسز نیازی سے کہہ دو کہ وہ ہمارے گھر نہ آئیں۔'' بھیا نے خشک لہجے میں اپنا دوٹوک فیصلہ سنا دیا تھا، مسز نیازی نے اس سے صاف الفاظ میں تو کچھ بھی نہ کہا تھا یہ صرف ان دونوں کا اندازہ تھا اور پھر بھلا وہ کیوں انہیں منع کرتی جبکہ وہ یہی سب تو چاہتی تھی اس کے اندر حسد کی آگ ابھی تو ٹھنڈی پڑی تھی، اب نوشینہ کے لئے جو بھی رشتہ آتا اسے کوئی فرق نہ پڑتا، وہ اس پر دو کامیاب وار کر چکی تھی اسے اب نوشینہ سے تعلقات بہترین رکھنا تھے تاکہ کوئی اس پر شک یہی نہ کر سکے۔

''بھیا آپ میرا فیصلہ بھی سن لیں، آپ کو ہر صورت مسز نیازی کی آؤ بھگت کر کے انہیں ہاں کرنا ہو گی، ورنہ میں اپنی جان دے دوں گی۔''

منزہ کے کچھ بولنے سے پہلے غصے سے لال بھبھوکا چہرہ لئے سارا دندناتی ہوئی ان کے سر پر آ پہنچی، اسے مسز نیازی کی آمد کا سو فیصد یقین تھا اور اس کا یقین غلط بھی نہ تھا، وہ اتنی حسین و جمیل تھی کہ اسے کوئی بھی نہ ٹھکرا سکتا تھا، اس کے لئے آنے والے تمام رشتے اسے پسند کر کے گئے تھے، وہی تھی جو ہر رشتے میں کوئی نہ کوئی خامی نکال کر انکار کر دیتی تھی، کوئی اس کے معیار سے میچ ہی نہ کرتا تھا، اب اتنے جتنوں سے رشتہ ملا تھا تو وہ کیسے پیچھے ہٹ جاتی۔

وہ بھیا کی سب سے لاڈلی اور چہیتی بہن تھی، بھیا اس کے انکار پر رشتے والوں سے معذرت کر لیتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ سارا کی شادی جواد کے علاوہ کسی سے بھی ہو جائے، سارا خودسری سے ان کے سامنے ڈٹ گئی تھی، سامعین کو سانپ سونگھ گیا، کسی کو بھی اس سے اتنی ڈھٹائی بھری خودسری کی امید نہ تھی، بھیا حیران رہ گئے۔

''سارا مجھے تمہاری خوشیوں سے بیر نہیں ہے بیٹا، میں صرف اک معصوم کی آہ سے ڈرتا ہوں۔'' بھیا نے بے بسی سے اپنے بال مٹھی میں جکڑ لئے، ان کے لہجے کی بے بسی نے کنزیٰ اور زارا کی آنکھیں نم کر دیں، منزہ بے نیاز بیٹھی رہی جبکہ سارا کے چہرے پر نخوت پھیلی تھی۔

''کیسی آہ بھیا، ہر انسان کو اپنی خوشیاں حاصل کرنے کا حق ہے۔'' سارا خود غرضی کی انتہا پر تھی، اسے جواد پسند آ گیا تھا، وہ بنا دیکھے بنا ملے اسے چاہنے لگی تھی، وہ اسے کھونے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی، وہ اسے پانے کے لئے ہر حد پار کرنے کو تیار تھی بھیا اسے دکھ سے دیکھ کر رہ گئے، وہ سمجھنے سمجھانے کی حد سے نکل چکی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)



ریحانہ آفتاب

''عزہ نوین! بیٹا دعا کرو عزت رہ جائے۔'' ہاکر سے ڈائجسٹ لے کر وہ دروازے پہ ہی درود شریف پڑھ کر دھڑکتے دل سے فہرست چیک کر رہی تھی، اپنا افسانہ دیکھ کر اک زوردار نعرہ لگا کر خوشی سے سرپٹ اندر کو دوڑی۔

پل میں ہی سب کو خبر ہو گئی کہ محترمہ آنسہ عزہ نوین کا پہلا پہلا افسانہ شائع ہو چکا ہے، خود اسے یقین نہیں آرہا تھا، پچھلا اک ماہ کیسا گزرا تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا، ہر نماز میں لجاجت سے دعا مانگتی تھی، بقول آریان اللہ سے گڑگڑا رہی تھی، اس کی مت ہی ماری گئی تھی جو اسے بتا بیٹھی تھی کہ اس نے اک افسانہ لکھا ہے اور مقامی ڈائجسٹ کو بھیج بھی چکی ہے۔

''اُف مدیرہ بے چاری پہ کتنا برا وقت آپہنچا ہے چچ چچ، میں ان کے دکھ میں غائبانہ شریک ہوں۔''

''تم نے افسانے کے ساتھ گولیاں تو بھیج دی ہیں نا؟'' وہ سنجیدگی سے دو دن پہلے ہی تو استفسار کر رہا تھا، جب اس نے لائبریری کے چکر لگوا لگوا کر اس کا حشر کر دیا تھا۔

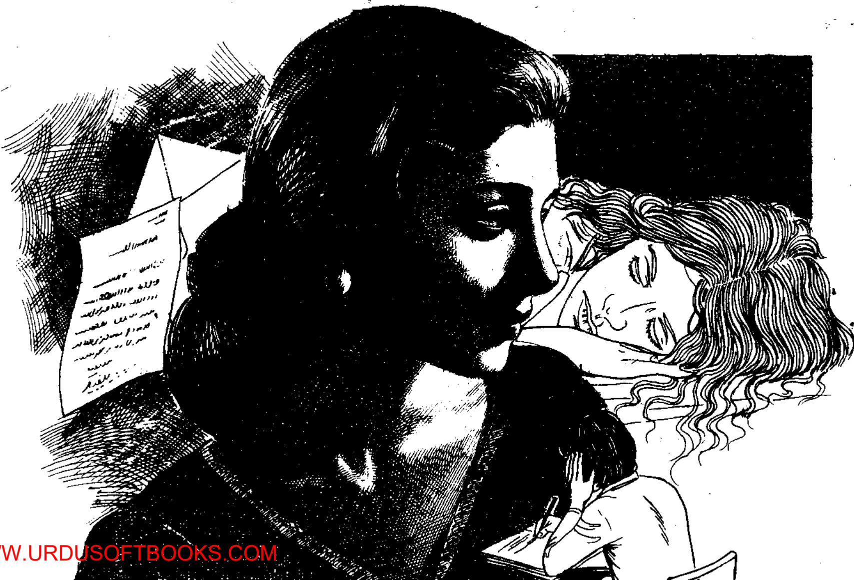
''کون سی گولیاں؟'' وہ استعجاب سے پوچھ رہی تھی۔

''کہیں تمہاری تحریر پڑھ کے مدیرہ کا بی پی ہائے وائے ہو گیا تو۔'' وہ دانت دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ایسی اور اس جیسی بے شمار دل جلانے والی باتیں سن سن کر اس نے بارہا اپنے افسانے کو ذہن میں دہرایا، آیا واقعی اس نے کچھ ایسا ویسا تو نہیں لکھ دیا، کبھی تو لڑ پڑتی اور کبھی روہانسی ہو جاتی۔''

''لگتا ہے تمہاری تحریر پڑھ کے سارا اسٹاف بیمار ہو گیا، چکن گھنیا ڈینگی ٹائپ وائرس تو نہیں

مکمل ناول



تھا اس میں، دیکھونا اس ماہ کا شمارہ ہی لیٹ ہو رہا ہے۔"

ابھی کل یہ تو بظاہر ایل ای ڈی پہ نظریں جمائے پروگرام دیکھ رہی تھی مگر ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی، شمارہ لیٹ کیوں ہو رہا ہے اور اس کی غائب دماغی محسوس کر کے وہ چھیڑنے سے بعض نہ آیا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے، اگر مزید تم نے کچھ کہا تو یہ ایل ای ڈی اٹھا کر دے ماروں گی۔" کشن اس پہ پھینک کر ڈپٹ کر بولی، مگر اگلے ہی لمحے دھپ سے صوفے پہ گر کے رونے لگی، اس کے رونے سے وہ ایک دم بوکھلا گیا۔

"میری توبہ، تمہاری بھابھی سے چلنے والی میری نسل کی توبہ، اب کچھ نہیں بولوں گا، دیکھو کان پکڑ لئے، اٹھک بیٹھک کروں؟" کان پکڑے وہ گویا اٹھنے کو تیار تھا، اسے ہنسی آ گئی۔

"تمہاری اٹھک بیٹھک سے مجھے کون سا فائدہ ہونے والا ہے، مجھے آئسکریم کھلانے لے چلو۔" آنسو پونچھ کر ڈیمانڈ کی۔

"گیارہ بج رہے ہیں رات کے، تمہارا دماغ خراب ہے۔" فرمائش پر چڑ گیا، کیونکہ خبر تھی پیسے بھی اسی کے والٹ سے نکلیں گے، اور وہ باہر جا کر صرف آئسکریم کھا کر لوٹ آئے ایسا تو آریان کی پوری زندگی میں نہیں ہوا تھا، آریان کو چند ماہ پہلے کا واقعہ پوری جزئیات کے ساتھ یاد تھا جب اسی طرح آئسکریم کا کہہ کر وہ ساتھ گئی تھی اور وہاں جا کر اس نے زنگر برگر، چائنیز ڈش اور جانے کیا کچھ منگوا لیا تھا، دونوں نے مزے لے کر کھائے تھے اور جب بل بک دے کر ویٹر مسکراتا چلا گیا تو والٹ نکال کر اس نے غزہ کی طرف رخ کیا تھا۔

"میرے پاس پورے پیسے نہیں ہیں، لاؤ تم بھی دو۔" آریان کی بات پہ اس کی آنکھیں حیرت سے باہر ابلنے کو تھیں۔

"تمہارے پاس پیسے نہیں کیا؟ پیسے تو میرے پاس بھی نہیں۔" اس کی عجیب حالت ہو رہی تھی وہ تو اس لئے بے فکر تھی کہ عید کو گزرے چند روز ہی ہوئے تھے اسے گمان تھا اس کے پاس عیدی کے پیسے ہوں گے اور وہ کہہ رہا تھا پورے پیسے نہیں ہیں۔

"کیوں جھوٹ بول رہی ہو، ابھی جب تم نے منہ کا جغرافیہ ٹھیک کرنے کے لئے پرس میں سے چیزیں نکالیں تو کونے میں دبے ہزار ہزار کے نوٹ میں نے دیکھ لئے تھے، تب ہی تو ریلیکس ہو کر دوبارہ چائنیز آرڈر کیا۔" آریان نے اس کے جھوٹ کو پکڑنے کی کوشش کر کے اسے شرمندہ کرنا چاہا۔

"آریان! یہ تو عید مبارک والے نوٹ ہیں، یو نو بچپن سے مجھے ان نوٹوں کو جمع کرنے کی عادت ہے۔" غزہ نے پرس کے اندر ہاتھ ڈال کر نوٹ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے تھے، آریان نے پاگلوں کی طرح نوٹ کو آگے پیچھے کر کے دیکھا، عید مبارک اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

"یو اسٹوپڈ، تمہاری عیدی کہاں گئی؟" اسے غصہ آنے لگا۔

"وہ تو گھر میں کتابوں کے اندر چھپا کے رکھے ہیں تا کہ تم چوری نہ کر سکو۔" وہ منہ بسور کر اپنا کارنامہ سنا رہی تھی۔

"اب کیا کریں، بڑی شرمندگی ہو جائے گی۔" وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"تم باہر نکلو میں آتا ہوں۔" آریان نے کچھ سوچتے ہوئے اسے نکلنے کا کہا۔

"آریان تم پھنس جاؤ گے، تم گھر جا کر

پیسے لے آؤ، بائیک بھی ہے، میں یہاں بیٹھ کے انتظار کر لیتی ہوں انہیں تسلی ہو گی کہ ہم بھاگے نہیں۔'' وہ راہ دکھا رہی تھی، جو آریان کو کسی صورت منظور نہ ہوا۔

''میں تمہیں نا یہاں اکیلا چھوڑ کے جا سکتا ہوں، نا تمہیں اکیلا گھر بھیج سکتا ہوں، تم چپ کر کے جا کے بائیک کے پاس کھڑی ہو جاؤ۔''

''لیکن؟'' وہ ہچکچا کے کھڑی ہو گئی۔

''سر بل۔'' اسی لمحے ویٹر آ گیا تھا، آریان کے اشارہ کرنے پہ وہ چپ چاپ بائیک کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی، تھوڑی ہی دیر میں اسے آریان آتا نظر آیا۔

''کیا ہوا بل کا؟'' وہ فکر مند تھی۔

''جلدی سے بیٹھو۔'' اس کے سوال کو نظر انداز کر کے آریان نے فوراً بائیک کو کک لگائی اور اس کے بیٹھتے ہی بائیک بھگا لے گیا۔

''آریان بل کا کیا ہوا؟''

''عید مبارک کام آ گئے۔'' آریان کا مسکراتا جواب آیا۔

''مطلب...... تم نے عید مبارک والے نوٹ چلا دیئے۔'' وہ متعجب تھی۔

''ہاں اصل کے نیچے سارے عید مبارک والے رکھ دیئے، جب تک انہیں عید ''پھیکی'' لگے گی تب تک ہم نکل گئے۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''کتنے چیٹر ہو تم۔'' غزہ نے اس کے شانے پہ مکا مارا تھا۔

''اور تم اتنی میسنی ہو کہ کتابوں میں پیسے چھپا کے رکھتی ہو، آج ہی چیک کرتا ہوں تمہاری ساری کتابیں۔'' اور اس کے بعد سے آریان کو نصیحت ہو گئی تھی، وہ کبھی اس کے بھروسے میں کہیں نہیں جاتا تھا، اب بھی اسے جیب خالی ہوتی محسوس ہوئی تھی، تب ہی رات کا احساس دلانے لگا۔

''ڈیل کینسل؟ اوکے پھر مما پاپا سے ڈانٹ کھانے کو تیار ہو جاؤ۔'' آنکھوں میں شرارت بھرے بلیک میل کرنے لگی، وہ گھور کے رہ گیا۔

''جانتا ہوں، اول نمبر کی جھوٹی اور دوغلی ہو، اک کی چار شکایتیں لگاؤ گی، اس وقت میرا خاطر کروانے کا کوئی موڈ نہیں، بائیک کی چابی اٹھاؤ، مرو، چل رہا ہوں۔'' اس کی بے بسی پہ وہ ہنس کر ساتھ ہو لی تھی۔

''اللہ کرے مدیرہ تمہارا افسانہ کباڑیے والے کو بیچ دے میں دس روپے کے چنے لے کر اس میں کھاؤں گا۔'' اسے آئسکریم کا تیسرا کپ ختم کرتے دیکھ کر وہ جلبلا کے گویا ہوا۔

''ابھی میں نے فالودہ بھی کھانا ہے، وہ بھی اسپیشل۔'' کپ ڈسٹ بن کی طرف اڑاتے اس نے آگے کا لائحہ عمل بتایا، وہ سر پکڑ کے رہ گیا۔

دونوں ٹوئنس تھے، جتنا اک دوسرے سے لڑتے تھے، اتنی ہی محبت بھی کرتے تھے، آریان پانچ منٹ بڑا تھا اور پانچ منٹ کی بڑائی کو پانچ سال سمجھ کر رعب جھاڑتا تھا، مگر وہ کب اس کے رعب کو خاطر میں لاتی تھی، دونوں اک ہی کھیل کھیلتے، اک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔

''مجھے اکنامکس نہیں پڑھنا، اتنا سڑیل بورنگ سبجیکٹ پڑھ کے فائدہ ہی کیا، جو پسند نا ہو۔'' پچھلے ایک گھنٹے سے وہ دونوں ماسٹرز میں سبجیکٹ رکھنے پہ بحث کر رہے تھے۔

''اکنامکس کی ویلیو دیکھو، ڈیمانڈ دیکھو بے وقوف۔'' کافی دیر سے وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''بھاڑ میں جائے ایسی ویلیو، ڈگری ہاتھ میں ہو اور کچھ آتا جاتا ہو، کس نے پوچھ لیا، مارشل اور رابنز کون تھے؟ تو جواب آگے گا، جی دونوں سوتیلے بھائی ہمارے پڑوس میں تو رہتے ہیں، مگر دونوں کی بنتی نہیں، دونوں کی بیویاں، اف توبہ،

استغفار۔'' گالوں کو پیٹتے ہوئے وہ بڑے دلسوز انداز میں کہہ رہی تھی۔

''ہم سبجیکٹ رکھنے کی بات کر رہے تھے۔'' آریان نے یاد دلایا۔

''اردو میری پہلی اور آخری چوائس ہے، اینڈ دیٹس اٹ۔'' وہ پاؤں چڑھا کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

''تمہارے ٹون سے لگا پہلی اور آخری محبت کہنا چاہ رہی ہو۔'' مذاق اڑایا۔

''فارم لیتے وقت جب سے تمہیں جوریہ ملی ہے نا بچو، تب سے تم پہ محبت وجبت کی بات کر رہے ہو، تمہیں کیا لگا، میں نے تمہیں ہیرو بننے کی ناکام ایکٹنگ کرتے نہیں دیکھا، جب تم ناول کے ہیرو کی طرح نرم وگمبھیر آواز میں کہہ رہے تھے، جوریہ اتنی لمبی لائن کے پیچھے کب تک خوار ہو گی لاؤ میں فارم لا دوں، تم آرام سے سائے میں بیٹھو۔'' وہ کم وبیش آریان کے لہجے کی نقل اتار بولی تو وہ سٹپٹا سا گیا، مجال ہے جو اس چڑیل کی آنکھوں اور کانوں سے کچھ مخفی رہ جائے، دانت کچکچا کر اسے گھور رہا تھا مگر اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مکارانہ مسکراہٹ سجالی۔

''خوبصورت لڑکیاں تپتی دھوپ میں جلیں، اچھا تو نہیں لگتا نا۔''

''اور میں، جب دو گھنٹے کے بعد فارم لے کر نکلی، تب تپتی دھوپ اور لڑکیاں کا خیال تمہیں میرے لئے نہیں آیا۔'' وہ کڑے تیوری سے گھور رہی تھی۔

''تپتی دھوپ لڑکیوں کے ساتھ میں نے خوبصورت کا بھی استعمال کیا تھا، آپ نے جس پہ توجہ نہیں دی۔'' وہ ہنس دیا تھا،

''آریی......!'' بات سمجھ آئی تب تک وہ بھاگ چکا تھا۔

''کسی دن اس کی زبان پہ آری ہی چلا دوں گی۔'' ہڑبڑا کے اس نے سر جھٹکا اور پھر ناچار آریان کو بھی اردو ہی رکھنا پڑا، کیونکہ اس کے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا، اب دونوں کے فائنل ائیر کے اسٹوڈنٹ تھے، مگر شرارتیں لڑنا جھگڑنا، بچوں کی طرح تھیں۔

☆☆☆

''یہ دیکھو جل ککڑے، میرا افسانہ لگ گیا۔'' آریان دوست کی طرف سے واپس آیا تو ڈائجسٹ لئے وہ اس کے پیچھے کچن کو آئی، بوتل منہ سے لگائے وہ پانی پی رہا تھا، اس کی بات پہ ''ہوں ہوں'' کی صورت پانی نکل گیا۔

''فضول انسان، کتنی بار کہا ہے گلاس میں ڈال کے پانی پیا کرو۔'' اس کی حرکت نفیس طبع پہ گراں گزری تھی۔

''دکھاؤ ذرا۔'' اس کی بات کو اگنور کر کے اس نے ڈائجسٹ جھپٹ لیا۔

''گیلے ہاتھوں سے نہیں خراب ہو جائے گا۔'' وہ چلاتی رہ گئی۔

''سونے کا پانی چڑھا کر ہاتھ لگاتا ہوں ڈائجسٹ کو۔'' اس نے سر جھٹکا اور اس کے افسانے کا جائزہ لینے لگا۔

''چچ چچ صد افسوس، اردو ادب پہ اتنا برا وقت آ گیا کہ ایسے ویسے رائٹر بنے بیٹھے ہیں، مدیرہ کا لگتا ہے دماغ چل گیا ہے۔'' تسلی کر کے اس نے اظہار افسوس کرنا ضروری خیال کیا۔

''خبردار، جو مدیرہ جی کے بارے میں کچھ کہا تو۔'' وہ آگ بگولہ ہو گئی۔

''اچھا جی مدیرہ کے لئے یہ محبت اس لئے امڈ رہی ہے کہ محترمہ نے ترس کھا کر تمہاری تحریر لگا دی، اگر جو کباڑیئے کی نذر ہو جاتا تو آپ ہی فرماتیں، رشتے داروں کی تحریریں شائع کرتی

ہیں۔" اس نے غزہ کے لہجے کی نقل اتاری۔
"کوئی نہیں۔" اس نے منہ بگاڑا۔
"پھپھو کو دکھائی تحریر۔" اب کے انسانوں کی طرح سوال کیا مگر آنکھوں کے اشارے پہ وہ چہرے کی سرخی نہ چھپا سکی۔
"میں گئی تھی مگر گھر کو تالا لگا ہوا تھا۔" اس نے چھینپتے ہوئے کہا۔
"ابھی پہلی ہی تحریر لگی ہیں کہ لوگوں نے گھروں سے بھاگنا شروع کر دیا۔" اس نے مذاق اڑایا۔
"بکو مت، پھپھو سبزی لینے بازار گئی ہوئی ہیں۔" اس نے ڈائجسٹ دے مارا۔
"اوئے ہوئے، ابھی سے اتنی طرفداری۔"
اسے شوخی پہ آمادہ دیکھ کے وہ نو دو گیارہ ہوگئی۔

☆☆☆

"پھپھو آپ کے ہاتھ کی بنی چائے پینے کے لئے دیکھیں، ہم اپنے گھر کی چائے چھوڑ کر آئے ہیں۔" آریان کا انداز ایسا تھا جیسے کتنی عظیم قربانی دے کر آیا ہو۔
"میری خوش نصیبی۔" پھپھو نے امی کے اسٹائل سے جواب دیا، پھپھا کے انتقال کے بعد پھپھو ان کے پڑوس میں آباد ہو چکی تھیں، پپا بھی بیوہ بہن کو خود سے قریب رکھنا چاہتے تھے، کچھ اس فیصلے میں ان کی دور اندیشی بھی شامل تھی، پھپھو کے بیٹے تیمور سے غزہ نوین کی نسبت طے کر گئے تھے، اس لئے بھی وہ چاہتے تھے کہ بہن اور بیٹی ان نظروں کے پاس رہے، اب تقریباً روز ہی دونوں ٹپک پڑتے تھے، تیمور بھی ہوتا تھا اس لئے وہ جھجکتی تھی مگر آریان سسرال کا نام لے کے جو چھیڑتا تو اسے آتے ہی بنتی، اس وقت بھی وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جو حلق تک ٹھونسنے والے مہمانوں کی طرح کسر نفسی دکھا رہا تھا۔
"کیسے ہیں تیمور بھائی؟" تیمور آتا دیکھ کر آریان نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔
"اے ون، آؤ بیٹھو۔" فریش لہجے میں کپڑوں سے اٹھتی پرفیوم کی مہک یہاں سے وہاں تک بکھیرتے ہوئے چہک کر کہا۔
"میرا خیال ہے آپ کی آدھی سیلری تو پرفیوم میں اڑ جاتی ہوگی۔" وہ کہنے سے باز نہ آیا، تیمور نے مسکرانے پہ اکتفا کیا۔
"آج کی ان بلیوایبل نیوز سنی آپ لوگوں نے؟" تجسس پیدا کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں تو، پھر کوئی آئیل ٹینکر الٹ گیا کیا؟" تیمور کو تشویش ہوئی۔
"او نہیں، خیر سے دشمنوں کا افسانہ چھپ چکا ہے۔" آریان نے ڈائجسٹ کی رونمائی کروائی۔
"واقعی، بہت مبارک ہو، دکھاؤ۔" پھپھو ساتھ لگاتے ہوئے خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی تھیں، سب ہی باخبر تھے اس نے اک عدد افسانہ لکھا ہے
"بہت مبارک ہو، پہلے بتاتی تو میں کچھ انتظام ہی کر لیتی۔" پھپھو بے حد خوش تھیں۔
"یہ سموسے ہیں نا پھپھو، منہ میٹھا کرانے کی بجائے نمکین اور تیکھا کروا دیجئے۔" آریان بھلا چپ رہ سکتا تھا۔
"پکوڑے تو کچن میں ہی رہ گئے، ٹھہرو، میں لاتی ہوں۔" یاد آنے پہ پھپھو کچن کی طرف بڑھ گئیں۔
"لانے کی ضرورت نہیں ہے پھپھو، مجھے میرا حصہ کچن میں ہی الگ کر دیں، ورنہ غزہ چٹوری کچھ نہیں چھوڑے گی۔" آریان یقیناً بہت اچھا بھائی تھا، تب ہی بہانے سے پھپھو کے ساتھ کچن کو ہولیا تھا۔

''کیسے چھپی اسٹوری؟'' ابھی وہ آریان کی بات پہ مسکرا ہی رہی تھی جب تیمور کے اچانک سے سوال پہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''پیپر پہ لکھا اور ادارے کو بھیج دیا، انہیں اچھا لگا ہوگا اس لئے شائع ہوا۔'' اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا، اسے تیمور کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا۔

''ہوں۔'' وہ ہنکارا بھر کے چائے پینے لگا، کچھ دیر پہلے کی شگفتگی غائب ہو چکی تھی اس کے کان مبارک باد یا کسی ستائشی جملے کے منتظر ہی رہے اور وہ گھر آ گئی۔

''ہو سکتا ہے، آفس کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں۔'' اس کی سرد مہری پہ وہ کافی دیر تک خود کو بہلاتی رہی، پھپھو نے گفٹ ارینج کرنے کی بجائے ہزار روپے دیئے تھے۔

''ارے پھپھو اتنا زیادہ، افسانے کا اعزاز یہ تو دو تین سو ہی آنا ہے اسے، پہلے ہی مما اور پپا سے بہت کچھ نکلوا چکی ہے۔'' آریان چیختا رہ گیا۔

''خود تو توفیق نہیں ہے، دوسروں کو بھی ورغلا رہے ہو۔'' وہ کہنے سے نہیں چوکی۔

''خوبصورت لڑکیوں پہ پیسے خرچ کرنے میں مزا آتا ہے۔'' اس نے بھی سلگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر رات کو سونے کے بعد بیڈ روم میں آئی تو تکیے پہ پڑا بڑا سا گفٹ پیک دیکھ کر اچھل گئی، اک لمحے کو خیال آیا شاید تیمور نے سرپرائز دیا ہو، مگر کارڈ میں ''مائی بیوٹی فل سسٹر'' دیکھ کے ہنس پڑی، وہ بڑے پیار سے گفٹ کھولنے لگی۔

''یہ!'' اندر موجود ردی دیکھ کے ٹھٹک گئی، اندر اک کارڈ پڑا تھا، رائٹنگ آریان کی تھی وہ اٹھا کر پڑھنے لگی۔

''چچ بڑی جلدی ہے گفٹ کی، بیڈ سے اٹھو اور الماری کھولو۔'' آرڈر پہ مسکرا کر اس نے الماری کھولی، وہاں پنک سوٹ کے ساتھ کے ہاتھ چٹ ملی۔

''اب ایسا کرو واش روم جاؤ اور شیمپو کی خالی بوتل جو تم کاہلی کے باعث ڈسٹ بن میں نہیں ڈال رہیں اسے چیک کرو۔''

''آریان کے بچے، ذلیل کمینے۔'' سلگتے ہوئے وہ واش روم میں گئی اور مطلوبہ بوتل چیک کرنے لگی، اس میں سے اک اور چٹ برآمد ہوئی۔

''میرا خیال ہے اب تک تمہاری گالیاں ختم ہو چکی ہوں گی، اس لئے واپس اپنے کمرے میں جاؤ اور ڈریسنگ ٹیبل کا آخری دراز چیک کرلو۔''

''اففففف، آریان آئی ول کل یو۔'' وہ سخت جھنجلا گئی تھی، آخری دراز سے اک اور چٹ نکلی تو اس نے بڑی مشکل سے اپنا بی پی کنٹرول کیا۔

''مزا تو تمہیں یقیناً آ رہا ہوگا، اب ایسا کرو کہ اپنی رائٹنگ ٹیبل سے، ''مستنصر صاحب کی ''راکھ اٹھاؤ'' وہ اس کی ذہانت کی جتنی داد دیتی کم تھا۔''

''عزہ نوین کام ڈاؤن۔'' وہ خود کو کنٹرول کر رہی تھی، اور اک اک صفحہ ورق گردانی کے بعد جب پھر چٹ نکلی تو اس کا دل چاہا اپنا سر دیوار پہ دے مارے یا بال بکھرائے چلاتی ہوئی آریان کے کمرے میں دھاوا بول دے۔

''آریان، ابھی تم میرے سامنے ہوتے تو میں تمہیں بتاتی۔'' وہ عالم تصور میں اسے اپنا مذاق اڑاتے دیکھ کر کلس گئی، جلتے بھنتے وہ تحریر پڑھنے لگی۔

''تم جیسی لالچی لڑکی نہیں دیکھی، حد ہے ڈھٹائی کی، مجھے پتا ہے تم کتنی ندیدہ ہو، اس لئے

اپنے بیڈ کے نیچے جاؤ۔"
"ذلیل، کمینے، شیطان کے کچھ لگتے۔"
اچھی طرح سے اکڑوں بیٹھ کے بیڈ کے نیچے جھانکنے لگی، اسے اک اور چٹ مل گئی، وہ وہیں کارپٹ پہ ڈھے گئی۔
"ترس آرہا ہے تم پہ، اچھا ایسا کرو، اپنا تکیہ اٹھاؤ۔" اس نے فوراً ہدایت پہ عمل کیا تھا، تکیے کے نیچے چھوٹا سا مکی ماؤس دیکھ کر وہ ماؤف ہوتے ذہن سے بیڈ پہ گر گئی، جہاں سے چلی تھی وہیں پہ سفر ختم ہوا تھا، اتنی محنت کے بعد یہ تحفہ اس نے گھور کے مکی ماؤس کو دیکھا، اسے ایک چٹ پن ہوئی نظر آئی، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، چٹ نکال کر پڑھنے لگی۔
"مکی ماؤس کے پیٹ میں ہاتھ ڈالو، جو آ جائے گا وہ تمہاری قسمت۔" اور کچھ ہی لمحوں بعد نازک خوبصورت رسٹ واچ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی، پچھلے دنوں وہ اسی رسٹ واچ کو مہنگا ہونے کے باعث خرید نہیں سکی تھی، وجہ صرف یہ تھی کہ سارے پیسے شاپنگ میں پہلے ہی خرچ ہو گئے تھے، اگلی بار لینے کا وہ کہہ تو آئی تھی مگر بک نا جائے، یہ ڈر بھی موجود تھا، غصہ جھنجلاہٹ اڑن چھو ہو چکا تھا صبح وہ بڑی شرارت سے پوچھ رہا تھا۔
"گفٹ ملا؟"
"تم اول نمبر کے ذلیل ہو۔" اسے مکا مار کے وہ ہنس پڑی تھی۔

☆☆☆

"آریان! میں نے اک غزل لکھی ہے سن لو نا پلیز۔" یونیورسٹی میں مشاعرہ ہو رہا تھا، سب کو خبر تھی کہ وہ شاعری بھی کرتی تھی، سر زبیر نے تو مشاعرہ اٹینڈ کرنے کی سختی سے تلقین کی تھی، پپا کو شاعری کی الف ب بھی سمجھ نہیں آتی تھی، مما اس وقت گھر پہ موجود نہیں تھیں، ورنہ انہیں ہی سنا دیتی، ناچار آریان کی منتیں کرنی پڑ رہی تھیں۔
"معاف رکھو مجھے پہلے ہی تمہارے کہنے پہ اردو رکھ کے پھنس چکا ہوں۔" اس نے صاف ہری جھنڈی دکھا دی۔
"میر درد کو پڑھ پڑھ کے مجھے خود اپنے جگر میں درد اٹھتا محسوس ہونے لگا ہے۔"
"جہنم میں جاؤ تم، میں پھپھو کو سنانے جا رہی ہوں۔" اس کی دہائی پہ منہ بنا کر وہ دونوں گھروں کے بیچ کا گیٹ عبور کرنے لگی۔
"پھپھو کو ہی سنانا، کسی اور کو نہیں۔" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آیا۔
کاریڈور میں ہی تیمور سے سامنا ہو گیا تو اس کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا، جب سے نسبت طے ہوئی تھی وہ اس سے جھجکنے لگی تھی۔
"خیریت ڈائری پین لئے کہاں کی سواری ہے۔" وہ کہیں جانے کو نکل رہا تھا شاید، کف کے بٹن بند کرتا ہوا عجلت میں بولا۔
"یونیورسٹی میں مشاعرہ ہو رہا ہے، میں نے بھی حصہ لیا ہے، غزل بھی لکھ چکی ہوں مگر آریان سننے کو تیار ہی نہیں، پھپھو کو شاعری سے لگاؤ ہے اسی لئے چلی آئی، تاکہ کہیں خامی ہو تو دور ہو جائے۔" اس نے آنے کی وجہ گوش گزار کی، یہ دیکھے بنا کے "میں نے بھی حصہ لیا ہے" سن کے ہی منہ کا زاویہ بگڑ چکا تھا۔
"کیوں لیا تم نے حصہ؟" تیز لہجے پہ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی، جہاں غیر معمولی پن تھا۔
"میں شاعری کرتی ہوں اور پھر سر زبیر نے بھی میری شاعری پڑھی ہے انہوں نے بھی اصرار کیا ہے کہ میں حصہ لوں۔" اسے تیمور کا رویہ سمجھ میں آرہا تھا۔
"تمہیں کیا لگتا ہے، تمہاری شاعری میں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ایسی کون سی خاص بات ہے جو سر زبیر نے اصرار کیا، سر کے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ تم صنف نازک ہو اور صنف نازک کی کامیابی کا سب سے بڑا ہتھیار اس کا صنف نازک ہونا ہی ہوتا ہے، وہ میدان میں اترنے سے پہلے ہی میدان مار لیتی ہے، ٹائپسٹ کی جاب سے اسٹارٹ کرنے والی دو ہفتوں میں باس کی پرسنل سیکرٹری بن جاتی ہے، صرف اس لئے کہ اس کا تعلق صنف نازک سے ہے۔'' تیمور کے لہجے میں حد درجہ حقارت تھی، وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''آپ صنف نازک کی توہین کر رہے ہیں۔'' بالآخر وہ یہ جتانا نا بھولی کہ اسے یہ انداز ناگوار گزرا ہے، اتنے میں پھپھو کے آجانے پہ وہ چلا گیا اور وہ بھی غزل دکھا کے واپس آگئی، پہلے والی گرم جوشی اور خوشی مفقود تھی، تیمور کے رویے سے وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی۔

☆☆☆

ستم تو یہ ہے ظالم سخن شناس نہیں
وہ اک شخص جو شاعر بنا گیا مجھ کو

''تیمور کل مشاعرہ ہے میں چاہتی ہوں آپ بھی وہاں موجود ہوں۔'' خود کو لاکھ بہلاوے تسلی دے کر کہ شاید تیمور کو کوئی تلخ تجربہ ہوا ہو، کسی مسئلے میں الجھے ہوں، کی تاویل دے کر ساری کدورت مٹا کے وہ آج پھر اس سے التجا کر رہی تھی۔

''کل تو آفس میں بہت کام ہے، سوری۔'' اس نے صفا چٹا انکار کر دیا، اس کی غلط بیانی پہ وہ ہکا بکا رہ گئی، پرسوں ہی تو اس نے خود بتایا تھا کہ باس کی بیٹی کی شادی ہے، چھٹی ہے اور آج کتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول گیا تھا۔

دعا ہے کہ کامیابی کی منازل ہوں زیادہ
تم اس دور کے لئے اچھوتا خیال ہو

اک کے بعد اک افسانے شائع ہو رہے تھے، قاری اس کی تحریر پسند کرتے تھے، فائنل سمسٹر شروع ہو کر ختم بھی ہو گئے، اس کا زیادہ تر وقت لکھنے میں گزرنے لگا۔

☆☆☆

''عزیزی! فٹافٹ اٹھ جاؤ۔'' ابھی وہ گیلے بالوں کو سلجھا ہی رہی تھی جب اچانک ہی آریان نے آ کر تحکم بھرے لہجے میں بولا۔

''کیوں؟'' وہ حیران تھی، عزہ نوین کو پیار سے عزیزی ہی کہتا تھا۔

''تم کیوں کیوں کرتی رہو، میں چلا پکنک منانے۔'' جھلا کے مڑ گیا۔

''پکنک، کیسی پکنک؟'' اس نے فوراً آستین پکڑ کے کھینچا۔

''رازین اور اس کی فیملی پکنک کا پروگرام بنا رہے تھے، مجھے بھی جوائن کرنے کو کہا، تو میں اور تم ابھی اور اسی وقت چل رہے ہیں۔'' وہ پھیل کے بیٹھ گیا۔

''ابھی اور اسی وقت؟'' وہ پرسوچ انداز سے خود پہ اک نظر ڈالنے لگی، جینز کے ساتھ اس نے لانگ شرٹ پہن رکھی تھی، دوپٹا شانوں پہ پڑا ہوا تھا۔

''کیوں وقت کو کیا ہوا؟'' بھنویں اچکا کر پوچھا۔

''مما پپا؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میں پرمیشن لے چکا ہوں۔'' اس نے اپنے کارنامے سے مطلع کیا۔

''مجھے ابھی ناول مکمل کرنا ہے، مدیرہ جی کا فون بھی آچکا ہے۔'' وہ شش و پنج میں گھر گئی، پکنک کی آفر ریجیکٹ کیے جانے کے قابل نا تھی۔

''مروتم، اپنی روتی دھوتی ہیروئن کو چپ

کراتی رہوا اپنے اس فضول کھڑوس ہیرو کے ہاتھ ہوئی بے عزتی پہ، میں جا رہا ہوں انجوائے کرنے، تم سڑو اپنے کمرے میں۔" وہ دھاڑ کے پلٹنے لگا، وہ واقعی اس پوائنٹ پہ آ کے الجھ گئی تھی، اڑیل ہیرو جھکنے کو تیار نہ تھا اور ہیروئن بے چاری آس لگائے بیٹھی تھی کہ وہ اسے منائے اسی چکر میں چاند رات انتظار کرتے گزر گئی اور اب صبح عید قربان تھی، ہیرو جانور ذبح کرنے کے لئے چھری تیز کر رہا تھا مگر ہیروئن کو منانے کا اس کا کچھ ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"آری بتاؤ نا کیا کروں ایسا کہ ہیرو، ہیروئن کو منا لے؟" وہ رات بڑی بے چارگی سے اسے پوری اسٹوری سنا کر پوچھ رہی تھی۔

"ہیرو جب عید قربان کی صبح بیل کو گرا کر اس کے گلے میں چھری پھیر کر ذبح کرے تب چھری لہرا کر ہیروئن کو دکھائے ایکسپریشنز، ایسے ہوں کہ چھری تمہارے گلے میں بھی پھیر سکتا ہوں۔"

"توبہ...... منانا ہے...... قتل نہیں کروانا۔"

وہ آریان کی منظر کشی پہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"آگے تو سنو۔" وہ بیچ میں ٹوک دینے پہ وہ جھلایا۔

"سناؤ۔" گھٹنوں پہ ٹھوڑی ٹکا کر دونوں ہاتھ پیروں کے گرد لپیٹے وہ ہمہ تن گوش تھی۔

"ہیرو جب بیل کو ذبح کرے تو دل کلیجی نکال کر ہیروئن کو دے تو کلیجی بناتے ہوئے ہیروئن اس میں زہر ڈال دے، ہیرو کے جسم میں جب زہر کا اثر ہو تو اسے احساس ہو اس نے کتنا غلط کیا ہے بے چاری ہیروئن سے پنگا لے کر، وہ اسے اوپر ملنے کی دھمکی دے کر آخری ہچکی لے، اللہ اللہ خیر صلا۔"

"نہایت ہی فضول ہوں میں جو تم جیسے سے مدد مانگ لیتی ہوں، اس تو اچھا ہے کسی پٹڑی کے نیچے آ جاؤں۔" وہ جو انہاک سے اس کے نادر نایاب نسخے سے فیض یاب ہو رہی تھی، جلبلا گئی۔

"مرضی ہے، میں نے تو بہت دھانسو آئیڈیا دیا، قاری بھی شاکڈ رہ جائیں گے کہ بظاہر پورے ناول میں معصوم نظر آنے والی ہیروئن کتنی سفاک ہے، سب کی ہمدردی بے چارے ہیرو سے بڑھ جائی گی اور ہاں ناول کا نام آخری ہچکی رکھنا۔" آریان جانے اور کیا کیا بکواس کر رہا تھا اس نے پین پیپر اٹھا کر جانے میں ہی عافیت جانی اور اب وہ پکنک کا مژدہ سنا رہا تھا۔

"افوہ، رکو چل رہی ہو ناں۔" وہ لجاجت سے بولی تھی۔

"That like a good girl۔"

اسے خبر تھی پکنک تو عزہ نوین بھی مس کر ہی نہیں سکتی۔

"بڑی جلدی یقین آیا؟" وہ جل کے تنقیدی نظروں سے اپنے کپڑے جانچ رہی تھی، بلو جینز اور بلو اور ریڈ پرنٹڈ شرٹ میں ریڈ دوپٹہ لئے وہ دمک رہی تھی، بال خشک کر کے پونی بنا لی تھی، نیچرل کلر کی لپ اسٹک سے ہونٹوں کو رنگ کے وہ بالکل تیار تھی۔

"چلو۔" آنکھیں بند کیے آریان کے پیر پہ اک دھپ رسید کی۔

"ابھی تو بڑی جلدی مچا رہے تھے اور اب خود سو رہے ہو۔"

"سو کون کم بخت رہا ہے میں تو بند آنکھوں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔" بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ اٹھ بیٹھا۔

"کن کو؟" وہ جارحانہ تیوروں سے آگے بڑھی۔

"اور ابھی تم نے بالوں میں ہاتھ کیوں

پھیرا، مجھے تو بڑا کہتے ہو تمہارا ہر دوسرا ہیرو بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہتا ہے، ہر دو تین منٹ بعد بچارے کے پاس کنگھی نہیں یا جوں کچھ زیادہ کاٹتی ہے۔" وہ سخت تیوروں سے گھور رہی تھی۔

"غلطی ہوئی مس پاکستان چلو۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر جان چھڑائی۔

"تم پہلے نہیں بتا سکتے تھے پکنک کا۔" آریان اب کے بالوں میں برش کر رہا تھا، کہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے کا دھبا دھو سکے۔

"قسم لے لو یار، بالکل بھول چکا تھا، وہ تو جب مرغے کی بانگ کے بعد رازین کی کال آئی تو یاد آیا۔"

"ایسے اچھا نہیں لگتا، کم از کم کچھ انتظام تو کر لیتی۔" اس نے منہ بسورا۔

"فکر نا کرو، رازین کے گھر والے بڑے مہمان نواز ہیں۔" بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ وہی رازین ہے نا جو دو گلیوں کے بعد رہتا ہے؟" پرفیوم اسپرے کرتی وہ استفسار کر رہی تھی۔

"ہوں اور بقول تمہارے اچھا لڑکا ہے۔" آریان نے اس کے ہاتھ سے پرفیوم لے کر خود پہ اسپرے کرنا شروع کر دیا۔

"احمق لیڈی پرفیوم ہے۔" وہ جھلائی۔

"یہ تو لیبل پہ لکھا ہے نا، خوشبو نے کون سا پھڑک کے سب کو بتانا ہے میں لیڈی اسمیل ہوں۔" اس کے چڑ کے بولنے پہ وہ سر پہ ہاتھ رکھ کے رہ گئی، اسی دم گاڑی کا ہارن بجا تھا، ساتھ ہی آریان کا سیل فون بھی چیخنے لگا، عزہ نوین کی خوفزدہ سی چیخ نکل گئی۔

"کم از کم اس رنگ ٹون کو تو چینج کر لو، اچانک ہزار لوگوں کی چیخ پہ بندے کا ہارٹ فیل ہی ہو جائے گا۔" اس نے ناگواری سے اس کے فون کو دیکھا۔

"مشورہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو اور نکلنے کی کرو، وہ لوگ آ گئے ہیں۔" ہینڈ بیگ اٹھا کر وہ اس کے پیچھے بھاگی۔

"رکو رکو۔"

"کیا آفت آ گئی ہماری موجودگی میں۔" اس کے ایک دم چیخنے پہ وہ جھلا گیا۔

"مما، پپا کو تو بتا کر آؤں۔" وہ ان کے کمرے کی طرف دوڑی، واپس آئی تو آریان کے ساتھ تیمور کو دیکھ کر اس کے قدم رک گئے، پچھلے کئی مہینوں سے اس کا رویہ اکھڑا اکھڑا تھا، اب آریان کی کسی بات پہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اپنے ساتھ تیمور کو بھی گھسیٹ لیا، اس کو تو چین نہیں۔" وہ آریان کو گھورنے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"تیمور کو لینے کی کیا ضرورت تھی؟" اسے خبر تھی اس نخریلے بندے کی آریان نے کتنی منت سماجت کی ہوگی تب ہی وہ ان پہ احسان کرنے کو تیار ہوا ہوگا، اسے تیمور کی فطرت کا اندازہ تھا تو آریان کی محبت کا بھی، اس نے یقیناً اس کی خوشی کے لئے اس کی خوشامد کی ہوگی۔

"دل میں تو کلو دو کلو کے لڈو پھوٹ رہے ہیں اور چہرہ دیکھو۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔

"تم نے اصرار کیا ہوگا ورنہ محترم کیسے مان گئے۔" اس کی چھیڑ کو نظر انداز کرتے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"تم چھوڑو نا، تمہاری خوشی کے لئے میں ہر ناممکن کو ممکن بنا دوں یہ تو پھر تیمور بھائی کو منانا تھا، چلو ہارن بجا رہے ہیں وہ لوگ۔" وہ کٹ بیگ اٹھائے اسے چلنے کا اشارہ کرنے لگا۔

''یہ کیا ہے؟'' کٹ بیگ میں خورد ونوش کی چیزیں دیکھ کے وہ خفگی سے پوچھ رہی تھی۔
''میں اپنی سسٹر کو دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونے کیسے دیکھ سکتا ہوں، سارے انتظامات کر لئے تھے، مما سے کافی کچھ بنوا لیا، کچھ بیکری سے لیا، تمہیں سرپرائز دینے کا پروگرام تھا۔'' محبت بھرے لہجے پہ وہ جاںنثار نظروں سے بھائی کو دیکھنے لگی۔
''میری خوشی کے لئے اگر آئندہ تم نے ایسی حرکت کی تو چھوڑوں گی نہیں تمہیں، مجھے اپنے بھائی کو کسی کی خوشامد کرتے دیکھنا پسند نہیں۔'' اس نے وارننگ دینے کے ساتھ جتا بھی دیا۔
''اوکے چلو۔'' اس کا ہاتھ تھام کر وہ اونچی آواز میں مما کو اپنے جانے کے متعلق بتانے لگا۔
''مما ہم نکل رہے ہیں، لیٹ ہو گئے تو فکر نا کیجئے گا، کال کر دوں گا۔'' عزہ نوین نے اسے ٹہوکا دیا۔
''اسٹوپڈ مما پاس ہی کھڑی ہیں۔'' مما دروازے تک انہیں چھوڑنے آئی تھیں۔

☆☆☆

رازین بخاری کی فیملی سے اس کی پہلی ملاقات تھی مگر تکلف کی دیوار گرائے سب گاتے بجاتے دن بھر انجوائے کرتے رہے تھے، ہنسی کی جلترنگ میں کوئی لہروں کے ساتھ قدم ملا رہا تھا تو کوئی پتھر پہ بیٹھا شوریدہ لہروں کو انجوائے کر رہا تھا، رازین کی بہنوں کے ساتھ وہ پانی میں دور تک چلی گئی تھی، مگر آریان کی پکار پہ واپس پلٹ آئی۔
''کیا ہوا؟'' آریان کے ساتھ تیمور اور رازین بھی کھڑے تھے اس لئے وہ بڑا سنبھل کے بولی۔
''فلاسک میں چائے ہے، ذرا ڈال کے تو لے آؤ۔'' اس حکم شاہی پہ وہ تحیر سے آنکھیں نکالے اسے گھورنے لگی۔
''تم نے فلاسک میں سے چائے نکالنے کے لئے مجھے آواز دی۔'' صدمے سے چور لہجے میں وہ استفسار کر رہی تھی، آریان نے مسکرا کر شدومد سے سر ہلایا۔
''میں عزہ نوین مشہور و معروف رائٹر تمہیں فلاسک سے چائے نکال کر دوں، نو وے ایک رائٹر کے ہاتھ میں قلم اچھا لگتا ہے، فلاسک نہیں۔'' حسب عادت وہ بھڑک اٹھی، تیمور لب بھینچے کھڑا تھا، ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھ چکا تھا، جبکہ رازین لب دبائے مسکرائے جا رہا تھا، سن گلاسز کو بالوں پہ ٹکاتی اک ہاتھ کمر پہ رکھے وہ آریان کی طرف متوجہ تھی، آریان داد طلب نظروں سے رازین بخاری کو دیکھ رہا تھا، جس نے ٹریلر دکھانے کی فرمائش کی تھی، رازین کی بہنیں بھی ہنس پڑی۔
''ایکسکیوزمی، آپ عزہ نوین ہیں جو ماہنامہ تعبیر میں لکھتی ہیں۔'' ان سے چند قدم کے فاصلے پہ لڑکیوں کا گروپ تھا جو بلا ارادہ ان کی گفتگو کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں، ان میں سے اک قریب آ کر دریافت کرنے لگی۔
''جی!'' عزہ پلٹ کر حیران ہوئی۔
''Wow. i can,t bleave this۔'' لڑکی بے حد ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی، اس کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کے اس کے گروپ کی باقی لڑکیاں بھی آ کر اسے نرغے میں لے چکی تھیں۔
''بلیومی آپ مجھے اتنی پسند ہیں۔'' وہ تینوں سائیڈ پر ہو کر اس سین کو دیکھ رہے تھے، تیمور کی آنکھوں سے غصہ چھلکنے لگا تھا، رازین اور آریان محفوظ ہو رہے تھے۔
''میں پسند ہوں۔'' اس نے لڑکی کا جملہ

شگفتہ لہجے میں پکڑا۔

"I mean آپ کی تحریریں Owsume ہوتی ہیں، آپ کا ناولٹ "موسم درد کا" تو مجھے بالکل اپنی کہانی لگی، آپ بھی مجھے بہت اچھی لگیں، اپنی ہیروئن کی طرح آپ بہت چلبلی سی ہیں۔" ان کے تعریفی جملوں پہ وہ بس مسکرائے جارہی تھی۔

"آپ کا اسٹار کیا ہے، فیورٹ کلر کون سا ہے۔"

قارئین کی نظر میں رائٹرز یوں بھی آسمانی مخلوق ہوتی ہیں، وہ سب اوٹ پٹانگ سوال کرنے لگیں اور وہ ہنستے ہوئے انہیں یقین دلا رہی تھی کہ وہ بھی ان کی طرح انسان ہی ہے۔

"عزہ جی! بہت اچھا لگا آپ سے مل کر، میرے ذہن میں عزہ نوین کی شبیہ بڈھی کھوسٹ سی تھی، عزہ بھول مت جائیے گا میں آپ کو کال کروں گی۔" نمبرز کے تبادلے ہو چکے تھے، اس نے سر ہلایا۔

"عزہ آپی اگر میں اپنے بھائی کے لئے آپ کے گھر آؤں تو۔" کافی دیر سے خاموش کھڑی لڑکی جب بولی تو وہ ہنستی چلی گئی۔

"صد شکر آپ جل کے مرنے سے بچ گئیں، ایسی بھابھی کے ہاتھوں، محترمہ انگیجڈ ہیں۔" آریان پاس ہی کھڑا تھا، اس کے کہنے پہ لڑکی کا منہ اتر گیا۔

"یہاں موجود ہیں ان کے فیانسی۔" اک اور کو اشتیاق ہوا وہ سب دلچسپی سے رازین بخاری کو دیکھنے لگیں۔

"جی حضور وہ سامنے کھڑے ہیں۔" رازین اور تیمور ان سے تھوڑے فاصلے پہ ہی کھڑے تھے، عزہ بھی انہیں دیکھنے لگی، عزہ کو جانے کیوں رازین کے مسکراتے لب سکڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"آپ کے فیانسی بہت ڈیشنگ ہیں۔" الوداعی ہاتھ ملاتے ہوئے لڑکیوں نے تعریف کی تو وہ مسکرا کے رہ گئی، تیمور اس کے پاسنگ بھی نہیں تھا مگر اسے خبر تھی، وہ سب اس کا دل رکھنے کو کہہ رہی تھیں، لڑکیوں کے نرغے میں گھری عزہ نوین پہ رازین بخاری کی نظریں مرکوز تھیں، شاید اس کی نظروں کے اشتیاق سے ہی لڑکیوں نے اسے فیانسی جانا تھا، ابھی ابھی جو انکشاف ہوا وہ اسے اندر تک ہلا گیا تھا اور جاتے جاتے لڑکیاں اس کے زخم پہ نمک چھڑک گئیں۔

"سر آپ بہت لکی ہیں جو عزہ آپی جیسی لڑکی جو بہت اچھی رائٹر بھی ہے، آپ کا نصیب بن گئی ہیں۔"

"لکی اور میں۔" وہ لب کچل کے رہ گیا۔

وقت کے ہاتھ سے گر کر ہوئی ریزہ ریزہ
زندگی بکھری کچھ ایسے کہ سمیٹی نا گئی

اسے یک لخت ہی سارا ماحول وحشت زدہ لگنے لگا، وہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر پہ نظریں جمائے کھڑا رہا۔

"عزہ کولڈ ڈرنک کی بوتلیں لے آؤ کولر سے۔" کسی طرف سے پکار پڑی تو وہ وین کی طرف بڑھ گئی، سب دستر خوان لگا کر لنچ نکال رہے تھے۔

"آپ یہاں کیوں چلے آئے، باہر سب انجوائے کر رہے ہیں۔" وین کے اندر تیمور کو سگریٹ کے کش لگاتے دیکھ کے وہ حیرت بھرے لہجے میں پوچھ بیٹھی۔

"تم انجوائے کرو، ان چونچلوں کو۔" عجیب جلتا ہوا لہجہ تھا، چہرے پہ یہاں سے وہاں تک حقارت ونفرت کے رنگ پھیلے ہوئے تھے۔

"میں سمجھی نہیں۔" اس کا اک دم سے چراغ

پا ہونے کی وجہ اس کی سمجھ سے باہر تھا، اس کے پل پل بدلتے موڈ کو وہ آج تک سمجھ نا سکی تھی، اسے تو اس سے بات کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا، نا معلوم کون سی بات بری لگ جائے۔

''تم صرف یہ سمجھ لو کہ پبلک پیلس میں مجھے ہنسی مذاق قطعاً پسند نہیں اور تم یہ ہی سب کچھ کر رہی ہو، چند فارغ الدماغ لڑکیوں نے جھوٹی تعریف کیا کر دی تم تو ہواؤں میں اڑنے لگیں، مجھے یہ سب پسند نہیں، آئندہ خیال رکھنا۔'' اسے حقیر نظروں سے دیکھتے وہ کہہ رہا تھا، چٹختے اعصاب نے اسے چپ رہنے کا موقع نہیں دیا، بے عزتی کے احساس نے چہرہ سرخ کر دیا، جسے خلوص دل سے چاہیں اور جب وہی زبان کے انگاروں سے سگائے تو اس وقت کیسا درد کتنی اذیت محسوس ہوتی ہے وہ ان گھڑیوں میں جان گئی۔

''مسٹر تیمور ظفر، آپ کو ایسا کوئی حق نہیں کہ آپ میری بے عزتی کریں، میں کیا ہوں، کیسی ہوں، خود کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں، محبتیں سمیٹتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ آپ پبلک پیلس میں ہیں یا گھر میں، محبت جہاں، جس انداز میں ملے، محبت ہوتی ہے، آپ کی نظر میں اس کا شمار چونچلوں میں ہوتا ہو گا، مگر میرے نزدیک، محبت زندگی ہے اور آئندہ میرے متعلق اپنی رائے دینے سے پہلے دو بار سوچ ضرور لیجئے گا۔'' غصے سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کہہ کر وہ وین سے نیچے اتر گئی، مگر وین سے نیچے رازین بخاری کو دیکھ کر اک لمحے کو ٹھٹکی مگر اگلے ہی پل وہ سب کے درمیان تھی۔

''تم تو بوتل لینے گئی تھیں؟'' فاریہ نے پوچھا تو وہ سٹپٹا گئی۔

''کولر بہت وزنی ہے، مجھ سے اٹھ نہیں رہا تھا، رازین لا رہے ہیں۔'' رازین بخاری کو بور سمیت دیکھ کے اس نے فوراً بات بنائی، اسے اپنی طرف دیکھتے پا کے وہ سر جھکا گئی، اس نے یقیناً سب سن لیا تھا، تیمور نے لنچ کرنے سے انکار کر دیا تھا، آریان کے اصرار پہ بھی وہ وین سے نیچے نہیں اترا تھا، سب کو ہی محسوس ہوا تھا مگر سب نے ذکر نہیں کیا، واپسی تک تیمور کے ماتھے پہ شکنوں کی تعداد بڑھ چکی تھی، اسے اپنی کہی ہوئی بات پہ کوئی ندامت و شرمندگی نہیں تھی، اندر سے وہ بالکل مطمئن تھی۔

''عزہ اب تو دوستی پکی ہے نا، تم آنا ہمارے گھر۔'' انہیں ڈراپ کرتے وقت فاریہ محبت سے ہاتھ تھام کے بولی۔

''انشاء اللہ۔'' وہ محبت سے مسکرائی تھی۔

''اگر مجھے خبر ہوتی کہ آریان کی بہن اتنی اچھی ہے تو میں خود دوستی کرنے آ جاتی۔'' آریان کو دیکھتے فاریہ کے چہرے پہ جو دھنک رنگ آئے اس نے اس پہ بہت سے اسرار و رموز عیاں کر دیئے اور جب یہ ہی رنگ آریان کے چہرے پہ بھی ملے تو وہ اس وقت تک اسے ستاتی رہی جب تک اس نے خود اقرار نہیں کر لیا۔

''کب سے ڈھول جھونک رہے ہو، میری آنکھوں میں؟'' کڑے تیوروں سے پوچھ رہی تھی۔

''دو ہفتوں سے۔'' وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیا دو ہفتوں سے۔'' اس نے ابرو اچکائے۔

''دو ہفتے پہلے تو اظہار کیا تھا۔'' آریان نے مسکراہٹ دبائی۔

''اظہار بھی کر چکے اور مجھے بتایا بھی نہیں، ذلیل کمینے۔'' اس نے مکوں کی بارش کر دی۔

''تمہیں کیا بتاتا، تمہارے ہی فارمولے پہ تو عمل کیا ہے۔'' وہ گرنے کے انداز پہ صوفے میں ڈھے گیا۔

''کون سا فارمولا؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تمہاری پچھلے دنوں اک اسٹوری لگی تھی نا جس میں ہیرو غریب اور تھوڑا کم ہمت ہوتا ہے، جب کہ ہیروئن امیر اور بولڈ ہوتی ہے، ہیرو اسے بہت چاہتا ہے، مگر اسے ریجیکٹ کیے جانے کا خوف تھا اور وہ اس خوف سے کبھی نکل نا سکا، یہ سوچ تھی کہ لڑکی امیر اور بولڈ ہے اسے گھاس کہاں ڈالے گی، پھر وقت گزرا محترم ہیرو صاحب کی شادی اپنی ہی کلاس کی کسی لڑکی سے ہو جاتی ہے اور پھر بیس بائیس سال بعد اک دن اچانک ہیرو صاحب کو ہیروئن کسی ڈیپارٹ مینٹل اسٹور پہ ملتی ہیں اور ہیرو ساتھ کھڑی لڑکی کا تعارف کرواتا ہے، یہ میری بیٹی فلانہ اور ہیروئن صاحبہ دور کھڑے لڑکے کو گھسیٹ کے اپنے برابر کرکے کہتی ہیں یہ ہے میرا بیٹا ڈھمکانہ، دونوں ہی حیران پریشان کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اک دوسرے کے نام رکھے ہوئے تھے، اپنے بچوں کے۔''

''اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ میری ہی لکھی ہوئی اسٹوری ہے، یہ بتاؤ فارمولا کہاں ہے؟'' اسے اس کی رام کہانی کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''اسے کہتی ہیں لکیر کی فقیر، پوری کہانی سن کر پوچھتی ہو، آخر یہ سلیم تھا کون، عقل مند میں نے فاریہ سے اس لئے اظہار کر دیا کہ مجھے اپنی بیٹی کا نام فاریہ نا رکھنا پڑے۔'' اس نے دانائی ظاہر کی۔

''Genius very very genius!۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں تالی بجائی۔

''بچو تم اسی لئے آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے کہ میں مما پپا کو باخبر کر دوں کہ بھئی خیر ہے۔'' آریان عزیز بڑے ہو گئے ہیں، وہ چھیڑ رہی تھی۔

''خیر سے کیا مطلب؟'' وہ تیکھی نظروں سے گھورنے لگا۔

''کچھ خاص نہیں، لیکن مجھے اک بات کا جواب دو۔'' اس نے سنجیدہ سی شکل بنائی۔

''پوچھو۔'' آخر یہ سلیم تھا کون؟

''عزیزی!'' وہ جارحانہ تیوروں سے کھڑا ہوا مگر وہ بھاگ چکی تھی۔

☆☆☆

آپ ہی اپنی اداؤں پہ کچھ غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

دن بہ دن تیور کا رویہ خراب ہوتا جا رہا تھا، بڑوں نے نا صرف نسبت طے کی تھی بلکہ اک مشرقی لڑکی کی طرح اس کے نام کی انگوٹھی پہن کے وہ اسے سوچنے لگی تھی، اس کا ہتک آمیز سلوک اسے گراں گزر جاتا تھا، اس کا اکھڑ رویہ مغرورانہ انداز پر وار چپ چاپ سہہ جاتی تھی مگر جب بات عزت اور انا کی آ جاتی تو جذبات کو نہاں خانوں میں چھپائے وہ خود، ضدی اور ہٹ دھرم لڑکی بن جاتی تھی، ابھی کل ہی تو وہ اس پہ چیخ چلا کہ گیا تھا۔

''اگر تم نے لکھنا بند نہیں کیا تو میں منگنی توڑ دوں گا مجھے تمہارے لکھنے اور تمہاری اس طرح کی ایکٹی ویٹی سے چڑ ہو گئی ہے۔'' اور وہ ساکت رہ گئی، یہ سوچ ہی کتنی دل شکن تھی کہ وہ اس کے نام سے جلنے لگا ہے، حسد کرتا ہے، کتنا عرصہ اس نے خود فریبی میں گزار دیا کہ شاید یہ اس کا وہم تھا مگر وہم کو اس کی زبان سے سن کر وہ گنگ رہ گئی۔

اس کے پپا بھی تو مرد تھے، ادب سے لگاؤ نا ہونے کے باوجود بھی اس کی تحریر پڑھتے تھے، حوصلہ افزائی کرتے تھے اور آریان عزیر، جتنا بار بھلا کہتا، اس کی تحریروں میں سونقص نکالتا یہ الگ بات کے نقص نکال کر کہانی کو سنوار دیتا تھا اور سب سے بڑھ کے اس کی بے انتہا ہیلپ کرتا تھا، پچھلے دنوں وہ ایک پاگل شخص کی اسٹوری لکھنا چاہ رہی تھی، مگر بضد تھی کہ جب تک کسی مینٹل ہاسپٹل کا وزٹ نہیں کرے گی تب تک قلم کے سپرد کچھ نہیں کرے گی، آریان نے بڑی مشکلوں سے مما، پپا سے اجازت دلوائی تھی۔

ان کی ملاقات اطہر سے ہوئی جو دس سال سے پاگل خانے میں تھا، ماں باپ مر چکے تھے اک سگا بھائی اور بھابھی بھی تھیں۔

اطہر اپنی آپ بیتی سنا رہا تھا اور خونی رشتوں کی بے حسی دیکھ کے ان کا دل رو رہا تھا، جائیداد کے لالچ میں بھائی نے ڈاکٹر کی ملی بھگت سے الیکٹرک شاک اور جعلی میڈیکل رپورٹس کی بناء پہ اسے پاگل قرار دے کر اسے پاگل خانے داخل کروا دیا اور تمام جائیداد پہ قابض ہو گئے، اطہر چیختا رہا اک اک کو پکڑ کر کہتا رہا کہ وہ پاگل نہیں ہے، مگر جواب ملتا۔

''ہر پاگل یہی کہتا ہے۔'' یونہی روتے روتے اور یقین دلاتے پاگل نا ہونے کے باوجود دس سال اس نے پاگل خانے میں گزار دیئے۔

اک رائٹر سے پہلے وہ اک انسان تھی، دونوں نے فیملی ایڈوکیٹ سے مشورہ کیا اور پھر ایک فاؤنڈیشن مداخلت پر اطہر کا مینٹل چیک اپ ہوا اور پاگل ثابت نا ہونے پہ اس کے بھائی اور بھابھی جیل کی ہوا کھا رہے تھے، اطہر انہیں دعائیں دیتے نا تھک رہا تھا، سب اس کے شکر گزار تھے اور وہ آریان کی، اگر وہ اسے اطہر تک نہیں پہنچاتا تو وہ کیسے اس کی مدد کر پاتی۔

پھر تیمور ایسا سطحی گرا ہوا مرد تھا جو زمانہ قدیم کی طرح عورت کو پیر کی جوتی ہی سمجھتا تھا۔

میرے اندر کوئی بچھڑا ہوا ہے کچھ دنوں سے
تمہیں کیسے بتائیں کیا ہوا ہے کچھ دنوں سے
کسی کی یاد میں آنکھیں کہانی کہہ رہی ہیں
کوئی مجھ سے کہیں بچھڑا ہوا ہے کچھ دنوں سے

وہ ذہنی طور پہ ڈسٹرب ضرور تھی مگر اس کی دھمکی سے ڈری ہرگز نہیں، اس کا ایمان تھا، جو چیز ہمارے مقدر میں لکھی جا چکی وہ ضرور ملے گی کوئی اسے چھین نہیں سکتا، جب رب پہ کامل یقین ہو تو دل سے ہر ڈر خوف مٹ جاتا ہے، مگر دل کے کسی کونے میں درد ضرور اٹھا تھا۔

عورت اپنی محبت وفا جس مرد کے نام کر دے اگر وہی مرد اسے تنہا کر جائے تو عورت کیا کرے؟ محبت کرنا چھوڑ دے؟ بظاہر ایل ای ڈی پہ نظریں جمائے زندگی کی ڈولتی ناؤ کو منجدھار سے کنارے لگانے کے متعلق سوچ رہی تھی، جب دندناتا تیمور اس کے سر پہ آ کے چیخنے لگا، اس ماہ کا رسالہ اس کے ہاتھ میں تھا، جی کی بھڑاس نکال کے وہ دھپ دھپ کرتا چلا گیا اور وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی، بلندی پہ براجمان لوگ جب پست ذہنیت کا مظاہرہ کریں اس وقت لب ساکت اور عقل محو تماشا رہ جاتی ہے۔

اپنے اونچے قدو قامت سے مجھے رسوا نا کر
کہ جتنے گھنے پیڑ تھے اتنا گھنا سایہ نا تھا

☆☆☆

مجھ کو لے ڈوبا تیرا شہر میں بکتا ہوا
دل بہل جاتا اگر کوئی بھی تجھ سا ہوتا

گرل پہ دونوں ہاتھ جمائے اس کی نظریں ہمسائیوں کی چھتوں سے ہوتی آریان کی چھت پہ تھیں، اکثر و بیشتر وہ اسے پیپر پن لئے لکھنے میں

مصروف نظر آتی تھی، کبھی لکھتے لکھتے تھک جاتی تو انگلیاں دبانے لگتی تھی اور کبھی کچھ سوچتی چھت پہ ٹہلنے لگی تھی، وہ اپنے آپ میں اتنی مست رہتی تھی کہ اسے خبر ہی نا ہوسکی کہ رازین بخاری اسے جانے کب سے دیکھتا رہا ہے، آریان سے دوستی، اپنی جگہ تھی مگر وہ اسے کبھی نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ اس کی بہن کے عشق میں مبتلا ہے، اس کا ارادہ جلد ہی گھر والوں کو عزہ نوین کے رشتے کے لئے بھیجنے کا تھا، مگر آج جو حقیقت پتا چلی وہ اسے ہلا گئی تھی، آریان سے کبھی عزہ کے متعلق بات نہیں ہوئی تھی جو خبر ہوتی کہ عزہ تیمور سے انگیجڈ ہے، اسے جہاں تیمور کی خوش نصیبی پہ رشک آیا وہیں اپنی یکطرفہ محبت پہ خاموشی اس کے اندر اتر گئی۔

''ضروری تو نہیں زندگی میں وہ تمام چیزیں ہی مل جائیں جن کی ہم خواہش کریں۔'' لمبی سانس لے کر اس نے رخ پھیر کر گرل سے کمر ٹکا دی تھی، آنکھیں دھواں دھواں تھیں۔

☆☆☆

یہ خاموشی جواب کے گفتگو کے بیچ ٹھہری ہے
یہی اک بات ساری گفتگو میں سب سے گہری ہے

''عزیزی! طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''بالکل ٹھیک، میری طبیعت کو کیا ہونا ہے۔'' لہجے میں بشاشت سمو کے وہ آریان کو مسکرا کے جواب دی جو بڑی فکر مندی سے اس کے چہرے پہ کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

''بڑی ڈل لگ رہی ہو، ہر وقت ہاتھ میں فائل اور پین ہوتا تھا جب کہ پچھلے اک ہفتے سے تم نے انہیں چھوا بھی نہیں۔'' وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

''لکھوں کس پہ کوئی پلاٹ بھی تو ذہن میں ہو۔'' اس نے بے چارگی سے پیر سمیٹے۔

''پلاٹ اور تمہارے ذہن میں نہیں، نا ممکن۔'' وہ بے یقین تھا۔

''میں انسان نہیں لگتی تمہیں اور سارا قصور تمہارا ہے کب سے تمہیں کشمیر چلنے کو کہہ رہی ہوں مگر تم ہو کہ سن نہیں رہے، جب تک صحیح معلومات نا ہو، نا لکھنے میں مزا آتا ہے نا ہی تحریر میں گہرائی اور سچائی نظر آتی ہے اور تم تو جانتے ہو سنی سنائی بات یا گوگل پہ سرچ کر کے میں کچھ نہیں لکھتی، تو کب چل رہے ہو مقبوضہ کشمیر وہاں کے رہائشیوں سے ملنے؟'' کمال چالاکی سے بات اس کی طرف موڑ گئی۔

''کشمیر جانے کی بات تم ایسے کر رہی ہو جیسے کلفٹن چلنے کی، جانتی ہو محترمہ ویزے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، کوشش تو میں کر رہا ہوں، پپا کے فرینڈ جو ایمبیسی میں ہوتے ہیں خرم انکل، ان سے بات کر چکا ہوں، انہوں نے بلایا تھا، مگر آج کل انٹر کے پیپرز ہونے والے ہیں تو مصروفیت تھوڑی بڑھ گئی ہے۔'' سارا دن وہ پپا کے ساتھ آفس میں ہوتا تھا، اور شام سے رات گئے تک کوچنگ کو ٹائم دیتا تھا۔

''اتنی محنت مت کرو، کون سا تمہارے آگے دس بچوں کی لائن ہے۔'' موڈ بدل کر چھیڑنے لگی۔

''نہیں یہیں تو کیا ہوا، ہو جائیں گے، دانا کہہ گئے ہیں نا جوانی میں کماؤ اور بڑھاپے میں کھاؤ۔'' وہ عقلمندی کا مظاہرہ کر گیا، عزہ نوین کو اس کی بردباری پہ کوئی شک نا تھا تب ہی چھیڑنے لگی۔

''ہوسکتا ہے فاریہ کو اعتراض ہو؟''

''اس کی فکر نا کرو۔'' وہ مسکرا کے بولا، عزہ نے اس کے بازو پہ دھپ رسید کی۔

''پچھلے دنوں جو ناول لکھا ہے اسے ری رائیٹ کر لو، کچھ نیا لکھنے کا موڈ نہیں تو۔''

''ری رائیٹ کا بھی موڈ نہیں ہو رہا۔'' اس نے منہ بسورا۔

''کاہل نمبر ون لاؤ میں ری رائیٹ کر دوں، ویسے تمہیں یاد ہے پہلا افسانہ، فیئر کروانے کے لئے تم نے میری کتنی منتیں کی تھیں، بقول تمہارے کہانی میں تو کوئی خاص بات نہیں، شاید رائیٹنگ سے ہی امپریس ہو کر مدیرہ جی شائع کر دیں۔'' اس نے چڑایا۔

''اور جیسے تم نے کر دیا تھا۔'' گزرا وقت یاد کرے حسب معمول وہ چڑ گئی تو وہ ہنس پڑا۔

☆☆☆

تم کوئی مرکزی خیال نہیں
جاؤ نکل جاؤ کہانی سے

''تم جیسی خود سر، ضدی، ہٹ دھرم لڑکی آج تک میری نظروں سے نہیں گزری، میرے ہر بار منع کرنے کے باوجود تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں، تم جیسی لڑکی اس لائق ہی نہیں ہے کہ تم سے کوئی تعلق رکھا جائے، میری زندگی میں تم جیسی لڑکی کا کوئی گزر نہیں، تمہیں اپنی من مانی کرنی ہے کرلو، میں ابھی اور اسی وقت تم سے منگنی توڑ رہا ہوں۔''

''جسٹ شٹ اپ، اگر اب آپ نے اک لفظ بھی میرے لئے منہ سے نکالا تو منہ توڑ دوں گی آپ کا۔'' ڈائجسٹ اور مٹھی میں دبی رنگ اس پہ پھینکتے ہوئے وہ غیظ وغضب سے دھاڑا تو وہ بھی چیخ پڑی۔

''اچھا ہوا آپ نے خود ہی بات ختم کر دی، بڑوں کے حکم عدولی کی میں گناہگار نہیں ہوئی، چاہتی تو میں پہلے ہی بات ختم کر چکی ہوتی، مگر میں نے آپ کی ہر فضول بات برداشت کی، مگر اب آپ ہر لمٹ کراس کر چکے ہیں۔''

''آپ کی نظر میں میں خود سر ضدی ہٹ دھرم لڑکی ہوں کیونکہ آپ کی سر خوشی کے لئے سب نے آپ کی جھوٹی انا کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے، میں جیتی جاگتی لڑکی ہوں، موم کی گڑیا نہیں جسے آپ جب چاہیں جیسے چاہیں، اپنے مطابق موڑ لیں گے۔''

''آپ مجھ سے کیا منگنی توڑیں گے میں خود ہی اس عذاب سے نکلنا چاہتی ہوں، بہت اچھا ہوا جو پہلے ہی آپ کی فطرت کھل گئی، میں بہت بڑے نقصان سے بچ گئی، یہ رکھیں اپنی رنگ، دوسری کو پہنانے کے کام آئے گی، مگر اس سے پہلے اپنا علاج ضرور کروا لیجئے گا، کیونکہ کوئی بھی لڑکی نفسیاتی مریض سے شادی نہیں کر سکتی، آئندہ اپنی شکل مجھے نا دکھائیں تو بہتر ہوگا، اینڈ گیٹ لاسٹ۔'' اوپری جیب میں رنگ ٹھونس کر اسے باہر کی راہ دکھائی، اس کی تیز آواز پہ مما پپا بھی آ گئے تھے، جب تک معاملہ ان کی سمجھ میں آیا تب تک تیمور غصے کا اظہار کر کے جا چکا تھا۔

ہماری سوسائٹی کا المیہ ہے کہ ہماری عزت کو کب کہاں اور کس سے کیا بولنا ہے، کیسے پرفارم کرنا ہے اس کا تعین اس کی زندگی میں شامل ہونے والا مرد کرتا ہے، گویا وہ عورت کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرتا اس کو گروی رکھ لیتا ہے، چاہتا ہے عورت ڈمی کی طرح اس کی کسی بات کو صرف آخر جان کر مانتی رہے، بھول جائے کہ اس کی اپنی بھی کوئی سوچ ہے، اپنی بھی کوئی دنیا ہے، اس نے سر جھٹک کے لمبی سانس لی، تیمور کی گھٹی ہوئی ذہنیت سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔

''کیا ہوا عزہ!'' مما فکرمندی سے پوچھ رہی تھیں، اس سے پہلے اپنوں نے اسے اتنے غصے میں کبھی نہیں دیکھا تھا، عزہ نے خاموشی سے مٹھی میں دبی رنگ مما کو تھما دی، دونوں ہی کچھ نا کچھ سن چکے تھے، عزہ نوین نے انہیں ساری

صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

''وہ شخص چاہتا ہے میں اپنی شناخت کی بات نا کروں، اپنی ذات اپنی پہچان بھول جاؤں۔'' عزہ نوین کے لہجے میں دکھ آسمایا تھا، اس جیسی پڑھی لکھی لڑکی کو اک بظاہر پڑھے لکھے منگیتر سے یہ سب سننے کو ملا تھا، تو جانے گاؤں دیہات میں بسنے والی لڑکیوں کو اپنی ذات کے لئے کتنا منوانا پڑتا ہوگا؟ اس نے تھکی ہوئی سانس خارج کی، ملک آزاد ہو چکا تھا، صوبے بھی آزاد تھے کوئی آزاد نہیں تھی تو وہ آج کی عورت تھی جو اپنی مرضی سے سانس بھی نا لے سکتی تھی۔

''میں صفیہ سے بات کرتا ہوں۔'' ساری بات سن کر پپا، پھپھو کے گھر کی طرف بڑھے۔

''نہیں پپا، آپ پھپھو سے کوئی بات نہیں کریں گے اس رشتے کو پھر سے جوڑنے کے لئے، آپ نے مجھے سر اٹھا کر جینا سکھایا ہے، آپ کا یہ عمل میرا سر ہمیشہ کے لئے تیمور جیسے ذہنی مرد کے سامنے جھکا دے گا۔'' اس نے پپا کا بازو تھام کر انہیں روک لیا۔

''جو شخص میری ذات کو تسلیم نہیں کر سکتا، میں ایسے شخص کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزار سکتی ہوں۔'' اس کا رویہ دو ٹوک تھا، اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، وہ بھی عام سی لڑکی تھی، احساس و جذبات رکھتی تھی، منگیتر کے نام پہ اس کے دل کی کھڑکی بھی کھلی تھی مگر آتی تعفن یہ اس نے کھڑکی ہمیشہ کے لئے بند کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

تیرا قصور نہیں میرا تھا
میں تجھ کو اپنا سمجھا تھا
دیکھ کے تیرے بدلے تیور
میں تو اسی دن رو بیٹھا تھا
اب میں سمجھا اب یاد آیا
تو اس دن کیوں چپ چپ سا تھا

☆☆☆

اندھے خوابوں کو اصولوں کا ترازو دے دے
میرے مالک مجھے جذبات پہ قابو دے دے

''عزیزی! اتنا کچھ ہوتا رہا اور تم نے مجھے بتایا نہیں، ہماری دوستی کا یہ رولز کہ ہم کبھی اک دوسرے سے کچھ نہیں چھپائیں گے، جاؤ میں تم سے بات نہیں کرتا۔'' مما سے سب سن کر رات آریان اس پہ بگڑ رہا تھا۔

''سوری آری!'' بھائی کا مہربان شانہ ملتے بھربھری ریت کی طرح ڈھے گئی، شام سے ضبط کا اعلا مظاہرہ کرنے والی لڑکی اس گھڑی پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی، کیا عورت اتنی ہی ارزاں مخلوق ہے کہ اس کی بے قدری کی جائے، بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا جائے۔

''تم نے مجھے کچھ بتایا کیوں نہیں؟'' وہ اسے چپ کروا رہا تھا، درد کے تاثرات چہرے پہ آگئے تھے۔

''میری غلط فہمی تھی کہ تیمور ٹھیک ہو جائے گا، پپا اور تم بھی تو اک مرد ہو جو میری حوصلہ افزائی کرتے ہو، مگر میں بھول گئی تھی کہ ہر مرد کا ظرف الگ ہوتا ہے۔'' آنسوؤں کو خشک کرتی وہ سرخ چہرہ لئے سامنے تھی۔

''میں تیمور بھائی سے بات کروں گا، مجھے ان سے اتنی سطحی پن کی امید نا تھی۔'' وہ عزہ کی افسردگی دیکھ کے افسردہ تھا، ہر گھڑی اپنی شرارتوں سے بہن کو زچ کرنے والے سے بہن کی افسردگی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''اس خیال کو بھی ذہن سے جھٹک دو۔'' اس نے سختی سے کہا، چہرے پہ افسردگی ضرور تھی مگر اس افسردگی میں نا جھکنے کا عزم تھا۔

''مگر اتنا عرصہ منگنی رہی، تم ان سے اٹیچ ہو

گئی تھیں۔'' عزہ نوین کی اذیت وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس لمحے درد کے کس سرا وج پہ ہو گی۔

''جو شخص میری ذات سے جڑی چیزیں پسند نہیں کرتا اس سے تم کیا بات کرو گے، آج اس کے کہنے پہ میں اپنی فیلڈ چھوڑ دوں کل......وہ کچھ اور چھوڑنے کو کہے، تب کیا کروں؟ جو انسان شخصی آزادی کے خلاف ہے اس سے کیا بات ہو سکتی ہے، تم اور میں کسی کی تنگ نظر کو دور نہیں کر سکتے۔'' اس کی جامع بات پہ آریان عزیز کچھ بول نا سکا کہ اس کی دلیل سے انحراف نہیں کرتا تھا۔

''تعلق بوجھ بن جائے تو اسے توڑنا ہی بہتر ہوتا ہے، تم سب میری فکر مت کرو، میں ٹھیک ہوں یہ تو اندر کا غبار تھا جو اچھا ہوا بہہ نکلا، رونا مجھے اس بات پہ نہیں آیا کہ تیمور مجھ سے دور چلا گیا، رونے کا مقام تو یہ ہے کہ جس شخص کو دیکھنا بھی نہیں چاہیے تھا میں اسے اپنا سمجھتی رہی، میں بظاہر عام سی ہوں مگر کسی کی جھوٹی سر خوشی کے لئے اپنی انا کو نہیں کچل سکتی، بہتر ہے اس قصے پہ مٹی ڈال دو۔'' اس کے بے لچک اندازہ پہ آریان اسے دیکھ کر رہ گیا، کشمکش کی جگہ چہرے پہ اک ٹھہراؤ اور سکون کھڑا ہوا تھا۔

پھپھو بے حد شرمندہ تھیں، مما پپا خاموش تھے، بیٹی کا مان انہیں بھی عزیز تھا اور یوں تیمور والا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

تیری سوچ سے بلند ہیں ارادے اب میرے
تو کیا مجھے سمجھے گا میں ہوں تیری سوچ سے پرے

☆☆☆

عزہ نوین کو لے کے گھر میں ہر کوئی اداس تھا، وہ حتی المکان کوشاں تھی، کہ سب کو اس صورتحال سے نجات دلائے، تب ہی اس نے مما، پاپا کے سامنے آریان اور فاریہ کی شادی کی بات رکھ دی، مما پپا کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، وہ لوگ فاریہ کے گھر رشتہ لے کر جانے کے پروگرام بنانے لگے، آریان کو عزہ کے دکھ کے بعد اپنی خوشی اچھی نہیں لگ رہی تھی، عزہ نے کلاس لی تو وہ جو ابھی فاریہ کے گھر جانے سے انکاری تھا چپ ہو گیا۔

''میں چاہتا ہوں پہلے عزہ رخصت ہو۔'' آریان کی بات پہ سب کے دل سے ہوک سی اٹھی تھی۔

''کوئی نہیں، نا تم کیوں چاہتے ہو مجھے روایتی نند کا کردار ادا کرنے کا موقع نا ملے، ویسے بھی تم بڑے ہو اس لئے پہلے تمہاری ہو گی اور ہم کل جا رہے ہیں فاریہ کے گھر، میں اسے کال بھی کر چکی۔'' پانچ منٹ کی بڑائی جتانے پہ آریان جو اسے لتاڑنے کا ارادہ رکھتا تھا، اس کا اگلا کارنامہ سن کر چپ رہ گیا۔

اگلے دن وہ سب فاریہ کے گھر جانے کو تیار تھے آریان ساتھ آنا نہیں چاہ رہا تھا مگر عزہ کے لتاڑنے پہ اسے آتے ہی بنی۔

''نا پہلے تو دوست کے گھر کے پھیرے ختم نہیں ہو رہے تھے، مما یہ ڈش راز ین کو بہت پسند ہے میں دے کے آتا ہوں، یہ بک اسے دینی ہے صبح اس کا انٹرویو ہے، بلو شرٹ اس سے لینی ہے، بہت سوٹ کر رہی تھی اس پہ میں بھی سیم لوں گا اور اب ہمارے ساتھ چلتے بے شرم کو شرم آ رہی ہے، یہ بولو، نا وہ سارے پھیرے فارینہ کے لئے تھے، بیچارا راز ین کے کندھے پہ بندوق چلائی تم نے۔'' دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکا کے وہ اسے آڑے ہاتھوں لے رہی تھی، مما پپا آریان کو بے چارگی سے سر کھجاتے دیکھ کر ہنسنے لگے، پہلی بار اس کے پاس عزہ نوین کو لاجواب کرنے کے لئے لفظ نہیں ہے، ناچار اس نے اٹھنے میں ہی عافیت جانی،

''اب ذرا بننے سنورنے میں ٹائم نا لگانا،

سسرالیوں نے بوتھا دیکھ رکھا ہے۔'' وہ چھیڑنے سے بعض نا آئی، آریان دیکھ لوں گا والے تاثرات کے ساتھ کمرے میں چلا گیا تھا، وہ اس کی بولتی بند ہونے پہ ہنس پڑی، اس کی ہنسی پہ مما، پپا آسودہ تھے، مگر آریان شاید مطمئن نا تھا، تب ہی باہر لان میں رازین کے ساتھ بیٹھتے ہوئے وہ غائب دماغی کا شکار تھا، اندر سب رشتے کی بات کر رہے تھے، رازین سمیت سب نے ان کی کال پہ خوش دلی سے آنے کی دعوت دی تھی اور اتنی ہی عزت کے ساتھ انہیں خوش آمدید کہا تھا مگر آریان کی چپ پہ رازین کو تشویش ہوئی۔

''اتنی ٹینشن کس لئے بھائی، ریجیکٹ ہونے کا خوف ہے۔'' رازین اس کا بہت اچھا دوست تھا، اس کے ہر موڈ سے واقفیت رکھتا تھا، روایتی بھائیوں کی طرح اس نے بہن کو پسند کرنے پہ کوئی ناک منہ نہیں بنایا تھا، اسے فاریہ کے چہرے کی خوشی نظر آ رہی تھی، آریان بہترین انتخاب تھا پھر وہ کیوں نام نہاد غیرت دکھا کر بہن کی خوشی ملیا میٹ کرتا۔

''ارے نہیں۔'' آریان پھیکے سے ہنسا۔

''پھر کیا وجہ ہے اداسی کی؟'' دوستی کے باوجود آریان نے اس سے کبھی گھریلو باتیں شیئر نہیں کی تھیں مگر اب چونکہ رشتے داری بھی ہونے جا رہی تھی کچھ اس کی زود رنجی بھی تھی جو وہ کہہ گیا۔

''بس عزیزی کی وجہ سے ذرا ڈسٹرب ہوں، اس لئے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔'' اس نے لب بھینچ کے چیئر سے پشت ٹکائی، رازین چونک گیا۔

''کیا ہوا عزہ کو؟'' دل کا حال چھپا کر اس نے سرسری لہجے میں استفسار کیا، وہ کسی اور کی امانت ہے یہ جان کر اس نے اس پہ نظر ڈالنا تک

چھوڑ دیا تھا، ابھی بھی وہ آئی بیٹھی تھی اور وہ آریان کے ساتھ باہر آ بیٹھا تھا کہ اس پہ نظر پڑ گئی تو کہیں وہ کمزور نا پڑ جائے۔

''اس کی منگنی ٹوٹ گئی، تیمور بھائی کو اس کا لکھنا پسند نہیں تھا، بس اتنی فضول بات پہ رشتہ ختم ہو گیا، پھپھو کہہ رہی ہیں وہ تیمور بھائی کو سمجھا لیں گی لیکن عزیزی بضد ہے کہ وہ بھی تیمور سے کوئی رشتہ نہیں رکھے گی، عزیزی کا فیصلہ درست ہے لیکن اس کے لئے دکھی ہیں ہم سب، جلد ہی اچھا رشتہ مل جائے تو یہ گلٹ کچھ کم ہو۔'' آریان سنجیدگی سے کہہ گیا، رازین کو اپنے کانوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا، اس غیر متوقع خبر نے جیسے اس کی گویائی چھین لی تھی۔

''کب ہوا یہ سب؟'' اس کی پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

''یہ ہی کوئی پندرہ دن پہلے۔'' وہ ست تھا۔

''تم نے مجھے بتایا نہیں۔'' دل میں اک سکون سا اترتا جا رہا تھا، بظاہر گلہ کیا۔

''کیا بتاتا یار، کوئی خوشی کی خبر ہوتو بتاتا بھی اچھا لگوں۔''

''تمہارے لئے نا ہو، مگر میرے لئے تو بے حد خوشی کی خبر ہو سکتی تھی۔'' رازین کے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ آ گئی۔

''مطلب؟'' آریان چونک کر اس کے لبوں پہ پھیلتی مسکراہٹ پہ کچھ الجھ سا گیا۔

''پہلو شاک مجھے پکنک پہ لگا تھا یہ جان کر کے عزہ تیمور سے انگیجڈ ہے اور دوسرا ابھی کہ منگنی ٹوٹ گئی، لیکن دونوں کے احساسات مختلف ہیں۔'' آریان تحیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اگر تمہاری اجازت ہوتو میں اندر جا کر مما کو کہہ آؤں کہ اک کی بجائے دو رشتے فائنل کر دیں، اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری عزیزی کے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لئے موزوں ہوں تو، کیا میرا رشتہ قابل قبول ہے؟" رازین بظاہر جھجکتا ہوا لیکن بہت اعتماد سے کہہ گیا، اک پل کو تو آریان بھی شاکڈ رہ گیا، اگلے ہی پل اس کے چہرے سے خوشی چھلک رہی تھی۔

"او ڈفر سوچ کیا رہا ہے بھاگ کے جا۔"
اور رازین نے واقعی اندر کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور اگلے ہی لمحے مما کو باہر لا کر رازین نے انہیں ساری بات سمجھا دی، اب دونوں کا باہر بیٹھنے کا موڈ بدل چکا تھا اس لئے اندر سب کے درمیان چلے آئے، رازین بخاری نے بھرپور نظر عزہ نوین پہ ڈالی بلو سوٹ میں گلابی گلابی ہوئی فاریہ سے چپکی جانے کیا کیا کہے جا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، بڑے ہال کے دوسرے کونے میں بیٹھے تھے۔

"گھر پہ تو مجھے کہا جا رہا تھا روایتی نند بننے کا موقع دو اور یہاں کون سی پٹی پڑھائی جا رہی ہے، میرے خلاف۔" آریان نے اچانک سے کہا تو وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگیں، رازین بخاری کا خیال کر کے فاریہ تو سر جھکا گئی۔

"تم تو دکھی سا منہ بنا کر لان میں بیٹھے تھے اب کیا ہوا جو کھلے پڑ رہے ہو، بھئی فاریہ آپس کی بات ہے یہ اس رشتے سے کچھ خوش نہیں لگ رہا، لے کے بھی زبردستی آئی ہوں، آتے ہوئے ڈر رہا تھا۔" وہ رازدانہ انداز میں واقعی فاریہ کو پٹی پڑھا رہی تھی۔

"دیکھا میں کہہ رہا تھا نا یقیناً میرے خلاف بھکار ہی ہو گی۔" آریان نے داد طلب نظروں سے رازین کو دیکھا جو اک ہاتھ سینے پہ باندھے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے لب دبائے مسکرا رہا تھا۔

"توبہ کرو، مجھے کوئی خاص محنت نہیں کرنی پڑی میری ہر بات شروع کرنے سے قبل فاریہ کہتی تھی، مجھے خبر ہے۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ زور سے ہنسی تھی، فاریہ جھینپ کے سر جھکا گئی، آریان دونوں کو مصنوعی خفگی سے گھورنے لگا۔

"تمہاری دال یہاں نہیں گلنے والی۔"
آریان نے مذاق اڑایا۔

"ہونہہ، مجھے کالی دال کھلانے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں۔" اس نے نخوت سے ناک سکیڑی، دونوں بہن بھائی کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"تمہیں مما بلا رہی ہیں۔" سب کے ہنسنے اور فاریہ کے چہرے پہ حیا کی سرخی دیکھ کر آریان نے اسے اٹھانا چاہا۔

"مجھ سے پنگا نا لو ورنہ اتنے دور کی تاریخ رکھواؤں گی کہ خوشامدیں کرتے پھرو گے۔" اس نے کھلی دھمکی دے دی، آریان سٹپٹا سا گیا۔

"بہت خوب بولتی ہیں۔" بلو کلر کے سوٹ میں ہم رنگ لائٹ اور ڈارک کمبی نیشن کا دوپٹہ لئے وہ موسم بہار کی نازک سی کلی لگ رہی تھی، رازین بخاری کی ستائشی نظریں اسی پہ جمی تھیں۔

"حسن ساعت۔" وہ ذرا کی ذرا مسکرا کر فاریہ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی، بڑے سنجیدگی سے کوئی بات کر رہے تھے اچانک سے ماحول میں سناٹا چھا گیا تھا، ان سب کی نظریں اور سماعت بڑوں کی محفل پہ لگ گئیں۔

"آریان تو ہم سب کو ہی بہت پسند ہے اور جب آپ کی فیملی اور آپ کے بچوں کی بات آتی ہے تو سوچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہماری طرف سے رشتہ پکا ہے مگر۔" رازین بخاری کے والد محو گفتگو تھے۔

"لیکن کیا؟" پپا کو تعجب ہوا۔
"آپ اسے خوش قسمتی کہہ لیں یا اتفاق مگر

جھوٹ مت سمجھئے گا، ہم آپ کے گھر خود اک عرض لے کر آنے والے تھے، مگر گھر سے کیا فرق پڑتا ہے، جب سب بیٹھے ہیں تو ہم بھی اپنی دلی خواہش بیان کر دیں۔" رازین کے والد بہت سہولت سے گفتگو کر رہے تھے۔

"کیوں نہیں جناب!" پپا نے حوصلہ افزائی کی۔

"برسوں سے چند گلیوں کے فرق سے رہے، اک دوسرے سے اچھی طرح واقف رہے، ہمیں آپ کی عزہ بہت پسند ہے ہمارے رازین کے لئے مگر پچھلے دنوں خبر ہوئی تھی کہ آپ لوگوں نے منگنی کر رکھی ہے اور اب جب منگنی نہیں رہی تو ہم اسے اللہ کا انعام سمجھیں گے کہ آپ ہمیں اپنی بیٹی سونپ دیں۔" سب ہی اک لمحے کے لئے شاکڈ رہ گئے تھے، رازین اور آریان تو مسکرا رہے تھے، فاریہ بھی چند ثانیے کو متحیر رہی، عزہ نوین نے خود سے ذرا فاصلے پہ بیٹھے رازین بخاری کو بے ساختہ دیکھا تھا اسے خود کو دیکھتا پا کر اس نے رخ پھیر لیا تھا۔

"وٹہ سٹہ۔" مما کسی قدر متفکر نظر آ رہی تھیں۔

"آپ کسی بری سوچ کو ذہن میں نا لائیں، تاہم ایسے لوگ ہیں نا ہمارا مزاج ایسا ہے۔" رازین کی مما حرا نے تسلی دی تو مما مسکرا کے رہ گئیں۔

"تو پھر ہم ہاں سمجھیں؟" رازین کے پپا زید ہتھیلی پہ سرسوں جمانے کو بیٹھے تھے۔

"بہتر ہو گا ہم اپنی بیٹی سے بھی اک بار بات کر لیں۔" پپا کے کہنے پہ سب نے ہاں ملائی، عزہ کو بھی کچھ سکون ملا ورنہ بڑوں کے انداز سے تو لگ رہا تھا ہاں کر کے ہی اٹھیں گے، وقت رخصت رازین بخاری کی نظریں اسی پہ جمی تھیں۔

☆☆☆

اک شام ہوئیں ان سے فقط عام سی باتیں
اور شہر میں چرچہ ہے ذرا اور طرح کا
سب نے اسے مخمصے میں ڈال دیا تھا،

آریان کا دوست اور فاریہ کے بھائی کی حیثیت سے زیادہ اس نے رازین کو سوچا نہیں تھا، سب کی پسندیدگی کا گراف دیکھ کر وہ رازین بخاری کے متعلق کوئی بھی رائے دینے سے قاصر تھی، وہ ابھی ان جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتی تھی، حقیقتاً تیمور جو کزن اور منگیتر تھا، اس کا اصل روپ دیکھ کر وہ مردوں سے کچھ خائف سی ہو گئی تھی، برسوں ساتھ رہتے کزن کی ذہنیت کھلنے میں دیر لگی تو وہ اجنبی کو ایسے جانچ سکتی تھی، وہ مما پپا کو انکار ہی کر دینا چاہ رہی تھی مگر ان سب کے کھلے چہروں نے اسے چپ رہنے پہ مجبور کر دیا، وہ بعد میں اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کا سوچ کر لکھنے کے لئے پیپر پین لے کر بیٹھ گئی، مگر ہزار کوشش کے بعد بھی جب اک لفظ بھی نا لکھ سکی تو جھنجلا کر اس نے پیپر اور پین کو سائیڈ پر ہی رکھ دیا۔

"ہم لڑکیاں دردتی ہیں، احسات لکھتی ہیں، خواہشات بنتی ہیں اور ہوتا کیا ہے، تیمور جیسی سوچ والا انسان ان سب کو قدموں تلے روند کر ہمارے سروں پہ حکومت کرتا ہے، ہمارے تن من کسی چیز کے کچلنے کا ملال نہیں ہوتا، میں مرد ہوں، میں تمہارا شوہر ہوں کہہ کر ہم لڑکیوں کو ہمارے درد پہ رونے بھی نہیں دیتا، موت تو جانے کس عمر میں آتی ہے مگر لڑکی تو اسی دن مر جاتی ہے جب اسے کوئی انسان نہیں سمجھتا، اس کے احساسات کا مان نہیں رکھتا۔" آنسو بہت چپکے سے اس کے رخسار بھگونے لگے تھے۔

مسلسل بجتے سیل فون نے اس کا ارتکاز توڑا تھا، نمبر اجنبی تھا، آنسو خشک کرتے اس نے

سیل فون اٹھا کر کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم!''

''عزہ! آپ رو رہی ہیں؟'' اس نے حتی المکان آواز میں بشاشت سمو کر سلام کیا تھا مگر جواب میں انتہائی تشویش بھرا لہجہ اور اپنائیت سے پکارنے پہ وہ ٹھٹک گئی۔

''کون؟'' اس نے تحیر کو زبان دی۔

''رازین بخاری!'' اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا، وہ اس کی کال کا گماں نہیں رکھتی تھی۔

''کال کرنے کی وجہ؟'' اس نے ناگواری ظاہر کی۔

''کچھ خاص نہیں کافی دیر سے آپ کو بے چین دیکھ رہا تھا، نا ہی وجہ معلوم تھی نا آپ کے تاثرات سمجھ پا رہا ہوں، مجھے لگا آپ کی بے چینی کا محرک کہیں نا کہیں میری ذات ہے۔''

''اک منٹ مسٹر...... دیکھ رہا ہوں، مطلب؟'' اس کی بات کاٹ کر اس نے تحیر سے پوچھا۔

''ہماری چھتوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہیں لیکن شام گہری ہو گئی ہے جس کی وجہ سے مجھے آپ کے تاثرات نظر نہیں آ رہے۔'' رازین جانے کب سے اسے نظروں کے فوکس میں رکھے ہوئے تھا اس کی بات کے اختتام پہ اس نے چاروں سمت نظر دوڑائی تھی، اسے نیم اندھیرے میں کوئی ہاتھ ہلاتا نظر آیا تھا، لائٹ غالباً جان بوجھ کے بند رکھی گئی تھی، کہ اسے دیکھا نا جا سکے، خود اسے تو لائٹ آن کرنے کا احساس بھی نا تھا۔

''یہ کوئی اخلاقی فعل تو نہیں۔'' اس نے خفگی دکھائی۔

''معذرت چاہتا ہوں، لیکن پرانی عادت ہے، اتنی جلدی نہیں جائے گی۔'' اس نے معذرت کرنے کے ساتھ معذوری بھی ظاہر کر دی، عزہ نوین کو اس کا ہر جملہ حیران کر رہا تھا۔

''پرانی عادت۔'' وہ تحیر سے دہرا کے رہ گئی۔

''سب بتا دوں گا، لیکن اس کے لئے آپ کو میرا بننا ہو گا۔'' وہ نرم لہجے میں دلی خواہش بیان کر گیا۔

''آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں؟ اور مجھے کیونکر دلچسپی ہونے لگی آپ کی کہانی میں؟'' وہ ٹھنکی۔

''آپ رائٹر ہیں اور رائٹر کو تو سنا ہے ہر کسی کی کہانی جاننے میں بڑی دلچسپی ہوتی ہے ممکن ہو تو میری اسٹوری بھی لکھ ڈالیں، خوشی ہو گی مجھے۔'' وہ شگفتہ انداز میں کہہ رہا تھا، عزہ کے ماتھے پہ لکیریں بننے لگیں۔

''آریان کو سنا دیجئے گا میں لکھ دوں گی۔'' اس نے جان چھڑانا چاہی۔

''بنا سنے کیسے کہہ رہی ہیں کہ لکھ دوں گی، اگر جو کہانی میں جان نا ہوئی، آپ جان چھڑا رہی ہیں۔'' وہ اس کی چوری پکڑ گیا۔

''جی ایسا ہی سمجھ لیں۔'' اس نے کال ڈسکنیکٹ کرنا چاہا۔

''عزیزی پلیز، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ کال کاٹ دیتی اس نے آریان کی طرح اسے مخاطب کیا اور جلدی سے کہا کہ مبادا دوسری بار کال پک نا کرتی تو اسے افسوس ہوتا۔

''جی کہیں!'' وہ اکتائی ہوئی تھی۔

''مجھے آپ سے شادی کرنی ہے اور صرف آپ سے ہی کرنی ہے، ورنہ کبھی نہیں کرنی۔'' اس کے لہجے کے مان پہ وہ چپ رہ گئی۔

''آپ مجھے پریشرائز نہیں کر سکتے۔'' اسے

لگا کہ وہ دباؤ کے لئے یہ سب کہہ رہا ہے۔
"للہ ایسا نہیں ہے، میں صرف آپ کو اپنی زندگی کی اصل حقیقت بتا رہا ہوں، ورنہ آپ با اختیار ہیں اپنے فیصلے میں، ضروری نہیں کہ میری زندگی میں آپ کی اہمیت ہے تو آپ کی زندگی میں میری بھی ہو۔" اس کے لہجے میں جانے کیوں اداسی در آئی تھی۔
"اہمیت تو وقت کے ساتھ ہی نظر آتی ہے کسے کتنی ہے۔" اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔
"کسی اور کے تناظر میں مجھے نا دیکھیں، مہربانی ہو گی۔" وہ اس کے جملے کا پس منظر بھانپ گیا تھا، عزہ نوین اس کی صاف گوئی پہ جہاں دنگ رہ گئی تھی وہیں اسے آریان پہ غصہ آیا اسی نے یقیناً اسے رشتہ ختم ہونے کی اصل وجہ تیمور کی تنگ نظر بتائی ہو گی۔
"I am in love with you"۔
وہ بہت دھیمے سروں میں کہہ گیا تھا، عزہ نوین کے کان سائیں سائیں کرنے لگے، کال کٹ چکی تھی، عزہ نوین نے بے ساختہ رخ موڑ کر اس کی چھت کی طرف دیکھا تھا، وہاں اک ہیولہ نظر آیا، پھر وہ ہیولہ منظر سے غائب ہو گیا، لیکن عزہ نوین اپنی جگہ پہ ساکت رہ گئی۔

بڑے سلجھے طریقے سے
مجھے الجھا گیا کوئی

☆☆☆

جہاں رازین بخاری کا جملہ رات بھر گونجتے رہے وہیں اپنے پیاروں کے چہرے نگاہوں میں بھرتے رہے جو اس رشتے کے بعد سے کھل سے گئے تھے، صبح جب مما نے اس کی رائے پوچھی تو اس نے ہاں کر دی، شادی تو کرنی ہی تھی، ساری زندگی وہ اپنے پیاروں کو اپنی وجہ سے دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی، تیمور کی حرکت کے بعد سب جس طرح مجرمانہ خاموشی کا شکار تھے یہ دیکھ کر اسے تکلیف ہو رہی تھی، دل میں ہزار ڈر لئے اس نے رازین بخاری کے نام کی انگوٹھی پہن لی۔

☆☆☆

وہ نا فرشتہ ہونا فرشتے جیسا ہو
مجھے تلاش ہے جس کی وہ میرے جیسا ہو
میرے خلوص کو پہچانتا ہو کافی ہے
وہ کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو کیسا ہو

"نا میں بہت بلند و بانگ دعویٰ کروں گا کہ تمہارے لئے چاند تارے توڑ لاؤں گا اور نا تمہیں کسی دھوکے میں رکھوں گا، جو ہے جیسا ہے وقت خود تمہارے سامنے مجھے ثابت کر دے گا، نا ہی میں تم سے کبھی ماضی کے حوالے سے کوئی بات کروں گا، کسی کی کم ظرفی کی بدولت تم میری خوش نصیبی بن کر میرے پاس موجود ہو، تم بہت پہلے سے میری آرزوؤں میں سے تھیں مگر پکنک والے روز حقیقت جان کر اک لمحے کو میرا دل چاہا تیمور کو سمندر میں دھکا دے دوں، جب تم دونوں کی باتیں سنی تو دل سے صدا نکلی کاش تیمور ہمارے درمیان نہ ہو اور شاید وہی لمحہ قبولیت کا تھا یا تم پہلے ہی میرے نصیب میں لکھی جا چکی تھیں اور ہمیں ایسے ہی ملنا تھا، میں ماضی کے گرداب میں پھنسنے والا شخص نہیں ہوں، مجھے حال میں خوش رہنا اور مستقبل کو خوش گوار بنانا اچھا لگتا ہے، ہمارا ماضی کیا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، بھلے اس میں لاکھ تیمور ہوں، میرے لئے حال اہمیت کا حامل ہے، جس میں تم میری ہو، میری اپنی۔" اس کے ہاتھوں پہ نرمی سے دباؤ ڈال کر وہ جذبوں کی سچائی کے ساتھ گویا تھا۔
پچھلے ہفتے فاریہ اور آریان رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے تھے اور آج وہ دونوں کتنی ہی دیر سے وہ اس پہ نظریں جمائے اس کا خواب

ناک لہجہ سماعت کے ذریعے دل میں اترتا محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆

ہماری آنکھ کے رستے ہمارے دل تلک اترو
یونہی شاید کھلے تم پر ہمیں تم سے محبت ہے

اور آنے والے دنوں میں رازین بخاری نے واقعی اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا، اس پہ یقین کرنے کے باوجود کہیں نا کہیں وہ خوفزدہ ضرور تھی۔

''عزیزی! تم نے کتنے دنوں سے کوئی تحریر نہیں لکھی؟'' چائے کے سپ لیتے وہ استفسار کر رہا تھا، اپنے کپ میں چینی ملاتے ہوئے اس کا ہاتھ ٹھٹک گیا۔

''یہی کوئی چار پانچ ماہ سے، کیوں؟'' بتا کر وہ ڈرتے ڈرتے پوچھ رہی تھی ہنی مون پریڈ کے بعد سسرال کی چارج شیٹ سنبھالنے کے بعد وہ بھول ہی گئی تھی کہ وہ اک رائٹر بھی ہے، لاشعور میں ڈر بھی کنڈلی مارے بیٹھا تھا، بڑی ڈبل مائنڈڈ سی سوچ ہوگئی تھی، اب بھی وہ سہمی نظروں سے رازین بخاری کو دیکھ رہی تھی۔

''آریان بتا رہا تھا گھر کے نمبر پہ کئی بار رسالوں سے کال آچکی ہے، نئی تحریر کی فرمائش کر رہی تھیں۔''

''جی۔'' وہ کہتی بھی تو کیا۔

''اس آری کے بچے کو شادی کے بعد بھی عقل نہیں آئی، فاریہ سے کہوں گی دو ہتھوڑے صبح اور دو رات کو سر پہ مارے، مجھے بتا کے چین نہیں پڑا تھا کہ رازین کو بھی بتا دیا، ملے ذرا، شادی ہوگئی تو کیا اس کی عزت بڑھ گئی۔'' وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

''اگر آریان کی عزت افزائی پلان ہوگئی ہو تو میری بات کا جواب دے دو۔'' اس نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی۔

''آپ کو کیسے خبر ہوئی؟'' کھسیا کر وہ بال سمیٹنے لگی۔

''یہ جو تمہارے چہرے پہ ''بتاؤں گی'' والے ایکسپریشن ہیں نا ان سے۔'' وہ ہنسا تو وہ بھی مسکرادی۔

''ایسا کرو جلد ہی کوئی اچھی سی تحریر لکھ ڈالو۔'' وہ کہہ رہا تھا اور وہ ہونق کی طرح اس پہ نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

''دو دن پہلے شیو بنائی تھی، مکھڑا دیکھنے لائق ہے؟''

''دھت۔'' اس کی شوخی پہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا گئی، رازین نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے قریب بٹھایا۔

''دھت سے کام نہیں چلے گا، جلدی سے کچھ اچھا سا لکھ ڈالو، تمہاری کئی تحریریں میں پڑھی ہیں، یقین نہیں آتا دھان، پان سی لڑکی اتنا اچھا لکھ سکتی ہے، تمہاری آخری تحریر اب تک کی سب سے بیسٹ تھی امیزنگ۔'' وہ توصیفی انداز میں کہہ رہا تھا اور اس کی نظروں میں وہ منظر گھوم گئے جب اسی تحریر کے بعد وہ کم ظرف شخص اس سے رشتہ توڑ گیا تھا۔

''تم پلاٹ سوچو شاباش۔'' وہ اس کی ہتھیلی کو نرمی سے دبا کے فون سننے چلا گیا تھا۔

''رازین بخاری! کیا یہ ہی تمہارا اصل روپ ہے، کہیں میں پھر بے اعتباری کی کھائی کی طرف تو نہیں بڑھ رہی۔''

وہ اس بچے کی طرح ہوگئی تھی جو نیا نیا چلنا سیکھتا ہے اور گر جاتا ہے اٹھتا ہے اور پھر گرنے کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

تیری آنکھ میں اگر میں ٹھہر سکوں

مجھے مختصر سا قیام دے شاور لے کر وہ باہر نکلی تو رائٹنگ ٹیبل پہ افسانہ پڑھتے رازین کو دیکھ کر قدم رک سے گئے چہرے پہ گہری سنجیدگی لئے وہ افسانہ پڑھ رہا تھا، دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ وہ آگے بڑھی تھی، رازین بخاری نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''سوری تمھیں نہیں تو بلا اجازت پڑھنے کی گستاخی کر بیٹھا، بلیو می میرا پڑھنے کا ارادہ نہیں تھا، چند لائن پڑ کے انٹرسٹ بڑھ گیا تو۔'' انداز ایسا تھا جیسے کوئی معصوم بچہ چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو، اس کے کان تو کسی دل چیر دینے والے فقرے کے منتظر تھے مگر وہ تو دوسری بات کر رہا تھا۔

''غیروں جیسی بات کیوں کر رہے ہیں، آپ کو اجازت کی ضرورت تو نہیں ہے آپ کو حق حاصل ہے مجھ سے وابستہ تمام چیزوں پہ۔'' اس نے مان بڑھایا۔

''نوازش میم، اب ذرا یہاں قریب آ کے بیٹھو، ذرا شبنمی شبنمی چہرہ دیکھ لوں۔'' کلائی تھام کے ساتھ بٹھا لیا، پانی بوندوں کی شکل میں چہرے پر پڑے تھے۔

''بڑی خوبصورت ہوتی جا رہی ہو۔'' اس نے سراہتی نظروں سے کہا۔

''آپ کی محبت کا اعجاز ہے۔'' وہ جھینپ گئی۔

''تم نے افسانہ لکھنے کے بعد پڑھا؟'' موڈ بدل کے پوچھ رہا تھا۔

''جی!''

''تھیم تو خاصی اچھی ہے، لکھا بھی خوب ہے تم نے لیکن اس کے ابتدا میں اگر تم عائزہ کو خسارے میں دکھاؤ تو زیادہ اچھا نہیں ہو گا؟ وہ اک دم سے جیتی ہوئی بازی ہارتی لگے گی اور پھر اس کے عمل پہ اسے سزا بھی تو ملنی چاہیے کیوں؟'' مشورہ دے کر پوچھ رہا تھا۔

''میں نے کچھ غلط کہہ دیا۔'' اسے یک ٹک اپنی طرف دیکھتے پا کر استفسار کرنے لگا، اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''تھینکس آپ نے میری الجھن سلجھا دی، تشنگی تو مجھے بھی لگ رہی تھی، مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، آپ نے جو نشاندہی کی واقعی ایسا کر کے تحریر میں جان آ جائے گی، میں آری کو کال کر کے افسانہ سنانے ہی والی تھی، وہ نقص نکال کر تحریر کو سنوار دیتا تھا۔'' وہ پر سکون انداز میں شکر گزار تھی۔

''آریان کیوں؟'' ڈپٹ کے پوچھا تو ہراساں نظروں سے وہ اس کے بدلتے موڈ کو دیکھنے لگی۔

''میں کیوں نہیں، آری کے فرائض میں احسن طریقے سے نبھانے کو تیار ہوں، تو مجھے یہ جاب مل رہی ہے نا؟'' اس کے دونوں شانے تھام کر اسے سامنے کھڑا کر کے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ کیا تو اس کی سانس بحال ہوئی۔

''بہت برے ہیں آپ۔'' عزہ کا مکا اس کے شانے کو چھو گیا۔

''اف میرا شانہ۔'' کراہ کے کھڑا ہو گیا۔

''کیا ہوا، زور سے لگی؟'' گھبرا کے اس کا شانہ چھونے لگی۔

''اتنی زور سے لگی ہے کہ اب چائے پی کے ہی درد میں افاقہ ہو گا، تم فٹافٹ افسانہ مکمل کرو میں چائے لے کر آتا ہوں۔'' وہ اسے کرسی پہ بٹھا کر کچن کی اور بڑھ گیا تھا عزہ نوین مسکرا کر اس کی پشت کو نظر بھر کے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

اگر الفاظ میرے بس میں ہوں تو نا جانے کیا لکھوں

تجھ ہی کو ابتدا لکھوں تجھ ہی کو انتہا لکھوں

سسرال نام کی کوئی ڈراؤنی بلا اس کے گلے نہیں پڑی تھی، رازین بخاری مما پپا روایتی ساس سسر نہیں تھے، رازین سے چھوٹی فاریہ تھی جو مسز آریان کے عہدے پہ فائز ہو چکی تھی، اس سے چھوٹی ادیہ تھی جسے کالج کمپیوٹر سے فرصت مل جاتی تو عزہ کے ہی گرد ملتی تھی، یہ اس کا چھوٹا مگر محبتوں سے بھرا پرا سسرال تھا، کچھ عزہ نوین کی ہمہ جت فطرت بھی تھی جو جلد ہی سب اسی کے عادی ہو گئے تھے، فاریہ نند اور بھاوج سے زیادہ دوست تھی۔

چونکہ چند گلیوں کا فاصلہ دونوں گھروں کے درمیان تھا، عموماً رات کو واک کرتے آریان اور فاریہ چلے آتے تو کبھی دونوں چلے جاتے مما پپا لاکھ ماڈرن تھے، مگر اپنی روایتوں کو نہیں بھولے تھے، ان کی روایت کے مطابق شادی کے بعد لڑکی اک سال تک ہر نیا چاند میکا میں دیکھتی تھی، تب فاریہ یہاں اور عزہ وہاں ہوتی تھی، ایسے میں رازین اور آریان جی کھول کر روایت بد دعائیں دیتے تھے، آج بھی وہ جانے کے لئے پیکنگ کر رہی تھی اور وہ تکیہ گود میں دبوچے بیٹھا تھا جیسے اس رسم کو لاگو کرنے والے کی گردن ہو۔

''تمہیں چاند ہی دیکھنا ہے نا، وہ تو ہمارے گھر سے بھی نظر آتا ہے، مت جاؤ۔'' وہ منہ لٹکائے اسے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

''جی تب ہی آپ اپنی چھت سے ہماری چھت پہ نظریں جمائے بیٹھے ہوتے تھے۔'' اس نے تیکھی چتونوں سے دیکھا جب سے خبر ہوئی تھی وہ اسے اکثر چھت سے دیکھا کرتا تھا اور وہیں سے محبت میں گرفتار ہوا تھا وہ اسے چھیڑتی تھی۔

''ہاں تو جب سامنے والی چھت میں چاند کا ٹکڑا ہو تو کیوں نا دیکھتا۔'' وہ شرمندہ ہونے والا کب تھا۔

''فاریہ اور آریان بھائی آ گئے ہیں۔'' ادیہ اطلاع دے کے چھپاک سے چلی گئی، عزہ نے بیگ اٹھا کر کارپٹ پہ رکھا، آریان فاریہ کو چھوڑنے اور اسے لینے آیا تھا۔

''عزہ! یار دل نہیں لگے گا۔'' وہ اتنی محبت سے بول رہا تھا، کہ خود اس کا دل جانے کا نہیں ہو رہا تھا، مگر بڑوں کی بات بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔

''مجبوری ہے۔'' اس کی جذبے لٹاتی آنکھوں کا سامنا آسان نہیں تھا، وہ پلکیں جھکا گئی، وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام گیا، یہ بانکا سجیلا مرد اس سے دیوانوں کی طرح محبت کرتا تھا، جتائے بناء اس کی ہر بات جان لیتا تھا، وہ بھی پور پور اس کے عشق میں ڈوب چکی تھی۔

''اور کون سا اتنا دور جا رہی ہوں، چند قدموں کا فاصلہ تو ہے، جب دل ہو آ جایئے گا۔'' اس نے رازین بخاری کی اداسی دور کرنے کی کوشش کی۔

''بہلاوے کی گولی مت دو۔'' اس نے منہ بسورا۔

''چلیں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اللہ کرے میکہ میں اک دن بھی تمہیں نیند نا آئے۔'' اس عجیب و غریب بددعا پہ وہ ہنستی چلی گئی، وہ اس کے ساتھ لاؤنج تک آیا، جہاں فاریہ اور آریان بیٹھے تھے۔

''یار یہ کس کم بخت نے چاند میکہ میں دیکھنے کی شرط رکھی تھی۔'' آریان نے رازین کو دیکھتے ہی دہائی دی۔

''مجھے خبر ہوتی تو قصہ تمام نا کر دیتا۔'' وہ خود جلا بیٹھا تھا، دونوں محظوظ ہو رہی تھیں۔

''میکہ جانے کی کیا ضرورت ہے، انہیں سسرال میں ''چھوٹا چاند'' نظر نہیں آتا۔''

''چھ فٹا چاند قدر کرے اسی لئے تو دوری بناتے ہیں۔'' آریان کی دہائی پہ فاریہ نے آہستگی سے کہا تھا، عزہ نے بے ساختہ داد دی۔

''دیکھنا تم مجھے بے حد مس کرو گی۔'' وقت رخصت دعویٰ کیا گیا۔

''ایویں، کوئی نہیں۔'' اس نے جھٹلایا اور اس کا کہا واقعی سچ ثابت ہوا۔

نئی کہانی لکھ رہی تھی، ہیرو سوفٹ ویئر کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہوتا ہے، مسئلہ یہ تھا کہ سوفٹ ویئر سے متعلق اس کی کوئی معلومات نہیں تھی، رازین بخاری کی فیلڈ تھی، وہی ہیلپ کر سکتا تھا، کافی دیر گوگل کر کے بھی خاص معلومات نا ملی تو اس نے اسے فون کر دیا۔

''اوہو، جان جاناں آپ ہیں۔'' سرعت سے فون ریسیو کر کے چہکتی آواز میں کہا۔

''کیوں کسی اور کی کال کا انتظار کر رہے تھے۔'' اس نے چوٹ کیا۔

''میاں پہ اتنی بے اعتباری، صد افسوس۔'' وہ دکھی ہوا۔

''مرد تو مرد ہے نا۔'' چڑانے لگی۔

''اتنی رات گئے تم نے مردوں کی خصوصیات بتانے کو فون کیا ہے؟'' وہ چڑ گیا۔

''نہیں آپ سے کام تھا۔'' وہ مدعے کی طرف آئی۔

''آہ ربا، اب بیوی بھی کام سے یاد کرنے لگی، کیا زمانہ آ گیا ہے، مطلبی دنیا۔'' اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''میں کوئی مطلبی وطلبی نہیں ہوں۔'' وہ برا مان کر کال کاٹ گئی اور پھر بیل بجتی رہی اس نے کال ریسیو نہیں کی۔

''مجھے نہیں لینی معلومات، خود ہی کسی نا کسی طرح لکھ لوں گی۔'' کمرے میں لیفٹ رائٹ کرتے وہ بڑبڑا رہی تھی۔

''لگی ہو گی محترم کو بھوک، اس لئے میری یاد آ رہی ہے، ہیلپ کرنے کو کہا تو جواب آیا میں سوفٹ ویئر کی الف ب بھی نہیں جانتا، اپنے میاں جی کو پکڑو، سارے مرد اک جیسے ہوتے ہیں، شادی کروا کے بھائی بدل گیا اور میکہ آ جاؤ تو میاں جی کی آنکھیں بدل جاتی ہیں، آ رہی ہوں۔'' دروازے پہ دستک ہو رہی تھی، آریان کی موجودگی محسوس کر کے زور زور سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے دروازہ وا کیا۔

''کیسی ہو سوئیٹ ہارٹ۔'' سامنے کھڑے رازین بخاری کو دیکھ کے حیران رہ گئی۔

''مانا ہینڈسم ہوں مگر تم جب مجھے دیکھ کے فریز ہو جاتی ہو تو مغرور ہونے لگتا ہوں۔'' وہ شرارتی مسکراہٹ سجا کر اسے تھام گیا تھا، عزہ نوین نے ہوش میں آتے اس کا ہاتھ ہٹایا اور پلٹ کے کمرے میں آ گئی، اندر آ کر اس نے بھی دروازہ بند کر دیا۔

''ناراض ہو؟'' اس کے پہلو میں بیٹھ کر استفسار کرنے لگا۔

''بولو نا۔'' وہ کچھ نہیں بولی تو شولڈر سے ٹھوکا دیا، الجھے سلجھے بال اور مسئلے ہوئے کپڑوں میں بھی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''ہٹیں پرے، مطلبی وطلبی بول کے چلے آئے۔'' وہ نروٹھی بیٹھی تھی۔

''تمہیں چھیڑ رہا تھا، کیا خبر تھی میری نازک مزاج بیوی برا مان جائے گی، تم بھی مجھے کہہ کر حساب برابر کر لو۔'' وہ اس کے گود میں سر رکھے لیٹ چکا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں کہنا۔'' اس نے جان چھڑائی۔

''تمہاری محبت میں رات کے تین بجے کے

واک کر کے تمہارے گھر کا مین گیٹ پھلانگ کر تم تک آیا ہوں اور تم ہو کہ۔''

''کوئی دیکھ لیتا تو، اتنی رات کو آنے کی کیا ضرورت تھی۔'' فکر مندی سے پوچھ رہی تھی، خفگی اسے دیکھتے ہی بھاگ گئی تھی۔

''تم نے فون جو کیا تھا خبر تھی تمہاری تشفی نا ہوئی تو صبح تک جاگتی رہو گی۔'' وہ محبت سے کہہ رہا تھا۔

''مجھے تو ٹائم کا دھیان ہی نہیں رہا تھا، آپ سوئے نہیں تھے۔'' اسے بغور دیکھتے ہوئے بوجھ رہی تھی، وہ کہیں سے بھی سویا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔

''تم یہاں ہوتی ہو تو نیند کس کم بخت کو آتی ہے۔''

''ڈائیلاگ لکھتی میں ہوں، مگر آپ بولتے زیادہ اچھا ہیں۔'' وہ ہنسی۔

''میرے جذبات کو ڈائیلاگ کہہ رہی ہو۔'' اس نے پشت پہ بکھرے اس کے بال کھینچے۔

''یہ بتاؤ کون سی اسٹوری پھنس گئی ہے۔'' اس کے ہاتھ تھام گیا۔

''آپ کو کیسے خبر؟'' وہ حیرت سے دیکھنے لگی، ابھی تو اس نے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

''ویری فنی تمہاری خبر کیا مجھے بی بی سی یا سی این این سے سننے کی ضرورت ہے۔'' چپت لگا کر وہ پوری سنجیدگی سے اسے انفارمیشن دیتا رہا اور وہ نوٹ کرتی چلی گئی۔

''یار کچھ کھانے کو ہے تو لے آؤ۔'' کام سے فارغ ہو کر اس نے سر بیڈ کی پشت سے ٹکا لیا۔

''ڈنر نہیں کیا تھا آپ نے؟'' پیپر اور پین سمیٹ کر جگہ پہ رکھتی وہ تشویش سے پوچھ رہی تھی، اسے اپنی بد اخلاقی پہ افسوس ہوا، اس نے جھوٹے منہ بھی خاطر داری کا نہیں پوچھا تھا بس اپنے مسئلے کے حل پہ خوش ہوتی رہی۔

''اکیلے جی نہیں لگتا۔'' اب آنکھ کھول کر بولا تو اک مکا اس کے شانے پہ جڑ دیا۔

''بہت فضول ہیں آپ۔'' وہ کچن میں چلی آئی وہ بھی ساتھ ہو لیا۔

''صبح جب گھر والوں کو آپ کی آمد کی خبر ہو گی تب کیا بتائیں گے۔'' کھانا سامنے رکھتے ہوئے شوخی سے چڑا رہی تھی۔

''کہہ دوں گا، میری بیوی نے فون کر کے بلایا ہے۔''

''سچی سچی بتائیں آپ اس خیال سے آئے تا کہ ساری رات مجھے نیند نہیں آئے گی۔'' بہت محبت سے وہ اسے دیکھ رہی تھی، اب تک اس نے رازین بخاری کو جتنا جانا تھا اس میں وہ بہت محبت کرنے والا شوہر تھا، خیال رکھنے والا ساتھی تھا۔

''ہوں، خبر ہے نا تمہارے پاگل پن کی، تم جاگتی رہتیں تو میں کون سا سو سکتا تھا، اس لئے چلا آیا، منہ کھولو، مجھے خبر ہے تم بھی بھوکی ہو۔'' اس کے صحیح قیاس پہ وہ اس کا نوالہ والا ہاتھ تھام گئی جو اس کی طرف بڑھا ہوا تھا۔

''آپ بہت اچھے ہیں رازی۔'' اس کا دل گداز ہو گیا تھا۔

''ذرا پھر سے کہنا۔'' اس نے شرارتی مسکراہٹ سجا کے کہا اور وہ ہنس دی۔

☆☆☆

فاریہ اور ادیبہ کے ساتھ بیٹھی وہ کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی، جب رازین آفس سے لوٹا۔

''عزہ روم میں آؤ۔'' تحکم بھرے لہجے میں بول کے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا گزر گیا۔

''بھائی کا موڈ خراب لگ رہا ہے۔'' ادیبہ نے اندازہ لگایا۔

''تم جا کے دیکھو کیا کہہ رہے ہیں، ڈونٹ

وری۔" اس کے ہراساں چہرے کو دیکھ کے فاریہ نے ہاتھ تھپتھپایا۔

"اتنی دیر لگتی ہے لاؤنج سے کمرے میں آتے ہوئے۔" وہ غصیلے لہجے میں کہہ رہا تھا، وہ اس کا بدلہ رویہ ہی دیکھتی رہی۔

"اب وہاں کیا جم گئی ہو، یہاں آکر میرے جوتے اتارو۔"

"جی!" اس حکم شاہی پہ وہ اچنبھے سے اسے دیکھنے لگی۔

"اردو ہی لکھتی ہو نا تو اردو سمجھ نہیں آرہی۔" وہ ترش لہجے میں چلایا تھا، آگے بڑھ کر وہ اس کے جوتے اتارنے لگی۔

"موزے کون اتارے گا۔" اسے اٹھتا دیکھ کر پھر دھاڑا، سراسیمہ ہو کے وہ موزے اتارنے لگی۔

"میرے کپڑے واش روم میں رکھو اور چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو لاؤ، جلدی۔" حکم کی تعمیل کے لئے وہ کپڑے رکھ کر کچن میں چلی گئی۔

جب تک چائے بنی وہ ادھیڑ بن میں اس کے بدلے انداز کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی، سینڈوچ کے ساتھ چائے لے کر آئی تو وہ ٹاول سے گیلے بال رگڑ رہا تھا، ٹاول سائیڈ پہ پھینک کر وہ بالوں میں برش کرنے لگا۔

"ٹاول اٹھا کر جگہ پہ رکھو، کیا تمہیں اب یہ بتانا پڑے گا کہ سگھڑ بیوی کیا کرتی ہے۔" بنا کسی بحث و مباحثہ کے سانے ٹاول کو اٹھا کر اسٹینڈ پہ رکھا، وہ ٹرے گھسیٹ کر اپنے سامنے کر گیا۔

"یہ چائے ہے یا کڑوا مشروب، اپنی ہیروئن کو تو بڑی گھر داری سکھاتی ہو، تھوڑی سی خود بھی سیکھ لیتیں۔" چائے کا سپ لے کر اس نے کپ ٹرے پہ پٹخ سا دیا، چائے چھلک کر ٹرے پہ گر گئی، خفت کے احساس سے لبریز وہ اس کے لفظوں سے کٹی جا رہی تھی۔

"یہ چائے انسانوں کے پینے لائق ہ، دیکھو ذرا۔" رازین بخاری نے غصے سے چائے کا کپ اس کی رائٹنگ ٹیبل پہ رکھا، چائے ٹیبل پہ بہہ گئی تھی، کپ لڑھک چکا تھا، اس کا تازہ ترین افسانہ داغ دار ہو چکا تھا، بے ساختہ اس کی چیخ نکل گئی تھی، آنسو بھری آنکھوں سے وہ اس ظالم کا ظلم دیکھ رہی تھی۔

"چچ چچ برا لگ رہا ہے، اوہو تمہارا تو افسانہ خراب ہو گیا۔" وہ پیپر اٹھا کر طائرانہ نگاہ ڈال کر اظہار افسوس کر رہا تھا، صفحوں سے چائے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"چند صفحے بچ گئے انہیں بھی داغ دار کر دیتے ہیں۔" رازین بخاری نے کپ میں بچی چائے صاف صفحوں پہ گرا دی۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟" شدت دکھ سے وہ چیخ پڑی۔

"میری مرضی۔" اس نے کمال لاپروائی سے کہا، عزہ نوین کے آنسو بہنے لگے۔

"بہت افسوس ہو رہا ہے مجھے آپ کو اس روپ میں دیکھ کے۔" رنج و غم سے اس کی بری حالت تھی، دل اس کے بدلے انداز کو قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"اب تو اسی روپ کے ساتھ تمہیں ساری عمر گزارنی ہے، تھوڑا سا ڈرامہ تو میں نے اس لئے کیا کہ سب کی نظر میں اچھا بن جاؤں، اب جب ایسا ہو گیا ہے تو میں مزید یہ ڈرامہ جاری نہیں رکھ سکتا، تم کیا سوچ رہی تھیں مائے ڈیئر کہ میں تیمور جیسا نہیں ہوں، یہ تمہاری غلط فہمی تھی، میں بہت پوزیسیو بندہ ہوں جو نہیں چاہتا اس کی بیوی کو کوئی دیکھے، کسی کی زبان پہ اس کا نام ہو،

اس لئے آج سے تم لکھنا وکھنا بھول جاؤ۔"

اتنے بڑے دھوکے پہ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں، رازین بخاری کو سمجھنے میں اس کی نظر دھوکا کھا گئی تھیں۔

"آپ جیسا دوغلا شخص شاید ہی کوئی ہو، کتنی خوبصورتی سے آپ نے میری آنکھوں میں دھول جھونکا، اب جب آپ نے اصل صورت دکھا ہی دی ہے تو میں آپ کو بتا دوں کہ میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا، آپ جیسے گھٹیا......" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی رازین بخاری کا بھرپور تمانچہ اسے خاموش کر گیا، گال پہ ہاتھ رکھے وہ سسکیاں لے رہی تھی اور پھر اس کی سسکیاں بند ہوتی چلی گئیں، اچانک وہ بیڈ پہ گر گئی تھی۔

"عزی۔" کوئی اسے پکار رہا تھا، ذرا کی ذرا آنکھیں کھول کر وہ پھر بند کر گئی۔

"عزی......عزی!" رازین بخاری نے اسے بری طرح جھنجھوڑ دیا تھا، حواس تھوڑے بحال ہوئے تھے، رازین بخاری کو خود پہ جھکا دیکھ کر وہ بے ساختہ گال پہ ہاتھ رکھ گئی۔

"کیا ہوا؟ کب سے آوازیں دے رہا تھا، تم رو رہی تھیں، سسکیاں لے رہی تھیں، کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟" فکرمندی سے وہ اس کے آنسو پوروں پہ چننے لگا۔

"وہ خواب تھا؟" اس کی دبی سانس بحال ہوئی۔

"بتاؤ نا کیا خواب دیکھا ہے؟" وہ بے چین تھا۔

"بہت ڈراؤنا خواب تھا۔" وہ ہراساں تھی۔

"ٹیک اٹ ایزی، ایسے خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، تم پانی پیو۔" گلاس میں پانی بھر کے گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"اب سو جاؤ۔" گلاس واپس رکھ کر اسے لٹا دیا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے رازی؟" وہ خوفزدہ ہو کر اس کا بازو تھام گئی۔

"سو جاؤ، میں ہوں نا تمہارے پاس۔" اسے بازو کے حلقے میں لے کر دوسرا بازو اس کے گرد حصار کر گیا۔

☆☆☆

دیکھا ہے میں نے دن مجھے رات چاہیے
سورج سے کوئی بیر نہیں مجھے چاند چاہیے

رازین بخاری کی بات سن کر اسے گویا سکتہ ہو گیا تھا، عالم حیرانگی میں اس کے کوٹ کا کالر دبوچے وہ بے یقین اور استعجاب بھری نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہی تھی، کالر مٹھی سے آزاد کر کے وہ صوفے پہ جم گئی، قوت گویائی بھی کہیں کھو گئی تھی، آفس سے آ کے اس نے خبر ہی فریز کر دینے والی سنائی تھی، رازین بخاری کا دوست نمبر ون ڈائریکٹر فصیح نے اس کے ناول پہ ڈرامہ ڈائریکٹ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور اب رازین اس کی مرضی پوچھ رہا تھا، وہ پاگل تھی جو انکار کرتی جب رازین بخاری اس کی پشت پہ آ کھڑا ہوا تھا، اس نے ہاں کہہ دی تھی، اور ناول سے اسکرپٹ تک کے دقت طلب کام میں رازین بخاری نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا، ناول بہت پسند کیا گیا تھا اور جب ان ہی کرداروں کو اسکرین پہ چلتے پھرتے دیکھا تو سب نے بے حد سراہا تھا، ریٹنگ ٹاپ پہ آ رہی تھیں، ڈرامہ ختم بھی نہیں ہوا تھا اور اسے مختلف چینلز سے آفرز آنے لگی تھیں، ڈرامہ کے اختتام کے بعد اک شام رکھی گئی تھی، ڈرامہ بلاتک سپر ہٹ گیا تھا، اسے بطور خاص انوائیٹ کیا گیا تھا،

بے انتہا پزیرائی سمیٹتی لوگوں کے جھرمٹ میں آٹو گراف دیتی وہ کچھ دور بیٹھے رازین بخاری پہ بار بار نظر ڈال رہی تھی، ہیں اس کے منہ کا زاویہ بگڑ تو نہیں رہا، ماتھے پہ شکن تو نمودار نہیں ہونے لگی، لیکن وہ اس کی خوشی کو انجوائے کر رہا تھا، میزبان اس سے کچھ کہنے کو کہہ رہا تھا، مائیک تھام کر اس نے اک نظر اپنے من میت کی طرف دیکھا تھا اور لفظ دل سے نکلنے لگے تھے۔

''کتنی ہی گہری چوٹ لگی ہو عورت نے کچن میں روٹی بنا کر دو آنسو بہا کر ہی صبر کرنا ہوتا ہے، وہ مرد کی طرح ڈرنک اور اسموک کر کے دکھ کا اشتہار نہیں بناتی، زندگی کے تلخ تجربات رائیٹر کا اثاثہ ہوتے ہیں، رائٹر ہونے کا اک ایڈوانٹیج یہ بھی ہے کہ جو خود پہ بیتتی ہے اسے قلم میں خون جگر پلا کر ہم صفحہ قرطاس پہ رقم کر کے داد و تحسین پاتے ہیں ہمارے درد کو لوگ سراہتے ہیں، داد دیتے ہیں، رائٹر ہونے کا یہ بڑا فائدہ ہے، لوگ لفظوں کا کرب تو جان لیتے ہیں، رائٹر کے آنسو کسی کو نظر نہیں آتے، مرد و عورت کی اس نگری میں عورت ازل سے اپنے نام و نشاں کی جنگ لڑ رہی ہے، لیکن مردوں کی بستی میں ظرف بڑا کرنا دل بڑا کرنے سے زیادہ دقت طلب ہے، عورت کی زندگی میں کچھ مرد محبت کی چادر اوڑھ کر آتے ہیں، اپنا بننے کی کامیاب اداکاری کرتے ہیں اور جاتے ہوئے عورت کا اپنا آپ بھی چھین کر لے جاتے ہیں۔''

''کچھ لوگ محبت میں صرف خود غرض ہوتے ہیں، ہر کچھ اپنی مرضی کا چاہتے ہیں، عورت کی ضرورت ان کی نظر میں اہمیت نہیں رکھتی، انہیں صرف اپنی بات کے رد ہونے کا غصہ ہوتا ہے، عورت کے مان کا خیال نہیں ہوتا، نا ہی اس کے لئے کچھ کرنے کا دم ہوتا ہے، نا عورت کے برے حالات کو بدلنے کا گٹس پایا جاتا ہے، ایسے لوگ بس عورت کو استعمال کرتے ہیں، جب تک ان کا دل چاہے، پھر تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی، مردوں کی اس نگری میں عورت کی فقط اتنی سی خواہش ہے، اس کی شخصیت مسخ نا ہو، اس کی اپنی اک الگ پہچان ہو، صد شکر کہ مجھے اک ایسا من میت ملا جو میرا اثاثہ ہے، لیکن ہر عورت خوش قسمت نہیں ہے، بہت کم عورتیں ہیں جن کا میت ان کے من کو خوش رکھتا ہو اور جنہیں ایسا من میت نہیں ملتا وہ دل میں حسرت لئے ابدی سفر کو روانہ ہو جاتی ہیں۔'' اس کے لفظوں کے فسوں سے اک سحر طاری ہو گیا تھا، کئی اک نے چپکے سے آنکھوں کے گوشے صاف کیے، وہ کتنی سچائی سے عورت کا درد کرب بیان کر گئی تھی، واپسی میں رازین بخاری کے ساتھ چلتے اس نے بے ساختہ اس کے قریب ہو کر اس کے شانے پہ سر رکھ دیا تھا، دل گداز ہو رہا تھا، وہ اس کی دلی کیفیت سے آگاہ تھا، تب ہی بنا کچھ کہے اس کے گرد حصار کر کے اسے لئے چلنے لگا تھا۔

اپنی تحریر سے کچھ ایسا ابھاروں گا تجھے
پڑھنے والے تیری تصویر بنا ڈالیں گے

☆☆☆

انا کی جنگ میں ہم جیت تو گئے لیکن
پھر اس کے بعد بہت دیر تک نڈھال رہے

مسلسل کامیابیوں کے بعد ڈھیر سارے مبارک باد کے کارڈ اسے اپنے چاہنے والوں کی طرف سے موصول ہوئے تھے، یہ شعر بھی اک کارڈ پہ درج تھا، اس کے علاوہ کچھ اور لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی، بھیجنے والے نے اپنا نام تک نہیں لکھا تھا، مگر وہ اس ہینڈ رائٹنگ سے بہت اچھی طرح واقف تھی اور تیمور بھی شاید جانتا تھا جب ہی تو نام لکھنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی،

کارڈ اس نے بے ساختہ رازین بخاری کی طرف بڑھایا تھا، جو اس کے ساتھ گفٹ کھول رہا تھا۔
چند ماہ پہلے تیمور نے شادی کر لی تھی، مگر دو ماہ بعد ہی اس کی شکی حاسد اور تنگ نظر فطرت کے باعث لڑکی نے طلاق لے لی تھی، مما نے اسے خود بتایا، وہ بے بنیاد شک کرتا تھا، کپڑے کی الماری میں ذرا بھی ردوبدل ہوتی وہ بیوی پہ چیخنے لگتا تھا۔
''میری غیر موجودگی میں کس سے ملنے گئی تھیں، کبھی پرفیوم لگا لیتی تو سوال اٹھتا ''کون آیا تھا ملنے، کس کے لئے خوشبو لگائی ہے۔'' سب سن کر اس نے شکر ادا کیا تھا، اللہ نے اسے ذہنی مریض سے بچا لیا تھا، جس کی ہم سفری میں وہ خود بھی مریض بن جاتی۔
کسی کا حل کسی کا مسئلہ ہے
محبت اپنا اپنا تجربہ ہے
اظہار افسوس کرتے رازین بخاری نے کارڈ سائیڈ پہ رکھ دیا تھا، بنا بتائے ہی وہ جان گیا تھا کہ کارڈ تیمور نے بھیجا ہے، دونوں ہی مرد تھے مگر کتنی متضاد شخصیت تھی دونوں کی، ایک اس کے نام سے جلتا تھا اور وہ اس کے نام سے محبت کرتا تھا۔
شادی کے بعد اس نے کتنی لڑائی کی تھی کہ اب وہ مسز عزہ رازین کے نام سے لکھے گی مگر رازین نے اسے قائل کر لیا تھا۔
''تمہاری پہچان عزہ نوین سے ہے، لوگ تمہارے اسی نام سے پیار کرتے ہیں، تم میری بیوی ہو اور اس حقیقت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔''
جس رسالے میں اس کی تحریر چھپتی تھی ایک وہ تھا وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا اور ایک یہ تھا جو اپنے ملنے جلنے والوں کو بتاتا تھا، عزہ نوین اس کی بیوی ہے، وہ اسے کامیابی کے سفر سے روکتا تھا اور وہ کامیابی کے اس سفر میں اس کا ہم سفر بنا تھا۔
''کہاں گم ہو؟ کب سے پوچھ رہا ہوں۔''
رازین نے اس کا سر اپنی طرف موڑا۔
''کیا پوچھ رہے تھے؟'' وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔
''جزاک اللہ، میں اتنا کچھ بک گیا اور تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔''
''جب آپ خود ہی فرما رہے ہیں کہ بک رہے تھے تو میں کیا سنتی۔'' شرارت سے کہہ کر وہ کارڈز سمیٹنے لگی۔
''محترمہ عزہ نوین صاحبہ میں یہ فرما رہا تھا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف آپ کی تحریروں کا مجموعہ بنایا جا چکا ہے، چند ماہ میں آپ کی کتاب مارکیٹ میں آ جائے گی، بس آپ اتنی مہربانی کیجئے کہ کتاب کا ٹائٹل بتا دیجئے، تو بندہ کارنش بجا لائے۔'' چڑتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑی۔
''من میت۔'' اس کے چہرے پہ نظریں جمائے کہا۔
''او کے جی ڈن، لانچنگ کی بڑی گرینڈ پارٹی رکھنے والا ہوں تیاری کر لو۔'' اسے رازین بخاری کی محبت پہ کوئی شک نہیں تھا، بس وہ اسے ہر بار حیران کرتا رہتا تھا۔
''میرے لئے آپ کتنا بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، سوچتے تو ضرور ہوں گے کیسی بیوی سے پالا پڑا، کوئی سیدھی سادی ہی مل جاتی۔''
''تمہیں کس نے بتایا؟'' رازین نے لب دبا کر کہا تو اس نے ہاتھ میں موجود کارڈز دے مارے۔
''میں جا کر ساسو ماں سے شکایت لگاؤں گا آپ کی بیٹی میری پٹائی کرتی ہے۔'' اس نے کہا تو اسے آریان کی کبھی کہی بات یاد آئی۔

''اگر آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ میں آپ سے گفٹ کا تقاضا نہیں کروں گی تو اس خیال کو دل سے نکال پھینکیں، میرا گفٹ۔'' اس نے ہتھیلی پھیلا دی۔

''جانتا ہوں، تم جیسی ندیدی یہ غلطی کر ہی نہیں سکتی، جیب میں ہاتھ ڈالو جو نکلا وہ تمہارا۔'' ہاتھ پیچھے کر کے آفر دی، اس نے فوراً ہاتھ جیب میں ڈالا، ہاتھ واپس آیا تو اس میں ایک عدد منا سا آئینہ تھا۔

''یہ ہے گفٹ؟'' صدمے سے چور اس کی آواز نکلی۔

''اب ذرا اس میں اپنا چاند سا مکھڑا دیکھو۔'' اصرار ہوا۔

''کیا دیکھوں، وہی ناک وہی چہرہ ہے۔'' ہدایت پہ اس نے چہرہ دائیں بائیں گھما کے آئینے میں دیکھا۔

''یہ۔'' کان میں ڈائمنڈ کے ٹاپس دیکھ کے اس نے آئینہ کان پہ جمایا، بے حد خوبصورت ٹاپس جگر جگر کر رہے تھے۔

''یہ کارنامہ آپ نے کب انجام دیا کہ مجھے کچھ خبر ہی نا ہوئی۔'' حیرت سے بری حالت تھی، گفٹ اس کے کان میں موجود تھا اور وہی بے خبر تھی۔

''کچھ باتیں کہنے کی نہیں، سمجھنے کی ہوتیں ہیں۔'' آنکھوں کے خفیف اشارے پہ وہ اس کی آنکھوں میں محبتوں کے جلتے دیئے کی روشنی برداشت نہ کر پائی، پلکوں کی چلمن آپ ہی آپ عارضوں پہ گر گئیں۔

''آپ اور آریان بالکل اک جیسے ہیں، گفٹ دینے کا انداز اس کا بھی جدا تھا۔'' تیمور تو آریان سے بھی حسد کرتا تھا، ہر دم بھائی کے نام کی مالا جپنے پہ برہم ہوتا تھا اور رازین بخاری اترا کے کہہ رہا تھا۔

''دوست کس کا ہے۔'' اور عزہ نوین کے سینے سے دبی سانس آزاد ہوئی۔

''عزی یہ جو تم میری ہر بات پہ ہرنی کی طرح سہم جاتی ہو نا، مجھے ذرا اچھا نہیں لگتا، میرا اور تیمور کا موازنہ کرنا چھوڑ دو، دو بندوں کی سوچ ایک جیسی نہیں ہوتی، جس طرح زمین و آسمان اک دوسرے کو نہیں چھو سکتے بالکل اسی طرح انسانی شخصیت اک دوسرے پہ اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔''

''میرے ساتھ تم نے سالوں نہیں بتائے مگر اتنا جان لو کہ میری شخصیت میں کوئی ملمع کاری نہیں ہے، میں ان مردوں میں سے بھی نہیں ہوں جو باہر آزادی نسواں کا نعرہ لگاتے ہیں اور اپنے ہی گھر کی عورتوں کا استحصال کرتے ہیں، میرا ظاہر و باطن اک ہے، بس زندگی کے ہر مقام پہ تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر کھڑا ملوں گا تمہیں تم کبھی کسی مقام پہ خود کو تنہا نا پاؤ گی، آئندہ سے تم میرے چہرے پہ میرے ری ایکشن تلاش نہ کرنا، بس مجھ پہ بھروسہ کرنا۔'' نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لے کے وہ امرت رس ٹپکا رہا تھا۔

''جب آپ کی زندگی میں داخل ہوئے تو مجھے لگا میں اک بار پھر بے اعتباری کی کھائی کی طرف بڑھ رہی ہوں، مجھے لگا تھا میں بھی بے شمار عورتوں کی طرح سمجھوتے کی زندگی گزارنے پہ مجبور کر دی جاؤں گی، اپنی ذات کو کچلنا پڑے گا، مگر آپ کی محبت، حسن سلوک اور نیک نیتی نے میرے سارے اندازوں پہ پانی پھیر دیا، آپ جیسا محبتوں سے لبریز شخص ہر لڑکی کا خواب ہے، آپ کی ان ہی اداؤں نے مجھے اتنا مجبور کر دیا کہ میں آپ سے شدید محبت کرنے لگی ہوں، بس

اک گزارش ہے، اللہ کبھی بدلیے گا مت، اعتبار اور اعتماد کی ڈوری کبھی مت چھینے گا، میرے پاس آپ کی تعریف میں بولنے کے لئے لفظ نہیں، جن کے ذریعے آپ کی تعریف کرسکوں، اتنا کچھ لکھنے کے باوجود آپ کے بارے میں کہنے کے لئے لفظوں کی کم مائیگی کا سامنا ہے، شاعر نے کہا ہے نا۔''

میں کوئی شعر بھی بھولے سے نا کہوں کا تجھ پہ
فائدہ کیا جو مکمل تیری تحسین نا ہو

وہ اتنے جذب سے کہہ رہی تھی وہ اسے ساتھ لگا گیا۔

''ذرا پھر سے کہنا۔''

''ابھی میں کچھ اور کہنے لگی ہوں ذرا غور سے سنیں۔''

''میں نے اک بات چھپائی ہے آپ سے۔''

''کیا؟'' استفسار ہوا۔

''آپ پپا کے عہدے پہ فائز ہونے والے ہیں۔'' دھیمی آواز سے کہہ کر اس کے شانے پہ سر رکھا۔

''اچھا...... کیا؟'' آنکھوں میں بے یقینی لئے تصدیق چاہ رہا تھا، اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''کب سے الو بنا رہی ہو مجھے۔'' کڑے تیوروں سے پوچھا۔

''آج صبح سے۔'' مجرموں جیسا انداز تھا، وہ ہنس پڑا۔

''تھینکس جان جاناں۔'' اس کے گرد حصار تنگ کیے جہاں وہ خوش تھا وہی وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی، یقین و اعتماد کی گھنی چھاؤں میں وہ پرسکون تھی۔

☆☆☆



میری وفا ہے

بشریٰ سیال

ایک طویل مدت کے بعد انہیں سامنے دیکھا، وہ سمجھ نا پا رہی تھیں کہ کیا واقعی یہ حقیقت ہے یا پھر ہمیشہ کی طرح کوئی خواب، ایسا خواب جو ابھی چند لمحوں میں ٹوٹ جائے گا اور پھر کئی روز تک انہیں بے چین و بے قرار رکھے گا، غضنفر علی آج بھی اسی طرح وجیہہ تھے جیسے برسوں پہلے ہوا کرتے تھے، ان کی شخصیت کی کشش اور خوبصورتی ابھی بھی برقرار تھی، وقت جیسے انہیں چھوئے بغیر گزر گیا تھا، مگر وقت نے گل افزاء پر جو ستم ڈھائے تھے وہ غضنفر علی کو ان کے چہرے سے نظر آ رہے تھے، ان کی سلگتی آنکھیں صدیوں کے رتجگوں کی کہانی سنا رہی تھیں، آنکھوں میں انتظار کے بجھتے دیئے انہیں بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔

''قبول ہے۔'' فروا کی آواز ان دونوں کو ہوش کی دنیا میں واپس لے آئی تھی، جیسے دونوں



ناولٹ

کے پتھر وجود میں جان پڑ گئی ہو، نکاح ہو چکا تھا، ساجدہ نے بیٹی کو گلے لگا کر خوب پیار کیا، غضنفر علی حسرت بھری نظروں سے دیکھتے رہے، ماموں اسے زہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے، مگر وقت کا تقاضا تھا کہ خاموش رہا جائے، سو وہ بھی غصے کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

کچھ ہی دیر میں فروا کی رخصتی ہو گئی تھی، وہ بہت روئی تھی اور غضنفر علی جانتے تھے کہ اس کے رونے میں زیادہ وجہ عروبہ اور اس کی ماں کا دکھ ہے، مگر اس وقت ان کے دکھ کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے فروا سے عمر میں کافی زیادہ بڑے موسیٰ علی کو گود میں اٹھائے بیٹے کے ساتھ دیکھا، اچانک فروا نے ان کی طرف دیکھا تھا، اس کی نظروں کی نفرت اور حقارت غضنفر علی سے مخفی نہ تھی، اس کی زبان نے کچھ نہ کہا تھا مگر اس کی نظریں انہیں بہت کچھ کہہ گئیں تھیں، وہ اس کی

نظروں کی تاب نہ لا سکے اور نگاہیں جھکا گئے۔

"گل افزاء!" جو تھوڑے بہت مہمان آئے تھے وہ رخصت ہو گئے تھے، غضنفر علی اندر آئے تھے، جہاں وہ تینوں بہن بھائی بیٹھے ہوئے تھے۔

"مر گئی تھی گل افزاء انیس سال پہلے اسی گھر میں، یہ ساجدہ ہے ہماری بہن۔" اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں، بڑے ماموں بول اٹھے تھے۔

"پلیز بھائی جان، مجھے اس سے بات کرنے دیں۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولے، جانتے تھے ان کا ظلم بہت بڑا ہے، اتنی آسانی سے معافی نہیں ملے گی، مگر ایک دفعہ انہیں گل افزاء سے بات تو کرنے دی جاتی، یہاں آنے سے پہلے انہیں اندازہ نہ تھا کہ یہ اتنا مشکل ہوگا۔

"تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہر ناطہ تم نے خود توڑا تھا، اس کی زندگی برباد کر دی، اب کیا لینے آئے ہو۔" وہ آہستہ مگر تند و تیز آواز میں بولے تھے، چند ثانیے غضنفر علی خاموشی سے گل افزاء کے مضمحل و اداس چہرے کو دیکھتے رہے، جیسے اندازہ لگا رہے ہوں کہ وہ کیا چاہتی ہے، مگر اس کے چہرے پر پھیلے دکھ اور بے بس کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ ان کے لئے کوئی بھی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"آپ ایک دفعہ اس سے پوچھ تو لیں کہ کیا یہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی؟" انہوں نے آس بھری نظروں سے گل افزاء کی جانب دیکھا تھا جو ہنوز خاموش تھی اور وہ بولتی بھی تو کیا، برسوں پہلے اس شخص سے رحم کی بھیک مانگی تھی، منت سماجت کی تھی، مگر اس نے اسے دھتکار دیا تھا۔

"اس کی خاموشی تمہیں یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ وہ تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" بڑے ماموں غصے سے کھڑے ہو گئے تھے۔

"نکلو یہاں سے۔" گل افزاء کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

"اگر گل افزاء اپنے منہ سے کہے کہ میں چلا جاؤں، تو میں چلا جاؤں گا۔" پہلی مرتبہ اس نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھا کر غضنفر علی کی سمت دیکھا تھا۔

"مجھ پر اتنا اعتماد کیوں؟ اس قدر مان کس لئے، جب مجھے اعتبار اور مان چاہے تھا تب مجھے تو دھتکار دیا تھا، اب کس ناطے سے یہ سب باتیں کر رہے ہو۔" وہ لب سے خاموش بیٹھی تھی، مگر اس کی شکوہ کناں آنکھیں سب کچھ کہہ گئی تھیں۔

"بھائی جان میں نماز پڑھ لوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، غضنفر علی کا جی چاہا آگے بڑھ کر ہاتھ پکڑ کر اسے روک لے مگر وہ ایسا ہر حق برسوں پہلے اپنی مرضی سے کھو چکے تھے، سو بے بسی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

☆☆☆

نویلہ کی ناراضی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی، اس نے گھر میں سب سے بات کرنا بند کر رکھا تھا، وہ بات کرنا چاہتی تھی تو صرف عیسیٰ احمد سے اور شکل دیکھنا چاہتی تھی تو صرف اس کی، مگر اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ ہر گزرتا دن اسے عیسیٰ احمد سے دور کر رہا ہے، اسے سب سے زیادہ غصہ ماما پر تھا جنہوں نے اسے یہاں سے نکالا تھا۔

آج اس نے دل میں ایک فیصلہ کیا اور تیار ہو کر اپنے بیڈ روم سے باہر نکل آئی، اسے پتا چلا تھا کہ عیسیٰ احمد آج کل عدیل کی طرف رہ رہا ہے، وہ ٹیکسی لے کر ماموں کے گھر آ گئی، ابھی اس نے گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس کی عدیل سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔

"السلام علیکم!" اس نے حیرت سے اسے اکیلے آتے دیکھا تھا۔

''اکیلی آئی ہو؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''مجھے عیسیٰ احمد سے ملنا ہے؟'' اس کے سوال کو قصداً نظر انداز کرتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔

''وہ ادھر اپنے روم میں ہے، ویسے مشکل ہی ہے کہ وہ تم سے ملے ان فیکٹ تم لوگوں کی فیملی کی وہ شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ صاف گوئی سے بولا، نویلہ نے کوئی جواب نہ دیا اور اس کے بتائے ہوئے کمرے میں آ گئی، ہلکی سی دستک دے کر اس نے ہینڈل گھمایا اور اندر داخل ہوگئی، سامنے بیڈ پر عیسیٰ احمد لیٹا ہوا تھا، اس نے بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا، کمرے میں ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، نویلہ نے لائٹس آن کر دیں، کمرہ روشنیوں میں نہا گیا، عیسیٰ احمد نے بازو آنکھوں سے ہٹایا۔

''تم!'' اپنے سامنے نویلہ کو دیکھ کر نفرت اور غصے کی شدید لہر اسے اپنے پورے بدن میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے آہستگی سے سلام کیا، عیسیٰ احمد اسے گھور کر رہ گیا۔

''کیوں آئی ہو یہاں؟'' وہ چٹانوں جیسی سختی لہجے میں سمو کر بولا تھا۔

''پتا نہیں محبت کی قسمت میں دربدر ہونا کیوں لکھا ہے، محبوب دھکے دے یا گالیاں، ٹھوکریں مارے یا دھتکارے، پھر بھی محبت پلٹ پلٹ کر اس کے پاس آتا ہے، دل کو چین ہی نہیں آتا اس کے بغیر۔'' وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنی اتنی محبت کرنے والی اور باوفا بیوی کو کس قدر سفاکی سے اپنی زندگی سے نکال دیا اور اس ماں کی بیٹی ہو جس نے اپنی ضد اور انا کی خاطر تین معصوم جانوں کو عمر بھر کے لئے سولی پر لٹکایا، تمہارے خون میں ہی محبت شامل نہیں، تم کیا جانو محبت کیا شے ہے، کس بلا کا نام ہے۔'' پہلی بار وہ اس کے سامنے آرام سے مگر طنز بھرے لہجے میں بولا تھا اور فی الحال نویلہ کے لئے یہ کافی تھا، کہ وہ اس کے سامنے تھا، اس سے بات کر رہا تھا، اس کی بات سن رہا تھا۔

''محبت کا کوئی حسب نسب نہیں ہوتا عیسیٰ!'' وہ قدرے سکون سے بولی۔

''نا ہی محبت کا تعلق خون سے ہے، اس کا تعلق تو بس دل سے ہے، جو سب کا اپنا اپنا ہوتا ہے، آپ آزما کر دیکھ لیں مجھے۔''

''آزمایا وہاں جاتا ہے جہاں پانے کی تمنا ہو، آزمائش اس کی جاتی ہے جس سے کوئی تعلق ہو اور میرا تم سمیت تمہاری فیملی میں کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اسے بخار تھا، اتنا بولنے سے وہ تھک گیا تھا، اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔

''میں جانتی ہوں آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے، آپ عروبہ سے محبت کرتے ہیں، مگر اب تو اس کی شادی ہوگئی ہے، آپ کسی نا کسی سے تو......''

''مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی، تم کیوں فضول میں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔'' وہ بیزار کن لہجے میں بولا۔

''آپ تو ادھوری محبت کی تکلیف سے گزرے ہیں، آپ تو میرا درد محسوس کر سکتے ہیں، پھر کیوں مجھے بار بار دھتکارتے ہیں، پلیز میری محبت کو قبول کر لیں۔'' وہ اچانک اس کے قدموں میں بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے پاؤں پر رکھ دیئے، اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

''نویلہ!'' عیسیٰ احمد زور سے چلایا، ساتھ

ہی اس کے ہاتھ جھٹکے۔

''آر یو میڈ؟'' وہ شاکڈ تھا اس کے پاگل پن پر۔

''کیوں! آپ نے بھی تو عروبہ سے محبت کی ہے، تو کیا آپ پاگل ہیں۔'' وہ کسی بھی طرح ہارنا نہیں چاہتی تھی، وہ یہاں جیتنے آئی تھی، عیسیٰ احمد کو جیتنے۔

''تمہاری ماں نے تمہارے لئے عروبہ کی زندگی برباد کی، اسے خاندان بھر کی نظروں سے گرایا، میں تم سے تو ہرگز شادی نہیں کرسکتا، اور مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی ہے، میں غضنفر علی نہیں ہوں۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں کہا تھا، نویلہ کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی، وہ جانتی تھی عیسیٰ احمد بہت نرم مزاج ہے، کسی کی تکلیف اسے برداشت نہیں ہوتی۔

''میں جانتی ہوں آپ عیسیٰ احمد ہیں، غضنفر علی نہیں، اسی لئے آپ سے اپنا درد کہنے آئی ہوں، میرے درد کی دوا صرف آپ کے پاس ہے، میرا سکون آپ کے ساتھ رہنے میں ہے، پلیز عیسیٰ۔'' وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے رو رہی تھی، نویلہ کے آنسو اسے عروبہ کے دکھ اور نقصان کا اور زیادہ احساس دلا رہے تھے، وہ لب بھینچے بیٹھا تھا، جیسے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روک رہا ہو۔

''آپ کی قسم ماما نے جو کیا مجھے اس کا کوئی علم نا تھا، میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا کہ عروبہ کے ساتھ ایسا ہو، مگر اب چاہ کر بھی آپ عروبہ کو واپس نہیں لا سکتے، مگر میرا دکھ سمجھ سکتے ہیں، اسے ختم کر سکتے ہیں۔'' عیسیٰ احمد کسی طرح نا مان رہا تھا، مگر وہ یہاں شکست کھانے نہیں آئی تھی۔

''میں عروبہ کو واپس نہیں لا سکتا، مگر تم سے شادی کر کے اس کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا، وہ یہ سمجھنے لگے کہ شائد میں بھی تمہاری ماں کے ساتھ ان کی پلاننگ میں شامل تھا اور تم پلیز جاؤ یہاں سے۔'' وہ اس کی بار کافی سختی سے بولا۔

''آپ کو بخار ہے؟ میڈیسن لی آپ نے؟'' وہ آنسوؤں کو بیدردی سے رگڑتے ہوئے بولی۔

''نہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب جاؤ یہاں سے۔'' وہ درشتی سے بولا۔

''دل پر کب کسی کا اختیار چلا ہے، کیا آپ کا دل عروبہ کے معاملے میں آپ کی سنتا ہے اور مانتا ہے؟'' اس نے عیسیٰ احمد کو لاجواب کر دیا تھا، وہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی رہی تھی، خود ہی آنسو بہاتی اور خود ہی انہیں پونچھ بھی لیتی، عیسیٰ احمد نے تسلی کا ایک لفظ نہیں کہا تھا، نا ہی اسے آس کا کوئی جگنو تھمایا تھا، مگر وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر گئی تھی۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا، عروبہ ٹیرس پر آ گئی تھی، فارقلیط حسن کہیں بھی نظر نا آ رہا تھا، وہ خاموش کھڑی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی، جو یقیناً گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

''اللہ!'' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

''کیوں ہوں میں اتنی اکیلی؟ ایسا کیا گناہ ہو گیا مجھ سے جس کی سزا اس تنہائی کی صورت مجھ پر مسلط کر دی گئی ہے۔'' آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، جنہیں صاف کرنا اس نے ضروری نا سمجھا تھا، سردی کافی زیادہ تھی، مگر اسے شاید کچھ بھی محسوس نا ہو رہا تھا۔

''ہیلو مسز!'' دفعتاً اس کے عقب میں فارقلیط حسن کی آواز ابھری تھی، اس نے آتے ہی عروبہ غضنفر کو بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا اور تھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا دی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں سردی میں؟'' اس کا موڈ کافی خوشگوار تھا، عروبہ نے چاہا کہ آنسو پونچھ ڈالے تاکہ وہ دیکھ نا پائے، مگر اس کے دونوں ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھوں میں تھے۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے حتی الوسع آواز کو نارمل رکھنے کی کوشش کی، مگر فارقلیط حسن نے فوراً جان لیا کہ وہ رو رہی ہے، اس نے فوراً اس کا رخ موڑ کر اپنی جانب کیا، عروبہ کے گالوں پر پھسلتے آنسو اسے ساری کہانی سمجھا گئے تھے۔

''تو تم رو رہی تھی؟'' وہ نگاہیں اس کے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں پر جماتے ہوئے بولا تو لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ گئی، جیسے کوئی جواب نہ بن پڑا ہو، فارقلیط حسن نے اس کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں لے کر اسے خود سے قریب کیا۔

''میں نے کہا تھا نا مجھے ان آنکھوں میں آنسو نہیں چاہئیں، پھر کیوں بھول گئی تم میری بات۔'' اس نے احتیاط سے آنسوؤں کو پونچھا تھا اور عروبہ کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''ان آنسوؤں کے سوا میرا کبھی کسی نے ساتھ نہیں دیا، یہی تو میں ہمیشہ سے میرے ساتھ، میرے ہمدرد۔'' اب کی بار اس نے آنسو بہنے دیے تھے اور انہیں فارقلیط حسن سے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھا تھا، اسے ساتھ لے کر بیڈ روم میں آیا، اسے بیٹھا کر خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''اب تو تمہارے آنسوؤں سے میری پکی دشمنی ہو گئی، تمہیں ایسا لگتا ہے یہ تمہارے مجھ سے زیادہ قریب ہیں، انہیں تمہارا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔'' عروبہ کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا۔

''آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات پر وہ ہنس دی تھی، اسے ہنستا دیکھ کر فارقلیط حسن کو ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

''محبت کرنے والے عجیب ہی ہوتے ہیں، سر پھرے، دیوانے، کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے؟'' اس نے اچانک ہی سوال کر ڈالا تھا اور عروبہ غضنفر بس خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ کیا جواب دے۔

''کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟'' اس نئے سوال پر وہ گھبرا اٹھی تھی، اسے فارقلیط حسن سے اس سوال کی امید نا تھی، وہ بناء پلکیں جھپکائے اس کو دیکھے گئی۔

''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟'' اسے یوں خاموشی سے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ الجھ گیا تھا، سو پوچھنے لگا۔

''نہیں۔'' عروبہ نے ایک لمبی سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے نگاہیں جھکا لیں، اب وہ بھلا فارقلیط حسن کو اس بات کا کیا جواب دیتی، اسے تو محبت پر ذرا بھی اعتبار نا رہا تھا، وہ رشتوں کی اور محبت کی ڈسی ہوئی تھی۔

''تو پھر جواب دو۔'' اس کی طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے فارقلیط حسن نے اسے پھر سے مخاطب کیا۔

''کس بات کا؟'' وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے بولی۔

''Do you love me?'' اس نے ایک مرتبہ پھر سوال دہرایا اور نظریں اس کے روئے روئے نقوش پر گاڑ دیں، اس کی جھکی آنکھوں پر سایہ فگن گھری لمبی پلکیں ابھی بھی گیلی تھیں، ناک کا اگلا حصہ سرخ ہو چکا تھا، رونے سے وہ اور زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔

''ابھی ہماری شادی کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے، اتنی جلدی تو......'' قصداً اس نے بات ادھوری

چھوڑ دی تھی۔

''محبت کرنے کے لئے دن مہینے یا سال نہیں چاہیے ہوتے، یہ تو لمحوں میں ہو جاتی ہے، ان فیکٹ یہ خود بخود ہو جاتی ہے، سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی۔'' وہ اسے ایسے سمجھا رہا تھا، جیسے وہ اس جذبے سے قطعی نابلد ہو، جبکہ خود وہ اس کا ٹیچر رہا ہو۔

''مگر میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں، پہلی ملاقات میں آپ جس طرح کا Impact مجھے دے کر گئے تھے آپ اس سے بالکل مختلف ہیں۔'' فارقلیط حسن نے کوئی جواب نا دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا، عروبہ کو افسوس ہوا کہ ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا، وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی، وہ گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

فروا روائتی دلہنوں کی طرح تیار نہیں ہوئی تھی، نا بہت شوخ لباس اور نا ہی بہت ہیوی جیولری پہنی تھی، مگر پھر بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، موسیٰ علی کے ساتھ چل کر وہ اس کے گھر میں اس کے بیڈ روم تک آئی تھی، اسے وہاں چھوڑ کر وہ نا جانے کہاں چلا گیا تھا، نا تو اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور نا ہی کوئی اور بات کی، وہ دل مسوس کر رہ گئی، بالآخر خود ہی جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی، کافی دیر گزر گئی موسیٰ علی نہیں آیا تو اسے شدید کوفت ہونے لگی۔

''تو یہ تھی میری قسمت عیسیٰ احمد!'' وہ آنکھیں موندے بیٹھی انجانے میں اسے سوچنے لگی۔

''میں نے تمہارے کتنے خواب سجائے تھے، تمہارے سوا میں کسی کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی، مگر دیکھو، آ کر ایک مرتبہ دیکھو وقت نے کیسا ستم ڈھایا مجھ پر۔'' اچانک دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی تھی، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول ڈالیں۔

''استغفر اللہ!'' اس کے دل نے اسے بری طرح سے سرزش کیا تھا، وہ سخت شرمسار ہوئی۔

''میں اب موسیٰ علی کی بیوی ہوں، اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد کا خیال میرے لئے سخت گناہ ہے۔'' وہ سر جھٹک کر سیدھی ہوئی، موسیٰ علی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر کھڑا مصعب کو لٹا رہا تھا، جو کہ اس کے سینے سے لگا سو رہا تھا، وہ خاموشی سے یہ منظر کن اکھیوں سے دیکھتی رہی۔

''تم یقیناً تھک گئی ہو گی، چینج کر کے سو جاؤ، میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' مصعب سے دوسری سائیڈ پر موسیٰ علی نیم دراز ہوتے ہوئے بولا تھا، فروا ہنوز خاموش تھی۔

''مگر اس سے پہلے میں تم سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں، آئی نو تم ابھی کم عمر ہو، مجھ سے کافی چھوٹی ہو، مگر پھر بھی مجھے امید ہے، کہ تم میری باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل بھی کرو گی۔'' اتنی لمبی تمہید پر فروا لحظہ بھر کو چونکی ضرور مگر اس کو احساس نا ہونے دیا۔

''مجھے عنیزہ سے بے پناہ محبت ہے، اس کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس محبت میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے، شاید میں یہ شادی نا کرتا، مگر عنیزہ نے مرنے سے پہلے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اس کے بعد میں تم سے شادی کر لوں۔'' وہ دم سادھے بیٹھی اس ظالم شخص کی باتیں سن رہی تھی، اسے کم از کم آج کے دن موسیٰ علی سے ان باتوں کی امید نا تھی، مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں کبھی بھی وہ نہیں ہوتا جو وہ سوچتی ہے، اسے کبھی وہ نہیں ملتا جو اسے چاہیے ہوتا ہے، یا جو اس کا دل مانگتا ہے۔

''پھر مصعب کی تم سے Attachment

اور سمیرا والا قصہ مجھ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر گیا، میں ابھی ذہنی اور دلی طور پر اس رشتے کو قبول کرنے کے قابل نہیں ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا، فروا جو ہر بات منہ پر کہہ دینے کی عادی تھی، اس کا جی چاہا اسے بتائے کہ وہ بھی عیسیٰ احمد کو بے پناہ چاہتی ہے اور اس کے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتی، وہ بھی اپنی ماں کی وجہ سے یہاں ہے اور اگر وہ اس رشتے کو قبول نہیں کرتا تو اسے تین لفظوں سے باندھ کر کیوں لایا، صرف اپنے بیٹے کی کل وقتی ملازمہ بنا کر، مگر وہ ایسا نا کہہ سکتی تھی، سو صبر کے گھونٹ پی کر بیٹھی رہی۔

''میں نے عنیزہ کے ساتھ اپنی زندگی کا بہترین اور یادگار وقت گزارا ہے اور میں اسے بھولنا نہیں چاہتا، مگر میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔'' اس کی بات نے فروا کو دل میں ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا، موسیٰ علی کو اپنے رویے اور الفاظ کی بدصورتی کا ذرا احساس نہ تھا۔

''تم سن رہی ہو نا؟'' اچانک اس نے پوچھا۔

''جی!'' وہ سامنے والی پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی، مختصر جواب دے کر دوبارہ خاموش ہو گئی۔

''بس تم کبھی مصعب کو یہ احساس نا ہونے دینا کہ اس کی ماں نہیں ہے، اسے سکھاؤ کہ وہ تمہیں ماما کہا کرے، میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا دل میں اتنا بڑا احساس محرومی لے کر پرورش پائے، اگرچہ تم اس کی سگی ماں نہیں ہو، مگر وہ یہ لفظ بولنے کو تو نہ ترسے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اسے موسیٰ علی سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی، اچھا تو ایسے وہ کبھی نا لگا تھا، مگر اس وقت اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی اس شادی سے اتنی ہی ناخوش ہے جتنا کہ وہ۔

''میں چینج کر کے آتی ہوں۔'' وہ ڈریسنگ روم کی جانب بڑھی کہ موسیٰ علی کی غیر ارادی نظر اس کی سمت اٹھی۔

''رکو۔'' اگلے لمحے وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''یہ...... یہ سیٹ تو عنیزہ کا ہے۔'' اس نے فروا کے گلے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تم نے کس سے پوچھ کر لیا؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کر بیدردی سے لاکٹ اس کے گلے سے کھینچا۔

''آہ۔'' مارے درد کے فروا کی چیخ نکل گئی۔

''خبردار اگر آئندہ عنیزہ کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو میں ہاتھ توڑ دوں گا۔'' اس نے اسی بیدردی سے اس کے کانوں سے بندے بھی نوچے تھے، احساس ذلت سے اس کی آنکھیں لبالب نمکین پانیوں سے بھر آئی تھیں، سخت لہجے میں اسے اس کی اوقات اور حیثیت بتا کر وہ غصے کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

''امی!'' وہ بیڈ پر گری اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، وہ جو سوئی لگنے پر بھی ماں کی گود میں منہ چھپا کر آنسو بہاتی تھی، اتنے بڑے دکھ پر تنہا رو رہی تھی۔

☆☆☆

''زین! بیٹا اٹھ جاؤ اب، کتنا سونا ہے؟'' فضیلہ بیگم کوئی بیسویں بار بیٹے کو جگانے آئی تھیں، مگر مجال ہے جو وہ اٹھ رہا تھا۔

''پانچ منٹ میں آتا ہوں آپ جائیں۔'' وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے یہی کہہ رہا تھا۔

''نہیں، اب کی بار میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی، اتنا زیادہ اور دیر تک سونا نحوست ہوتی ہے، اٹھ جاؤ شاباش۔'' انہوں نے کمبل اس کے

اوپر سے ہٹایا۔

''کیا یار ماں، اتنے سارے پیپرز کی تھکن ہے، اتارنے دیں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور پاؤں میں سلیپرز پہننے لگا۔

''بس بہت سولیا، اٹھ جاؤ اور ناشتہ کرلو، پھر مجھے میری سہیلی نازیہ کے گھر چھوڑ آؤ۔'' اسے اب ان کے اتنے اصرار پر جگانے کی وجہ سمجھ آئی تھی۔

''آپ دونوں سہیلیوں نے یقیناً مل کر چغلیاں ہی کرنی ہوں گی تو وہ آپ لوگ فون پر کر لیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر واش روم کی جانب بڑھا۔

''ٹھہرو ذرا تم، شرارتی لڑکا۔'' انہوں نے کشن اٹھا کر اس کی طرف اچھالا، مگر وہ واش روم میں گھس چکا تھا، ہنستے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھ گئیں، زین ان کا اکلوتا بیٹا تھا، ان کے مرحوم شوہر کی نشانی، ان کے گھر دل اور زندگی کا سکون اور رونق۔

☆☆☆

غضنفر علی ناکام و نامراد لوٹے تھے، ان کا خیال تھا گل افزاء آج بھی ویسی ہی ہوگی معصوم اور بھولی بھالی، فوراً ان کی بات سن لے گی اور انہیں معاف بھی کردے گی، مگر اس کے سامنے جا کر انہیں اندازہ ہوا کہ ان کے درمیان صدیوں کی خلیج حائل ہے، ایک طویل جدائی اور وقت گل افزاء نے کس تکلیف اور اذیت میں گزارا تھا، یہ سب اس کا چہرہ اور آنکھیں بیان کر رہے تھے، وہ بہت کمزور اور بوڑھی لگ رہی تھی۔

''گل افزاء! کاش میں تمہاری بات سن لیتا، مان لیتا، تو آج ہم دیوں الگ نا ہوتے، ہماری بیٹیاں یتیموں کی طرح رخصت نا ہوتیں۔'' گاڑی سست رفتاری سے چل رہی تھی، ان کا گھر جانے کو بالکل دل نا چاہ رہا تھا، مگر اس کے سوا اور کہاں جاتے، رات ہو رہی تھی، سو مجبوراً وہ گھر کو لوٹ گئے۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ بیڈ روم میں آ گئے تھے، صوفیہ کہیں نظر نا آئیں تو انہوں نے شکر ادا کیا، چینج کر کے واپس آئے تو وہ کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی نظر آئیں، وہ نظرانداز کر کے بیڈ کی جانب بڑھے، تکیہ اٹھایا اور صوفے پر رکھ کر لیٹ گئے، کچھ دیر وہیں کھڑی ہو کر وہ دیکھتی رہیں پھر ان کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

''غضنفر کھانا نہیں کھائیں گے؟'' اس کے اتنے سکون سے بولنے اور کھانے کا پوچھنے پر غضنفر علی کے اندر اٹھتے طوفان میں طغیانی بڑھنے لگی تھی، مگر وہ چپ سادھے، چہرے پر بازو رکھے لاتعلق بنے لیٹے رہے، مگر مقابل بھی صوفیہ تھی، جس نے ہارنا تو سیکھا ہی نا تھا۔

''غضنفر ایک دفعہ میری بات......''

''بند کرو یہ ڈرامے بازی مکار عورت۔'' وہ زور سے دھاڑتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

''تمہیں اندازہ بھی ہے تمہارا گناہ کتنا بڑا ہے، تم نے مجھے برباد کر دیا، مجھ سے میری محبت چھین لی، اپنی خواہش کے حصول کے لئے ایک بے گناہ اور معصوم لڑکی کو بے گھر اور بے در کروایا، تم کتنی بے حس ہو، تمہیں کبھی خدا کا خوف نہیں آیا، بجائے اس کہ تم اپنے گناہ پر پچھتاؤ، اس سے معافی مانگو، وہی گناہ پھر سے دوہرایا، اپنی بیٹی کو اس کی محبت دلوانے کے لئے تم نے میری بیٹی پر الزام لگایا، اسے لاوارثوں کی طرح رخصت کروایا اور پھر تم اتنی بہادر ہو ابھی بھی میرے سامنے آ کھڑی ہوئی ہو، تمہیں تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے، مجھ سے منہ چھپا کر کہیں چلے جانا چاہیے۔'' اتنے برسوں میں پہلی مرتبہ اس گھر کے

درو دیوار نے غفنفر علی کی دھاڑ سنی تھی، انہیں غصے میں دیکھا تھا، ورنہ جیسے بھی حالات آئے جو بھی ہوا انہوں نے ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔

''میں آپ سے محبت کرتی ہوں، بچپن سے یا شاید تب سے جب سے ہوش سنبھالا، گل افزاء نے آپ کو مجھ سے چھینا، تو کیا میرا حق نا بنتا تھا کہ میں آپ کو واپس لوں اس سے۔'' شاید پہلی مرتبہ وہ اعتراف گناہ کررہی تھیں۔

''وہ تو تمہیں جانتی بھی نا تھی، اس نے مجھے نہیں چھینا تم سے، اسے چھیننا آتا ہی نہیں۔'' وہ آج بھی گل افزاء کے حق میں بول رہے تھے، اس کی محبت جوان کی آنکھوں سے چھلکا کرتی تھی آج زبان اس کی گواہی دے رہی تھی اور صوفیہ کو تکلیف میں مبتلا کررہی تھی۔

''غفنفر مجھے معاف کردیں، پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں۔'' وہ منت کرنے لگیں۔

''میں تمہیں معاف نہیں کرسکتا، مجھے گل افزاء سے معافی نہیں ملی، اس نے میری بات بھی نہیں سنی، اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، اس نے تو مجھے برا بھلا بھی نہیں کہا، وہ اب مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتی یا شاید اب بھی اسے کسی کو تکلیف دینا نہیں آتا، نہ ہاتھ سے اور نہ زبان سے اور یہی مومن کی نشانی ہے۔'' صوفیہ ہاتھ ملتی رہ گئیں، ساری زندگی انہوں نے غفنفر علی کے دل سے گل افزاء کی محبت ختم کرنے کے لئے جتن کیے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ اسے بھول جائیں، مگر اس کا عکس وہ ہمیشہ غفنفر علی کی آنکھوں میں دیکھتی رہیں اور آج زبان پر اس کا ذکر اس کی محبت اور اس کے لئے تڑپ دیکھ کر صوفیہ انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔

''میری ایک بیٹی کو میرے پاس ہوتے ہوئے بھی تم نے میرے قریب نہیں آنے دیا، ایک مسلسل خوف مجھ پر مسلط کیے رکھا کہ وہ گل افزاء کی بیٹی ہے، اسی جیسی ہوگی اور نہ جانے اسے کیسے ڈرایا ہوا تھا کہ وہ ہر وقت سہمی رہتی تھی، میری دوسری بیٹی نہ جانے کن حالوں میں پرورش پاتی رہی، نہ جانے کتنی بار کھلونوں کی دکانوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے ٹھنڈی آہیں بھر کر سوچا ہوگا کاش میرا باپ زندہ ہوتا۔'' صوفیہ کے پاس ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا، اسی وقت سے وہ ہمیشہ ڈرتی رہیں، جو آج ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور انہیں آئینہ دکھا رہا تھا۔

''غفنفر صرف میرا قصور نہیں ہے سارا آپ کی ماں اور بہن کی پلاننگ تھی، مجھے انہوں نے اس مقصد کے لئے استعمال کیا۔'' اس نے کمزور سا دفاع کرنا چاہا۔

''یہی میری بدقسمتی ہے کہ مجھے سب رشتوں نے دھوکہ دیا، کسی نے میرے متعلق نہ سوچا، سب کو اپنی اپنی ضد اور انا عزیز تھی۔'' وہ گاڑی کی چابی لے کر باہر کی جانب بڑھے تھے۔

''غفنفر رک جائیں کہاں جارہے ہیں اس وقت۔'' وہ پیچھے لپکی تھیں، مگر غفنفر علی ان سنی کرتے ہوئے باہر نکل گئے، وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔

☆☆☆

موسیٰ علی ٹیرس پر آ کھڑا ہوا تھا، اسے فروا کے ساتھ کی گئی زیادتی پر ذرا بھی افسوس یا شرمندگی نا تھی، اسے عنیزہ کی یاد برچھیوں کی طرح سینے پر لگتی ہوئی محسوس ہورہی تھی، وہ اپنے فیصلے پر پچھتانے لگا تھا، اسے لگنے لگا تھا کہ وہ بہت بڑی غلطی کر بیٹھا ہے۔

''عنیزہ تمہاری جگہ میں کسی کو نہیں دے سکتا، تمہاری جگہ کوئی اور لے ہی نہیں سکتا، میں

نے صرف تم سے کیا اپنا وعدہ نبھایا ہے اور پھر مصعب کے لئے بھی ضروری تھا یہ سب۔'' وہ وہاں سے عنیزہ اور اپنے بیڈ روم میں آ گیا تھا، سامنے دیوار پر ان دونوں کی شادی کی تصویر لگی ہوئی تھی جسے دیکھ کر اس کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

''کیوں چلی گئی تم مجھے چھوڑ کر؟ ذرا بھی نہیں سوچا کیسے رہوں گا میں تمہارے بغیر۔'' وہ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کی تصویر کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''پتا نہیں وقت ایسا کیوں کرتا ہے ہمارے ساتھ کہ جو اتنا عزیز اور پیارا ہوتا ہے ہمیں اسی کو ہم سے چھین لیتا ہے اور جن کا ہونا نہ ہونا، ہمارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا وہی لوگ ہمارے اردگرد آس پاس ہر وقت ہوتے ہیں۔'' اسے پتا بھی نا چلا تھا اور اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے تھے۔

''میں نے اس دنیا میں تم سے زیادہ کسی کو نہیں چاہا، تمہاری خاطر اپنی فیملی کو بھی چھوڑ دیا، ذرا سا تو خیال کرتی میرا۔'' تمام رات وہ ماضی کی یادوں اور بھول بھلیوں میں کھویا رہا تھا۔

اس نے ایک لمحے کو بھی نہ سوچا کہ وہ ایک جیتی جاگتی جذبات اور احساسات رکھنے والی چھوٹی سی لڑکی کو کس طرح ہرٹ کر کے آیا ہے، کیسے اس کے ارمانوں میں آگ لگا کر آیا ہے، وہ رو رہی ہوگی، اس کا انتظار کر رہی ہوگی، مگر اسے تو صرف عنیزہ کی پرواہ تھی، صرف اس سے محبت تھی، اس کی زندگی میں بھی اور اب اس کے جانے کے بعد بھی، اسے اس بات سے کوئی فرق نا پڑتا تھا کہ کوئی اور کیا سوچتا ہے، یا کیا چاہتا ہے۔

وہ کمرے میں موجود اس کی ایک ایک چیز کو بہت محبت اور عقیدت سے چھو رہا تھا، چوم رہا تھا، سینے سے لگا رہا تھا، فجر کی اذان ہوئی تو جیسے وہ ہوش میں آیا، اچانک جس طرح خواب سے جاگا۔

وہ واپس بیڈ روم میں آ گیا، سامنے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی تھی، دروازے کی جانب اس کی پشت تھی، موسیٰ علی نے آہستگی سے دروازہ کھولا تھا اور دبے قدموں اندر داخل ہوا تھا، مگر فروا کو پتا چل گیا تھا کہ وہ اندر آیا ہے، وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نا ہلی اور اسی طرح ساکت و صامت بیٹھی رہی، اس کے پاس سے گزر کر وہ وارڈ روب کی جانب گیا تھا، دونوں میں صرف تھوڑا ہی فاصلہ تھا، وہ اس کے سامنے کھڑا تھا، مگر فروا اس کی جانب دیکھ نہ رہی تھی۔

کپڑے نکال کر وہ واش روم میں گھس گیا، کچھ ہی دیر میں وہ نکلا تو نظر فروا پر پڑ گئی، اس کا متورم چہرہ، سوجی ہوئی آنکھیں اور مغموم انداز اسے کہیں سے بھی ایک دن کی دلہن ثابت نہیں کرتا تھا، موسیٰ علی سر جھٹک کر آگے بڑھا اور جائے نماز بچھانے لگا، اس نے نماز کی نیت کی۔

''اونہہ! انسانوں کی تذلیل کرنے والا، خدا کے سامنے تو ایسے کھڑا ہے جیسے بڑا عاجز بندہ ہے۔'' اس کے اندر غصے کی شدید لہر اٹھی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''مجھے بھی نہیں رہنا یہاں، کیا سمجھتے ہو تم خود کو، میری اتنی انسلٹ کرو گے اور میں پھر بھی بیٹھی رہوں گی، میری ایسی کوئی مجبوری نہیں۔'' وہ دل میں تہیہ کر کے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، اس کا پورا دن تھکن سے چور تھا، تمام رات وہ بیٹھی روتی رہی تھی۔

''فروا تم......؟'' امی اسے دیکھ کر گھبرا اٹھی تھیں اور اسے بھی اپنی حماقت اور جلد بازی پر

افسوس ہونے لگا تھا، کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر وہ یہاں آ گئی تھی۔

''خیریت ہے نا؟'' وہ کھوجتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''آپ کی بہت یاد آ رہی تھی تو میں آ گئی۔'' اس نے بات بنانے کی کوشش کی، مگر ان کی تسلی نا ہوئی تھی۔

''موسیٰ کو بتا کر آئی ہو؟'' ایک اور سوال کیا۔

''جی امی!'' وہ آگے بڑھی اور جا کر لیٹ گئی، اسی جگہ پر جہاں پر کل تک وہ سوتی تھی۔

''وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں انہیں بتا کر آئی ہوں۔'' اس نے کمبل اٹھا کر اوڑھ لیا، آنکھیں بند کرتے ہی آنسو ایک مرتبہ پھر پلکوں کی باڑھ توڑ کر گالوں پر بہہ نکلے تھے۔

دوسری جانب موسیٰ علی نے نماز پڑھ کر دیکھا، وہ کمرے میں نہیں تھی، اسے فکر ہونے لگی کہ وہ اپنی امی کو کچھ نا بتا دے، مگر اس وقت وہ کچھ نا کر سکتا تھا، سو خاموش ہی رہا، جائے نماز رکھ کر وہ قرآن پاک پڑھنے لگا، مگر دھیان مسلسل اس کی طرف تھا۔

☆☆☆

''نویلہ تم عیسٰی سے ملنے گئی تھی؟'' وہ بے چینی میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی جب صوفیہ اس کے روم میں آئیں، وہ چلتے چلتے رک گئی مگر جواب نہ دیا۔

''میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں نویلہ!'' اب کی بار وہ ذرا سختی سے بولیں۔

''جی! گئی تھی۔'' وہ بھی خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی اور جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''کیوں؟'' انہوں نے مزید استفسار کیا۔

''یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔'' اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا، تو وہ حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں ماں ہوں تمہاری۔'' انہوں نے متاسف نظروں سے لاڈلی بیٹی کو دیکھا تھا۔

''آپ مزید میرا کام بگاڑیں گی، میں خود ہینڈل کر لوں گی سب، آپ پلیز عیسٰی اور خالہ سے دور رہیں، وہ دونوں بہت زیادہ غصے میں ہیں۔'' انہوں نے دیکھا کہ نویلہ دن بدن بدتمیز اور ضدی ہوتی جا رہی تھی۔

''تم کبھی اسے نہیں منا سکتی، وہ ایسے نہیں ماننے والا اور پھر نویلہ کیا فائدہ ایسے شخص سے شادی کرنے کا جس کے دل میں کوئی اور ہے۔'' وہ جس کرب سے آج تک خود گزر رہی تھیں، نہیں چاہتی تھیں کہ وہی ان کی بیٹی کے نصیب میں لکھا جائے۔

''آپ نے بھی تو پاپا سے شادی کی تھی نا، ان کے دل میں ہی نہیں زندگی میں بھی کوئی اور تھا۔'' اس نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

''اپنے تجربے سے ہی سیکھا ہے، ایسے مرد سے شادی کر کے عورت تمام تمام عمر نارسائی کے عذاب سے گزرتی ہے، مرد اگر واقعی کسی عورت سے محبت کرنے لگے تو اسے اس کے دل سے نکالا نہیں جا سکتا، عیسٰی اس دنیا کا آخری لڑکا نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھیں مگر انہیں اس میں کوئی کامیابی نظر نا آ رہی تھی، وہ ان ہی کی طرح ضدی تھی۔

''میرے لئے ہے اور آپ سن لیں ماما۔'' اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اگر عیسٰی احمد میرا نا ہوا تو میں سوسائیڈ کر لوں گی۔'' اس کی بات نے انہیں ہلا دیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''دوبارہ ایسی فضول بات مت کرنا۔''

انہوں نے متفکر نظروں سے اس کے ضدی چہرے کو دیکھا تھا کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وہ باہر نکل گئیں۔

نویلہ نے اپنا موبائل اٹھایا اور عدیل کا نمبر ڈائل کرنے لگی، جو اس نے علیشہ کے موبائل سے نکالا تھا، فوراً ہی کال ریسیو ہوگئی۔

''السلام علیکم! عدیل بھائی!'' اس نے جھٹ سلام کیا۔

''نویلہ بات کر رہی ہوں۔'' اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ بولی تھی۔

''ہاں نویلہ کہو۔'' اس کی کال سے عدیل کو اچنبھا ہوا تھا، کیونکہ اس سے پہلے تو اس نے اسے کبھی فون نہیں کیا تھا۔

''آپ میرا ایک کام کر سکتے ہیں؟'' وہ ملتجی انداز میں بولی تھی۔

''ہاں، بولو۔'' عدیل متجسس ہوا۔

''مجھے عیسٰی کا نمبر دے دیں، لیکن پلیز انہیں مت بتائیے گا کہ میں نے آپ سے نمبر لیا ہے۔'' عدیل کسی حد تک اس کی عیسٰی کے لئے پسندیدگی سے واقف ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں سینڈ کرتا ہوں۔'' اس نے کال بند کر دی اور اس کے ایک منٹ بعد ہی اسے نمبر مل گیا، دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے نمبر ملایا تھا۔

☆☆☆

عروبہ کو افسوس ہوا تھا کہ اس نے فارقلیط حسن کو خفا کر دیا تھا، وہ تو اس کا محسن تھا، اس سے محبت کرتا تھا مگر عروبہ کو کب محبت پر یقین تھا، پھر بھی اسے فارقلیط حسن کے جذبات کی قدر تھی، وہ اس کی احسان مند تھی کہ مشکل وقت میں وہ اس کے کام آیا تھا، وہ بے چینی کے عالم میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی، مگر فارقلیط حسن نا آیا، عشاء کی نماز پڑھ کر وہ اب گھڑی سامنے رکھے اس کی واپسی کی منتظر تھی، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا اس کی بے چینی اور پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

''کہاں چلے گئے؟'' اسے سخت تشویش ہونے لگی تھی، نا تو اس کے پاس موبائل تھا، نا ہی فارقلیط حسن کا نمبر، گھڑی نے دس اور پھر گیارہ بجا دیے، سردیوں کی رات، ہر سو سناٹا تھا، اتنا بڑا گھر اور وہ تنہا، ایسے گھبراہٹ کے مارے پسینے آنے لگے، لاونج میں لینڈ لائن فون پڑا تھا، مگر کس سے بات کرتی؟ کس سے پوچھتی، پریشانی اور بے بسی کے احساس سے اسے رونا آنے لگا تھا۔

''یا اللہ میری مدد کر، کیا کروں میں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''میرے پاس کھونے کے لئے اب کچھ بھی باقی نہیں ہے، یہ میرا آخری سہارا ہے، یہ مت چھیننا مجھ سے۔'' وہ روئے جا رہی تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا، اس نے ایک مرتبہ پھر گھڑی کی سمت دیکھا تھا جو رات کا ڈیڑھ بجا رہی تھی۔

''نہیں اللہ میاں جی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، بیڈ کے سامنے فلور کشن پر بیٹھی سر گھٹنوں میں دیے وہ زور زور سے رو رہی تھی۔

''فارقلیط حسن واپس آ جائیں، پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں، میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' اس کے رونے میں شدت آتی جا رہی تھی، دفعتاً بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا اور فارقلیط حسن اندر داخل ہوا، جیسے ہی اس کی نظر عروبہ پر پڑی وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آیا۔

''عروبہ!'' اس نے اسے پکارا اور اس کے قریب زمین پر بیٹھ گیا، عروبہ نے فوراً سر اوپر اٹھایا، فارقلیط حسن ہکا بکا رہ گیا۔

''What happened? is every thing alright۔'' اس کی حالت

پر وہ سخت پریشان ہوا تھا۔
''کہاں تھے آپ؟ کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں، نا میرے پاس موبائل تھا، نا آپ کا نمبر، نا ہی کسی ایسے شخص کا نام یا نمبر جس سے آپ کے متعلق پوچھتی۔'' وہ ایک مرتبہ پھر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تھی، فارقلیط حسن شرمندہ ہوا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے پریشان رہی مگر یہ بات اسے خوشگوار حیرت میں بھی مبتلا کر رہی تھی، اس نے عروبہ کے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے تھے، اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔
''سوری یار میں ضروری کام سے گیا تھا۔'' اس نے بات بنائی تھی۔
''میری یہاں جان پر بنی ہوئی ہے، ٹائم دیکھا ہے آپ نے۔'' اس کے آنسو تھمنے کا نام نا لے رہے تھے، فارقلیط حسن نے ہاتھ بڑھا کر آنسو پونچھنے کی کوشش کی مگر عروبہ غضنفر نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، وہ ناراض دکھائی دیتی تھی۔
''رہنے دیں، اس ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے مجھے، جھوٹ بولتے ہیں آپ، مجھ سے کوئی محبت نہیں ہے آپ کو۔'' اس کی بات پر وہ ہنس دیا تھا۔
''اور تم بھی جھوٹ بولتی ہو مجھ سے محبت نہیں کرتی، میں تو سوچ رہا تھا تم سو رہی ہو گی، لیکن اب پتا چلا کہ ہے آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی۔'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا اور عروبہ کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا، اپنے مزاج کے خلاف وہ اس وقت غصے میں آ گئی تھی۔
''اس بات کا کیا مطلب؟ ایک تو مجھے اتنا پریشان کیا؟ اوپر سے فضول باتیں کر رہے ہیں، مجھ سے بات نا کریں۔'' وہ وہاں سے اٹھی اور دور جا بیٹھی۔
''ہاہاہا۔'' فارقلیط حسن نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔
''بس کر دو اب، تم مزید اس محبت کو چھپا نہیں سکتی۔'' وہ لطف لیتا ہوا اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا۔
''میں کوئی محبت وحبت نہیں کرتی۔'' وہ سخت انکاری تھی، مگر مقابل بھی فارقلیط حسن تھا، بڑا گھاگ اور زیرک تھا، لمحوں میں انسان کے اندر تک دیکھ لیتا تھا۔
''اچھا اِدھر آؤ۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دیوار گیر آئینے کے سامنے لے گیا۔
''یہ دیکھو اپنا حال۔'' اس کے کہنے پر عروبہ نے آئینے میں دیکھا، اس کا حلیہ واقعی اجاڑ اور ویران تھا، آنکھیں بہت سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔
''میں واقعی بہت پریشان تھی، آپ کو احساس ہے؟'' وہ ایک مرتبہ پھر آنسو آنکھوں میں بھرتے ہوئے بولی تھی اور واپس جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔
''سوری کہہ تو رہا ہوں؟'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔
''آپ مسلسل میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی۔
''آئی سوئیر میں مذاق نہیں اڑا رہا۔'' اب کی بار وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔
''مگر تم بھی مان جاؤ نا۔''
''جو بات ہے ہی نہیں اس کو کیوں مانوں۔'' وہ ابھی بھی انکاری تھی۔
''تمہیں پتا ہے تمہارے نام کا مطلب کیا ہے؟'' وہ اس کے برابر میں بیٹھ گیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔
''جی پتا ہے۔'' مختصر جواب آیا۔
''کیا مطلب ہے؟'' اس نے اگلا سوال

کیا۔
''محبت کرنے والی۔'' اس نے بناء توقف کے جواب دیا، فارقلیط حسن نے مسکراہٹ دبا کر اس کی جانب دیکھا۔
''غلط۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔
''تو صحیح کیا ہے، آپ بتا دیں۔'' اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔
''شوہر سے محبت کرنے والی۔'' اس نے رخ پھیر کر فارقلیط حسن کی طرف دیکھا۔
''بلیومی، میں نے کئی جگہوں سے چیک کیا، یہی مطلب ہے۔'' عروبہ خاموش ہو گئی، مزید بحث کا ارادہ موقوف کیا اور ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی۔
''آپ کا نام بہت خوبصورت ہے، بہت یونیک سا، میں نے پہلے کبھی نہیں سنا، اس کا کیا مطلب ہے؟'' گویا اس کی ناراضی ختم ہو چکی تھی، فارقلیط حسن نے شکر ادا کیا تھا۔
''ایکچوئیلی تو معنی مجھے بھی نہیں پتا ہیں، دراصل یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے، جو بائبل میں لکھا ہوا ہے۔'' اس نے سنجیدگی کے ساتھ عزت واحترام سے جواب دیا تھا۔
''مجھے نیند آئی ہے، سونے لگی ہوں۔'' وہ لیٹ گئی تھی۔
''اچھا لڑائی تو ختم کرو نا۔'' وہ اسے منانے لگا تھا۔
''میری کوئی لڑائی نہیں ہے آپ سے۔'' وہ ابھی بھی خفگی سے بولی تھی۔
''اچھا چلو تمہیں کافی بنا کر پلاتا ہوں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا کچن کی طرف بڑھا۔
''فارقلیط حسن چھوڑیں، نیند آئی ہے مجھے۔'' مگر اس نے ایک نا سنی اور کچن میں لا کر چھوڑا۔

☆☆☆

آج زین کا انٹرویو تھا، وہ خوب تیار ہو کر اور امی کی ڈھیروں دعائیں لے کر گھر سے نکلا تھا، ہاتھ میں فائل پکڑے اعتماد سے قدم اٹھاتا وہ کئی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا، اس کی سفید رنگت، لائٹ براؤن آنکھیں، دراز قامت اسے پرکشش بناتے تھے، خوبصورت ستواں ناک اس کی نیچر اور مزاج کے خلاف کافی غرور اور شان سے چہرے پر کھڑی تھی، طبعاً وہ لا ابالی سا نوجوان تھا۔
''السلام علیکم سر!'' اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا تھا، موسیٰ علی نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا تھا۔
''وعلیکم السلام! Have a seat۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور زین بیٹھ گیا۔
''تھینک یو سر۔'' اس نے فائل اس کے سامنے میز پر رکھ دی اور موسیٰ علی کے ساتھ ساتھ آفس کا بھی جائزہ لینے لگا، اچانک موسیٰ علی نے سر اوپر اٹھایا۔
''آپ کا تعلیمی ریکارڈ بس نارمل سا ہے، بہت اچھا نہیں ہے۔'' اس نے زین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
''سر جس پوسٹ کے لئے میں نے اپلائی کیا ہے وہ بھی تو نارمل سی ہے، بہت شاندار تو نہیں۔'' اس کے اتنے اعتماد سے اور صاف گوئی سے کہنے پر لمحہ بھر کو تو موسیٰ علی حیران رہ گیا، پھر فائل بند کر دی۔
''سر ویسے میں بہت انٹیلی جینٹس ہوں، بس پڑھائی کا اتنا مجھے شوق نا تھا، امی کی خواہش تھی پڑھوں اور جاب کروں، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں تو بس تھوڑا بہت پڑھ لیتا تھا۔'' وہ

صاف گوئی سے بولا۔

''پڑھائی بھی امی کی خواہش پر کی اور اب جاب بھی امی کی خواہش پر کر رہے ہو، تو آفس میں کام کیسے کرو گے؟'' موسیٰ علی نے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''سر وہ میں کرلوں گا، ڈونٹ وری، آئی نو کہ جاب کروں گا تو ہی میری شادی ہو گی اور جاب تب ہی Continue رہے گی جب میں محنت کروں گا۔''

''اگر ہم آپ کو اپائنٹ کریں تو کیوں کریں؟ آپ کیسے خود کو Justify کریں گے In ouer woods آپ میں ایسا کیا خاص ہے کہ ہم آپ کو اپائنٹ کریں۔'' موسیٰ علی کو وہ خاصا دلچسپ اور کام کا بندہ لگ رہا تھا، لہٰذا وہ اس سے سوال پر سوال کر رہا تھا، دوسری جانب بھی زین تھا، حاضر جواب پر اعتماد۔

''سر ایک تو میں خوبصورت بہت ہوں۔'' اس نے بات کا آغاز کیا۔

''اچھا تو آپ کی خوبصورتی کا ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟'' موسیٰ علی اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔

''دیکھیں سر اگر کوئی کمپنی آپ کے ساتھ کانٹریکٹ کرنے لگے گی، یا کوئی بھی بزنس ڈیل کرنی ہوئی تو مجھے ساتھ رکھیے گا، لوگ خوبصورتی سے بہت متاثر ہوتے ہیں، اس سے آپ کا بہت فائدہ ہوگا۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے مذاق کیا تھا۔

''بزنس ڈیل کرنی ہے، رشتہ نہیں، جو آپ کی خوبصورتی سے متاثر ہوں گے۔'' موسیٰ علی نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

''سر ہو سکتا ہے کہ مجھے رشتہ بھی دے دیں، اس طرح آپ کے ساتھ ساتھ میرا بھی بھلا ہو جائے گا۔'' وہ مزید شرارتی ہوا۔

''جتنی غیر سنجیدگی سے آپ یہ انٹرویو دے رہے ہیں آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کو سلیکٹ کیا جائے گا؟'' موسیٰ علی ن اسے مزید چیک کرنا چاہا۔

''سر ریجکٹ کرنے کی کوئی وجہ مجھے نظر نہیں آتی۔'' وہ ذرا بھی نا جھجکا۔

''اور اگر میں کہوں کہ آپ کو ریجیکٹ کیا جاتا ہے؟'' موسیٰ علی نے اس کی فائل بند کر کے میز پر اس کی جانب کھسکا دی۔

''تو سر آپ اپنا ہی نقصان کریں گے۔'' اس نے لاپرواہی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا اور فائل اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

''We well call you۔'' موسیٰ علی نے رسمی انداز میں کہا، زین ندیم سر ہلا کر باہر نکل گیا۔

☆☆☆

عیسیٰ احمد کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، نا ہی وہ میڈیسن کھا رہا تھا، ماما اس کی منتیں کرتے کرتے تھک گئی تھیں، مگر اس نے مان کر نا دیا۔

''عیسیٰ میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں، میرے آنے تک یہ سوپ پی لینا۔'' ماما اسے ہدایت جاری کر کے چلی گئی تھیں، مگر وہ ان سنی کر کے لیٹا رہا، اچانک اس کے فون کی بیل بجی، اس نے دھیان نا دیا، مگر جب دوبارہ اور پھر سہ بارہ کال آئی تو اس نے سیل فون اٹھا کر دیکھا۔

''ہیلو۔'' کوئی انجان نمبر تھا۔

''السلام علیکم!'' دوسری طرف سے آہستگی سے سلام کیا گیا، وہ پہچان نہ سکا۔

''کون؟'' اس نے استفسار کیا۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' اس

سوال پر وہ پہچان گیا تھا وہ نویلہ تھی۔
"میرا نمبر کہاں سے لیا ہے؟" وہ درشتی سے بولا۔
"آپ کی فکر ہو رہی تھی، مجھ سے رہا نہیں گیا، اس لئے۔"
"جسٹ شٹ اپ نویلہ، زیادہ اسمارٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے سخت لہجے میں بولا تھا۔
"آپ اتنے ظالم تو نا تھے عیسیٰ! کم از کم بات ہی آرام سے کرلیں۔" وہ اس کے طرز گفتگو پر دل گرفتہ ہوئی تھی، کال کرنے سے پہلے اسے اندازہ تھا کہ وہ اس سے ناراض ہو گا، ڈانٹے گا، مگر پھر بھی جب اس نے ڈانٹا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بہت انہونی ہوئی ہے، جس کی اسے امید نا تھی۔
"جتنا بھی ظالم ہو جاؤں، تمہاری فیملی سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے طنز کا نشتر چھوڑا تھا۔
"میں اپنی فیملی جیسی نہیں ہوں، وقت ثابت کر دے گا آپ پر۔" اس نے بہت بڑا دعویٰ کیا تھا۔
"اونہہ۔" عیسیٰ احمد نے سر جھٹکا۔
"سوتیلی ہی سہی، تھی تو تمہاری بہن، اس کے ٹوٹے خوابوں کی سلگتی راکھ پر تم اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کا محل تعمیر کرنا چاہتی ہو، تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم مختلف ہو اپنی فیملی سے، اس کے جانے سے تم نے سوچا کہ تمہارا راستہ صاف ہو گیا، کوئی فرق نہیں تم میں اور تمہارے گھر کے باقی افراد میں۔" عیسیٰ احمد نے اسے آئینہ دیکھانے کی کوشش کی تھی، لحظہ بھر کو وہ چپ رہ گئی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔
"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں آپ سے محبت......"
"اپنی خود غرضی اور ضد کو محبت کا نام مت دو، محبت کرنے والوں کے دل بہت نرم ہوتے ہیں، وہ کسی دوسرے کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے، ان فیکٹ تمہاری فیملی اس لفظ کے لہجوں سے بھی واقف نہیں ہے۔" نویلہ کے منہ سے اظہار محبت اسے تپا گیا تھا، وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ خود غرض اور ظالم ماں باپ کی بیٹی ہے، جنہیں صرف اپنی خواہشوں سے پیار ہے، جنہیں کسی کے جینے یا مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔
"میں جانتی ہوں آپ میرا یقین نہیں کریں گے، مگر پھر بھی آپ جو کئی بار بتا چکی ہوں کہ عروبہ کے ساتھ جو ہوا اس کے متعلق میں بھی اسی طرح بے خبر تھی جیسے آپ، مجھے نہیں معلوم تھا کہ......"
"بہتر ہو گا کہ عروبہ کو بیچ میں مت لاؤ، اس کا نام سنتے ہی میرے اندر تم لوگوں کے لئے نفرت کا احساس مزید بڑھنے لگتا ہے، جی چاہتا ہے کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دوں۔" نویلہ کی محبت جیسے جیسے اس کے لئے شدت اختیار کر رہی تھی، عیسیٰ احمد کی نفرت اسی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔
"محبت کا نا سہی، نفرت کا ہی سہی، چلیں کوئی تعلق تو ہے ہم میں۔" وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔
"نا تو میں تمہاری ایسی باتوں سے متاثر ہونے والا ہوں اور نا ہی نرم، تمہیں جتنی بھی کوشش کرنی ہے کرلو۔" اس نے فون بند کر دیا تھا، اسے نویلہ سے کسی طرح کا لگاؤ محسوس نہیں ہوتا تھا، اس کے معاملے میں اس کا دل پتھر سے پتھر ہوتا جا رہا تھا، اس کے لوح دل پر اگر کوئی نام نقش تھا تو وہ صرف عروبہ غضنفر کا تھا، جسے کوئی بھی مٹا ہی نہیں سکتا تھا، گزرتا وقت اس کی محبت میں مزید اضافہ کر رہا تھا، اس کی یاد ایک تڑپ اور کسک بن کر ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھی،

اسے سوچنا، اسے یاد کرنا عیسیٰ احمد کو بہت اچھا لگتا تھا۔

☆☆☆

فروا کو ٹمپریچر تھا، موسیٰ علی آفس جاتے ہوئے مصعب کو ٹیکسی میں چھوڑ گیا تھا، اس وقت فروا سو رہی تھی، آفس سے واپس آ کر وہ سیدھا وہیں آیا تھا، سامنے ہی ساجدہ بیٹھی ہوئی تھی، وہ ان کے پاس آ گیا۔

''السلام علیکم!'' مصعب نے اسے دیکھتے ہی شور مچانا شروع کر دیا، وہ اسے پاپا کہنے لگا تھا، موسیٰ علی نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا تھا۔

''وعلیکم السلام، جیتے رہو۔'' وہ خوش دلی سے مسکرائیں۔

''آؤ بیٹھو۔'' انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں، وہ میں بس ان دونوں کو لینے آیا تھا، آفس سے سیدھا ادھر آیا ہوں۔'' اس نے انکار کیا۔

''فروا کو تو بہت تیز بخار ہے، صبح سے بے سدھ پڑی ہے، اس کے ماموں بھی کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں صبح سے، میں نے کہا میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں، مگر مان ہی نہیں رہی، بس خاموش لیٹی ہے، کچھ کھا پی بھی نہیں رہی۔'' وہ ماں تھیں، ان کے دل میں سو طرح کے اندیشے اور وسوسے پل رہے تھے، سارا دن وہ پریشان ہی تھیں، اب جو موسیٰ علی کو سامنے دیکھا تو ان سے رہا نا گیا اور سب کہہ گئیں۔

''سردی بھی کافی ہے، اسی لئے ٹمپریچر ہو گیا ہو گا۔'' اس نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی، مگر وہ نا جانتا تھا کہ ماں کا دل اتنی آسانی سے مطمئن نہیں ہوتا۔

''بیٹا یہ کون سا سردی میں پھرتی رہی ہے، کل یہاں سے جب گئی ہے تو بالکل ٹھیک تھی طبیعت، پھر آپ نے کون سا سردی میں بٹھایا ہو گا، پتا نہیں کیا ہوا، میں تو بہت پریشان ہوں۔''

ان کی باتوں نے اسے دل ہی دل میں سخت شرمندہ کیا تھا، مگر اس بات پر اس نے شکر ادا کیا تھا کہ فروا نے اپنی امی کو کچھ نا بتایا تھا، اگر وہ بتا دیتی تو وہ کبھی ان کے سامنے سر اٹھا کر کھڑا نا ہو سکتا تھا۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' اس سے کوئی جواب نا بن پڑا تو مصعب ان کو پکڑا کر اندر کی جانب بڑھا، سامنے ہی وہ کمبل سر تک تانے پڑی ہوئی تھی۔

''فروا!'' موسیٰ علی اس کے پاس جا کھڑا ہوا اور اسے آواز دی، مگر جواب ندارد۔

''فروا اٹھو تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔''

اس نے دوبارہ آواز دی، مگر اس نے کوئی جواب نا دیا اور نا ہی اس کے وجود میں کوئی جنبش ہوئی۔

''میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو اور میری بات سن رہی ہو، منہ سے کمبل ہٹاؤ۔'' وہ آہستہ آواز میں نرمی سے بولا، مگر وہ اسی طرح لیٹی رہی۔

''دیکھو فروا......'' اس نے کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا اور بولتے ہوئے اچانک اس کی زبان بند ہو گئی، اس کا چہرہ بہت سرخ ہو رہا تھا، آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔

''فروا!'' وہ کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور ایک مرتبہ پھر اسے آواز دے ڈالی، مگر وہ کسی بے جان وجود کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

''آنکھیں تو کھولو یار!'' اس نے ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور فوراً واپس کھینچ لیا، اسے بہت بخار تھا، اس کا وجود کوئلوں کی مانند دہک رہا تھا، موسیٰ علی کو شرمندگی نے آن گھیرا، وہ جانتا تھا اس

سب کا ذمہ دار وہ ہے۔
''فروا! پلیز میری بات سنو۔'' موسیٰ علی نے ہولے سے اس کا گال تھپتھپایا، وہ ذرا سا کسمسائی، اس نے پھر اسے آواز دی، اب کی بار اس نے لمحہ بھر کو آنکھیں کھولیں، اس کی آنکھوں میں موجزن حزن و ملال اسے صاف دکھائی دے رہا تھا، موسیٰ علی نے دیکھا اس کی آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہو رہی تھیں، اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔
''فروا بات سنو پلیز۔'' اس نے ہاتھ ایک مرتبہ پھر اس کی پیشانی پر رکھا تھا، جسے فروا نے بغیر کسی لحاظ کے جھٹک دیا تھا۔
''آپ نے جتنا مجھے سنانا تھا سنا چکے، اب خاموشی سے یہاں سے چلے جائیں، ورنہ میں امی کو سب کچھ بتا دوں گی۔'' اس نے زہر آلود نظروں سے موسیٰ علی کو دیکھا اور دوبارہ کمبل سر تک تان لیا، چند ثانیے وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر ہمت کر کے دوبارہ گویا ہوا۔
''میرے ساتھ گھر چلو، وہاں جا کر جو مرضی کہہ لینا۔'' وہ مصالحت آمیز انداز میں بولا تھا، مگر فروا کسی طور پر ماننے کو تیار نہ تھی، سو خاموش رہی کچھ دیر وہ بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر باہر آ گیا، مصعب کو اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھا۔
''بالکل بچوں جیسی ہے، بضد ہے کہ ڈاکٹر پاس نہیں جانا، میں میڈیسن لا دیتا ہوں، آپ اسے کھلا دیں۔'' وہ باہر نکل گیا تھا، امی فوراً فروا کے پاس آئی تھیں۔
''فروا مجھے سچ بتاؤ کیا ہوا ہے؟ تم کیوں نہیں گئی اس کے ساتھ، میرا دل ہول رہا ہے، میں مزید دکھ نہیں اٹھا سکتی۔'' وہ اس کے پاس بیٹھ کر منت بھرے انداز میں بولیں تو فروا کو ان پر ترس آ گیا، وہ صبح سے اس کی منتیں کر رہی تھیں، کبھی کچھ کھانے کے لئے، کبھی میڈیسن لینے جانے کے لئے۔
''امی میں ٹھیک ہو جاؤں گی، میڈیسن کی ضرورت نہیں ہے، آپ خواہ مخواہ کیوں پریشان ہو رہی ہیں، میری طبیعت ٹھیک ہو گی تو میں چلی جاؤں گی، ابھی آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں، آپ پتا نہیں کیا سوچ رہی ہیں، موسیٰ بہت اچھے ہیں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے انہیں تسلی دینے کے لئے کہا۔
''فروا میں نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہیں، میرے پاس اب تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے، میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے، کہ تمہیں کوئی دکھ اور پریشانی نا ہو، پتا نہیں کیوں جب سے تم آئی ہو مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے غلط فیصلہ کیا ہے تمہارے لئے موسیٰ کا رشتہ قبول کر کے۔'' ان سے رہا نا گیا اور اندیشہ ان کی نوک زبان پر آ ہی گیا اور تب فروا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ جانتی تھی اس کی ماں آل ریڈی بہت پریشان ہے، وہ انہیں مزید پریشان نہیں دیکھ سکتی تھی۔
''امی آپ کا فیصلہ بہت اچھا ہے، آپ کو بلاوجہ وہم ہو رہے ہیں، موسیٰ ہمارے لئے کوئی انجان تو نہیں ہیں، ہم برسوں سے انہیں جانتے ہیں، کیا آپ کو ان کی شرافت اور اچھائی پر کوئی شک ہے؟'' اس نے ماں کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔
''فروا تمہارے ابو آئے تھے کل۔'' انہوں نے اچانک ہی کہا تھا، فروا لب بھینچ کر رہ گئی۔
''تمہارے ماموؤں نے انہیں بے عزت کر کے نکال دیا۔'' وہ افسردگی سے بولیں۔
''امی پہلی بات تو یہ کہ میں اس شخص کو اپنا باپ تسلیم نہیں کرتی۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''دوسری بات یہ کہ ماموں نے بہت اچھا کیا ہے، جو جس قابل ہو اسے ویسے ہی ٹریٹ کرنا چاہیے۔'' اس کی بات سن کر وہ بالکل خاموش رہ گئیں۔

''کیا ابھی بھی آپ کے دل میں اس شخص کے لئے کوئی نرم گوشہ ہے؟'' اسے امی کے رویہ پر حیرت ہوئی تھی۔

''فروا میں اس شخص کو اپنے دل سے نکال چکی ہوں، مجھے صرف اپنی بیٹی کی فکر ہے، میں عروبہ سے ملنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے اسے بتایا۔

''تو ٹھیک ہے، ان سے کہیں عروبہ کو آپ کے پاس لے آئیں، جب وہ آپ سے ملے گی تو یقیناً آپ کے پاس ہی رہے گی، کیونکہ اسے انہوں نے یہی بتایا ہے کہ اس کی ماں اس دنیا میں نہیں ہے۔'' وہ امی سے باتیں کر رہی تھی جب موسیٰ علی میڈیسن لے کر آ گیا تھا، وہ قصداً اس کی جانب دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی، موسیٰ علی نے میڈیسن رکھی اور مصعب کو لے کر باہر کی جانب بڑھا۔

''مما!'' مصعب، فروا کے پاس آنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا، موسیٰ علی رک گیا۔

''بیٹا! مما کو بخار ہے، وہ میڈیسن کھا کر آرام کریں گی۔'' اس نے بیٹے کو پیار سے سمجھایا، مگر وہ فروا کے پاس جانے کے لئے ضد کر رہا تھا، وہ انجان بنی لیٹی رہی۔

''موسیٰ، بیٹھ جاؤ بیٹا میں چائے بنا کر دیتی ہوں آپ کو۔'' امی اپنی جگہ سے اٹھی تھیں، موسیٰ علی بغور فروا کی جانب دیکھ رہا تھا جو اس کے ساتھ مصعب کو بھی اگنور کر رہی تھی۔

''شکریہ آنٹی اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ روتے ہوئے بیٹے کو سینے سے لگائے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

عروبہ نے ملازم کو بھیج کر لکھنے کا سامان منگوایا تھا، فارقلیط حسن گھر پر نہیں تھا، وہ دھوپ میں بیٹھی ناول لکھ رہی تھی۔

''فائزہ اس کی بہترین دوست تھی، جسے وہ سگی بہنوں سے بڑھ کر چاہتی تھی، فائزہ بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی، مگر کل رات والے واقعے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس سے کوئی بھی محبت نہیں کرتا، فائزہ بھی نہیں، محبت بھی ہمارے لئے آکسیجن کی طرح ہوتی ہے، جو اگر ملتی رہے تو دل کی سرزمین پر سرسبز و شاداب رہتی ہے اور اگر نا ملے تو دل بنجر اور ویران ہو جاتا ہے، اس پر زندگی کے آثار ختم ہونے لگتے ہیں، کچھ ایسا ہی وہ بھی محسوس کر رہی تھی۔''

عروبہ غضنفر کو بالکل اندازہ ہی نا ہو سکا اور فارقلیط حسن اس کے سر پر پہنچ گیا، اس نے جلدی سے بال پوائنٹ بند کر دی اور رائٹنگ پیڈ کو گود میں الٹا کر کے رکھ دیا، فارقلیط حسن نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ کچھ چھپا رہی ہے۔

''ہیلو مسز!'' وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے اس کی گود میں پڑے رائٹنگ پیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

''کچھ...... نہیں، کچھ خاص نہیں۔'' وہ ذرا سا گڑبڑائی مگر پھر خود کو سنبھال کر گویا ہوئی۔

''تمہیں ایک اہم بات بتانی تھی؟'' اس کا دھیان ابھی بھی رائٹنگ پیڈ کی طرف تھا، اسے تجسس تھا کہ عروبہ کیا لکھ رہی تھی، مگر وہ فی الفور اسے پوچھ نا کہہ سکا۔

''جی! بتایئے۔'' وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھی، درحقیقت وہ اس کی توجہ اپنے

ناول سے ہٹانا چاہتی تھی جو کہ اسے خاصا مشکل دکھائی دے رہا تھا۔

''میں نے ڈیڈ کو بتا دیا ہے کہ میں نے شادی کر لی ہے۔'' اس کی بات پر عروبہ نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں۔

''اور میری توقع کے عین مطابق وہ مجھ سے سخت خفا ہیں، ان فیکٹ بات ہی نہیں کر رہے۔'' عروبہ کو شرمندگی نے آن گھیرا، اسے کچھ سمجھ نا آ رہا تھا کہ کیا کہے، سو وہ خاموش بیٹھی رہی۔

''آپ کو ابھی انہیں بتانا نہیں چاہیے تھا، واپس آ جانے دیتے۔'' کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گویا ہوئی۔

''میرا ابھی کوئی ارادہ نا تھا، مگر ڈیڈ کے فرینڈ رفیع انکل نے ڈیڈ کو بتایا کہ فارقلیط کے ساتھ آج کل گھر میں کوئی لڑکی رہ رہی ہے، مجبوراً مجھے ڈیڈ کو حقیقت بتانی پڑی، وہ سن کر بہت ناراض ہوئے، کہتے ہیں میں اب کبھی واپس نہیں آؤں گا۔'' عروبہ کو تو بہت ٹینشن ہونے لگی۔

''اب کیا ہوگا؟''

''تمہیں اس لئے نہیں بتایا کہ تم پریشان ہو، تمہیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ڈیڈی کے پاس جانا ہوگا، وہ مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے، آج تک میری ہر غلط حرکت کو انہوں نے اگنور کیا ہے، مگر اب کی بار تو میں نے ایک جائز کام کیا ہے، مگر وہ......'' اتنا کہہ کر فارقلیط حسن خاموش ہو گیا تھا۔

''آپ ان کے اکلوتے بیٹے ہیں، آپ کی شادی کے حوالے سے انہوں نے بہت سے خواب دیکھے ہوں گے، ان کی ناراضی بجا ہے۔'' عروبہ ان کی سائیڈ لیتے ہوئے بولی۔

''مجھے یقین ہے کہ تم سے مل کر تمہیں دیکھ کر ان کی ناراضی ختم ہو جائے گی۔'' عروبہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

''آج تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کا دل چاہ رہا ہے۔'' عروبہ کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے وہ اسے ریلیکس کرنے کے لئے بشاشت سے مسکراتے ہوئے فرمائش کرنے لگا۔

''میں بنا دیتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''یہ رائٹنگ پیڈ مجھے دیتی جاؤ، تمہارے آنے تک میں بوریت سے بچا رہوں گا۔'' اس کی چالاکی پر وہ ہنس دی۔

''آپ بوریت سے بچنے کے لئے موبائل پر گیم کھیل لیں۔'' مسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے وہ اندر چلی گئی، کچھ ہی دیر میں فارقلیط حسن بھی کچن میں آ گیا تھا، وہ چائے بنا چکی تھی، فارقلیط حسن نے اسے موبائل فون دیا جو وہ ابھی اس کے لئے خرید کر لایا تھا۔

''چائے بہت مزیدار ہے۔'' فارقلیط حسن نے ایک سیپ لے کر کہا۔

''اگر اس میں شوگر ہوتو اور مزے کی لگے۔'' عروبہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''اوہ، آئی ایم سوری، میں شوگر ڈالنا بھول گئی۔'' اس نے کپ فارقلیط حسن کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

''تم ود آؤٹ شوگر چائے پیتی ہو؟'' عروبہ شوگر مکس کر رہی تھی اس کی بات پر اس نے کوئی جواب نہ دیا، فارقلیط حسن نے کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

☆☆☆

انگلی پر لگا زخم بہت چھوٹا اور معمولی تھا، دل پر لگے زخم بہت بڑے اور گہرے تھے، جو بھی

مندمل نا ہو سکے تھے اور روح تو قدم قدم پر گھائل ہوئی تھی، اسے آج تک سمجھ نا آئی تھی کہ اس کے ساتھ زندگی نے ہمیشہ برا ہی کیوں کیا ہے۔

''آہ۔'' اس کے سینے سے ایک بوجھل سانس برآمد ہوا تھا، دل دکھ سے نڈھال تھا تو بدن تھکن سے چور اور جب اپنی منزل کا بھی علم نا ہو، یہ بھی معلوم نا ہو کہ باقی کتنا سفر رہ گیا ہے تو تھکن اور بڑھ جاتی ہے، اس کے قدم بھی شکستہ تھے، اسے آج تک سب نے دھتکارا تھا، ہر رشتے نے ٹھکرایا تھا، مگر ایسا تو اس نے کبھی نا سوچا تھا کہ اس کے بچے بھی اسے ضرورت کے وقت دھتکار دیں گے۔

''کیا تم لوگوں کے دل میں بھی میرے لئے محبت نہیں ہے۔'' وہ خود کلامی انداز میں بڑبڑائی تھی، شوہر نے گھر سے اور زندگی سے نکالا، تو بیٹے کا خیال آیا، اس نے بھی ٹھکرایا تو اسے یقین تھا کہ بیٹی اسے ضرور اپنائے گی، اپنے پاس لے جائے گی، اگرچہ وہ بیٹی کے گھر جانا نہ چاہتی تھی، نا ہی اس شخص کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت تھی، مگر فی الوقت اس کے پاس کوئی ٹھکانہ نا تھا، سو بیٹی کا گھر بھی غنیمت محسوس ہو رہا تھا، مگر تب اس کے دکھ اور حیرت کی انتہا نا رہی تھی جس اس نے بھی وہی سب کہا جو اس کے بیٹے نے کہا تھا۔

''کہاں جاؤں میں؟'' وہ خود سے سوال کرنے لگی تھی، اسے کچھ سمجھ نا آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

''کیا میرے لئے موت بھی نہیں ہے؟''

اس لمحے اس کے دل نے شدت سے مر جانے کی خواہش کی تھی، کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ زمین اس پر تنگ ہو چکی ہے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس کا تو دنیا میں کوئی کبھی تھا ہی نہیں، بس وہ خوش گمانیوں میں جیتی رہی تھی، ہمیشہ کی طرح دل کی یہ خواہش بھی پوری ہوتی دکھائی نا دیتی تھی، اسے ابھی اور جینا تھا اور دکھ اٹھانے تھے۔

☆☆☆

صوفیہ نے ہر طرح سے غضنفر علی کو منانے کی کوشش کر ڈالی تھی مگر انہوں نے مان کر نہ دیا، وہ ان سے بات ہی نا کر رہے تھے، سارا دن آفس میں گزارنے کے بعد شام بھی گھر سے باہر گزارتے اور رات کا کھانا بھی باہر سے کھا کر آتے، گھر آتے ہی اسٹڈی میں گھس جاتے اور رات وہیں بسر کرتے، صوفیہ کے لئے یہ وقت انتہائی کڑا تھا، دونوں بیٹیاں بھی ان سے خفا تھیں اور شوہر تو بات کرنا در کنار ان کی شکل بھی دیکھنے کے روادار نا تھے۔

اس پر عدیل کا علیشبہ کے لئے رشتہ آنا غضب ثابت ہوا، غضنفر علی آفس سے واپس آئے تو ان کا موڈ سخت آف تھا، وہ گل افزاء سے ملنے گئے تھے، مگر پچھلی بار کی طرح اب بھی انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا تھا، دل میں صوفیہ کے لئے ڈھیروں نفرت لئے وہ گھر آئے تھے اور سامنے جو منظر تھا وہ ان کی برداشت سے باہر تھا۔

عدیل اپنے والدین کے ہمراہ وہاں موجود تھا، علیشبہ بھی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ سب چائے پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے، علیشبہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی، صوفیہ بھی مطمئن تھی۔

''غضنفر بھائی ہم ابھی نہ آتے، جانتے ہیں یہ مناسب وقت نہیں، آپ بہت بڑی اذیت سے گزر رہے ہیں، مگر دراصل عدیل کا باہر جانے کا پلان ہے اور جانے سے پہلے ہم اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' بات کا آغاز عدیل کے پاپا نے کہا تھا، علیشبہ نے اپنے باپ کے سنجیدہ چہرے

کو دیکھا، صوفیہ بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھیں، غفنفر علی نے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر اندر چلے گئے، کچھ ہی دیر میں صوفیہ بھی ان کے پیچھے آ گئیں۔

''غفنفر اس طرح تو مت کریں، میرے بھائی نے اتنے مان سے......''

''جسٹ شٹ اپ صوفیہ!'' وہ زور سے دھاڑے۔

''اگر تم میں ذرا سی بھی انسانیت ہے تو چلی جاؤ یہاں سے، میں فی الحال تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ نفرت سے پھنکارے تھے، صوفیہ چند لمحے خاموش رہیں، جیسے سوچ رہی تھیں کہ اب کیا بات کریں۔

''مجھ سے نفرت ہے، اپنی بیٹیوں سے تو نہیں نا۔''

''تم سے منسلک ہر چیز سے نفرت ہے مجھے۔'' وہ بولے۔

''غفنفر!'' صوفیہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''اگر آپ کے یہ الفاظ آپ کی بیٹیوں نے سن لئے تو۔'' وہ جیسے انہیں احساس دلانا چاہ رہی تھیں کہ انہوں نے بہت غلط بات کی ہے، مگر ان کا غصہ اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا۔

''سنتی ہیں تو سن لیں، کیا فرق پڑتا ہے، اگر گل افزاء یہ سن سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے بے وفا سمجھتا ہے، اس کا شوہر دوسری شادی کر چکا ہے، اگر عروبہ یہ سن سکتی ہے کہ اس کا باپ اسے بد کردار سمجھتا ہے، اس سے پوچھے بغیر اس کا ہاتھ کسی اجنبی کے ہاتھ میں دے رہا ہے تو تمہاری بیٹیاں کیوں نہیں کچھ سن سکتیں۔'' صوفیہ سمجھتی تھیں کہ ان کی بیٹیاں ان کے لئے بہت خاص اور قیمتی مہرے ہیں، جنہیں وہ کسی ایسے ہی وقت پر استعمال کر سکتی ہیں، مگر اب انہیں اندازہ ہوا تھا کہ غفنفر علی کے سامنے وہ بے بس ہوتی جا رہی تھیں۔

''خدا کے لئے غفنفر میری غلطی کی سزا میری بیٹیوں کو مت دینا۔'' وہ منت کرنے لگیں۔

''تم نے غلطی نہیں، گناہ کیا ہے اور گناہوں کی سزا انسان نہیں خدا دیتا ہے، اس سے دعا کرو کہ تمہارا کیا تمہاری بیٹیوں کے سامنے نہ آئے۔'' وہ اس قدر کٹھور ہو گئے تھے، صوفیہ کو یقین نا آتا تھا، نویلہ میں تو ان کی جان تھی، مگر جان تو گل افزاء میں بھی تھی، اگلے ہی لمحے انہیں یاد آ گیا تھا۔

☆☆☆

فارقلیط حسن کیسی ضروری کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا، عروبہ سخت گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کر رہی تھی، وہ ڈرائیور کے ساحل سمندر پر آ گئی۔

''آپ جاؤ، میں خود واپس آ جاؤں گی۔'' وہ تنہا کھڑی سمندر کے نیلے سینے پر بے چینی سے تڑپتی لہروں کو دیکھ رہی تھیں۔

''اللہ!'' اس نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے، کئی دنوں کا غبار تھا، جو اس وقت آنسوؤں کے رستے نکل رہا تھا، وہ اردگرد سے مکمل طور پر انجان اور بے نیاز کھڑی تھی، اس کا وجود ایک بڑی اور گرم شال میں لپٹا ہوا تھا، ماضی کسی فلم کی طرح اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔

''عروبہ!'' اسے کسی نے پکارا تھا، مگر وہ سن نا پائی اور ویسے ہی پتھر کی مورتی بنی کھڑی رہی۔

''عروبہ!'' پکارنے والا اب اس کے عین سامنے کھڑا تھا اور اسے دیکھ کر وہ اچانک جیسے بے ہوشی سے پورے ہوش میں آ گئی تھی۔

''پلیز ایک بار میری بات سن لیں۔'' وہ منت کرنے لگا۔

''میں آپ کو نہیں جانتی۔'' وہ روکھائی سے بولی۔

''مگر میں آپ کو جانتا ہوں۔'' عیسیٰ احمد نے ہمت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ صرف ایک دفعہ میری بات سن لیں پھر میں دوبارہ کبھی آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔'' اس نے عروبہ کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے، وہ رخ پھیر گئی تھی۔

''آپ جانتی ہیں میں اتنا برا ہر گز نہیں ہوں، پھر کیا میں آپ کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں؟'' وہ اس سے جواب مانگ رہا تھا، عروبہ غضنفر اس کی جانب دیکھ نہیں رہی تھی۔

''میں نہیں جانتی آپ کیسے ہیں، مگر اتنا ضرور پتا چل گیا کہ میرے ساتھ آپ نے برا کیا ہے اور اس کی وجہ پتا ہے کیا ہے؟'' اس نے اتنے وقت میں پہلی بار عیسیٰ احمد کی آنکھوں میں جھانکا تھا، وہ ہمہ تن گوش تھا، اس کے لیے تو یہ غنیمت تھا کہ وہ بات کرنے پر آمادہ تو ہوئی تھی۔

''میں نے غلطی کی، بہت بڑی غلطی، ایک نامحرم پر اعتبار کیا، اکیلے میں اس کی بات سنی، مجھے اس کی سزا ملی، ایسی سزا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا، میں کبھی کزنز سے فرینک نہیں ہوئی، بات بھی نہیں کی، مجھے آپ سے بھی نہیں کرنی چاہیے تھی، مگر آپ بنا اجازت میرے پاس آ جاتے تھے اور میری نرم طبیعت کسی کی انسلٹ کر کے، اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا گوارہ نہیں کرتی تھی۔'' وہ بات مکمل کر کے واپس مڑی تھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اس سے دور ہونے لگی تھی، عیسیٰ احمد یکدم ہوش میں آیا تھا، وہ اس سے دور ہو رہی تھی، وہ بھاگ کر اس کے قریب آیا تھا۔

''عروبہ!'' اس نے ایک مرتبہ پھر اسے پکارا تھا۔

''عیسیٰ احمد میرا پیچھا کرنا چھوڑ دیں، ورنہ میں یہ سمجھوں گی کہ میں ایک اچھی لڑکی نہیں ہوں، ایک اچھا شخص میری وجہ سے بھٹک گیا۔'' وہ ہر بار اس کی اذیت اور پچھتاوے بڑھا دیتی تھی۔

''جائیں میں نے آپ کو معاف کیا، میں نے مان لیا آپ بے قصور ہیں۔'' اس نے منوں بوجھ اس کے سینے پر رکھ دیا تھا۔

''مجھے معاف نا کرو عروبہ، پلیز۔'' وہ آنکھوں کی سطح پر تیرتی نمی کو اس سے چھپاتے ہوئے بولا۔

''اس سے میرا دکھ، احساس جرم اور بڑھ رہا ہے۔'' اس کی آواز بھاری ہونے لگی تھی۔

''میں سب کو معاف کیے بنا سو نہیں سکتی، اتنے دنوں سے آپ کو اور ماما کو معاف نہیں کر پا رہی تھی اور ٹھیک سے سو بھی نہیں پا رہی تھی، آج میں نے آپ دونوں کو معاف کیا۔'' اس نے ایک لمبی سانس فضا کے سپرد کی تھی۔

''ہمیں معاف مت کرو، اتنا بڑا احسان مت کرو عروبہ، جس کا بدلہ ہی نا چکا سکوں، تم اپنے دل کا بوجھ مجھ پر ڈال رہی ہو۔'' وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی اور عیسیٰ احمد وہیں گیلی ریت پر کھڑا رہ گیا تھا، خالی ہاتھ، خالی دل۔

عروبہ ٹیکسی میں واپس گھر آئی تھی، تمام راستہ وہ روتی رہی تھی۔

''محبت تو اچھی لڑکیوں کو بھی ہو جاتی ہے عیسیٰ احمد۔'' اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

گھر میں داخل ہوئی تو پورچ میں فارقلیط حسن کی گاڑی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''فارقلیط!'' وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی تو سامنے ہی وہ دکھائی دیا، ہاتھ میں اس کا رائٹنگ پیڈ لئے وہ بیٹھا ہوا بڑے انہماک سے پڑھ رہا تھا، اس کے پکارنے پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''کتنی غلط بات ہے، میں نے منع کیا تھا آپ کو۔'' اس نے فارقلیط حسن سے چھننا چاہا مگر وہ مکمل طور پر ہوشیار تھا، ہاتھ پیچھے کر لیا۔

''زیادتی ہے یہ ویسے۔'' اس نے احتجاج کیا، جبکہ وہ ہنس دیا، اس کی ہنسی عروبہ کو چڑانے لگی تھی۔

''ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا، کہ ہماری مسز رائٹر ہیں، لو بھلا یہ بات مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ خوش تھا اور ساتھ حیران بھی کہ عروبہ یہ بات اس سے چھپانا کیوں چاہ رہی تھی، جبکہ اسے تو فخر سے بتانا چاہیے تھا۔

''بس میں کسی کو نہیں بتاتی۔'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھی، فارقلیط حسن کو اس کا خفا خفا چہرہ بہت مزا دے رہا تھا۔

''میں ''کسی'' نہیں تمہارا ہزبینڈ ہوں اتفاق سے۔'' اس نے جیسے اسے یاد دلایا ہو، وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی، کچھ ہی دیر میں فارقلیط حسن بھی اس کے پیچھے آ گیا تھا، وہ ٹیرس پر کھڑی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔

''تم رو رہی ہو۔'' وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور بغور اس کی طرف دیکھا، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''مجھے پرندے بہت پسند ہیں۔'' اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''گڈ تو ہم بھی گھر میں رکھ لیتے ہیں، بتاؤ کون سے پرندے تمہیں پسند ہیں؟'' فارقلیط حسن نے اس کے کھوئے ہوئے انداز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''محبت قید کرنے کا نام تو نہیں، جن سے محبت کی جائے انہیں کھلی فضا میں سانس لینے دینا چاہیے۔'' اس کی بات پر وہ دھیمے سروں میں مسکرا دیا تھا۔

''Everything is fair in war and love اور پھر میرا خیال ہے جس سے محبت کی جائے اسے ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا بھی تو ضروری ہوتا ہے، کیا میں نے تم کو قید کر رکھا ہے؟'' اس نے اچانک سوال کیا تھا، عروبہ کو اس وقت اس سے ایسے سوال کی امید نا تھی، چند لمحوں کے لئے وہ سوچنے لگی کہ کیا جواب دے۔

''ہم پرندوں کی بات کر رہے تھے آپ خود کو بیچ میں کہاں لے آئے؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے اس سے سوال کر ڈالا، جس پر فارقلیط حسن ہنس دیا۔

''بہت گہری ہو تم، آسانی سے نا سمجھ آنے والی۔'' اور عروبہ کے لئے یہ جملہ کوئی نیا نا تھا، وہ اس کی عادی تھی۔

''مجھے تمہیں بتانا تھا کہ پرسوں ہماری فلائٹ ہے، پیکنگ کر لو تم۔'' اس پل عروبہ غضنفر اسے شام ہی کا کوئی حصہ معلوم ہوئی تھی، اسی کی طرح گہری، اداس اور تنہا۔

☆☆☆

غضنفر علی نے ہمت نا ہاری تھی، وہ بار بار اسی چوکھٹ پر معافی کی بھیک مانگنے جاتے تھے اور دھتکار دیئے جاتے تھے، اب کی بار ان کا سامنا فروا سے ہو گیا تھا۔

''آپ کیوں آ جاتے ہیں یہاں؟'' امی اندر نماز پڑھ رہی تھیں، ماموں بھی کہیں باہر گئے

ہوئے تھے، وہ زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزارتے تھے۔

''اپنی ماں سے کہو صرف ایک موقع دے دے، میں اس کے سب شکوے دور کردوں گا۔'' انہوں نے بغور فروا کو دیکھا۔

''جس عورت کو انیس سال پہلے تڑپنے اور خوار ہونے کے لئے چھوڑ گئے تھے، جس نے ایک ایک دن اذیت میں گزارا، ایک ایک رات سولی پر لٹکتے ہوئے بتائی، کبھی سوچا ہے آپ نے اس نے تنہا کیسے وقت گزارا ہوگا؟'' غضنفر علی نے دیکھا تھا یہ سب کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں کیسی اذیت تھی، ان کا جی چاہا تھا ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگیں اور پھر اسے سینے سے لگالیں، مگر اس خواہش کو دل میں دبائے وہ کھڑے اسے دیکھتے رہے۔

''انیس سال کی اذیتوں کو ایک لمحے میں معاف کروانا چاہتے ہیں۔''

''ہمارے خلاف بہت بڑی سازش ہوئی تھی بیٹا!'' انہوں نے کمزور سا احتجاج کیا تھا۔

''اونہہ، سازش۔'' اس نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹکا۔

''جو خود محبت اور خلوص میں سچے اور ثابت قدم ہوں، جن کے اپنے دل صاف ہوں، ان کے خلاف کوئی سازش نہیں کرسکتا۔'' وہ ذرا بھی ان کی بات سے متاثر نہ ہوئی تھی۔

''میں آپ کا باپ ہوں بیٹا، کیا آپ مجھے......''

''کیا؟'' وہ زور سے چلائی تھی۔

''امیر ہو یا غریب، ہر بچے کو جو پہلی چیز اپنے باپ سے ملتی ہے وہ اس کا نام اس کی شناخت ہوتی ہے، مجھے تو وہ بھی نا ملا آپ سے، آپ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ میرے باپ ہیں غضنفر صاحب۔'' اس نے انتہائی دکھ سے کہا تھا، شرم کے مارے غضنفر علی کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔

''ماما...... ماما۔'' اسی وقت مصعب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس آگیا، غضنفر علی حیرت سے کبھی اسے تو کبھی ننھے مصعب کو دیکھ رہے تھے۔

''جی بیٹا!'' اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔

''ماما!'' غضنفر علی کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، ان کا دل اس حقیقت کو ماننے سے سخت انکاری تھا۔

''یہ...... یہ...... بچہ کون ہے؟'' انہوں نے پوچھا، نکاح کے وقت اسے موسیٰ علی کی گود میں دیکھ کر انہیں شک تو ہوا تھا۔

''میرے شوہر کا بیٹا ہے اور اب میرا بھی۔'' اس نے کسی روٹین کی طرح جواب دیا۔

''جس کے لئے اس کے باپ نے دوسری شادی کی، ان کی پہلی بیوی اس دنیا میں نہیں ہے۔'' غضنفر علی کے پاس جیسے الفاظ ختم ہوچکے تھے۔

''ایک شادی شدہ مرد سے کیوں شادی کی آپ کی، آپ کی ماما نے؟'' انہوں نے پوچھا اور ان کا یہ پوچھنا غضب ثابت ہوا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے ایک تنہا غریب عورت کی بیٹی کو بیاہنے کوئی بزنس مین یا کوئی ڈاکٹر، انجینئر آتے، امیر تو میرے ہزبینڈ بھی بہت ہیں، مگر وہ اپنے بیٹے اور مرحومہ بیوی سے بہت محبت کرتے ہیں۔'' وہ باہر نکل گئی، غضنفر علی کے پاس نہ تو الفاظ تھے اور نہ ہی حق اور اختیار تھا کہ اسے روکتے، سو خاموشی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

☆☆☆

موسیٰ علی آفس سے آیا تو کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رک گیا، سامنے بیڈ پر فروا اور مصعب سو رہے تھے، مصعب اس کے بازو پر سر رکھے سو رہا تھا، موسیٰ علی خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

فریش ہو کر وہ کچن میں چلا گیا، اپنے لئے چائے بنا کر لایا اور صوفے پر بیٹھ کر پینے لگا۔

''زندگی کتنی عجیب چیز ہے۔'' وہ فروا اور مصعب کو دیکھ رہا تھا۔

''کاش عنیزہ تم نہ جاتی اور تمہاری جگہ فروا چلی جاتی۔'' اس کے موبائل پر کال آنے لگی تھی، وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا، موبائل سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا، وہ اٹھانے کے لئے جھکا، فروا کی آنکھ کھل گئی تھی، موسیٰ علی کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھی تھی، وہ موبائل اٹھا کر واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھا تھا، وہ دوپٹہ اوڑھ کر واش روم میں چلی گئی تھی، واپس آئی تو موسیٰ علی چائے پی رہا تھا، موبائل اس کے سامنے میز پر پڑا تھا، وہ باہر کی جانب بڑھی۔

''سنو فروا!'' وہ غیر ارادی طور پر اسے پکار بیٹھا تھا، وہ رک گئی اور پلٹ کر اس کی جانب دیکھا، مگر منہ سے کچھ نہ بولی۔

''چائے پیو گی؟'' اس نے پوچھا اور پھر خود ہی حیران ہونے لگا کہ وہ اسے کیوں بلا رہا ہے۔

''نہیں، شکریہ۔'' وہ پھر دروازے کی جانب بڑھی، اب کی بار موسیٰ علی تیر کی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''یہاں آؤ میری بات سنو۔'' وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس لایا اور صوفے پر بٹھا دیا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''آئی ایم سوری، مجھے تم سے اس طرح بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' اس نے معافی مانگی تھی۔

''بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے بتا دیا کہ میری کیا اوقات ہے آپ کی نظر میں، لیکن آپ پریشان مت ہوں، میں نے نہ تو امی کو کچھ بتایا ہے نا ہی بتاؤں گی، کیونکہ میں انہیں دکھی نہیں کرنا چاہتی اور دوسری بات۔'' وہ چند لمحے سانس لینے کو رکی تھی، موسیٰ علی بغور اس کے تنے نقوش کو دیکھ رہا تھا۔

''جتنے آپ اس شادی سے نا خوش ہیں، اتنی ہی میں بھی نا خوش ہوں۔'' اس نے اپنی انسلٹ کا بدلہ لیا تھا۔

''تم سے کس نے کہا میں ناخوش ہوں۔'' موسیٰ علی نے پہلی مرتبہ اس کو غور سے دیکھا تھا، وہ کم عمر اور خوش شکل ہونے کے ساتھ خود سر اور ضدی لگ رہی تھی۔

''جیسے آپ کو اپنے بیٹے کے لئے فل ٹائم ملازمہ چاہیے تھی، ایک ایسی کیئر ٹیکر امی کو میرے لئے ایک فل ٹائم گارڈ چاہیے تھا، سو انہوں نے آپ کو میرے لئے سلیکٹ کیا، وہ میرے لئے ہمیشہ بہتر فیصلہ کرتی ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔'' اس کے خفا انداز اور باتوں پر وہ زیر لب مسکرا دیا تھا۔

''ابھی تک تو مجھے اس فیصلے میں کوئی اچھائی نظر نہیں آ رہی، مگر کیونکہ یہ میری امی کا فیصلہ ہے، مجھے اسے نبھانا ہے، اسی لئے میں خود آ گئی ہوں۔'' وہ اس کے پاس سے اٹھ رہی تھی، موسیٰ علی فوراً اس کے قریب آیا تھا۔

''تو تم لڑائی کا موڈ بنا کر آئی ہو، مجھے جھگڑالو عورتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔''

''بیویوں کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے مرد مجھے زہر لگتے ہیں۔'' وہ دوبدو بولی تھی۔

''میں نے کب ایسا کہا؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''بس منہ سے کہنے کی کسر باقی ہے، کہہ لیں۔'' وہ طنز کے نشتر چھوڑنے لگی تھی، موسیٰ علی نے فی الوقت خاموشی میں ہی عافیت جانی، کچھ غور کرنے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ غلطی اس کی بھی ہے۔

☆☆☆

غضنفر علی نے کچھ سوچتے ہوئے علیشہ اور عدیل کے رشتے کے لئے ہاں کہہ دی تھی۔

اس کے اگلے ہی دن نویلہ کا رشتہ لے کر عیسیٰ احمد کے والدین آئے تھے، نویلہ کے تو پاؤں زمین پر نہ ٹک رہے تھے، غضنفر علی نے نویلہ کے منتیں کرنے اور خودکشی کی دھمکیاں دینے پر ہاں کر دی تھی، عدیل نے باہر جانا تھا اس لئے اسی ہفتے ان کی شادی طے پا گئی۔

نویلہ کو ابھی تک یقین نا آ رہا تھا کہ وہ مسز عیسیٰ احمد بن چکی ہے، رخصتی کے وقت وہ ذرا بھی نا روئی تھی، عیسیٰ احمد اسے گھر کی بجائے ہوٹل میں لے آیا تھا، جہاں اس نے کمرہ ریزرو کروا رکھا تھا، اس کی ہمراہی میں چلتی ہوئی وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی، عیسیٰ احمد خاموش تھا، جبکہ وہ بیڈ پر جا بیٹھی، عیسیٰ احمد کھڑکی میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔

''میں نے آپ کو معاف کیا۔'' بھیگا لہجہ اس کے کانوں میں گونجا تھا۔

''آپ برے نہیں ہیں، لیکن آپ نے میرے ساتھ برا کیا ہے۔'' اسے سسکیاں سنائی دے رہی تھیں، اس کے اندر شدید نفرت کا احساس ابھرا تھا، اس نے گردن گھما کر سر جھکا کر بیٹھی نویلہ کو دیکھا تھا۔

''میں نے زندگی میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، معاف کر دینا میری فطرت اور تربیت میں شامل ہے، مگر......'' اس نے اس کی جانب دیکھے بغیر بات کا آغاز کیا۔

''کچھ غلطیاں اور زیادتیاں معاف نہیں کی جا سکتیں اور آج میں تمہاری ماں کو بتاؤں گا کہ بے بسی کسے کہتے ہیں، سچا ہو کر جھوٹا کہلوانا کتنا تکلیف دہ ہے، مظلوم ہو کر ظالم بنا دیا جانا کتنا اذیت ناک ہے، میں تمہاری ماں کو عروبہ کی خوشیوں کا قتل معاف نہیں کروں گا اور اسی لئے زندگی میں پہلی مرتبہ، میں قتل کے بدلے قتل کروں گا۔'' نویلہ کا شرم سے جھکا سر خوف کے باعث اوپر اٹھ گیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے عیسیٰ احمد کی جانب دیکھ رہی تھی، جس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، اسے کوئی جائے پناہ نا نظر آئی تھی، اس نے عیسیٰ احمد کا یہ روپ تو کبھی خواب میں بھی نا دیکھا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

☆☆☆

شہر دل کا راستہ

تحسین اختر

"مبالغہ آرائی نہیں حقیقت پسندی۔" وہ جھٹ بولی تھی۔

"میرے خیال میں یہاں کاریڈور میں کھڑے کھڑے باتیں کرنے سے زیادہ اچھا ہے کہ کسی جگہ چل کر ایک گرما گرم کپ چائے کا پی لیا جائے، میرا تو بول بول کر حلق خشک ہو گیا ہے۔" بیگ صاحب نے کہا تھا۔

"کیوں نہیں، ایسی آفر ہو تو پھر دیر کس بات کی ہے۔" وہ دونوں چل پڑے تھے۔

"یار ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گے۔"

مریم چائے پی کر اپنی کلاس میں چلی گئی تھی پروفیسر مشتاق بیگ صاحب کو اکیلے پا کر ان کے قریب آ گئے تھے۔

"یار مشتاق تمہاری کسی بات کا برا میں نے کب منایا ہے، تم نے جو بھی کہنا ہے کھل کر کہو۔"

"بیگ بھابھی کے جانے کے بعد جس طرح تم گھر اور کالج میں گھن چکر بن گئے ہو اور تمہاری سرسبز و شاداب زندگی پر جس طرح خزاؤں نے بسیرا کر رکھا ہے اسے دیکھ کر دل بہت تڑپتا ہے، یار کب تک اس زندگی سے تنہا

ناولٹ



لڑتے رہو گے، میرے خیال میں تمہیں دوسری شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے، میں مانتا ہوں کہ بھابھی کی یادیں تمہارے دل سے محو نہیں ہو سکتیں، نہ ان کی محبت تمہارے وجود سے ختم ہو سکتی ہے مگر یہ بھی تو دیکھو نا کہ وہ اتنی ہی عمر لکھوا کر آئی تھیں تمہارا اور ان کا ساتھ اتنا ہی تھا، وہ تو چلی گئیں ہیں اور تمہیں اکیلا کر گئیں ہیں۔" مشتاق صاحب کافی دنوں سے بیگ صاحب سے یہ بات کرنا چاہ رہے تھے اور آج انہیں موقع مل ہی گیا تھا۔

"مشتاق تم صرف میرا ہی کیوں سوچ رہے ہو، میرے دو بچے بھی تو ہیں، میں اب اپنے لئے نہیں ان کے لئے جینا چاہتا ہوں، وہ ماں تو کھو چکے ہیں میں اب باپ کا پیار تو ان سے نہیں کھو سکتا۔"



''بخدا بیگ یار میں صرف تمہارا نہیں ان دو معصوم جانوں کا بھی فائدہ سوچتا ہوں، تم جتنا بھی چاہو انہیں ماں کا پیار نہیں دے سکتے ہو، وہ شاید تمہارے سامنے ظاہر نہ کرتے ہوں مگر ایک ماں کی آغوش کی آرزو ان کے دل میں بھی ضرور ہمکتی ہوگی۔''

''تم کون سا دنیا کے حالات جانتے نہیں ہو آج کل کون کسی کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھتا ہے، یہاں سب خود غرض ہیں، میں اپنی اچھی بھلی پر سکون زندگی میں ہلچل مچانا نہیں چاہتا۔'' بیگ نے مشتاق سے کہا تھا۔

''یار آج کیا اس موضوع کو ہی رگیدتے رہو گے۔'' بیگ صاحب مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

''ہاں اور میری نظر میں تو اس مسئلے کا بڑا خوبصورت حل بھی موجود ہے۔''

''اچھا وہ کیا ہے؟''

''مس مریم علوی۔'' مشتاق صاحب نے جلدی سے کہا تھا۔

''واٹ، مریم علوی۔'' پروفیسر بیگ کو مشتاق کی بات پر شاک سا لگا تھا۔

''پلیز مشتاق، کسی انہونی کو اپنی مرضی کا رنگ مت دو، اول تو میں دوسری شادی کے لئے ہی تیار نہیں ہوں اور پھر مریم کے بارے میں میری سوچوں میں دور دور تک ایسا کوئی نکتہ موجود نہیں ہے، مس مریم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے کہ اسے کوئی اچھا رشتہ نہ مل سکے، میں تو دوسری شادی کرنا ہی نہیں چاہتا اور بالفرض اگر میرے دل میں ایسا کوئی خیال کبھی آئے تو ایسی خود غرضی میں نہیں دکھا سکتا، مس مریم کے لئے دو بچوں کا باپ ہی رہ جاتا ہے کیا۔''

''تمہاری ہر بات اپنی جگہ پر درست ہے مگر ایک فیکٹر کو تم سرے سے ہی نظر انداز کر رہے ہو۔'' مشتاق نے پھر کہا تھا۔

''اب کون سا فیکٹر باقی بچتا ہے۔'' بیگ صاحب نے پوچھا تھا۔

''محبت اور پسندیدگی کا اور یہ سب سے مضبوط اور پائیدار فیکٹر ہے، تم اتنے بچے نہیں ہو کہ کچھ جان نہ سکو، ہاں جان بوجھ کر نظر انداز کر دو تو الگ بات ہے، مس مریم تمہیں پسند کرتی ہیں تمہاری اور ان کی انڈر اسٹینڈنگ بھی ہے، تم ایک بار ہاں تو کرو دیکھ لینا وہ اپنے دل کی خوشی سے تمہاری زندگی میں شامل ہونا چاہیں گی۔''

''وہ ہماری کولیگ ہے، جس طرح ہم سب کی انڈر اسٹینڈنگ ہے اسی طرح ان کی بھی ہے، تم اس انڈر اسٹینڈنگ کو کوئی اور نام تو نہ دو۔'' بیگ صاحب ماننے پر تیار ہی نہ تھے۔

''تم نہ مانو تو اور بات ہے مگر میں اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوں، چلتا ہوں ابھی تو میری کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے اس موضوع پر پھر بات ہو گی۔'' مشتاق صاحب اپنی ڈائری اٹھا کر چلے گئے تھے جبکہ پروفیسر بیگ کے لئے سوچنے کے لئے کافی کچھ چھوڑ گئے تھے۔

☆☆☆

پاگل آنکھوں والی لڑکی
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
کانچ سے نازک خواب تمہارے
ٹوٹ گئے تو پچھتاؤ گی
تم کیا جانو
خواب......سفر کی دھوپ کے تیشے
خواب......ادھوری رات کا دوزخ
خواب......خیالوں کا پچھتاوا

خوابوں کا حاصل تنہائی
مہنگے خواب خریدتا ہوں تو
آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں
رشتے بھولنا پڑتے ہیں
اندیشوں کی ریت نہ پھانکو
خوابوں کی اوٹ سراب نہ دیکھو
پیاس نہ دیکھو
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
سناتم نے پاگل آنکھوں والی لڑکی۔

موحد نے بڑی دلچسپی سے یہ خوبصورت سی نظم سنتی وانیہ کے بالوں کو ہلکا سا چھیڑا تھا۔

''کیا ہے موحد، تم تو ہر وقت مجھے ڈراتے ہی رہتے ہو، تم نے تو محبت کا دوسرا نام اندیشے اور خوف ہی رکھ چھوڑا ہے، یہ مایوسی والی باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں، محبت امید بھی تو ہے، روشنی اور رنگ بھی تو ہے، بہادری بھی تو ہے، پھر کیا ضروری ہے کہ ہم اس کا ایک ہی رخ دیکھیں۔''

''واہ واہ واہ کیا بات ہے، وانیہ عماد صاحبہ کی، کوئی خوش فہم ہو تو آپ سا۔'' موحد نے اسے پھر چھیڑا تھا۔

''خوش فہم، جی نہیں یہ خوش فہمی نہیں اعتماد ہے۔'' وہ تفاخر سے گردن کڑا کے بولی تھی۔

''اوکے میڈم اب ذرا یہ بتا دیں کہ خادم آپ کو لینے کب آئے۔'' وہ مہارت سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولا تھا، گھر سے تو وانیہ پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ کر آئی تھی مگر باہر آتے ہی وہ گاڑی رکوا کر موحد کے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کو ترجیح دیتی تھی، وہ اب اسے ایک ڈرائیور کی نظر سے تو نہیں اپنے محبوب کی نظر سے دیکھا کرتی تھی۔

''میں کہاں جا رہی ہوں جو آپ مجھے لینے آئیں گے۔'' وہ بھی اسی شوخی سے بولی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ میڈم وانیہ صاحبہ کو اپنی دوست سے نہایت ضروری کام تھا جس کے لئے میری نیند خراب کی گئی اور مجھے ایمرجنسی میں بستر سے اٹھا کر اس گاڑی میں بٹھا دیا گیا اور اب آپ شاید بھول رہی ہیں کہ میں آپ کو آپ کی دوست کی طرف چھوڑنے جا رہا ہوں۔''

''مگر میں تو کسی دوست کی طرف نہیں جا رہی ہوں۔'' وہ معصومیت سے بولی تھی۔

''کیا......تو وہ۔'' موحد نے گاڑی کو بریک لگائے تھے، گاڑی ایک جھٹکے سے روڈ پر رک گئی تھی۔

''تو وہ تو آپ جناب کو ساتھ لانے کی سازش تھی، میڈم وانیہ صاحبہ کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جناب موحد صاحب کے ساتھ جا کر ایک کپ آئس کریم کا کھا کر آئے اور کچھ وقت بھی ساتھ گزارے۔'' وہ گہری نظریں اس پر جماتے ہوئے بولی تھی۔

''گویا آپ نے ایک کپ آئس کریم کے لئے میری اتنی قیمتی نیند خراب کی۔''

''آپ کی نیند زیادہ قیمتی ہے یا میرا ساتھ۔'' وہ اٹھلائی تھی۔

''میری نیند۔'' موحد نے شرارت سے کہا تھا۔

''کیا؟'' وہ اتنی زور سے چیخی تھی کہ پاس سے گزرتے لوگ رک کر ان کو دیکھنے لگے تھے۔

''حد کرتی ہیں آپ بھی۔'' موحد لوگوں کے متوجہ ہونے پر شرمندہ سا ہو کر بولا تھا۔

''گاؤں کب جا رہے ہو۔'' وانیہ نے پوچھا تھا۔

''اگلے ہفتے۔''

''شادی کی سب تیاریاں ہوگئی ہیں نا۔''

''میرے خیال میں ہوگئی ہوں گی باقی تو

وہاں جاؤں گا تو پتہ چلے گا نا، ویسے بھی جو کام میرے کرنے والے ہیں وہ مجھے ہی کرنے پڑیں گے، اماں نے اپنے حصے کے کام تو نمٹا لئے ہوں گے مگر باہر کے زیادہ تر کام تو میرے لئے ہی رکھے ہوں گے۔"

"وہاں جا کر مجھے بھول نہ جانا، وہاں بھی جب اور جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلف کال کر لینا، تمہیں یا تمہارے گھر والوں کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہونی چاہیے، تمہیں بہت اچھے طریقے اور دھوم دھام سے اپنی بہن کو رخصت کرنا ہے۔"

"میں تو پہلے ہی تمہارا احسان مند ہوں اکثر سوچتا ہوں میں اس احسان کا بدلہ کیسے اتار پاؤں گا۔"

"کس بات اور کس چیز کا احسان۔" وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

"وہ......" اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ وانیہ نے جلدی سے کہا تھا۔

"پلیز موحد اس بات کو یہیں ختم کر دو، دو دوستوں کے درمیان احسان تب ہوتا ہے جب دوستی کی بنیادیں کمزور ہوں اگر تم سمجھتے ہو کہ ہماری دوستی بھی کمزور اور وقتی ہے تو پھر تم احسان مان سکتے ہو۔"

"تم تو ناراض ہو گئی ہو۔"

"تم نے بات ہی ناراض ہونے والی کی ہے۔"

"چلو چھوڑو یہ بتاؤ میرے ساتھ میرے گاؤں چلو گی عابدہ کی شادی میں۔" وانیہ کو موحد کی بات نے دکھی کر دیا تھا، موحد اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لئے وانیہ کا دھیان بٹاتے ہوئے بولا تھا۔

"تم کہاں لے کر جاؤ گے، ورنہ میرا دل تو بہت کر رہا ہے۔"

"کیوں نہیں لے کر جاؤں گا۔"

"اتنی ہمت ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔

"ہاں ہے۔" موحد نے کہا تھا۔

"اپنے گھر والوں سے کیا کہو گے۔"

"کہنا کیا ہے ہمارا تمہارا ایک اور تعلق بھی تو ہے، میرے گھر والے تو پہلے ہی تمہارے بڑے مشکور ہیں دیکھنا جب تم وہاں جاؤ گی تو تمہیں کیسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، تم خود بھی حیران رہ جاؤ گی۔"

"اور میرے گھر والوں سے کیا کہو گے؟"

"وہ تمہارا مسئلہ ہے۔" یہ ایک مشکل سوال تھا موحد نے اس کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔

"کیا اب میرا اور تمہارا مسئلہ ایک نہیں۔" وانیہ نے پوچھا تھا۔

"بالکل ایک ہے، میں نے یہ کب کہا، میرا اور تمہارا تو ہر مسئلہ ہی مشترک ہے۔"

"کہا تو تم نے ہی ہے کہ یہ تمہارا مسئلہ ہے۔" وانیہ کو موحد کے سامنے بال کی کھال اتارنے میں مزہ آتا تھا۔

"وہ سامنے دیکھو کتنا خوبصورت پرندہ ہے۔" موحد نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو بتایا تھا۔

"واہ جناب کیا انداز ہے بات بدلنے کا۔" وانیہ نے جل کر کہا تھا اور موحد کا قہقہہ بکھر گیا تھا۔

☆☆☆

کائنات کے خالق و مالک اپنی عطا کردہ کتاب فلاح میں فرماتے ہیں "کہ ہم نے انسان کو جو صلاحیتیں دی ہوئی ہیں اپنی کسی اور مخلوق کو ایسی صلاحیتیں نہیں دیں سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیتیں، ان صلاحیتوں سے کام لے

کر حالات کے مطابق کچھ کر گزرنے کی صلاحیتیں لیکن وہی انسان جب راہ راست کو پہچاننے اور اس پر قائم ہو جانے سے انکار کر دیتا ہے اور پستی کی راہ پر چل پڑتا ہے تو ہم اسے پستی کی اس منزل تک جانے دیتے ہیں کہ اتنا پست کوئی اور ہوتا نہیں کیونکہ ہماری دکھائی راہ راست کو چھوڑ کر پستی کے سفر کا اور اس کے آخری پڑاؤ تک پہنچ جانے کا فیصلہ اس نے خود کیا ہوتا ہے۔"

"ایمن نے خودکشی کر لی ہے۔" صبح اٹھتے ہی جو دل دہلا دینے والی خبر اس کو ملی تھی وہ یہی تھی۔

"کیا؟" اس نے بے اختیار دل کو تھاما تھا۔

"خدایا اس کی حفاظت فرمانا۔" ساتھ ہی دھڑکنوں نے دعا مانگنا شروع کر دی تھی، لیکن اپنی نادانی اور ہوس میں مبتلا ہو کر جس راہ کا انتخاب ایمن نے کیا تھا وہ تو پستیوں کی طرف لے کر جانے والی تھی، وہ راہ ہی کوئی تھی اور انسان کو بھی کھوٹا کر دینے والی تھی۔

اس نے ایمن کے سیل پر کال کی تھی، کافی دیر کے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی اور وہ جو ایمن کی آواز سننے کی منتظر تھی، دوسری طرف سے آتے شور و چیخ و پکار اور دل کو بیقرار دینے والے بین سن کر اس کے اپنے جسم سے جان نکلنے لگی تھی، کال جانے کس نے ریسیو کی تھی اور کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی حریم کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

"تو کیا ایمن مر گئی، وہ ہنستی مسکراتی، جیتی جاگتی، شوخ و چنچل لڑکی منوں مٹی تلے دب جائے گی، ایک بھیڑیے کا شکار بن کر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے منہ موڑ گئی، آہ ایمن یہ کیا کیا تم نے، تمہاری خواہشات نے کس طرح تمہاری جان لے لی، تمہاری تمناؤں نے کس طرح تمہاری بوڑھی ماں کو بے آسرا کر دیا، ایمن ظہیر تم اپنا اور اپنے سے وابستہ لوگوں کا کتنا بڑا نقصان کر بیٹھی ہو۔" وہ سوچتی جاتی تھی اور آنسو ایمن ظہیر کی بے وقت موت پر اس کی آنکھوں سے بھل بھل بہے جاتے تھے۔

ایمن کی گلی میں بہت رش تھا، گلی میں شامیانے لگا کر مردوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا، اس نے گلی کی نکڑ پر عرفان صاحب کی گاڑی کھڑی دیکھی تو خون اس کے پورے وجود میں کھولنے لگا تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ساری دنیا کے سامنے اس بھیڑیے کا منہ نوچ لے اور اصل حقیقت سے سب کو آشنا کر دے اس طرح کے لوگ اس اونچی شان وشوکت والے مرد پر تھوتھو کریں۔

ایمن کا وجود سفید کفن میں لپٹا ہوا تھا، وہاں موجود ہر آنکھ اشک بار تھی اور ساتھ ہی اس نے دبے دبے لفظوں میں لوگوں کی سرگوشیاں بھی سنی تھیں، وہ سرگوشیاں جو ایمن کی خودکشی کے متعلق تھیں، ہر کوئی اس موت کو اپنی مرضی کا رنگ دے رہا تھا، وہ بھی سب سن رہی تھی مگر اس وقت وہ ایمن ظہیر کے لئے کچھ نہ کر سکتی تھی اور اس کو اپنی اس بے بسی کا پورا پورا اعتراف تھا، بس دکھی دل سے خون کے آنسو بہانا اس کے بس میں تھا اور ایمن ظہیر کے لئے یہ کام وہ بے دریغ کر رہی تھی۔

"مس حریم۔" ایمن کے جسد خاکی کو تدفین کے لئے لے جایا گیا تھا، پیچھے بس آہیں تھیں آنسو تھے، کافور اور اگر بتیوں اور تیز خوشبو تھی اور باتیں تھیں، وہ مرے مرے قدموں سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور ایمن کے گھر سے باہر نکل آئی تھی، وہ اپنے خیالوں میں مست چلتی رہی تھی جب پیچھے سے اسے کسی نے پکارا تھا، اس نے مڑ

کر دیکھا تھا اور آواز دینے والے کی ڈھٹائی دیکھ کر خون اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

''آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔''

عرفان صاحب نے آواز دینے کے بعد اسے پیش کش کی تھی۔

''ایمن ظہیر کو تو آپ نے قبر کے اندھیروں تک پہنچا دیا، اب آپ اور کیا چاہتے ہیں، میں یہ بات جانتی ہوں کہ آپ جیسے شکاریوں کا دل نہیں بھرتا کبھی بھی، جن کے منہ کو تازہ خون لگ جائے انہیں اور کچھ نہیں سوجھتا مگر مسٹر عرفان ابھی اس کی قبر پر مٹی تو ڈلنے دیں پھر نیا شکار بھی پھانس لیں۔'' وہ بولی نہیں پھنکاری تھی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو۔'' عرفان صاحب کے چہرے کا رنگ پل بھر میں متغیر ہوا تھا۔

''بکواس نہیں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔''

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی تھی۔

''لگتا ہے تمہارا دماغ کچھ زیادہ ہی خراب ہو گیا ہے۔'' حریم کی آنکھوں میں اپنا اصل رنگ دیکھ کر وہ شائستگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے تھے، ویسے بھی ان کو حریم کے باس ہونے کا زعم بھی تو تھا کہ وہ جو کچھ کریں ان کے ماتحت ان کے ساتھ آنکھ اٹھا کر بات نہیں کر سکتے۔

''تمیز سے بات کریں میرے ساتھ مسٹر عرفان صاحب۔'' حریم کو مزید طیش آ گیا تھا۔

''کیا یہ تم مجھے کہہ رہی ہو، کیا بھول گئی ہو کہ میں کون ہوں، میں تمہارا باس ہوں جو تمہیں ابھی کھڑے کھڑے نوکری سے نکال سکتا ہوں۔''

عرفان صاحب کو لگا تھا کہ ایمن ظہیر کی موت نے حریم کا دماغ اس قدر ماؤف کر دیا ہے کہ اسے سب کچھ بھول گیا ہے۔

''لعنت بھیجتی ہوں میں تم پر اور تمہاری دو ٹکے کی نوکری پر، تم خدا نہیں ہو کہ جو رزق دینے پر قادر ہے، پھر تمہیں اس قدر زعم ہے کس بات پر، ابھی ساری دنیا کے سامنے تمہارا پول کھول دوں نا تو تمہاری یہ نام نہاد عزت ایسی چورا ہے پر دو منٹ میں تار تار ہو جائے، لیکن میں ایسا کچھ نہیں کروں گی کہ انصاف کرنے والا اوپر بیٹھا ہے، وہ بہتر انصاف کرتا ہے، میں ایمن ظہیر کا معاملہ خدا کے سپرد کرتی ہوں پھر دیکھنا اس خدا کا انصاف۔'' وہ اس شخص کے پاس کھڑے ہونا بھی اپنی توہین سمجھتی تھی اسے کھری کھری سنا کر اور اپنے دل کی کچھ بھڑاس نکال کر وہ چلتی بنی تھی۔

''ہونہہ، بد دماغ لڑکی۔'' عرفان صاحب تو اس وقت کو کوس رہے تھے جب انہوں نے آواز دے کر حریم کو مخاطب کیا تھا گویا آواز دے کر اپنی شامت کو بلایا تھا، وہ جلتے بھنتے گاڑی میں جا بیٹھے تھے۔

''حریم شہباز زندگی کے کسی موڑ پر بھی تم میرے ہاتھ لگ گئیں تو چھوڑوں گا تمہیں بھی نہیں، بڑی اکڑ ہے تم میں۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے انہوں نے نفرت سے سوچا تھا۔

☆☆☆

''پریشان بھی لگ رہی ہو اور ڈسٹرب بھی۔'' اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ رات کے دوسرے پہر میں اپنے کمرے سے باہر نکل کر ہاسٹل کے ہرے بھرے لان میں چلی آئی تھی، اوس میں بھیگے ہوئے گھاس پر ننگے پاؤں ٹہلتے ہوئے وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب مشائم جانے کہاں سے نکل کر اس کے پاس چلی آئی تھی۔

''ہوں۔'' اس نے ایک سرسری سی نظر مشائم پر ڈالی تھی۔

''میں نے سنا ہے تمہاری کولیگ کی ڈیتھ ہو گئی ہے کیا اس لئے پریشان ہو، مشائم اس کے

ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔'' حریم نے سر ہلایا تھا۔
''سب کہہ رہے تھے اس نے خودکشی کی ہے، کیوں؟ تمہیں تو پتہ ہوگا۔''
''مجھے نہیں پتہ ہوسکتا ہے اس کی کچھ گھریلو پرابلمز ہوں۔'' حریم نے مختصر سا جواب دیا تھا۔
''گھریلو پرابلمز تو ہر کسی کے ساتھ ہوتی ہیں مگر یوں جان سے گزر جانا کب اچھی بات ہے، یہ تو سراسر بزدلی ہے، زندگی کو فیس کرنا چاہیے۔''
''کچھ لوگ ہمت رکھتے ہیں اور فیس کر جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگ نہیں کر پاتے۔'' حریم نے جواب دیا تھا۔
''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ ایسے لوگ اتنے بزدل ہوتے ہیں کہ زندگی کو فیس نہیں کر پاتے، دوسری طرف اپنی جان لے لینا بزدلی نہیں بہادری ہے۔''
''ہر کوئی اتنا بہادر بھی نہیں ہوتا، اب کوئی تمہیں یا مجھے کہے تو کیا ہم اپنی لے سکتے ہیں۔'' مشائم نے اس سے پوچھا تھا۔
''چھوڑو، یہ ہر بندے کا اپنا اپنا فعل ہے۔'' حریم نے بات ہی ختم کر دی تھی، وہ اب مشائم علوی کو کیا بتاتی کہ جو چیز ایمن ظہیر نے کھوئی تھی اس کے بعد تو بچتا کچھ بھی نہیں ہے، مگر اسے ایمن کا پردہ بھی تو منظور تھا اس لئے اس نے بات ہی بدل دی تھی۔
''تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے۔'' مشائم نے پھر پوچھا تھا۔
''کافی ٹائم ہوگیا ہے، مگر لگتا ہے تمہیں ابھی تک نیند نہیں آ رہی۔'' حریم نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا تھا۔
''میں تو بہت لیٹ سوتی ہوں، تم میری فکر نہ کرو، یہ بتاؤ جاب کیسی جا رہی ہے۔''
''جاب تو میں نے چھوڑ دی ہے۔'' حریم نے بڑے آرام سے کہا تھا۔
''واٹ، جاب چھوڑ دی، مگر کیوں اور پیچھے تمہارے گھر والے۔'' مشائم نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی حریم کی سوتیلی ماں نے اسی لئے تو بھیجا ہے یہاں کہ وہ پیسہ کما کر لائے۔
''بس میں وہاں مطمئن نہیں تھی، اب کوئی نئی جاب ڈھونڈوں گی۔''
''تم کہو تو میں اپنے بھائی سے بات کروں، اصل میں پاپا آج کل ملک سے باہر ہیں اور پاکستان میں بھائی ہی ان کے سارے کاروبار کی لک آفٹر کر رہے ہیں۔''
''تو کیا تم مجھے جاب دلوا سکتی ہو۔'' حریم نے لہجے میں آس بھر کر اس سے پوچھا تھا، اسے لگا تھا کہ ایک در بند ہوتا ہے تو سو اور کھل جاتے ہیں۔
مشائم اچھی لڑکی تھی اور پھر اس کی اس سے تھوڑی بہت جان پہچان بھی تھی اس کے بھائی کے پاس جاب کرنے کا مطلب تھا کہ وہ اپنی بہن کی دوست جان کر اسے اچھا ماحول بھی دے گا اور اچھی جاب بھی، وہ بے طرح خوش ہوگئی تھی۔
''ہاں بالکل اگر تم چاہو تو۔''
''میں کیوں نہ چاہوں گی، مجھے اس وقت جاب کی ہی تو اشد ضرورت ہے، تم تو میرے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر آئی ہو مشائم، مجھے تمہارا یہ احسان ہمیشہ یاد رہے گا۔''
''یار یہ کوئی احسان وحسان نہیں ہے، میں کل ہی بھائی سے بات کرتی ہوں پھر اس کے بعد تمہیں کچھ بتاؤں گی۔''
''اوکے، میں تمہاری طرف سے اچھی خبر کا ویٹ کروں گی۔'' حریم نے کہا تھا۔

''انشاءاللہ اچھا ہی ہوگا۔''

''چلو آؤ اب اپنے اپنے کمروں میں چلیں، سونا نہیں ہے کیا۔'' حریم کو احساس ہوا تھا کہ وقت کافی ہوگیا ہے اب سونا چاہیے۔

''اچھی خبر ملی ہے تو ساتھ ہی نیند بھی آنے لگی ہے۔'' مشائم نے اسے چھیڑا تھا۔

''ایسا تو پھر ہوتا ہی ہے۔'' حریم نے کہا تھا اور قدم اندر کی طرف بڑھا دیئے تھے، مشائم بھی اس کے ساتھ ساتھ اندر آ گئی تھی۔

☆☆☆

اک چھوٹا سا سپنا تھا
اس سپنے میں کوئی اپنا تھا
اس اپنے میں کچھ سکون تھا
جو زندگی کا جنون تھا
اس جنون میں ایک راحت تھی
جو صرف تیری چاہت تھی
اس چاہت میں اک انداز تھا
جو میری دھڑکنوں کا راز تھا
اس راز میں اک خوشبو تھی
جو میری سوچ کی جستجو تھی
اس جستجو میں اک حرارت تھی
جو میری خوشیوں کی شرارت تھی
اس شرارت میں ایک احساس تھا
کہ تو جو میرے پاس تھا
اس پاس میں جو آرام تھا
وہ بس تیرا نام تھا

بے تحاشا خوبصورت کارڈ پر ابھرے یہ گلابی الفاظ جن کی خوشبو میں وانیہ کا لمس تازہ تھا موحد کو سرشار سا کر گئے تھے، وہ عابدہ کی شادی کے لئے گاؤں جا رہا تھا اور زاد راہ کے طور پر وانیہ نے اس کے ہر پل کو جو وانیہ سے دور ہو کر گزرتے اپنی محبت کی ڈوری میں باندھ دیا تھا۔

''کیا ہے یہ لڑکی بھی، لڑکی نہیں بلکہ امیر زادی، جانے اسے مجھ معمولی سے ڈرائیور میں کیا نظر آیا ہے جو اپنی قیمتی اور نایاب محبت یوں مجھ پر نچھاور کرنے پر تلی ہوئی ہے۔'' وہ سوچ رہا تھا۔

شاید محبت انسان کو وقتی طور پر اندھا کر دیتی ہے، اسے اپنے اردگرد کچھ بھی دیکھنے نہیں دیتی، اس کے سوچ کو جواب خود ہی مل گیا تھا۔

''میرا پتر آ گیا ہے، بھیا آ گئے ہیں۔'' اس کی ماں اس کی بہن اسے دیکھ کر پر جوش ہو گئی تھیں، ان کے گھر کا واحد مرد آ گیا تھا اب انہیں کسی چیز کی فکر نہ تھی، اس نے سب کچھ خود ہی کر لینا تھا اور یہ بات حقیقت بھی تھی کہ اللہ پاک نے مردوں کو ایسی ہمت اور استقامت دی ہے کہ اپنے حصے کے کام وہی کر سکتے ہیں عورتیں ان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتیں۔

''ارے یہ تو ہے عابدہ، میری عابو۔'' پیلے ملگجے سے جوڑے میں ابٹن کی خوشبو سے مہکتا عابدہ کا وجود عجیب ہی روشنی بکھیر رہا تھا، گاؤں کے رسم و رواج کے مطابق اسے شادی سے ہفتہ پہلے ہی مایوں بٹھا دیا گیا تھا، وہ ذرا سا مسکراتے ہوئے شرما گئی تھی۔

''پگلی تو بھی پرائی ہو جائے گی۔'' موحد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں، ماں بھی دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے ادھر ادھر ہو گئی تھی، عابدہ کی تو آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے تھے۔

''ارے یہ کیا، بس چپ کر جاؤ، بس میں تمہاری آنکھوں میں اب ایک آنسو بھی نہ دیکھوں۔'' موحد نے اپنے ہاتھوں سے بہن کے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

''موحد پتر ادھر آ ذرا، مجھے تم سے ایک بات

کرنی ہے۔'' ماں نے ان دونوں کو اس جذباتی لمحے سے نکالنے کے لئے موحد کو بلا لیا تھا۔

''ہاں اماں بتا کیا بات ہے۔'' وہ ماں کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

''پتر جو پیسے تم نے بعد میں بھیجے تھے ان سے میں نے عابدہ کے لئے کچھ زیور بنانے کا آرڈر دے رکھا ہے تم آج مغرب سے پہلے پہلے سنار کے پاس جا کر وہ زیور تو اٹھا لاؤ، بس یہی بھاری کام رہ گیا ہے، باقی کپڑا لتا تو سب تیار ہے، زیور گھر آ جائے تو سکون سے پھر دوسرے کاموں کا سوچیں گے۔''

''اماں میں کچھ دیر بعد جا کر لے آتا ہوں، بس تم اور کام بتاتی جاؤ، بارات والے دن سے پہلے پہلے ہر کام تیار ہونا چاہیے۔''

''جیتو پتر، تم نے تو ماں کی ہر پریشانی پہلے ہی ختم کر رکھی ہے۔'' وہ جھولی اٹھا کر بیٹے کو دعائیں دینے لگی تھیں۔

''اماں یہ تو وانیہ بی بی کی مہربانی ہے سب، دعائیں دینی ہیں تو اس کو دو۔'' موحد نے اماں کو سب بتا رکھا تھا کہ عابدہ کی شادی کے لئے سارا پیسہ وانیہ نے دیا ہے اور اب اس کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں روشنیاں سی پھوٹنے لگی تھیں۔

''اس کو تو میں ہر وقت اٹھتے بیٹھتے دعائیں دیتی ہوں، لوگ ایسے ہی کہتے ہیں بڑے لوگوں کے دماغ بھی بڑے ہوتے ہیں نخرہ ہی نخرہ ان میں بھرا ہوتا ہے، وہ کنجوس ہوتے ہیں یہ چھوٹی بی بی تو ان سب کا الٹ ہے، اتنی رحم دل اتنی سخی اور اتنے کھلے دل والی، تم جا کر اسے کہنا کہ میرے ماں تمہیں جھولیاں بھر بھر کر دعائیں دیتی ہے اور ہاں جب خیر سے شادی نمٹا کر تم جاؤ تو اس کے لئے ایک سوٹ دوں گی تمہیں، وہ اسے دے دینا جا کر اسے کہنا کہ یہ ہماری محبت کا معمولی سا اظہار ہے۔''

''اماں میری پیاری اماں سے کہہ بھی دوں گا اور سوٹ بھی دے دوں گا۔'' وانیہ کے متعلق اسے اپنی ماں کے خیالات جان کر خوشی بھی ہو رہی تھی اور اچھا بھی بہت لگ رہا تھا، اسے لگا تھا کہ وانیہ اس کے قریب ہی نہیں ہے، اس کے اپنوں کے دلوں کے بھی بہت قریب ہے۔

دو تین دن مصروفیت میں اور کاموں میں کیسے گزرے تھے پتہ ہی نہیں چلا تھا، نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ شام کی، ایسے ہی کاموں میں لگے لگے مہندی کا دن آن پہنچا تھا، آج موحد نے اپنے گھر کو روشنیوں سے سجایا تھا، چھت پر مٹی کے دیئے جلائے تھے، صحن میں رنگ برنگی جھنڈیاں لگائی تھیں، آج پوری برداری ان کے گھر میں جمع تھی، اتنا شور اور ایسی رونق تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

''کیا کر رہے ہو؟'' مصروفیت کے عالم میں یک نہایت سریلی سی آواز کانوں میں رس گھولنے لگی تھی۔

''صبح عابدہ کی بارات آئے گی میں بارات کے کھانے کے لئے تیاری کروا رہا ہوں۔'' وہ دیگوں کے پاس کھڑا تھا، ذرا ہٹ کے موبائل کانوں سے لگائے فاصلے پر ہو گیا تھا۔

''بارات صبح آئے گی اور تم کھانے کی تیاری ابھی کروا رہے ہو۔'' وانیہ نے کہا تھا۔

''ہاں تو ساری رات کھانا پکے گا تو صبح بارات کو دیا جائے گا نا۔''

''یہ تو بہت ذمہ داری کا کام ہے۔'' وہ موحد کے بارے میں فکر مند ہو رہی تھی، موحد بے شک اس سے دور تھا مگر تصور کی آنکھ سے وہ ایسے کاموں میں ہلکان ہوتے سکتی تھی۔

''ذمہ داری کا کام ہے مگر ہمارے لئے

مشکل نہیں، ہم تو سخت محنت کے عادی ہیں اور پھر تو یہ کام ایسا ہے کہ عابدہ کے عزت کے ساتھ اپنے گھر ہو جانے کے احساس نے میرے اندر کیسی پھرتی اور جوش بھر دیا ہے، اس کا آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔''

''میں اندازہ کر سکتی ہوں کیونکہ جتنا پیار تم اپنے گھر والوں سے کرتے ہو اس کو مدنظر رکھا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے۔''

''گھر والوں کے علاوہ اس دنیا میں ایک اور شخص بھی تو ایسا ہے جسے میں سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔'' وہ یہاں دور آ کر وانیہ کو مس کر رہا تھا، اور اس وقت اس نے اس بات کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھا تھا۔

''اچھا وہ کون ہے۔'' دوسری طرف وانیہ کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔

''ہے ایک پیاری سی پاگل سی منفرد سی لڑکی۔'' وہ اپنے لہجے میں چاشنی سمو کر بولا تھا۔

''اس لڑکی کا نام بھی تو بتاؤ۔'' وانیہ نے جلدی سے پوچھا تھا۔

''اس لڑکی کا نام تو میرے دل کی ہر دھڑکن پر لکھا ہے، ذرا غور سے سنیں دھک دھک کے علاوہ وہ ایک اور آواز بھی تو آ رہی ہو گی وانیہ، وانیہ۔'' موحد نے وانیہ کے کانوں کو گرما دیا تھا، وانیہ کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا تھا۔

''اب کچھ بولیں نا، خاموش کیوں ہو گئیں۔'' موحد نے پھر اسے چھیڑا تھا۔

''موحد اب بس بھی کرو، بلکہ یہ بتاؤ کب آؤ گے واپس۔'' وہ بات بدلتے ہوئے بولی تھی۔

''جب آپ حکم کریں۔''

''اگر میں کہوں ابھی آ جاؤ تو کیا سارے کا ادھورے چھوڑ کر میرے لئے آ جاؤ گے۔''

''ہاں آ جاؤں گا۔'' قدرے توقف کے بعد موحد نے کہا تھا، وانیہ کا مان کچھ اور بڑھ گیا تھا۔

''مگر میں ایسا کیوں کہوں گی، میں یا میری محبت تمہارے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیں گی، اللہ کرے عابدہ خیریت سے اپنے گھر جائے، تم پھر ہی آنا۔''

''او کے میڈیم اور کوئی حکم۔'' وہ بے طرح خوش ہو گیا تھا۔

''نہیں بس آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے، فون بند کرتی ہوں، تم تو بزی تھے نا خدا حافظ۔''

''او کے، خدا حافظ، مگر ایک بات اپنا خیال رکھئے گا۔'' موحد نے ہولے سے کہا تھا اور یہ لہجہ وانیہ کے روم روم میں خوشی بن کر اتر گیا تھا۔

☆☆☆

''ہیپی برتھ ڈے تو یو، ہیپی برتھ ڈے تو بیگ صاحب!'' بیگ صاحب اپنے کمرے میں کام میں مصروف تھے جب مریم علوی کی سریلی آواز کمرے میں گونجی تھی، انہوں نے چونک کر سر اٹھایا تھا، بلیک اور میرون کلر کے سوٹ میں نکھری نکھری مریم علوی ان کے سامنے کھڑی تھی جس کے چہرے کی مسکراہٹ میں بھی ایک سحر تھی اور آنکھوں میں چمکنے والے ستارے بھی اسرار و رموز سے پر تھے۔

''تھینک یو مس مریم۔'' وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، عورت کو ایسا احترام دینا ان کی سرشت میں شامل تھا۔

''اس میں تھینک یو والی کیا بات ہے۔'' وہ کرسی گھسیٹ کر ان کے مقابل بیٹھ گئی تھی۔

''مس مریم تم سے محبت کرتی ہیں، تمہیں پسند کرتی ہیں، تمہاری اور ان کی انڈر اسٹینڈنگ بھی ہے۔'' پروفیسر مشتاق کی باتیں یکدم بیگ صاحب کی سماعتوں میں گونجنے لگی تھیں۔

''آپ نے میرا جنم دن یاد رکھا اور مجھے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

وش کیا تھینک یو اس بات پر، جب سے ساتھ نبھانے والی ہستی نے منہ موڑا ہے تب سے ایسا کوئی بھی دن یاد ہی نہیں آتا، وہ بھی تو ایسے دنوں کو بہت اہتمام سے منایا کرتی تھی۔" بیگ صاحب کو اس موقع پر اپنی شریک حیات ٹوٹ کر یاد آئی تھیں کہ جسے ان سے بہت محبت تھی مگر جس کا ساتھ انہیں بہت کم ملا تھا، وہ بھی اس محبت کی گرمی کو ترس رہے تھے اور ان کے بچے بھی۔

"اس کائنات میں خدائے بزرگ و برتر نے ہر چیز کا نعم البدل رکھا ہے، اس محبت کا نعم البدل بھی موجود ہے جو آپ کی مرحومہ بیوی آپ سے کرتی تھی بلکہ ہو سکتا ہے اس محبت سے بھی بڑھ کر کوئی آپ کو چاہتا ہو۔" آج تک جو بات مس مریم کے دل میں تھی بیگ صاحب کے ترسے ہوئے لہجے نے دو منٹوں میں نوک زبان پر لا دی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔" مریم علوی کی آنکھوں کی جوت بیگ صاحب سے چھپی تو نہ تھی پھر بھی وہ کہنے لگے تھے۔

"میں نے کوئی ایسی مشکل بات تو نہیں کی۔" مریم ہنسی تھی اور بیگ صاحب کو لگا تھا کہ آج وہ لمحہ آ چکا ہے جس سے کافی عرصے سے وہ بچتے چلے آ رہے تھے اور آج ان چمکتے ستاروں اور شیریں لہجے سے فرار ممکن نہ ہوگا۔

"بات کچھ آسان بھی نہیں ہے۔" وہ بولے تھے۔

"بہت آسان ہے ایک محبت آپ سے کھو چکی اور منوں مٹی تلے جا سوئی اور دوسری محبت آپ کے سامنے موجود ہے اور اب اس خوشی کے موقع پر اپنے جنم دن کے موقع پر آپ چاہیں تو اس محبت سے دامن بھر سکتے ہیں۔" وہ پہیلیاں بجھوانا چاہ رہے تھے اور مریم علوی پوری طرح کھل گئی تھی۔

"مگر مریم...... میں کیسے اس محبت سے دامن بھر لوں تمہارے سامنے اک عمر پڑی ہے بہت سے روشن راستے ہیں بہت اونچی منزلیں ہیں اور میں اپنے دو بچوں کے ساتھ اک جگہ پڑاؤ ڈال چکا، تمہیں اس تھکے ہوئے شخص سے کیا ملے گا۔"

"کیا اس پڑاؤ میں، میں نہیں ٹھہر سکتی کیا اس تھکے ہوئے شخص کی ساری تھکن میں نہیں چن سکتی کیا آپ کو میری صلاحیتوں پر کوئی شک ہے۔"

"نہیں مس مریم ہمیں بلاشبہ آپ کی صلاحیتوں پر کوئی شک نہیں۔" مریم علوی اپنا مقدمہ خود ہی بڑی مضبوطی سے لڑ رہی تھی، پروفیسر مشتاق نے آ کر اس مقدمے کے حق میں مضبوط دلائل دینے شروع کر دیئے تھے۔

"لگتا ہے آج میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔" بیگ صاحب نے ہتھیار پھینک دیئے تھے بس ان دونوں کے سامنے اپنی ہار کا اعتراف کرنا باقی رہ گیا تھا۔

"پھنس تو تم بڑی دیر کے چکے ہو مائی ڈیئر فرینڈ، مگر تمہیں خبر نہ ہو سکی اس پھندے کی۔" مشتاق، مریم علوی کی طرف دیکھ کر مسکرائے تھے اور مریم کے خوبصورت چہرے پر روشنیاں سی پھوٹ پڑی تھیں۔

"مشتاق مگر میرے بچے۔" وہ اپنے بچوں پر اپنی زندگی بھی قربان کر سکتے تھے یہ محبت کیا چیز تھی، وہ اس موقع پر اپنے بچوں کی طرف سے اگر کسی قسم کے تحفظات کا شکار تھے تو بے جا نہ تھا۔

"وہ صرف آپ کے بچے نہیں ہم دونوں کے بچے ہوں گے، ان معصوموں کا ساتھ مجھے آپ سے بھی زیادہ پیارا ہوگا۔" مریم علوی کا

ظرف کتنا بڑا تھا اس نے بیگ صاحب کا ہر خدشہ چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو تم انہیں ماں کا پیار دے سکتے ہو، یہ تمہاری بھول ہے، تم لاکھ چاہو وہ پیار نہیں دے سکتے جو مس مریم انہیں دے سکتی ہے۔'' پروفیسر مشتاق نے کہا تھا۔

''مس مریم ایک دفعہ ایک اچھی طرح سوچ لیں، میں جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔''

''یہ جلد بازی میں نہیں ہے، یہ فیصلہ تو محبت نے کروایا ہے اور محبت میں کوئی جلد بازی نہیں ہوتی۔''

''مس مریم آپ کے گھر والے۔'' بیگ صاحب نے ایک نیا سوال اٹھایا تھا۔

''میرے گھر والوں کی آپ فکر نہ کریں، وہ میری رضا میں راضی ہیں، پچھلے کئی سالوں سے میں نے ہر اچھا رشتہ ٹھکرایا ہے اور اب تو وہ شکر ادا کریں گے کہ میں نے کسی کے ساتھ کی حامی تو بھری۔''

''یار بیگ اب بس بھی کرو، کیا بال کی کھال اتارنے پر تلے ہوئے ہو بس مس مریم کی محبت کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔'' پروفیسر مشتاق نے کچھ دیر بعد جوش سے کہا تھا۔

''اسے بال کی کھال اتارنا نہیں کہتے یار پوری زندگی کا معاملہ ہے، ایک لمحے کی جلد بازی پوری عمر پر محیط ہو جاتی ہے اور پھر بندہ پچھتانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔''

''آپ کو میرا ساتھ خوشی دے گا پچھتاوا نہیں۔'' مریم علوی جلدی سے بولی تھی۔

''او کے مجھے بھی عرصہ ہوا خوشی کا منہ دیکھے ہوئے۔'' بیگ صاحب نے سر جھکا دیا تھا اور ان کے اقرار نے مریم علوی کے چہرے پر خوشیوں کے پھول کھلا دیئے تھے۔

''آپی تم پروفیسر بیگ سے شادی کر رہی ہو۔'' مشائم علوی نے سنا تو حیران رہ گئی تھی۔

''ہاں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔'' مریم علوی ناخن فائل کر رہی تھی اپنا کام روک کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''وہ شادی شدہ ہیں، دو بچوں کے باپ ہیں، آپ سے عمر میں بہت بڑے ہیں اس شادی پر ایک نہیں کئی اعتراضات اٹھ رہے ہیں۔''

''میں سب جانتی ہوں ان کے بارے میں پھر جب مجھے کوئی اعتراض نہیں تو کسی دوسرے کو بھی نہیں ہونا چاہیے۔''

''آپ اگر کوئی غلط فیصلہ کر رہی ہیں تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم آپ کو اس غلطی پر ٹوکیں۔''

''تم کس طرح کہہ سکتی ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہے، ویسے بھی تم چھوٹی ہو چھوٹی بن کر ہی رہو، بڑوں کے معاملات میں بولنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔'' مریم نے مشائم کو جھاڑ دیا تھا، مشائم تاسف سے اپنی بڑی بہن کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

یاسر علوی کا آفس حریم شہباز کی سوچوں سے زیادہ شاندار تھا، مشائم علوی کے حلیے کو دیکھ کر اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ اس کا تعلق کسی اچھی فیملی سے ہے مگر یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی امیر و کبیر فیملی سے تعلق رکھتی ہو گی۔

''اندر جائیے آپ۔'' اس نے چٹ پر اپنا نام لکھ کر اندر بھجوا دیا تھا اور کچھ ہی دیر بعد اسے اندر آفس میں بلوا لیا گیا تھا، مشائم علوی کی مضبوط سفارش جو اس کے ساتھ تھی، یاسر علوی کی خوش رو سیکرٹری نے بڑے احترام سے اسے اندر بھیجا تھا، وہ کچھ کچھ نروس ہوتی اندر چلی گئی تھی۔

یاسر علوی ایک وجیہہ نوجوان تھا، مشائم خود بہت خوبصورت تھی اور اس کا بھائی کیسے بدصورت ہوسکتا تھا پھر اتنی دولت نے خود ہی شخصیت میں رعب دبدبہ اور نکھار پیدا کر دیا تھا۔

''بیٹھئے۔'' وہ فائل پر کچھ لکھ رہے تھے اسے کہہ کر پھر سے اپنے کام میں جت گئے تھے۔

''دو کپ کافی بھجوا دیں اندر۔'' وہ جب تک اس کے آفس کی ایک ایک چیز دیکھ چکی اور ہر چیز کو سراہ چکی تب یاسر علوی نے فائل بند کی تھی، اپنا سر کرسی کی بیک سے لگایا تھا اور ساتھ ہی انٹرکام پر کافی کا کہہ کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے، ان کے دیکھنے پر اس نے جلدی سے اپنی سی وی ان کے سامنے رکھ دی تھی۔

''ہونہہ تعلیمی ریکارڈ تو اچھا ہے کچھ تجربہ وغیرہ بھی ہے۔'' یاسر علوی نے پروفیشنل انداز میں پوچھا تھا۔

''جی سر دو سال کا۔''

''ویری گڈ، ویسے تو مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں پوچھنا چاہیے تھا کیونکہ جس ہستی نے آپ کی سفارش کی ہے میں اس کی بات کسی قیمت پر بھی نہیں ٹال سکتا۔'' یاسر علوی کے لہجے میں بہن کے لئے محبت ہی محبت بول رہی تھی۔

''آپ کل سے جوائن کر سکتی ہیں، باقی آپ کی جاب کی نیچر اور سیلری وغیرہ کے بارے میں میری سیکرٹری آپ کو بریف کر دے گی آپ اس سے مل لیں۔''

''اوکے سر اینڈ تھینک یو ویری مچ۔'' وہ ممنونیت کے اظہار کے طور پر بولی تھی اور ساتھ ہی جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''ابھی بیٹھئے کافی آرہی ہے، وہ پیے بغیر تو آپ نہیں جا سکتیں۔'' یاسر علوی نے سادہ سے انداز میں کہا تھا اور حریم دوبارہ سے بیٹھ گئی تھی۔

''اور کیا ہابیز ہیں آپ کی۔'' وہ اب چہرے سے سنجیدگی کا لبادہ اتار کر ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھنے لگا تھا۔

''بس سر کچھ خاص نہیں، مجھے صرف مطالعہ کرنا پسند ہے۔''

''ویری گڈ، کچھ خاص کیوں نہیں یہ بھی خاص ہے، اس کا مطلب ہے آپ کے پاس کافی نالج ہوگا۔''

''جی سر بکس پڑھنے کا یہ فائدہ تو ہوتا ہی ہے۔'' اس کا ازلی اعتماد آہستہ آہستہ لوٹنے لگا تھا۔

''آپ میں مجھے مشائم کا عکس نظر آیا ہے، آپ میرے لئے اس جیسی ہیں۔'' یاسر نے کہا تھا اور اس لمحے حریم کا دل چاہا تھا کہ اس خوبصورت اور وجیہہ مرد کا بے بہا شکریہ ادا کرے جس نے اسے بہن کا درجہ دے کر اپنی ہی نظروں میں معتبر کر دیا تھا۔

''لیجئے کافی آ گئی ہے۔'' پیون ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا تھا۔

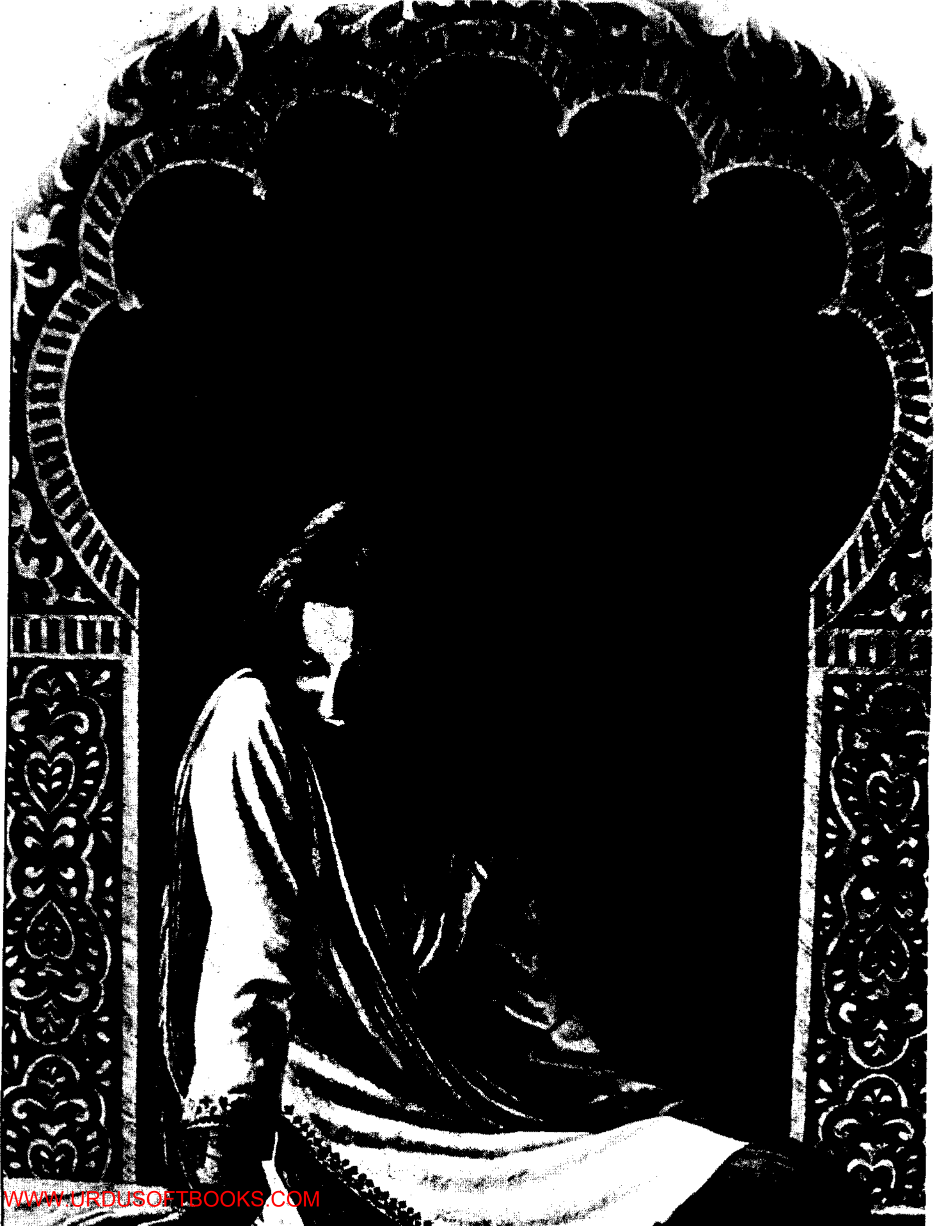
اور پھر مریم نے بہت اطمینان سے گھونٹ گھونٹ کافی اپنے اندر اتاری تھی اسے اب اس جگہ سے بہت ہی تحفظ اور اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا، رشتے واقعی جذبوں کا مان بڑھا دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ ماہ)

☆☆☆

سورج نے گرہن چھوڑ دیا

شبانہ شوکت



''اللہ تیرا شکر ہے۔'' فارین آہستگی سے بیڈ پر سے اٹھی تھی، شاہین کو سلانا کوئی آسان کام تو نہیں تھا، وہ کچن میں چلی آئی، زینت کاؤنٹر صاف کر رہی تھی۔

''کچھ چاہیے باجی!''

''نہیں بس، میں دودھ لینے کے لئے آئی ہوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی فریج تک آئی، ساس پین میں دودھ ڈال کر گرم کیا اور دو گلاسوں میں ڈال کر بیڈ روم میں لے آئی، سامنے دیکھ کر وہ اندر آتی ٹھٹک گئی، میکال بیڈ پر نیم دراز تھا۔

''السلام علیکم! کب آئے آپ؟'' ٹرے سائیڈ پر رکھ دی تھی، وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

''وعلیکم السلام! ابھی ابھی آیا ہوں۔''

''کھانا لاؤں؟''

''نہیں صرف چائے۔'' وہ اثبات میں سر ہلا کر پھر سے کچن میں آ گئی دو کپ چائے تیار کی حالانکہ اس کا خود کا بالکل بھی دل نہیں تھا، چائے پینے کا، کمرے میں آئی تو وہ واش روم سے باہر آ رہا تھا، چائے پی کر اس نے کلی کی اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

''چلو چھٹی ہوئی، دل نہ چاہنے کے باوجود چائے اس لئے پی لی کہ محترم سے گپ شپ کروں گی اور وہ ہے کہ سو گئے اور یہاں اب دو گھنٹے تک نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' وہ جھلا کر ٹیرس پر چلی آئی، وہاں بھی بمشکل بیس منٹس بیٹھی اور اندر آ کر ایک ناول لے کر پڑھنے لگی، کافی ٹائم گزر گیا اس نے اپنا دودھ کا گلاس پیا اور کلی کر کے لیٹ گئی، آتے آتے نیند بھی آ ہی گئی تھی۔

☆☆☆

صبح وہ شاہین کو گود میں لئے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا تھا اور ٹی وی پر کارٹون لگائے، بڑے

مکمل ناول



انہماک سے دیکھ رہا تھا، فارین کو ہنسی آ گئی۔
''تو کارٹون دیکھے جا رہے ہیں؟''
''لیس ماما میں اور پاپا دیکھ رہے ہیں۔''
شامین نے فخر سے بتایا۔
''صحیح ہے بیٹا، ضرور دیکھو۔'' وہ بھی پاس بیٹھ گئی۔
''پتا ہے میکال، میری پھپھو آنے والی ہیں امریکہ سے، بہت سالوں بعد آ رہی ہیں، وہ جیسے ہی آئیں گی ہم لوگ فوراً ان سے ملنے چلیں گے۔'' اس نے صرف گردن ہلائی تھی، فارین نے مایوسی سے اسے دیکھا تھا۔
''اپنی طرف سے کتنی ہی چونکا دینے والی خبر کیوں نہ سنا دوں، یہاں تاثرات یہی رہیں گے۔'' وہ اسے دیکھتی رہی، اسے دیکھنا بھی تو کتنا خوشگوار عمل تھا، گرے شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس انتہائی خوبصورت مرد جسے ایک دفعہ دیکھ لینے کے بعد نگاہ کو پلٹانا بھی جیسے کسی کے بس میں نہیں رہتا تھا، اتنا گورا، گلابی، جیسے فارنر، سنہرے بال، نیلی آنکھیں، تیکھی قدرے اوپر کو اٹھی ہوئی ناک، تھوڑی میں خم، چھ فٹ قد اور انتہائی سمارٹ جسم، وہ اتنا حسین مرد اس کا شوہر تھا اس کا اپنا تھا، یہ احساس ہی کتنا خوبصورت تھا، وہ اسے دیکھنے میں منہمک تھی کہ میکال کی نظر اس پر پڑی، اس نے پہلے بھنویں سکیڑیں پھر اچکائیں، نظروں میں حیرت بھی تھی، وہ ہلکا سا کھنکارا، وہ بڑبڑائی پھر سیدھی ہوتے ہوئے ڈھٹائی سے ہنس پڑی تھی، میکال کے لبوں پر ایک لحظے کے لئے مسکراہٹ جھلکی تھی، دوسرے ہی پل وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔
''میں سوچ رہی تھی کہ اب شامین کا ایڈمشن کروا دینا چاہیے، تین سال کی ہونے والی ہے۔''
''ہوں تو کس اسکول میں۔'' میکال نے گود میں موجود شامین کو چوما تھا۔
''یہ تو دیکھنا پڑے گا، آپ ساتھ چلتے تو آسانی رہتی۔''
''دیکھو اب کس دن فرصت ملتی ہے تو، بلکہ اگر کل ہی کوئی کام نہ ہوا تو کل ہی چل کر دیکھ لیتے ہیں۔''
''پکی بات ہے نا آپ کی کوئی اور مصروفیت تو نہیں نکل آئے گی۔''
''May be۔'' گول مول جواب، وہ جل کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

فارین کے پاپا ہاشم رحیم ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بہت اچھے عہدے پر فائز تھے، ان کے چار بیٹے تھے، ماہین، معظم، فارین اور معتصم، ہاشم کی دو بہنیں تھیں، شمسہ آپا اور رمشہ، شمسہ آپا تو ان کے برابر والے گھر میں رہتی تھیں، ان کے تین بیٹے تھے، اور ایک بیٹی، بڑا بیٹا مکرم تقریباً سولہ سال پہلے ان کی چھوٹی بہن رمشہ کے پاس امریکہ گیا تھا مزید تعلیم کے لئے اور اب سرجن ڈاکٹر بن چکا تھا، رمشہ کی بیٹی مائلہ سے شادی کے بعد دو بیٹوں کا باپ بھی بن چکا تھا، اس سے چھوٹا میثم، معظم کا ہم عمر تھا اور وہ انجینئر بن رہا تھا، اس سے چھوٹا ہشام انڈس ویلی سے گریجویشن کر رہا تھا، ہشام اور میثم کے درمیان میں ان کی اکلوتی بہن زبینا تھی جو معظم کی منگیتر تھی اور فارین سے ایک سال بڑی تھی مگر دونوں ایک ہی کلاس میں تھیں، دونوں ایم اے پریویس میں تھیں، معظم ان سے سینئر تھا، وہ دونوں اسی کے ساتھ یونیورسٹی آتی جاتی تھیں، راستے بھر معظم اور زبینا کی نوک جھونک چلتی رہتی، وہ برابر کے جواب دیتی تھی، وہ دہائی دیتا۔
''ایسی کٹکھنی بلی میرے متھے ماری ہے، ہر وقت پنجے تیز کیے رکھتی ہے۔''
اور زنیبا پیچھے سے باقاعدہ اپنے لمبے ناخن

اس کی گردن میں چبھو دیتی۔
''صرف تیز نہیں، بہت تیز اور بروقت استعمال کئے جانے والے پنجے۔''
''سی۔'' وہ گردن مسلتا۔
''میں پھپھو سے کہہ کر تمہارے یہ خونی ناخن کٹوا کر چھوڑوں گا، تم دیکھنا۔''
''ہونہہ بزدل انسان، پھپھو سے کہہ کر، خود تو کچھ کر نہیں سکتے تو میری مما کا سہارا لو گے۔''
''یہ تو وقت آنے پر ہی تمہیں پتا چلے گا کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں۔'' فارین کی موجودگی میں اس کی دھمکی ڈھکے چھپے لفظوں میں ہوتی تھی مگر اس کی آنکھوں کے تاثرات زنبیا کو ٹھیک ٹھاک کنفیوژ کر چکے تھے، فارین کو اپنے تاثرات چھپانے کے لئے کبھی بیگ میں بلاوجہ جھانکنے یا کھڑکی سے باہر دیکھنے کی ضرورت پڑتی تھی، پھر فارین کو فلو اور بخار نے جکڑ لیا تو زنبیا سیڑھیوں سے گر کر بستر نشین ہو گئی، دونوں ہفتہ بھر کے بعد جب یونیورسٹی آئیں تو نئے پروفیسر سر میکال محمد کے چرچے سن سن کر حیران رہ گئیں۔
''یار تم دیکھنا تو سہی، کتنے ہینڈسم ہیں سر میکال، Absolute beauty, Foriegnes look, Smashing and carismatic personality we never seen before this kind of beauty۔''
''یا اللہ!'' انہیں لگا وہ پاگل ہی ہو جائے گی، انہیں دیکھنے کا اشتیاق تو خود بخود پیدا ہو گیا تھا، تاوقتیکہ وہ کلاس میں آ گئے اور ان دونوں کو لگا کہ اب تک سنی گئیں ساری ہی تعریفیں اس کی خوبصورتی کو بیان کرنے کا حق ادا نہیں کر پائیں، فارین تو لگتا تھا سانس لینا بھی بھول چکی تھی، وہ اپنا لیکچر شروع کر چکا تھا اور فارین یقین سے کہہ سکتی تھی، کہ کلاس میں موجود کسی بھی لڑکی کو اٹھا کر لیکچر کے متعلق کوئی سوال پوچھا جاتا تو وہ ایک لفظ بھی جواب میں نہیں بتا سکتی تھی، سب یونہی سحر زدہ تھیں۔
''توبہ اب ایسا مرد بھی نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کی کلاس ختم ہوتے ہی زنبیا نے جھرجھری لی تھی، واپسی میں گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ شروع ہو گئی۔
''ہائے گاڈ موی، میں نے پہلے سر میکال کو دیکھ لیا ہوتا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ تم جیسے بے سرے سے منگنی کروا لیتی۔''
''چلو تو تم نے بھی دیکھ لیا انہیں، ساری یونیورسٹی کی لڑکیوں کو پاگل کر کے رکھ دیا ہے، سر میکال نے۔'' اس کے کمنٹس کو تو معظم نے کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی۔
''انہوں نے پاگل کیا ہے یا لڑکیاں خود ہی ہو گئی ہیں؟''
''یہ تو لڑکیاں ہی بتا سکتی ہیں۔'' وہ معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔
''ہونہہ۔'' زنبیا نے سر جھٹکا۔
''میرے حواسوں پر تو ایک بھوت سوار ہے، وہی کافی ہے، البتہ۔'' اس نے کنکھیوں سے فارین کو دیکھا اور دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی، فارین نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔
''ہاں کیا البتہ؟''
''وہ تم نے کوئی کمنٹ نہیں کیا ان پر۔'' اس نے گھبرانے کی ایکٹنگ کی۔
''اچھے ہیں۔'' مختصر جواب دے کر زنبیا کو چپ ہو جانے کا اشارہ کیا تھا، وہ ہنس پڑی تھی۔

☆☆☆

فارین کو اپنی کیفیت سمجھ نہیں آ رہی تھی، وہ تو

اس کے حواسوں پر سوار ہوتا چلا جا رہا تھا، جب تک وہ کلاس میں ہوتا، فارین کو اس کے علاوہ اور کچھ بھی دکھائی دینا بند ہو جاتا، گھر آ کر بھی وہ اسی کے متعلق سوچتی رہتی، ہر کسی نے اسے ٹوکا تھا کہ وہ کیوں اتنی گم صم ہو گئی ہے، زنبیا نے تو اپنی منہ پھٹ طبیعت کے باعث برملا اس سے کہا کہ وہ سر میکال کی محبت میں مبتلا ہو گئی ہے، وہ اسے جھٹلا بھی نہ پائی، جس جذبے کو وہ خود ابھی پوری طرح نہیں سمجھ پا رہی تھی، اسے اس کی کیا وضاحت دیتی، دن بہ دن وہ اس کی اسیر ہو رہی تھی، اس دن وہ دونوں اپنی دیگر فرینڈز کے ساتھ کاریڈور سے گزر رہی تھیں کہ میکال آتا دکھائی دیا، سب اس سے سلام میں پہل کی کوشش میں لگ گئیں، فارین گم صم، بنا کچھ بولے وہ مسمرائزڈ کھڑی تھی، میکال ایک اچٹتی نظر اس پر ڈال کر آگے بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

اس دن یونیورسٹی میں فنکشن تھا، فارین پیچ کلر کی ملٹی کلر کڑھائی والی کرتی اور آف وہائٹ سگریٹ پینٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی اور بہ نسبت پچھلے دنوں کے خاصی چہک رہی تھی، وہ سب ہال میں آ بیٹھے تھے کہ اسٹیج پر میکال نمودار ہوا، وہ کمپیرنگ کر رہا تھا۔

''ہت تیرے کی یار۔'' زنبیا ماتھے پر ہاتھ مار کر رہ گئی تھی، اسے پتا تھا کہ فارین جو اتنی دیر سے فارمل بی ہیو کر رہی ہے، اب پھر اپنے حواسوں میں نہیں رہے گی اور وہی ہوا تھا وہ ایک بار پھر اسے دیکھتے ہوئے ٹرانس میں چلی گئی تھی، اسے خود پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہوئے پلکیں کیسے جھپکتی ہے، سانس کیسے لیتی ہے، اگر یہ اس کے اختیار کی چیزیں ہوتیں تو وہ نجانے کب کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ، سانس لینا بھول کر مر چکی ہوتی، فنکشن ختم ہوتے ہی وہ اسٹیج کے پیچھے چلا گیا تو فارین کے حواس بھی لوٹ آئے تھے، وہ زنبیا سے بہانہ بنا کر ہال سے باہر آ گئی تھی، زنبیا ویسے بھی اپنے گروپ کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی، اس نے بیک اسٹیج جا کر معلوم کیا، سر میکال جا چکے تھے، ایک دوسرے اسٹوڈنٹ نے بتایا کہ وہ پارکنگ کی طرف گئے ہیں، وہ تیزی سے تقریباً دوڑتی ہوئی وہاں آئی تھی۔

''ایکسکیوزمی سر!'' اس نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ اسے آواز دے کر روکا تھا، وہ جو اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا، پلٹ کر اسے دیکھا تو حیران رہ گیا۔

''جی آپ؟'' اس نے اپنی طلسمی آنکھیں فارین پر جمائیں تو وہ وہیں منجمند ہو گئی، کیا کہنے یہاں تک آئی سب بھول گیا، اسے خاموش پا کر میکال نے کلائی گھما کر رسٹ واچ میں ٹائم دیکھا، اس کی نظروں کا زاویہ بدلتے ہی فارین کو ہوش آ گیا۔

''سر وہ میں آپ کی کمپیرنگ کی تعریف کرنا چاہ رہی تھی۔'' بمشکل وہ جملہ مکمل کر پائی تھی کیونکہ وہ ایک بار پھر اسے دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

''تھینکس۔'' اس نے خفیف سا سر ہلایا اور بات ختم سمجھ کر گاڑی میں بیٹھنے کے ارادے سے دروازہ پورا کھولا کہ وہ اس کا ارادہ بھانپ کر پھر سے مخاطب کر گئی۔

''وہ سر......؟'' میکال نے بایاں ابرو تان کر اسے دیکھا۔

''کچھ اور بھی کہنا ہے آپ نے؟'' فارین نے اثبات میں سر ہلایا، وہ گہری سانس لیتا سیدھا ہو گیا۔

''جی کہیے؟'' وہ مسلسل گھبراہٹ کا شکار ہونے کے باوجود یہ جانتی تھی کہ وہ اس طرح کھڑا کتنی کوفت کا شکار ہو رہا ہوگا، اس لئے اس بار اس نے اپنی نظر گاڑی کے اوپر موجود میکال کے ہاتھ پر جما کر اپنی بات کہی تھی۔

''میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

اور جیسے ہر سو سناٹا چھا گیا تھا، کتنی ہی دیر یونہی گزر گئی تو اس نے ڈرتے ڈرتے نگاہیں اٹھائیں، وہ کار کی چھپ پر کہنی ٹکائے بڑے پرسکون انداز میں اسے ہی دیکھ رہا تھا، نہ حیرت نہ پریشانی، نہ اس کے اچانک پروپوزل پر کسی قسم کا ردعمل، یوں جیسے فارین نے کہا ہو۔

''میں آئس کریم کھانا چاہتی ہوں۔''

نگاہیں چار ہوتے ہی اس نے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''یہاں اندر بیٹھیں دو منٹس کے لئے، مجھے بھی آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' خود اندر بیٹھ کر اس نے فرنٹ سائیڈ والا ڈور کھولا فارین اندر بیٹھ گئی، دروازہ اس نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا، اس کے اتنے قریب بیٹھ کر تو فارین کو اپنے حواس معطل ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، اس کے ملبوس سے اٹھتی بھینی بھینی مہک اس کے اعصاب پر چھا رہی تھی، وہ اپنی پوری شعوری کوشش سے خود کو اس کی طرف دیکھنے سے روک رہی تھی۔

''اچھا ہوا آپ نے یہ بات کہہ دی تو مجھے بھی موقع ملا ہے کہ میں بتا سکوں کہ میرے لئے کم از کم یہ کوئی چونکا دینے والی بات نہیں ہے، کیونکہ آپ کی جو کنڈیشن کلاس روم میں ہوتی ہے وہ مجھ سمیت ساری کلاس کے علم میں ہے اور ابھی میں یہی توقع کر رہا تھا کہ آپ ایسا ہی کچھ کہنے والی ہیں، دنیا میں کئی لوگ ہیں جن کی شکل و صورت دوسروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ اچھی ہوتی ہے تو کیا انہیں دیکھ کر آپ جیسی لڑکیوں کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے، نہیں نا؟ تو ابھی وقت ہے آپ خود کو کنٹرول کریں اور اپنا تماشا نہ لگوائیں اور رہی شادی کی بات تو آئی ایم سوسوری، میرا فی الحال شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، آپ بھی اپنی اسٹڈیز پر consider کریں اور اپنے اندر maturity پیدا کریں۔'' اس کا لہجہ تو نہیں مگر الفاظ بہت سخت تھے۔

''Insulting Embaracing''۔

اس نے یک قلم جنبش سے اس کی محبت، اس کے پروپوزل کو ٹھکرا دیا تھا، مارے صدمے کے وہ لب بستہ بیٹھی رہ گئی تھی، کچھ دیر بعد بدقت بولی تھی۔

''فی الحال نہ سہی مگر کبھی تو آپ شادی کریں گے نا، تو جب بھی آپ شادی کے لئے سوچیں تو مجھے یاد رکھئے گا، میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

''نہیں، میں آپ کو کوئی امید نہیں دلانا چاہتا اور شاید میں یہاں سے ریزائن کر دوں کیونکہ مجھے ایک اور بہت اچھی جاب کی آفر ہوئی ہے۔'' اس نے دوٹوک بات کی تھی۔

''نہیں سر! پلیز نہیں، میں آپ کے بغیر......''

''کچھ نہیں ہوگا میرے بغیر، یہ وقتی، جذبات ہیں، جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو آپ بھی سب بھول کر نارمل ہو جائیں گی، اب مجھے اجازت دیں، میں آل ریڈی لیٹ ہو چکا ہوں۔''

فارین اپنی لرزتی ٹانگوں پر قابو پاتی گاڑی سے باہر آ گئی، اس کے باہر نکلتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور زن سے گاڑی لے اڑا، وہ وہیں کھڑی رہ گئی تھی، شرمندگی، احساس ذلت، اپنی بات کی بے توقیری، اپنی ذات کی نفی، ان

سب احساسات نے اس کے اندر وہ تلاطم پیدا کیا تھا کہ وہ زمین پھٹے اور اس میں سما جائے والی کیفیت میں مبتلا تھی، مارے بے بسی کے بے آواز آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

''فاری تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' زنبیا کی میران پریشان آواز اس کے بالکل قریب سے آئی تھی، اس نے جلدی سے آنسو پونچھے، زنبیا کو کچھ محسوس ہوا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

''کچھ نہیں، آؤ چلیں۔''

''تم یہاں کیوں آئی تھیں؟''

''کچھ نہیں ایسے ہی، کہا ہے نا بس ایسے ہی۔'' زنبیا کی بے یقین نظروں سے چڑ کر وہ چیخ پڑی تھی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' زنبیا نے جھڑک کر کہا۔

''زنبیا پلیز، چلو یہاں سے۔'' وہ تیزی سے چلی تو زنبیا بھی ساتھ چلنے لگی تھی۔

☆☆☆

گھر آ کر وہ تھکاوٹ کا بہانہ کر کے لیٹ گئی، اور ساری رات روتی رہی، صبح اذانوں کے ساتھ اس کی آنکھ لگی تھی اور دن کے دو بجے وہ اٹھ پائی تھی۔

''فاری بیٹا اتنی نیند، خوب تھکاوٹ اتاری تم نے تو۔'' ممی اس کے کمرے میں آئیں تو وہ نہا کر بال برش کر رہی تھی۔

''تمہاری آنکھیں کتنی سوجی ہوئی ہیں؟''

''یونہی ممی، بس ایسے ہی، اچھا سا ناشتہ بنا دیں۔'' وہ ان کے ساتھ ہی باہر آئی تھی، تھوڑا سا ناشتہ کر کے ہی جسم ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔

''لگتا ہے بخار ہو رہا ہے۔'' ممی نے آگے بڑھ کر چیک کیا، وہ بہت گرم ہو رہی تھی، انہوں نے اسے ٹیبلٹ دی، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق اس کا بخار تو بڑھتا ہی چلا گیا، معظم اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، لیکن اس کی طبیعت بدستور بہت خراب تھی، اس بار ڈاکٹر نے بلڈ کے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیئے تھے، وہی کروانے کے لئے ممی اسے ساتھ لے کر لیبارٹری آئیں، جہاں بلڈ سمپل دے کر وہ باہر آئیں تو فارین ٹھٹک گئی، ساتھ والے ہاسپٹل سے میکال باہر آیا تھا، وہ بھی اسے دیکھ کر رک گیا تھا۔

''السلام علیکم سر!'' فارین نے سلام کیا تو آواز پر نقاہت غالب تھی۔

''وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟''

''ٹھیک ہوں سر، یہ میری ممی ہیں اور یہ میرے سر ہیں پروفیسر میکال محمد۔'' اس نے دونوں کا باہمی تعارف کروایا، انہوں نے آپس میں تہنیتی کلمات کا تبادلہ کیا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' میکال نے فارین کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا، اس نے بغیر کوئی جواب دیئے سر ہلا دیا، ممی نے بتایا کہ اسے کئی دن سے مسلسل بخار ہو رہا ہے، آج ٹیسٹ کروانے کے لئے وہ اسے یہاں لائی ہیں۔

وہ کچھ دیر خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا، فارین نے اس کی نظریں محسوس تو کیں مگر خود اسے نہیں دیکھا، پھر وہ خود ہی احساس کر کے کہ وہ اس کی وجہ سے کھڑی ہیں، ان سے رخصتی کلمات کہتا رخصت ہوا تھا، وہ بھی اپنی گاڑی میں آ بیٹھیں۔

''بہت ینگ پروفیسر ہے؟''

''جی نئے آئے ہیں۔''

''بہت خوبصورت بچہ ہے مگر بڑا دیکھا دیکھا سا لگ رہا تھا۔'' ممی نے سوچتی نظروں سے

فارین کو دیکھا۔

''ایسے ہی آپ کو لگ رہا ہوگا ورنہ آپ نے انہیں کہاں دیکھا ہوگا؟'' وہ پھیکا سا یوں مسکرائی جیسے ممی نے کوئی بچکانہ بات کہہ دی ہو، مگر وہ ہنوز الجھی ہوئیں ذہن پر زور ڈال رہی تھیں۔

☆☆☆

دوسرے دن وہ بخار میں نڈھال کمبل اوڑھے لیٹی ہوئی تھی جب زنیبا گولی کی سی رفتار سے اندر آئی تھی۔

''فاری یار زبردست نیوز، واٹ آ گریٹ سرپرائز۔'' وہ بازو پھیلا کر پوری گھوم گئی، فارین نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''کیا کہہ رہی ہو؟''

''اففف، گیس کرو، کون آیا ہے؟'' اس نے آنکھیں میچیں، فارین نے بیزاری سے کروٹ لی۔

''مجھے نہیں کرنا گیس۔''

''سر میکال آئے ہیں تمہاری خیریت دریافت کرنے۔'' فارین کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، وہ پلٹ کر بے یقینی سے زنیبا کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''سچ بالکل سچ، تم اٹھو تو سہی۔'' وہ بمشکل اٹھی، دوپٹہ پھیلایا اور زنیبا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی، جہاں وہ واقعی بیٹھا معظم سے محو گفتگو تھا، فان کلر کی شرٹ، چاکلیٹ براؤن پینٹ میں اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ، ان کے ڈرائنگ روم کی سب سے خوبصورت ہستی وہ سلام کرتی قریبی صوفے پر بیٹھ گئی، اس نے فارین سے اس کی طبیعت پوچھی، اس اثناء میں زنیبا چائے کا کہنے باہر چلی گئی اور معظم کے سیل پر کسی کی کال آئی تو وہ بھی اٹھ کر باہر چلا گیا۔

''مس فارین! کیا یہ بیماری میری اس دن کی باتوں کا نتیجہ ہے؟'' وہ اس کی طرف جھک کر بہت دھیمے لہجے میں پوچھ رہا تھا اور فارین کو تو کرنٹ لگا تھا۔

''نہیں سر۔''

''میں ایکچوئیلی کچھ گلٹی فیل کر رہا ہوں، کیونکہ اس دن کے بعد آپ یونیورسٹی میں نظر بھی تو نہیں آئیں۔'' فارین کا دل بے اختیار دھڑکا، انہوں نے میری غیر حاضری کو فیل کیا ہے۔

''دیکھیں میں نے جو کچھ کہا تھا آپ کی بہتری کے لئے کہا تھا لیکن اگر آپ......'' وہ کچھ دیر خاموش رہا۔

''میں آپ سے شادی کے لئے تیار ہوں۔'' اس نے جیسے بم دے مارا تھا، فارین کے اندر باہر دھماکہ تو ایسا ہی ہوا تھا، اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا، وہ بہت سنجیدگی سے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

''مجھے اکیلے رہنے کی عادت ہو گئی ہے، مجھے ڈسٹربنس اچھی نہیں لگتی، نہ میں اپنے پرسنلز کسی سے شیئر کر سکتا ہوں، بس یہی وجوہات ہیں جو میں شادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا لیکن اب اپنی وجہ سے آپ کو یوں اذیت میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔''

اتنے میں معظم اپنی کال ختم کر کے وہاں آ گیا تو میکال اس کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر چائے پی کر وہ چلا گیا لیکن فارین کے لئے زندگی کا پیام چھوڑ گیا تھا، وہ خوش کن سوچوں میں گم ایک بار بھی یہ سوچنے یا غور کرنے کی زحمت نہیں کر سکی تھی کہ اسے پرپوز کرتے وقت بھی میکال کے چہرے پر مسکراہٹ کی رمق تک نہیں تھی۔

☆☆☆

وہ اتنی تیزی سے ٹھیک ہونے لگی کہ ممی دن رات اس ڈاکٹر کو دعائیں دیتیں جس نے اس

کے بلڈ ٹیسٹ کروا کر بیماری تشخیص کر لی اور اس کا صحیح علاج کیا، زنبیا نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

''جی بالکل آپ کو پتا ہے ڈاکٹر کا نام کیا ہے۔'' وہ سسپنس بھرا وقفہ دینے کے لئے رکی، فارین کی خونخوار نظروں سے سہم کر پیچھے ہوئی۔

''وہ میں بھی مامی ڈاکٹر کا نام بھول گئی ہیں۔'' اس کے منمنانے پر فارین نے ہنسی چھپانے کو منہ پھیر لیا تھا، کچھ ہی دن بعد وہ ان کے گھر موجود تھا، مسز عابدہ انصاری (فارین اور زنبیا کی انگلش کی لیکچرر) اور ان کے شوہر نہال انصاری اس بار اس کے ساتھ تھے، وہ لوگ باقاعدہ میکال کا رشتہ لے کر آئے تھے، میکال ان کا بھانجا تھا، اس کے والدین کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو جانے کے بعد انہوں نے ہی اسے پالا تھا اور وہی اس کے گارجین تھے، انہوں نے بتایا کہ وہ اسی سال لاہور سے کراچی شفٹ ہوئے ہیں۔

''آپ ہمارے متعلق لاہور سے مکمل پتا کروالیں، انشاء اللہ اچھی رپورٹ ہی ملے گی۔'' نہال انصاری نے بہت اعتماد سے کہا تھا، پھر بھی ہاشم صاحب نے تمام ضروری معلومات تو کروائی ہی تھیں، جن کے مطابق تو سب ٹھیک تھا، میکال کی پرسنالٹی اس کا پلس پوائنٹ تھی اور جب شائستہ نے فارین سے پوچھا تو اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں نے ہی انہیں جواب دے دیا تھا، زنبیا نے تو اسے چھیڑ چھیڑ کر اس کا ناک میں دم کر دیا تھا، ہاشم نے اس کی نامکمل پڑھائی کے لئے اپنی تشویش ظاہر کی تھی، جو کہ مکمل کروانے کا خود میکال نے وعدہ کیا تھا اور اپنا وعدہ نبھایا بھی تھا۔

☆☆☆

جب فارین کا ایم اے مکمل ہوا تو شاہین کی خوشخبری بھی سننے کو مل گئی تھی، میکال نے یونیورسٹی سے ریزائن کر کے اپنا بزنس اسٹارٹ کر لیا تھا، اس سے یہ ہوا کہ اس کی مصروفیت بہت بڑھ گئی تھی، نہال انصاری اور عابدہ انصاری واپس لاہور شفٹ ہو گئے تھے، بقول ان کے ان کا کراچی میں دل نہیں لگا تھا، فارین بہت خوش تھی، ہر طرح سے، اس نے میکال سے محبت کی اور اسے پا لیا، ان دونوں کی ایک بہت پیاری بیٹی تھی شاہین، جس سے بلاشبہ میکال بہت محبت کرتا تھا، فارین کی جان تو تھی ہی، فارین کو اور کیا چاہیے تھا، وہ بہت خوش تھی، بہت خوش۔

☆☆☆

''پھپھو آ گئی ہیں پاپا کے ہاں، میں تو آپ کے انتظار میں رکی ہوئی ہوں کہ آپ آئیں تو ہم ملنے چلیں۔''

میکال جیسے ہی آیا، فارین نے پرجوش ہو کر اسے بتایا تھا۔

''تو تم چلی جاتیں، میرا جانا کوئی ضروری تو نہیں۔'' وہ بیزاری سے ٹائی کھینچتا ہوا بولا تھا، فارین کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''اچھا تو نہیں لگتا نا۔''

''پلیز۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

''تم چلی جاؤ اگر تمہیں جانا ہے تو۔'' وہ تیزی سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

''ماما، پاپا آ گئے نا، اب نانو گھر چلیں نا۔'' شاہین نے اس کا بازو ہلایا۔

''نہیں پاپا نہیں جا رہے، میں اور آپ چلتے ہیں۔''

''نہیں، پاپا بھی چلیں گے، ہاہا، پاپا۔'' وہ ڈریسنگ روم کے دروازے کو ہاتھ مارنے لگی۔

''جسٹ کمنگ ڈارلنگ۔'' بیٹی کو جواب دے کر وہ فوراً ہی باہر آ گیا، شاہین کو اٹھا کر چومتا

ہوا بیڈ کی جانب بڑھا۔
"نہیں نہیں۔" اس کا ارادہ جان کر وہ مچلی۔
"نانو گھر چلیں۔"
"ڈارلنگ، پاپا بہت تھک گئے ہیں نا۔"
"نہیں نہیں۔" وہ سر نفی میں ہلا کر منہ سے بھی احتجاج کر رہی تھی، میکال نے فارین کو دیکھا جو بھیگی پلکوں اور اترے ہوئے چہرے کے ساتھ کنگن پہن رہی تھی، اس نے گہری سانس لی۔
"اوکے چلو، چلتے ہیں۔" فارین نے فوراً مڑ کر اس کی طرف دیکھا، خوشی نے، اس کے سارے وجود کو جھلملا دیا تھا، وہ بے بسی سے مسکرایا۔
"I can,t deny her۔" وہ کھلکھلائی۔
"چلیں کوئی تو ہے جو آپ سے اپنی منوا سکتا ہے۔" میکال نے گہری نگاہ سے اسے دیکھا، کچھ جتاتی ہوئی نگاہ وہ ہنستی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

جب وہ پاپا کے ہاں پہنچے تو وہاں چہل پہل ہی اور تھی، لاؤنج میں پھپھو اور ان کی فیملی، بڑی پھپھو کی فیملی اور ہاشم کی ساری فیملی موجود تھی، فارین تو پھپھو سے لپٹ گئی تھی، ہاشم نے مسکرا کر میکال کو آگے کیا۔
"یہ میرا چھوٹا داماد میکال، جس سے آج آپ کی پہلی ملاقات ہے۔" رمشہ نے مسکراتے ہوئے میکال کی طرف دیکھا اور چونک گئیں۔
"یہ تو میرا میکال ہے، یہ تو میرا بیٹا ہے، میرا میکال، یہ تمہیں کہاں سے ملا ہاشم، تم نے اسے ڈھونڈ بھی لیا اور مجھے بتایا تک نہیں کہ یہ یہاں تمہارے پاس تھا اور میں......" ان کی آواز کانپ گئی، وہ حیران پریشان میکال کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر بے تحاشا چومنے لگیں، ہاشم تو کیا سب ہکا بکا رہ گئے تھے، دانیال انہیں منع کرنے کے لئے آگے بڑھے۔
"رمشہ!"
"یہ دیکھو ڈینی، یہ ہمارا میکال، ہمارا بیٹا، بالکل ویسا، جیسا بچپن میں تھا، بالکل آپ کے جیسا، یہ دیکھیں۔" اب وہ خود بھی کانپ رہی تھیں، آنسو برابر آنکھوں سے گر رہے تھے، انہوں نے میکال کا چہرہ ان کی طرف موڑا۔
"پلیز رمشہ تم اس نوجوان کو بھی پریشان کر رہی ہو۔" وہ تحمل سے انہیں سمجھانے کی کوشش کرنے لگے ساتھ ہی میکال سے بھی معذرت کی۔
"بیٹا یہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں ہیں۔" اور میکال کیا جواب دیتا وہ تو خود حواس باختہ ہو گیا تھا۔
"آپ کے پیرنٹس......؟"
"اس کے پیرنٹس کی تو ڈیتھ ہو چکی ہے۔" ہاشم نے ہی جواب دیا تھا۔
"اوہ۔" دانیال کی آواز شکست خوردہ تھی، انہیں بھی شاید امید بندھ گئی تھی، رمشہ نے ان کی بے یقین نظروں کو دیکھا۔
"آپ نے تو دیکھا ہے میکال کی گردن پر مائلہ کی طرح سرخ پتی کا نشان تھا، میں وہ نشان دیکھ لیتی ہوں۔" انہوں نے اس کی ٹی شرٹ کھینچ کر تھوڑی سی نیچے کی تو اس کی گردن پر واضح نشان موجود تھا، وہ ہیجان انگیزی سے چیخ پڑیں۔
"یہ دیکھو، یہ نشان، یہ ہمارا میکال ہے ڈینی، یہ ہمارا بیٹا ہے، تم بتاؤ، تمہارے پیرنٹس کے کیا نام تھے تمہیں ان کے نام تو یاد ہوں گے نا۔" اب وہ ڈائریکٹ اس سے مخاطب ہوئی تھیں، اس

کی نظریں مسلسل رمشہ پر جمی ہوئی تھیں، بہت دھیمے سے اس نے کہا۔

''رمشہ دانیال۔''

''دیکھا اسے یاد ہے، تمہیں یاد ہے تمہارے ماما پاپا کیسے تھے؟'' وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بہت آس سے پوچھ رہی تھیں، میکال کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے اور اس کے گریبان میں جذب ہو گئے۔

''بالکل آپ دونوں جیسے۔'' سرگوشی نما آواز میں کہتے ہی وہ اس بار خود ان سے لپٹ گیا تھا، رمشہ اونچی آواز میں رونے لگی تھیں، سارے ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا تھا، کوئی بھی بولنے کے قابل نہیں رہا تھا، پھر دانیال ہی آگے بڑھے تھے اور اس سکوت کو توڑا تھا۔

''رمشہ پلیز کام ڈاؤن اور مجھے بھی تو ملنے دو میرے بیٹے سے۔'' انہوں نے رمشہ اور میکال دونوں کی پشت تھپتھپائی تھی، میکال خود آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گیا تھا، مکرم نے روتی ہوئی مائلہ کو آگے کیا۔

''تم بھی مل لو اپنے بھائی سے۔'' وہ پیچھے سے آ کر میکال کی پشت سے ہی لپٹ گئی تھی، دانیال نے مسکرا کر اسے آگے کیا، بہت لمبا جذباتی سین تھا جس نے سب کو رلا دیا تھا، سب نے فرداً فرداً انہیں مبارکباد دی تھی، رمشہ ایک پل کے لئے میکال کو خود سے الگ کرنے پر تیار نہیں تھیں۔

''میرا بچہ، میری جان، یہاں چار سال سے تم میرے اپنوں میں تھے اور میں وہاں تمہاری یادوں میں گم، تمہارا دکھ سینے میں لئے بیٹھی رہی، مجھے بھنک بھی پڑ جاتی تو میں کب کی آ گئی ہوتی۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چوما تھا۔

''بجائے شکر ادا کرنے کے اس میں بھی تاسف کا پہلو ڈھونڈ لیا۔'' دانیال شرارت سے مسکرائے۔

''شکر تو ادا کروں گی انشاء اللہ، جتنا شکر ادا کروں گی کم ہے۔''

''تمہیں مائلہ یاد تھی میکال؟'' دانیال نے پوچھا۔

''مائلہ نہیں ملی Millee۔'' میکال اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

''اوہ یس ملی ہم اسے ملی ہی تو کہتے ہیں۔'' وہ اچھل پڑے۔

''اور کیا کیا یاد تھا تمہیں؟''

''بس، آپ ماما اور ملی، وہ بھی اب دھندلے نقوش کے ساتھ۔''

''پھر بھی کچھ تو یاد ہوگا نا، سات آٹھ سال کے تھے اس وقت۔''

''اوہوں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''بہت کم، جیسے مجھے یہ یاد ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ جہاں رہتا تھا، جس اسکول میں جاتا تھا، وہاں سب فارنرز تھے۔''

''تمہیں تو یاد ہونا چاہیے تھا کہ ہم امریکہ میں رہتے تھے اور اب بھی امریکہ میں ہی رہتے ہیں۔''

''نہیں، مجھے یہ بھلا دیا گیا تھا۔'' اس نے جیسے خود کلامی کی تھی، دانیال بے طرح چونکے تھے۔

''کیا مطلب بھلا دیا گیا تھا؟'' وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

''نہیں میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں بھول گیا تھا، ویسے بھی امریکہ کی 52 ریاستوں میں، میں آپ کو کہاں ڈھونڈتا۔'' دانیال بڑی دیر اسے بغور دیکھتے رہے، میکال ہلکا سا مسکرایا۔

''شک نہ کریں پاپا، مجھے سچ مچ یاد نہیں تھا

کچھ بھی۔"

"مجھے شک نہیں یقین ہے میرے بچے ورنہ میں تمہیں خود گود میں بیٹھا کر اپنے گھر کا ایڈریس، اپنے فون نمبرز، اپنے شہر، اپنی ریاست کا نام یاد کرواتا تھا، ہم نے تمہیں بہت پیار سے اور بہت الگ طریقے سر پرورش کیا تھا، ہم چاہتے تھے کہ ہمارا بچہ جنرل نالج میں اپنے اسکول کے سب بچوں سے آگے ہو، اسے سب پتا ہو اور وہ سب تو کیا یاد رکھتا، گھر کا پتہ ہی بھول گیا۔" ان کے لہجے میں افسردگی رچی ہوئی تھی۔

"اب تو مجھے لگتا تھا آپ لوگ مجھے بھول چکے ہوں گے، آپ کے اور نجانے کتنے بچے ہوں گے اور ان میں آپ کو میں یاد بھی نہیں آتا ہوں گا۔" دانیال نے اس کے کندھے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"ہم تمہیں بھول گئے ہوں گے میکال، تم نے ایسا سوچا بھی کیسے، یہ خیال بھی تمہارے ذہن میں کیسے آیا؟ اپنی ماں کی تڑپ دیکھی ہے تم نے، جس نے ایک نظر میں تمہیں پہچان لیا، یہ کسی اور قابل رہ گئی تھی، چھ ماہ تک تو یہ ہاسپٹلائزڈ رہی ہے، ملی کے لئے مجھے گورنس رکھنی پڑی، کتنے سال، نجانے کتنے سال لگے اس اس ذہنی، شعوری حالت میں آتے آتے، کتنی مشکلوں سے میں نے اسے دوبارہ جاب کے لئے راضی کیا کہ اس کا دل میں بہل جائے اور دماغ بھی، ہم نے آج تک بڑے بڑے ہاسپٹلو کی آفرز کو قبول نہیں کیا، گھر تبدیل نہیں کیا شہر اور ریاست بدلنا تو دور کی بات کہ ہمارا بچہ گھر لوٹے تو اسے ہر چیز اپنی منتظر نظر آئے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم تمہیں بھول گئے ہوں گے۔" ان کی آواز میں نمی اتر آئی، شدت جذبات سے ان کے آنسو نکل آئے، میکال نے انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"پاپا آئی ایم سوری، مگر میں اب واقعی مایوس ہوتا جا رہا تھا۔"

"اوکے اوکے پلیز پاپا تھوڑی سی خوشی تو منا لیں جب سے بھائی ملے ہیں، بہت رو رہی رہے ہیں۔" مائلہ کی بات پر دانیال روتی آنکھوں سمیت ہنس پڑے تھے، مائلہ نے اپنے بچوں کی میکال سے ملوایا تو میکال کو بھی شاہین کا خیال آیا۔

"شاہین یہاں آؤ، اپنی گرینی اور گرینڈ پا سے ملو۔" شاہین اس صورتحال سے سہمی ہوئی فارین کے پاس کھڑی تھی، میکال کے بلانے پر فارین اسے قریب لے آئی۔

"اوہ کیوٹ۔" سب سے پہلے مائلہ نے اسے اٹھا کر پیار کیا، پھر رمشہ اور دانیال نے، دانیال اسے گود میں بٹھا کر چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگے، یہ تو شکر تھا کہ وہ دونوں شاہین سے انگلش بولتے رہتے تھے تو وہ سمجھ بھی رہی تھی ورنہ دانیال کی موجودگی میں تو سب کو انگلش میں بات کرنی پڑتی تھی تا کہ وہ بھی شرکت گفتگو رہیں، مائلہ اور دانیال کو بہت کم اردو کے الفاظ سمجھ آتے تھے، مائلہ بے چاری تو پاکستان ہی شاید دوسری بار آئی تھی، اس کے لئے تو سب کچھ بہت نیا اور اجنبی سا تھا۔

☆☆☆

دن تتلی کی طرح اڑ رہے تھے وہ لوگ ایک ماہ کے لئے آئے تھے اور وقت یوں گزر رہا تھا کہ ایک ماہ کا پتا بھی نہیں چلا۔

"اوہ ماما آپ تو مت جائیں، ابھی تو میں آپ کی presence کو ٹھیک سے فیل بھی نہیں کر پایا۔" میکال نے شکوہ کیا تو رمشہ کے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"میری جان! ہاسپٹل کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں جاتی ہی نا، بس اب جا کر ریزائن کر دوں پھر

ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس ہی آجاؤں گی۔"
"مجھے اکیلا چھوڑ کر۔" دانیال نے منہ لٹکایا۔
"تو آپ بھی آجائیں نا یہاں میرے پاس۔" میکال نے مسکرا کر آفر کی، وہ بھی مسکرانے لگے۔
"تمہارے لئے تو نہیں، اپنی مسز کے لئے ضرور آؤں گا۔" سب ہنس پڑے تھے۔

☆☆☆

ہاشم نے ان کے لئے الوداعی ڈنر کا اہتمام کیا تھا ہوٹل میں، ڈنر شروع ہونے سے کچھ دیر قبل زنبیا کو اس کے ایک سالہ بیٹے شہزم نے تنگ کرنا شروع کر دیا، (تقریباً ڈھائی سال پہلے اس کی اور معظم کی شادی ہو چکی تھی)۔
"مجھے دو، میں اسے لابی میں لے جاتی ہوں۔" رمشہ نے ہاتھ بڑھائے۔
"اوہ خالہ، آپ کو زحمت ہو گی۔"
"کیسی زحمت، ادھر دو مجھے۔" وہ اسے لئے ٹہلتی ہوئیں لابی میں آئیں، پشت سے آتی سرگوشی نما نسوانی آواز نے انہیں متوجہ کیا۔
"دیکھو میکال میں کچھ نہیں جانتی، آج رات تمہیں میرے روم میں موجود ہونا چاہیے، آج کے لئے میں کچھ نہیں سنوں گی۔"
"میں نے کہا ہے نا میں پوری کوشش کروں گا اور میں کوئی بہانے نہیں بنا رہا، میرے مام اور ڈیڈ یہاں آئے ہوئے......"
"میں کچھ نہیں جانتی تمہیں آج رات ہر صورت میرے ساتھ ہونا ہے۔" تحکمانہ لہجہ، فرنچ لب و لہجے میں بولی جانے والی انگلش اور میکال کا دبا دبا سا احتجاج۔
"اوکے میں پوری کوشش کروں گا، ابھی یہاں میری ساری فیملی موجود ہے، کوئی بھی یہاں آ سکتا ہے، کسی کی بھی نظر پڑ سکتی ہے، میری پوزیشن بہت آکورڈ ہے۔" وہ تو پتھرا سی گئی تھیں، میکال اور کوئی غیر ملکی لڑکی، ہوٹل میں اپنے ساتھ رات گزارنے کا حکم دینے والی، اس پر کتنی حاوی تھی، کس رشتے سے، کس حیثیت سے، ان کے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے، وہ جانتی ہی کیا تھیں میکال کے بارے میں وہ بے شک ان کی اولاد تھا، مگر ان کے ہاتھوں پرورش تو نہیں ہو پائی تھی، ان کے زیر تربیت تو نہیں تھا نا اور یقیناً میکال کی ان کی طرف سے پشت تھی تبھی وہ انہیں دیکھ نہیں پایا تھا، بہت مشکل سے خود پر قابو پا کر وہ ہال میں آ گئیں، وہاں کھانا سرو ہو رہا تھا، انہوں نے میکال کو دیکھا، وہ مکرم سے محو گفتگو تھا بلکہ اپنی عادت کے مطابق بول کم اور سن زیادہ رہا تھا۔
"کیا بات ہے رمشہ، تم اتنی خاموش کیوں ہو؟" دانیال کو ان کا کھویا کھویا انداز بہت محسوس ہوا تھا، وہ سنبھل گئیں۔
"نہیں کچھ نہیں۔"
"کیا ہوا مام؟" میکال فوراً متوجہ ہوا تھا، رمشہ نے بغور اسے دیکھا، وہی نارمل سے تاثرات والا خوبصورت چہرہ، انہوں نے نفی میں سر ہلا کر مسکرانے کی کوشش کی تھی، کھانا کھاتے ہی میکال اٹھ گیا تھا۔
"مجھے ایک ضروری کام ہے، دیر بھی ہو سکتی ہے۔" سب سے معذرت چاہتے ہوئے آخر میں فارین سے مخاطب ہوا تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، رمشہ نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔
"میں آج میکال کی طرف رہوں گی۔" دانیال کو بتا کر وہ فارین کے ساتھ چلی آئیں، فارین کے لئے میکال کا دیر سے آنا غالباً معمول کا حصہ تھا، اس لئے وہ آرام سے سونے چلی گئی اور

رمشہ وہ تو شاید بربز پر جا بیٹھی تھیں کہ اس کی تپش نے انہیں نیند سے کوسوں دور کر دیا تھا تقریباً چار بجے کا عمل تھا جب میکال کی گاڑی اندر آئی تھی، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر آرہا تھا، کہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک گیا، رمشہ سامنے ہی کھڑی تھیں، سرد اور سفاک تاثرات کے ساتھ۔

''کہاں سے آرہے ہو اس وقت؟''

''میں نے بتایا تو تھا کہ ضروری کام ہے۔''

''کون سا ضروری کام؟ اس لڑکی سے ملنا جو ہوٹل کی لابی میں کھڑی تمہیں اپنے کمرے میں بلا رہی تھی؟'' انہوں نے لہجہ بدلے بغیر سوال بدل ڈالا تھا اور میکال کا رنگ لٹھے کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔

''اسی کے ساتھ تھے نا تم، مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ اس سے تمہارا کوئی شرعی تعلق بھی ہے یا نہیں۔'' ان کا لہجہ بہت سخت مگر آواز بہت دھیمی۔

''مکرنا مت، میں وہیں کھڑی تھی، جب تم اسے اپنے آنے کا یقین دلا رہے تھے، مجھے صرف یہ بتاؤ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' ان کے پے در پے سوالات نے اس کے حواس ہی گم کر دیئے تھے، اس سے کوئی جواب بن نہیں پا رہا تھا۔

''شادی کی ہوئی ہے اس سے؟'' اب اپنے سوال کی نوعیت بدلی تھی۔

''نو ماما وہ تو صرف......'' ایک زناٹے دار تھپڑ نے اسے جملہ مکمل ہی نہیں کرنے دیا تھا، ان کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

''میں صرف یہی کلیئر کرنا چاہتی تھی ورنہ تو وہ جس طرح تمہیں بلا رہی تھی اور تمہارا وہ چوروں والا انداز ہی بتا ہی کے لئے کافی تھا کہ یہ تعلق رات کی سیاہی جیسا ہی کالا ہے شادی کی ان لڑکیوں کو ضرورت بھی نہیں ہوتی یہ تو ان شریف زادیوں سے کی جاتی ہے جو تنہا کمرے میں سوئی رہیں اور شوہر ہوٹلوں میں دوسری عورتوں کے ساتھ گھل چھرے اڑاتے رہیں، امریکہ میں تو یہ سب کام ہے جو ہم دن رات دیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن یہاں پاکستان میں، وہ بھی اتنا کھلم کھلا اور کرنے والا بھی کون میرا اپنا بیٹا، جس کے ملنے کی میں دن رات دعائیں مانگتی رہی، وہ بیٹا ایسا گمراہ میں تصور بھی کرتی تو کبھی تمہارے ملنے کی تمنا نہ کرتی، میں تو شاید تمہاری وجہ سے اپنے بھائی کو بھی منہ دکھانے کے لائق نہیں رہ جاؤں گی، میری معصوم بھتیجی، جسے تم نے ایسا بے وقوف بنایا ہوا ہے کہ وہ کسی شک میں بھی مبتلا نہیں ہوتی، جب کبھی اس کا بھرم ٹوٹا، نہ تم کہیں کے رہو گے نہ میں۔'' ان کا لہجہ بکھر سا گیا، کتنے ہی آنسو پلکوں کے بند توڑ کر بہہ نکلے تھے۔

''ماما پلیز۔'' وہ تڑپ کر آگے بڑھا، ہاتھ آگے بڑھائے کہ ان کے آنسو پونچھ لے کہ انہوں نے سختی سے اس کے ہاتھوں کو پیچھے جھٹکا تھا۔

''مت چھونا مجھے ان ہاتھوں سے۔'' غصے سے ان کی آواز تیز ہو گئی تھی، تبھی اندر سے نورین کی آواز آئی تھی، غالباً وہ خود باہر آرہی تھی، انہوں نے جلدی جلدی اپنا چہرہ صاف کیا تھا۔

''پھپھو آپ......اوہ آپ آ گئے، تو یہاں کیوں کھڑے ہیں، کیا ہوا ہے؟''

''بس یونہی۔'' انہوں نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''میں اسی کے انتظار میں جاگ رہی تھی، آیا تو میرے پاس ہی بیٹھ گیا، باتوں میں وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔'' رمشہ نے اسے مطمئن کرنے کے لئے جھوٹ تو بول دیا، مگر اندر سے جیسے شرم سے مر ہی گئیں، میکال اس دوران دبے

قدموں اپنے بیڈروم میں چلا گیا تھا۔

''جاؤ، تم بھی سو جاؤ، میں بھی تھک گئی ہوں، اب سوؤں گی۔'' فارین اثبات میں سر ہلاتی واپس چلی گئی، وہ بھی اپنے لئے مختص کمرے میں آ گئیں۔

''یا اللہ، کیا گناہ کیا تھا میں نے کہ ایسی سزائیں تو نے میرے لئے منتخب کر رکھی ہیں، پہلے بیٹا چھن گیا، اب ملا تو ایسا بدکردار۔'' وہ بلک بلک کر رو پڑیں، نجانے کب روتے روتے آنکھ لگ گئی، صبح بارہ بجے وہ بیدار ہوئیں نہا دھو کر فریش ہو کر آئیں تو دانیال آئے بیٹھے تھے۔

''لگتا ہے ساری رات ماں بیٹا گپ شپ کرتے رہے ہیں جو اب اٹھا جا رہا ہے۔'' وہ مسکرائے تو وہ بھی ہلکا سا مسکرائیں۔

''بیٹے کی محبت نے تو لگتا ہے میری طرف سے بیگانہ کر دیا ہے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔'' فارین ان کے لئے ناشتہ لے آئی۔

میکال بھی وہیں موجود تھا، شامین دانیال کی گود میں سوار تھی، رمشہ نے صرف چائے لی تھی۔

''پھپھو کچھ تو لیں نا۔''

''نہیں بیٹا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔'' انہوں نے شامین کو دانیال سے لے کر اس کا گال چوما اور گود میں بٹھا لیا، میکال کو مسلسل نظر انداز کئے۔

''شمسہ آپا اور ہاشم دونوں تمہیں بلا رہے ہیں، میں تمہیں لینے کے لئے ہی آیا ہوں۔''

''ہاں چلیں۔'' وہ فوراً اٹھ گئیں، دانیال نے بہت ہی حیرت سے انہیں دیکھا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ یہاں سے جانے پر راضی ہی نہیں ہو گی اور تم فوراً ہی اٹھ گئیں۔'' وہ بغیر کوئی جواب دیئے آگے بڑھ گئیں، دانیال نے اپنے امریکی اسٹائل میں کندھے اچکائے اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھے، اب کچھ دنوں میں تو انہیں عادت ہوئی تھی رائٹ ہینڈ ڈرائیو کی۔

''اوکے میک، مائے سن، آنا شام کو، پھر۔''

''نہیں رہنے دیں اسے، اس کی اپنی کافی مصروفیات ہیں ان میں ہی کافی مصروف رہتا ہے، اسے ڈسٹرب مت کریں۔'' رمشہ کے لہجے زہر آلود آیا تھا، دانیال نے چونک کر پہلے انہیں پھر میکال کو دیکھا جو گم صم سا گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

''کیا بات ہے میک سے کوئی ناراضگی ہو گئی ہے؟''

''آپ گاڑی چلائیں۔'' وہ کھڑکی سے دوسری طرف دیکھنے لگیں، دانیال کچھ کہنا چاہتے تھے کہ فارین کو دیکھ کر خاموش ہو گئے وہ اور شامین بھی آ کر میکال کے ساتھ کھڑی ہو گئیں تھیں، انہیں الوداع کہنے کے لئے۔

''اوکے میک، مائے بوائے پھر ملتے ہیں گڈ بائے۔'' وہ چلے گئے مگر میکال وہیں پتھرایا سا کھڑا رہ گیا تھا۔

''ہاہا، پاپا چلیں نا اندر، ٹی وی دیکھیں۔'' شامین نے اس کا ہاتھ ہلایا، وہ چونکا۔

''ہوں، ہاں چلو۔'' وہ ٹی وی دیکھنے لگے اور فارین اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

☆☆☆

دوسرے دن ان کی فلائٹ تھی، دانیال صبح سے میکال کی طرف آئے ہوئے تھے، مائلہ بھی ان کے ساتھ ہی آئی تھی، مگر پھر لنچ کے بعد مکرم آ کر اسے لے گیا تھا، دانیال نے تنہائی میں بارہا میکال سے پوچھا کہ آخر اس کے اور رمشہ کے درمیان کیا بات ہوئی تھی، اس نے جواب میں خاموشی کو اپنائے رکھا، کہا تو بس اتنا۔

''پاپا آپ یہیں آ جائیں ہمیشہ کے لئے،

مجھے آپ کی بہت ضرورت ہے۔"
"کوئی بات ہے میک، کہیں کچھ غلط ہے تمہارے ساتھ؟" انہیں تشویش ہوئی تھی۔
"آپ آ جائیں پھر......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہو گیا۔
"تمہاری مام کیوں تم سے ناراض ہیں؟"
"وہ ایک ایسی بات پر ناراض ہو گئی ہیں، جس پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔" ایسا عجیب جواب سن کر تو وہ ایکدم سیدھے ہو بیٹھے۔
"میک یہاں دیکھو میری طرف، صاف صاف مجھے بتاؤ کیا بات ہے جو مجھ سے چھپائی جا رہی ہے، ایسی کیا چیز ہے جو تمہارے اختیار کی ہی نہیں ہے اور تمہاری مام تم سے ناراض ہو گئیں، حالانکہ اسے تم سے کوئی چھوٹی موٹی وجہ تو ناراض کر ہی نہیں سکتی، کیا بات ہے مجھے بتاؤ پلیز؟" وہ سر جھکا کر جوتے کی ٹو سے کارپٹ مسلنے لگا، دانیال اسے کچھ دیر یونہی دیکھتے رہے، پھر گہری سانس لی۔
"تو تم نہیں بتا رہے، ٹھیک ہے آئندہ پر رکھتے ہیں، انشاءاللہ۔"

☆☆☆

جاتے ہوئے ڈیپارچر لاؤنج میں رمشہ کی نظر ایک طرف کھڑے میکال پر پڑی، وہ اترے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک ٹک انہیں ہی دیکھ رہا تھا، ان کے دل کو کچھ ہوا وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھیں اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر چومتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔
"مجھے میرے بھائی کے آگے رسوا مت کرنا میرے بچے، اپنے قدم یہیں روک لو، اسے اپنی ماں کی التجا سمجھ لو۔" اور پلٹ کر تیزی سے باہر کی طرف چلدی تھیں، اگرچہ اس نے ایک بار بھی اپنی حرکت کے لئے ان سے کوئی معافی نہیں مانگی تھی، پر وہ ماں تھیں، اتنے عرصے سے بچھڑے بیٹے سے ملنے کے بعد اسے اس کیفیت میں دیکھ کر ان کا دل پگھل سا گیا تھا۔

☆☆☆

فارین خود حیران کہ میکال کا زیادہ وقت گھر میں ہی گزرنے لگا تھا، باہر جانا تو نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا، شام کو جب اسکائپ پر رمشہ پھپھو سے بات کرتے تو وہ ضرور پوچھتیں، "میکال باہر زیادہ تو نہیں جاتا نا؟"
"نہیں پھپھو، وہ تو بالکل ہی گھر کے ہو گئے ہیں آج کل۔" وہ ہنستی۔
وہ بہت سنجیدہ اور کھویا کھویا سا رہنے لگ گیا تھا، فارین کا بہت دل چاہتا کہ وہ اس سے پوچھے کہ کیا مسئلہ ہے جس نے اسے یوں پریشان کر رکھا ہے مگر اسے اپنا وہ وعدہ یاد تھا جو میکال نے شادی کے پہلے دن اس سے لیا تھا کہ وہ اس کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہیں کرے گی، سو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش رہتی تھی، اس کا سیل فون بجتا رہتا وہ ریسیو نہیں کرتا تھا، پی ٹی سی ایل پر آنے والی کالز بھی ایک آدھ ریسیو کر کے اپنی طبیعت کی خرابی کا کہہ کر معذرت کر لیتا، اس رات فارین کی آنکھ گلاس گرنے سے کھلی تھی جو میکال کا ہاتھ لگنے سے گرا تھا، وہ کونے میں جا کر دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"مجھے سب پتا ہے میں کہیں نہیں بھاگ رہا، میری طبیعت واقعی ٹھیک نہیں تھی۔" اس کے لہجے میں تلخی ٹپک رہی تھی، رات کے سناٹے میں اس کی دھیمی آواز میں کی جانے والی بات بھی فارین نے کان لگا کر سن لی تھی، یہ اور بات کہ وہ سر پیر بھی سمجھ نہیں آیا تھا کیونکہ اسے جاگتا دیکھ کر میکال فون بند کر کے بیڈ پر آ گیا تھا۔

☆☆☆

سات بج گئے تھے اور میکال ابھی تک نہیں آیا تھا، عموماً اس سے کہیں پہلے وہ آ جاتا تھا، دوبارہ چلا جائے تو وہ دوسری بات تھی، شامین تنگ کر رہی تھی۔

''پاپا کو فون کریں، وہ کیوں نہیں آئے۔''

اتنے میں ہارن کی آواز آئی، شامین اچھلتی ہوئی باہر بھاگ گئی، فارین بھی مسکراتی ہوئی پیچھے آئی تھی، سامنے سے میکال آرہا تھا، اس نے جھک کر شامین کو اٹھایا اور اسے چوم کر انگلی سے اپنے بائیں جانب اشارہ کیا اور کچھ کہا تو شامین جھک کر نیچے دیکھنے لگی اور فارین تو پہلے ہی حیران پریشان اس چھ سات سال کے بچے کو دیکھ رہی تھی، جو میکال کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا آرہا تھا، کسی بچے کا میکال کے ساتھ آنا شاید اتنا حیران کن نہ ہوتا جتنا اس بچے کا میکال سے مشابہہ ہونا تھا، وہ تو چھوٹا سا میکال لگ رہا تھا، فارین کا دل بیٹھنے لگا۔

''کون ہے یہ؟''

''اندر چلو، بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' وہ پر سکون تھا۔

بچہ کچھ گھبرایا ہوا سا لگ رہا تھا، فارین ایک صوفے پر بیٹھی تو میکال بھی شامین کو گود میں لئے بیٹھ گیا، وہ بچہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

''یہ میرا بیٹا ہے، میری پہلی بیوی کی اولاد، اس کے نام شموئیل ہے۔'' اس نے تو بہت نرمی سے بتایا تھا مگر وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔

''بیٹا، پہلی بیوی کی اولاد؟ تو دل میں اٹھنے والا خدشہ بے سبب نہیں تھا۔'' اس کا دل اتھاہ گہرائی میں کہیں ڈوبنے لگا تھا، وہ بغور اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور اسے لگنے والے جذباتی دھچکے کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔

''آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''کیا نہیں بتایا تھا؟'' اس نے بڑے سکون سے پوچھا۔

''اپنی پہلی شادی اور بچے کے بارے میں؟''

''جب ایک بات ختم ہو چکی تھی تو اس کا ذکر کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی؟ اور میں نے تو تمہیں بھی شادی کے لئے منع کر دیا تھا مگر تم اس وقت ہر حال میں مجھ سے شادی کے لئے تیار تھیں، مجھے یقین ہے کہ اگر میں اپنی پہلی شادی کا بتا دیتا تو تم تب بھی منع نہ کرتیں، اینی وے ایک بات اگر ختم ہو گئی ہے تو مزید بحث کی تو میرے خیال میں ضرورت تو نہیں ہے، یہ میرا بیٹا ہے، میری ذمے داری، تم اگر اس کی دیکھ بھال کر سکتی ہو تو اچھی بات ہے ورنہ میں خود موجود ہوں۔'' وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

''آؤ شموئیل میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں۔''

وہ دونوں بچوں کے ساتھ کوریڈور کی طرف چلا گیا اور وہیں بیٹھی رہ گئی تھی، اس نے دو منٹ میں اسے اس کی اوقات جتا دی تھی، اس شادی میں اسے، اس کی یکطرفہ پسند کا طعنہ بھی مل گیا تھا، وہ سچ کہہ رہا تھا وہ اس وقت اس کی محبت میں اتنی مجبور ہو چکی تھی کہ اس کی پہلی شادی پر بھی کوئی اعتراض نہ کرتی تو اب اتنا دور کیوں، دل میں اتنی ٹیسیں اٹھیں کیوں کہ وہ کسی اور کا شوہر بھی رہ چکا ہے، کسی اور کے بھی اتنا ہی قریب، کسی اور کے بچے کا بھی باپ بلکہ وہ شاید آج تک اسی عورت کی محبت میں گرفتار ہے کہ اس سے اتنا لیا دیا رہتا ہے، اس کی یادیں اسے خوش ہونے ہی نہیں دیتیں، اتنا دکھ، اتنی اذیت، وہ وہیں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی تھی۔

☆☆☆

''میں شموئیل کے ایڈمشن کے لئے جا رہا ہوں، تم چلو گی ساتھ؟''

صبح وہ تیار ہو کر اس کے پاس آیا، وہ گم صم شامین کو گود میں لئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی، اس کے سوال پر اس نے صرف نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور بغیر جواب دیئے دوسری طرف دیکھنے لگی، وہ شامین کو پیار کر کے چلا گیا، وہ اپنی سوچوں سے نبرد آزما وہیں بیٹھی رہ گئی تھی، جب شامین کے ایڈمشن کے لئے کہا تو ٹائم ہی نہیں ملا تھا اسے اور اس صاحبزادے کے لئے فوراً چل پڑا تھا۔

شام کو ممی اور زنبیا آ گئیں تھیں، میکال، شموئیل کو کپڑے، جوتے دلانے گیا ہوا تھا، شامین ننھے شہزم کے ساتھ کھیلنے لگی اور وہ لوگ آپس میں مصروف ہو گئیں۔

''خالہ نے تو ریزائن کر دیا ہے، ڈیڈی انکل کو کچھ ٹائم لگ رہا ہے، انشاء اللہ وہ بھی جلد ہی آ جائیں گے، تمہارے اس سونے گھر میں کیسی رونق ہو جائے گی۔'' زنبیا چہکی، فارین کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''کیا بات ہے فارین، تم کیوں الجھی ہوئی لگ رہی ہو؟'' ممی نے اس کی کیفیت سے کچھ اخذ کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں ممی، کچھ نہیں۔'' اسی پل میکال کی گاڑی کی آواز آئی اور کچھ ہی دیر میں وہ لاؤنج میں تھا، شموئیل بھی ظاہر ہے ساتھ تھا، ممی اور زنبیا جو مسکراتی ہوئیں اٹھ چکی تھیں، کچھ دیر تو اسی پوزیشن میں کھڑی رہ گئی تھیں۔

''یہ کون ہے، کس کا بچہ ہے یہ؟'' زنبیا کی آواز میں خوف تھا، میکال نے ایک نظر فارین کو دیکھا پھر ان دونوں کو۔

''یہ میرا بیٹا ہے شموئیل۔''

''بیٹا۔'' ممی نے بے یقینی سے پہلے شموئیل پھر میکال کو دیکھا۔

''اس کی ماں کہاں ہے؟''

''ہماری تو بہت عرصہ پہلے علیحدگی ہو چکی تھی۔''

''تو یہ اب تک کہاں تھا؟ تم نے پہلے یہ سب کیوں نہیں بتایا؟'' ان کی آواز میں برہمی چھلک رہی تھی۔

''جب ہماری Divorse ہوئی تو مجھے اس کے پریگنٹ ہونے کا پتا نہیں تھا، نہ اس نے اس کی پیدائش کی کوئی اطلاع دی، اب جب دوسری شادی کی تو اسے میرے حوالے کر دیا۔''

اس نے پہلی شادی کے متعلق سوال گول کر دیا تھا، سب کو خاموش دیکھ کر وہ شموئیل کو ساتھ لے کر اندر چلا گیا تھا۔

''یہ کب اس بچے کو لے کر آیا ہے، تم نے ہمیں یہ سب کیوں نہیں بتایا؟'' ممی فارین پر الٹ پڑیں۔

''کیا بتاتی ممی۔'' وہ شکست خوردگی سے بولی تھی۔

''اور لائے تو کل شام کو ہی ہیں۔''

''میں رمشہ آپا سے بات کروں گی، یہ دھوکا دیا ہے ان کے بیٹے نے ہمیں......'' ممی کا غصہ اب آسمان کو چھونے لگا تھا۔

''مامی پلیز، اس سارے قصے میں خالہ کا کوئی قصور نہیں ہے انہیں تو خود میکال بھائی اب جا کر ملے ہیں، یہ جو کچھ بھی کیا ہے میکال بھائی نے کیا ہے تو بات بھی انہی سے ہونی چاہیے۔'' زنبیا نے تحمل سے سمجھایا تھا۔

''کیا بات کریں اس سے، کیسی ڈھٹائی سے جواب دے کر چلا گیا ذرا شرم نہیں آئی اسے کہ کس طرح میری بچی کے سر پر سوکن کی اولاد لا

کر بٹھا دی۔" وہ بات کرتے کرتے رو پڑیں۔
"مامی پلیز، حوصلہ کریں، فارین کو دیکھیں کتنی ہمت سے کھڑی ہے، چلیں ہم گھر چلتے ہیں، ماموں سے، مما سے سب سے بات کرتے ہیں، وہ لوگ خود بات کرلیں گے، میکال بھائی سے اور فارین تم بھی مضبوطی سے حالات کو فیس کرو، اور برابری کی سطح پر میکال بھائی سے بات کرو، ان کی بہن بھی ہمارے بھائی سے بیاہی ہوئی ہے، وہ جیسا تمہارے ساتھ کریں گے بدلے میں وہی کچھ پائیں گے۔" زنبیا نے اونچی آواز میں جو دھمکی دی تھی وہ اندر بیٹھے میکال نے بخوبی سنی تھی اور پہلے سے اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ اور زیادہ بھینچ گئے تھے۔

☆☆☆

رات کو سچ مچ پاپا، معظم اور اکرم انکل (زنبیا کے والد) آئے تھے، کتنی ہی دیر ان کی میکال سے بات چیت چلتی رہی وہ شریک نہیں ہوئی، جب وہ جانے لگے تو پاپا ان اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا البتہ معظم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کا سر چوما تھا۔
"تم میری بہت پیاری اور صبر والی بہن ہو، اللہ تمہیں استقامت دے۔" انکل نے بھی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔
"کوئی اتنا بڑا اشو نہیں ہے یہ، بیٹا دل بڑا رکھو۔" رمشہ اور دانیال کو بھی اطلاع مل چکی تھی، انہوں نے بھی فارین سے بات کی تھی۔
"اگر اس کی ماں بھی ساتھ ہوتی تو صورتحال مشکل ہو سکتی تھی مگر اب تم اطمینان رکھو، یہ بچہ تمہاری زندگی ڈسٹرب نہیں کرسکتا۔" رات کو رمشہ نے میکال کو الگ سے فون کرکے پوچھا تھا۔
"تم نے اس کی ماں سے شادی تو کی تھی نا؟ یہ بچہ تمہارا جائز بچہ ہے نا؟" ان کے لہجے کی کاٹ نے اس کے دل کا چیر دیا تھا۔
"بائے گاڈ، ماما، یہ میرا جائز بچہ ہے۔"
"اللہ کرے ہو۔" انہوں نے فون بند کر دیا اور وہ کتنی ہی دیر پتھر بنا بیٹھا رہا تھا۔

☆☆☆

شاہین، شموئیل کے ساتھ بہت خوش رہتی تھی، وہ بھی اب جھجک چھوڑ کر اس کے ساتھ خوب کھیلتا، فارین اس سے مخاطب نہیں ہوتی تھی، لیکن اس کے کھانے پینے اور کپڑوں وغیرہ کا خیال رکھتی تھی، میکال کے ساتھ بھی اس کے تعلقات میں ایک سرد مہری سی آ گئی تھی، اس کے بھی سارے کام وہ خاموشی سے کر دیتی تھی پر مخاطب بہت کم ہوتی، اس وقت اس نے نوڈلز بنا کر ان دونوں کو دیئے اور خود اپنے بیڈ روم میں جانے لگے، کہ کال بیل کی آواز پر تیزی سے دروازے پر آئی تھی، باہر کوریئر کا نمائندہ کھڑا تھا، جس نے اسے ایک بھاری لفافہ دیا، فارین نے الٹ پلٹ کر دیکھا، صرف اس کا نام اور گھر کا ایڈریس تھا، بھیجنے والے کا کوئی نام و پتا نہیں تھا، اس نے اندر آ کر لفافہ کھولا تو اندر ایک اور لفافہ موجود تھا، اور اس کے اوپر ایک کاغذ تھا، فارین نے اسے کھینچا۔
"ڈیئر فارین، اس لفافے میں میکال کی بہت خوبصورت تصاویر اور ویڈیوز ہیں جو یقیناً تمہیں سرپرائز کر دیں گی۔" انگلش میں اسے یوں مخاطب کرنے والا کون تھا، اس نے حیرت سے کاغذ کو الٹا پلٹا تھا، یہ کس نے اتنی بے تکلفی سے لکھا تھا اور میکال کی تصویریں؟ اس نے لفافے کے اندر موجود دوسرے لفافے کو نکالا اور کھولا۔
تصویریں تعداد میں بہت زیادہ تھیں،

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لفافے کا وزن، یہی بتا رہا تھا، اس نے ایک تصویر باہر کھینچی اور اس پر نظر پڑتے ہی اسے کرنٹ لگا تھا، میکال کسی عورت کے ساتھ انتہائی قابل اعتراض حالت میں تھا، اس نے کانپتے ہاتھوں سے تصویر سائیڈ پر رکھی اور دوسری تصویر نکالی، ایک اور لڑکی کے ساتھ ایک اور غلط پوز، تیسری تصویر، تیسری لڑکی ایک کے بعد ایک تصویر، ایک کے بعد ایک نیا چہرہ، تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ تقریباً ایک جیسے مناظر، وہ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ کپکپاتے ہاتھوں سے گرتی تصویروں کے ساتھ بیڈ پر گرسی گئی تھی، اس کا سر چکرا رہا تھا دل کی دھڑکن تھی اتنی تیز ہو گئی تھی کہ کانوں میں اس کی دھمک محسوس ہو رہی تھی، اس میں دو سی ڈیز بھی تھیں اور ان میں کیا ہو گا یہ تصویروں کی وجہ سے بخوبی پتا چل رہا تھا، دیکھنے کی کیا ضرورت تھی، اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، میاں بیوی کے رشتے میں سوائے ان کی اپنی اولاد کے کسی تیسرے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اور ان دونوں کے رشتے میں یہ نئے سے نئے تعلق، اتنے خوفناک انداز میں سامنے آتے ہی چلے جا رہے تھے، محبت ہی تو کی تھی اس نے میکال سے، ایسی خودغرض محبت کے اسے پانے کے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دیا تھا، اب اس محبت کا خراج ادا کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

جس شخص کو اس نے بس سجدہ نہیں کیا تھا ورنہ تو ہر طرح سے اس کی فرمانبرداری کی تھی اور اس شخص کی زندگی میں وہ کس مقام پر تھی، اتنی عورتوں کے ساتھ منسلک رہنے والے کی زندگی میں اس کی کوئی اہمیت ہو بھی نہیں سکتی تھی، وہ ہر طرح سے اس کی وفادار تھی اور وہ اتنا گندہ، اتنا غلیظ، اسے میکال سے گھن آ رہی تھی، یا نفرت محسوس ہو رہی تھی، وہ فرق کرنے سے قاصر تھی، بس اندر بہت ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی جو اسے بہت تکلیف دے رہی تھی، کافی دیر بعد وہ ہمت کر کے اٹھی، تصویریں سمیٹ کر لفافے میں ڈالیں، بس دو تین تصویریں اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیں اور لفافہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا، شامین کو تیار کیا اور ممی کی طرف آ گئی، اکثر وہ ان کی طرف رہنے آیا کرتی تھی جب میکال کو ایک دو دن کے لئے کہیں جانا ہوتا تو، وہ لوگ بھی عادی تھے اور شامین بھی، سو وہ آرام سے ایک دن رہ لی، بغیر کسی سے تذکرہ کیے، مگر کب تک؟ سب سے پہلے اس نے زبنیا کو اعتماد میں لیا تھا۔

☆☆☆

بات چھوٹی نہیں تھی کہ چھپائی جاتی سورمشہ اور دانیال تک بھی پہنچ چکی تھی کہ فارین ناراض ہو کر میکے آئی ہے اور واپس جانے کو تیار نہیں ہے، انہوں نے باری باری الگ الگ فارین کو سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ "پھپھو میری برداشت ختم ہو چکی ہے، میں نے جو کچھ دیکھا ہے، وہ بیان کے قابل نہیں ہے، آپ آئیں گی تو میں آپ کو ثبوت بھی دکھا دوں گی۔" وہ سن رہ گئی تھیں، تو فارین کو بالآخر پتا چل گیا تھا، جس کا خوف انہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا، وہ خدشہ سچ ثابت ہو گیا تھا۔

اگلے ہی ہفتے وہ دونوں پاکستان آ چکے تھے اور سیدھے میکال کی طرف آئے تھے، لاکھ اس سے ناراض سہی مگر اس کی حالت دیکھ کر رمشہ کو بھی جھٹکا لگا تھا، وہ بہت کمزور اور مرجھایا ہوا تھا، آنکھوں کے گرد حلقے اس کی بے خوابی کے گواہ تھے، بڑھی ہوئی شیو اور دکھتی رنگت بھی ماند پڑی ہوئی تھی، شمویئل کو دیکھ کر دانیال بے اختیار ہو گئے۔

"اوہ، اوہ یہ تو بنا بنایا میک ہے، اتنا سا ہی

تھا نا جب ہم سے بچھڑ گیا تھا۔'' انہوں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''میں تمہارا گرینڈ پا ہوں اور یہ تمہاری گرینی۔'' انہوں نے اسے رمشہ کی طرف کیا تو انہوں نے ساتھ لگا کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

''ہاں یہ بالکل میکال ہے بنا بنایا۔''

کچھ ہی دیر بعد معتصم آیا تھا وہاں۔

''یہ آپی نے دیا ہے آپ کے لئے۔'' رمشہ نے حیرت سے لفافے کو دیکھا اور کھول کر چیک کیا اور اندر موجود تصویر نکال کر سامنے کی۔

''یہ کیا غلاظت ہے۔'' وہ چیخ اٹھیں، دانیال نے گھبرا کر ان کے ہاتھ سے تصویر لے لی۔

''اوہ۔'' انہوں نے اسے الٹ دیا۔

''میں نے غلط کہا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، بالکل غلط کہا تھا، یہ میرا بیٹا نہیں ہو سکتا، یہ اتنا گرا ہوا انسان میری اولاد ہو ہی نہیں سکتا۔'' وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

''ہوش کرو رمشہ، ملازم اکٹھے ہو جائیں گے۔''

''ہو جائیں مجھے کوئی پرواہ نہیں، معتصم مجھے یہاں سے لے چلو، میں یہاں ایک منٹ بھی مزید نہیں رک سکتی، میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔''

''رمشہ پلیز، آرام سے۔''

''پلیز ڈینی، مجھے جانے دیں ورنہ میری کوئی نس پھٹ جائے گی۔'' وہ تیزی سے معتصم کے ساتھ باہر چلی گئیں تھیں، دانیال جو اٹھ کر کھڑے ہو چکے تھے، دوبارہ بیٹھ گئے، ان کا انداز ہارا ہوا تھا، میکال یوں صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے جو ہوا اس کا اسے پہلے ہی اندازہ تھا یا اسے اس کی پرواہ ہی نہیں تھی، اس کے چہرے کے تاثرات میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

''یہ سب کیا ہے میک، تم ہر بات کے جواب میں خاموش کیوں ہو جاتے ہو، کیوں نہیں بتاتے کہ تمہارے ساتھ کیا پرابلم ہے، پچھلی بار تم نے کہا تھا نا کہ میں یہاں آ جاؤں تو تم مجھے سب بتا دو گے، تو اب مجھے کھل کر وہ سب بتاؤ، جس نے تمہارے ہونٹوں پر یہ مہر لگا دی ہے کہ تم اپنی صفائی میں بھی کچھ نہیں کہتے، چاہے تمہاری بیوی تمہیں چھوڑ کر چلی جائے، چاہے تمہاری ماں تمہیں برا بھلا کہہ دے، تم آگے سے کوئی وضاحت کیوں نہیں دیتے، مجھے بتاؤ آخر کیوں؟''

''وہ سب صحیح کہہ رہی تھیں تو کیا وضاحت دیتا۔'' بہت دھیمی آواز میں اس نے کہا تھا، وہ خاموش ہو گئے، پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھے۔

''مجھے اتنا تو اندازہ ہے کہ تم بہت پریشان ہو، یہ جو کچھ بھی ہے۔'' انہوں نے تصویروں کی طرف اشارہ کیا۔

''اس میں تمہاری خوشی شامل نہیں ہے اور مجھے یقین ہے میرا بیٹا ایسا ہو بھی نہیں سکتا، مجھے صرف یہ بتاؤ تم یہ کرنے کے لئے مجبور کیسے ہوئے؟''

وہ بہت دیر چپ رہا پھر ایک لمبی سانس لے کر انہیں دیکھا۔

''پاپا ماں باپ اپنے بچوں کی اگر صحیح حفاظت نہیں کر سکتے تو انہیں ساتھ لے جاتے کیوں ہیں، انہیں اغوا کیوں ہونے دیتے ہیں، پھر یہ تو اٹھا لے جانے والوں کی مرضی ہے نا وہ جیسے چاہیں ان بچوں کی پرورش کریں، جو چاہیں ان بچوں سے کروائیں۔''

''میں مانتا ہوں، ہم سے کوتاہی ہوئی کہ تم ہم سے چوک گئے، لیکن اب تدارک کی یہی

صورت ہے کہ تم مجھے سب بتاؤ۔"

"چھ سال کی عمر میں جب مجھے اغواء کر کے جہاں لے جایا گیا تھا وہ ایک ادارہ تھا، بہت بڑا، جہاں بہت سے لڑکے اور لڑکیاں تھے جن کی باقاعدہ تربیت ہوتی تھی، کوئی اغواء شدہ تھے تو کوئی گمشدہ اور کوئی اپنی مرضی سے گھر کو چھوڑ کر آنے والے، وہاں شادی کر کے سب کچھ سمیٹ کر رفو چکر ہو جاتا یا امیر مردوں اور امیر عورتوں کے ساتھ ٹائم گزارنا سب شامل ہے، میں بدقسمتی سے، وہاں موجود سب لڑکوں سے زیادہ ڈیمانڈنگ تھا، یونیورسٹی میں جاب کا مقصد ہی لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا، فارین سے پہلے بھی میری متعدد شادیاں کروائی گئیں، صرف ایک رات گزارنی ہوتی تھی اور سب سمیٹ کر غائب، شموئیل کی ماں بھی انہی میں سے ایک تھی مجھے تو اس کی صورت نام کچھ بھی یاد نہیں تھا، جب وہ مجھے ڈھونڈ کر مجھ تک پہنچی اور شموئیل کو میرے حوالے کرنے کے بعد مجھ پر تھوک دیا تھا، اس نے کہا کہ اگر یوں مجھے طلاق دینی تھی تو مجھے برباد کیوں کیا، میں چپ کر کے اس کی گالیاں سنتا رہا، کہتا بھی کیا، وہ اسی لئے تو سب کرواتے تھے، کہ بلیک میلنگ اسٹف تیار ہو سکے، جس سے لڑکی والوں کے منہ بند کروائے جا سکیں اس ضمن میں بھی بہت احتیاط کی جاتی تھی کہ......" وہ جھجک گیا، دانیال نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"کہ بچوں کی صورت نشانیاں پیچھے نہ رہ جائیں مگر یہ شموئیل پتا نہیں کیسے؟ شاید قدرت کا یہ بھی ایک طمانچہ ہے میرے منہ پر، ایمی، فرانس کے، سفارتکار کی بیٹی ہے، وہ جب بھی پاکستان آتی ہے مجھے ہی ہائر کرتی ہے، باس کے منہ مانگے داموں پر جب ہاشم انکل نے آپ کو فنیر ویل ڈنر دیا تھا تو ماما نے مجھے اس سے بات کرتے دیکھ لیا اور جب میں گھر آیا تو وہ میرے انتظار میں جاگ رہی تھیں، انہیں جتنا بھی پتا چلا وہ اسی پر بہت ناراض ہو گئیں۔"

"تم نے فارین سے ایسی باقاعدہ شادی کیسے کر لی؟" دانیال کا وجود زلزلے کی زد میں تھا، اس کے ہونٹوں پر پہلی بار مسکراہٹ آئی تھی۔

"وہ مجھ سے محبت کرنے لگ گئی تھی، بہت زیادہ، مجھے تو ان وقتی محبتوں کی عادت تھی، اس کی سچی، معصوم اور بے ریا محبت میرے لئے ایک انوکھا تجربہ تھی، وہ ساری کلاس سے بے گانہ ہو کر، بے خود ہو کر مجھے دیکھتی تو لاکھ نظر چرانے کے باوجود مجھے ایسا لگتا جیسے میرے آلودہ دل میں نئے نئے جذبے بیدار ہونے لگے ہیں، میں اسے جھٹلانے کے لئے اس سے بہت بے نیازی برتتا، انجان بنا رہتا لیکن میرے اندر بہت تبدیلیاں آ رہی تھیں، اس نے مجھے خود شادی کے لئے کہا تھا ورنہ میں کبھی اس کے ساتھ شادی کا سوچتا بھی نہیں، میں نے اسے انکار کر دیا لیکن وہ بیمار پڑ گئی ان دنوں میرا ایک کولیگ بیمار تھا، میں اس کی عیادت کے لئے ہاسپٹل گیا، باہر آیا تو وہ بھی ساتھ والی لیبارٹری سے نکل رہی تھی، اتنی بیمار، اتنی کمزور کہ میرے دل کو کچھ ہونے لگا، میں نے اسی وقت اس سے شادی کا فیصلہ کر لیا اور مضبوطی سے اس پر ڈٹا رہا، کتنی مشکلات ہوئیں مجھے اس سے شادی کی اجازت لینے کے لئے، وہ صرف مجھے پتا ہے، انہوں نے مجھے شرائط پر اجازت دی تھی اور ان شرائط میں سے سب سے اہم شرط ہی یہی تھی کہ میں اپنی سابقہ روٹین برقرار رکھوں گا، میں ان کی ساری شرائط مان کر ہی چل رہا تھا، فارین نے نہ تو مجھ پر کبھی شک کیا تھا، نہ کوئی روک ٹوک اور نہ ہی بلاوجہ کے سوالات؟ اس نے

کبھی مجھے کسی چیز کے لئے تنگ نہیں کیا تھا، مگر ماما کو تھوڑا سا بھی پتا چلا تو وہ بہت ناراض ہو گئیں، ان کی خاطر میں زندگی میں پہلی بار ان سے بہانے بنانے لگا، کبھی اپنی بیماری کا بہانہ تو کبھی فارین یا شاہین کی بیماری کا بہانہ، لیکن وہ بگڑنے لگے، مجبوراً مجھے وہ سب پھر سے کرنا پڑا، پھر شموئیل آ گیا اور میرے لئے ایک اور عذاب تیار ہو گیا، اب وہ چاہتے ہیں کہ میں شموئیل انہیں دے دوں، انہیں میری جوانی میں ہی میرا متبادل مل گیا ہے، وہ اسے ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن میں کبھی بھی اس معصوم کو ان کے حوالے نہیں کروں گا، ایک مدت ہوئی میں میل پراسٹیوٹ (Male Prostitute) بنا ہوا ہوں، کسی طور اس گندے دھندے سے، اس شکنجے سے نکل نہیں پا رہا تو اپنے اس بچے کو جسے میں نے ایک باپ کی طرح پالا ہی نہیں، میں اسے ان لوگوں کو دے دوں، جو میری طرح اسے بھی ایک کھلونے کی طرح برتیں، اس کی زندگی سے کھیلیں وہ ایسی زندگی جیئے جس میں اس کی اپنی کوئی مرضی ہی نہ ہو، صرف کٹھ پتلی کی طرح وہ ان کے اشاروں پر ناچے نہیں، میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا، کبھی بھی نہیں، کم از کم میری زندگی میں تو یہ ممکن نہیں۔"

"تو کیا تمہاری زندگی کو بھی خطرہ ہے؟"

دانیال کے سوال پر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"مجھے تو کیا، کسی کو بھی بغاوت کی، فرار ہونے کی یا کسی بھی طرح تنظیم کو چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ اسے مار ڈالا جاتا ہے، کیونکہ کسی بھی صورت میں ان کے راز لیک آؤٹ ہو سکتے ہیں۔" دانیال نے بغور اسے دیکھا۔

"تو یہ سب جو تم مجھے بتا رہے ہو تو......"

"میری زندگی کی اب کوئی گارنٹی نہیں رہ گئی، اب تو وہ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں، آپ بس مجھ سے وعدہ کریں کہ شموئیل کو کہیں دور لے جائیں گے، وہ کسی بھی طرح ان کے ہتھے نہ چڑھے۔"

"اور شاہین، اسے نہیں اٹھا سکتے وہ؟"

"نہیں۔" وہ تڑپ کر سیدھا ہوا۔

"اللہ نہ کرے، اللہ نے کرے پاپا، آپ مجھ سے وعدہ کریں، آپ میرے دونوں بچوں کو کبھی ان کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے، پلیز پاپا۔"

دانیال نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا، ان کا دل دکھ سے پھٹ رہا تھا، ان کا بیٹا، اس وقت سب کی نفرتوں کا شکار کتنا تنہا، کتنا دکھی تھا، سب کے ہوتے ہوئے بھی کتنا اکیلا تھا۔

"مجھ سے جو ہو سکا میں کروں گا، میں تمہیں یوں تو نہیں چھوڑوں گا بس تم مجھے ایک ایک بات بتاؤ، ہاشم نے بتایا تھا، کہ تمہارے پروپوزل کے لئے ایک کپل آیا تھا، وہ پھر کبھی نظر نہیں آیا، وہ لوگ کون تھے؟"

"نہال انصاری اور ان کی مسز، وہ ہماری تنظیم کے ہی لوگ تھے، ایسے لوگ ہر شہر میں موجود ہیں، جو ہماری کور بن جاتے ہیں۔"

"اب یہ سب فارین کو بھجوانے کا کیا مقصد تھا؟"

"مجھے بلیک میل کرنے کے لئے، وہ سمجھتے تھے کہ میں ایسے شکست مان کر شموئیل کو ان کے حوالے کر دوں گا مگر اب نہیں، اب میں اس کھیل سے تھک گیا ہوں، اب تو اچھا ہی ہے کہ وہ تنگ آ کر مجھے مار ہی ڈالیں۔"

"میک۔" دانیال نے تڑپ کر اسے ٹوکنا چاہا مگر وہ آج سب کہہ دینا چاہتا تھا۔

''میں نے اسی لئے ایک بار بھی کسی کے سامنے اپنی صفائی پیش نہیں کی، فارین کا مجھ سے الگ ہونا ہی بہتر ہے، چار سال کا مختصر ساتھ رہا ہے ہم دونوں کا، اس میں سے بھی کتنا عرصہ میں اس کے ساتھ رہا ہوں، کوئی اچھا ساتھی مل گیا تو وہ سب بھول جائے گی، وہ مجھ سے ناراض ہے، مجھ سے نفرت کر رہی ہے، یہی ٹھیک ہے، یہی اس کے حق میں بہتر ہے، اگر وہ خوشی خوشی شاہین کو دے دے تو آپ لے لیجئے گا اور اگر نہ......''

''صرف شاہین کو لے لوں یا اسے بھی جو آنے والا ہے؟''

''آنے والا ہے، کون آنے والا ہے؟'' اس نے حیرت و ناسمجھی سے انہیں دیکھا اور اس سارے عرصے میں پہلی بار ایک بے ساختہ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیلی تھی۔

''فارین Espect کر رہی ہے۔'' وہ ہکا بکا انہیں دیکھتا رہ گیا تھا، یہ تو اس کے وہم وگمان سے بھی پرے کی بات تھی، ایک لمبی سانس لے کر اس نے آنکھیں بند کر لیں، ہر طرف سے جکڑتی ان پیاری پیاری زنجیروں نے اسے نہ بھاگنے کے قابل چھوڑا تھا نہ مرنے کے۔

''تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''نہیں، اس سے فارین کی مشکلات بڑھیں گی، یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔''

''تو یہ سب پہلے سوچتے، اتنا ہی اس کی فلاح کا خیال تھا تو اس سے شادی ہی نہ کرتے، وہ جتنی بھی دکھی ہوتی یا بیمار، بالآخر سنبھل جاتی، اب اس طرح تو اس کا سنبھلنا بہت مشکل ہے۔''

''ہاں ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، میں مانتا ہوں، مجھ سے یہ بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے کہ اس سے شادی کر لی، مجھے اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی، اس طرح زندگی میرے لئے بہت مشکل ہوگئی ہے، بہت اذیت ناک، کاش میں اس تعلق کو وہیں ختم کر دیتا، آج میرے لئے یہ جو مشکلات ہر طرف سے امڈتی چلی آ رہی ہیں، ان سے میں خود ہی نمٹ لیتا، اب تو سب ہی میرے ساتھ انوالو ہو گئے ہیں۔'' اس نے پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی۔

''اور اگر فارین سے شادی نہ کرتے تو ہمیں کیسے ملتے؟'' اس بار وہ بہت دکھ سے مسکرایا تھا۔

''اس ملنے کا بھی کیا فائدہ، میں تو آپ لوگوں کے لئے ہر جگہ شرمندگی کا ہی باعث بنا ہوا ہوں۔''

''مجھے تو خیر کسی قسم کی کوئی شرمندگی نہیں ہے، ہر انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں، یہاں تو تم بہت مجبور تھے، اب آؤ براہ راست موضوع پر، تمہیں اس تنظیم کے باس کا نام پتا ہے، وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے؟''

''وہ زیادہ تر امریکہ میں رہتا ہے، بمشکل سال میں دو بار پاکستان آتا ہے، اس کا نمبر تو پاکستانی ہے اور یہیں رہتا ہے، مختلف شہروں میں ان کے مختلف عہدے دار ہیں۔''

''ہوں یعنی بیگ باس امریکی ہے، نام کیا ہے اس کا؟''

''ڈیوڈ بنجمن۔'' میکال نے بتایا۔

''کیا؟'' وہ بے ساختہ چلائے۔

''کیا نام لیا تم نے، دوبارہ بولو۔''

''ڈیوڈ بنجمن۔'' اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''وہ تو میرا کزن ہے، وہ تو تمہیں اچھی طرح جانتا تھا اس نے یہ کیوں کیا؟''

میکال تو خود اتنا حیران تھا کہ کچھ بول ہی نہیں پایا۔

"تم دیکھو میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں، میں تمہیں دی گئی ایک ایک اذیت کا حساب لوں گا۔" وہ شدید اشتعال کی لپیٹ میں تھے، میکال نے پانی گلاس میں ڈال کر انہیں دیا، وہ پی کر ان کا غصہ بھی قدرے کم ہوا تو انہوں نے اسے حکم دیا۔

"تم اٹھو اور ابھی میرے ساتھ چل کر اپنی ماں اور فارین سے معذرت کرو، وہ لوگ بھی شاکڈ ہیں، حقیقت پتا چلی تو ضرور ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔"

"نہیں پاپا، معذرت کیسی، کیا کہوں میں، وہ ویڈیوز، وہ تصویریں سب جھوٹ ہیں؟"

"نہیں تم یہ مت کہو لیکن آئندہ کے لئے تو اچھی امید دلا سکتے ہو، کیا تمہیں وہ دونوں یاد بھی نہیں آتیں؟" جواب میں اس نے اتنی زخمی نگاہوں سے انہیں دیکھا کہ وہ خود سے بھی شرمندہ ہو گئے۔

"میک میرے بیٹے تم نے کیوں اپنے آپ کو اتنی مشکل میں ڈال رکھا ہے میرے ساتھ چلو تو سہی۔"

"نہیں آپ جائیں، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے، میرا نہیں۔" وہ اپنے بیڈ روم میں چلا گیا، دانیال بہت بھاری قدموں سے وہاں سے آئے تھے۔

☆☆☆

"تم کیسی ماں ہو رمشہ، جس بیٹے سے ملنے کے لئے اتنے عرصے سے تڑپ رہی تھیں، اسے پانے کے بعد ساری تڑپ ساری محبت ختم ہو گئی، اب صرف نفرت اور غصہ رہ گیا اس کے لئے، وہ تو پہلے ہی زخم زخم ہے، تم نے ماں بن کر ڈاکٹر بن کر اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے اسے اپنے الفاظ سے وہ نشتر چبھوئے کہ وہ لہولہو ہو گیا، تم اس کے دکھ سمیٹنے کے بجائے اسے مزید دکھی کرتی رہیں، تم نے اسے پالا نہیں، اس کی تربیت نہیں کی تو اس طرح بے عزت بھی کرنے کا کیا حق تھا تمہیں، اتنی مشکلات سے گزرنے کے باوجود وہ ہمیں نہیں بھولا، ہمارے نام لکھ لکھ کر یاد رکھتا رہا اور تم سے تو وہ اتنی محبت کرتا ہے کہ ہم دونوں سامنے ہوں تو وہ تمہاری طرف ہی دیکھتا رہتا ہے، تمہاری خوشی کے لئے اس نے اپنے مصائب بڑھا لئے، اس بیٹے کو تم طنز سے چھلنی کرتی رہیں، تم نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ آئندہ کے لئے اسے تم سے کوئی امید ہی نہیں رہی، وہ فارین جو اس کی محبت میں سب کر گزرنے کے لئے تیار تھی وہ اسے ایک دم یوں چھوڑ آئی کہ نہ وضاحت نہ صفائی کی موقع دیا یہ کس قسم کی محبتیں ہیں، جو ایکدم سے یوں بدگمان ہو جاتی ہیں، تم کم از کم اس سے رک کر آرام سے بھی تو پوچھ سکتی تھیں کہ وہ اتنی برائی میں کیوں ملوث ہوا اور چھٹکارے کی کیا صورت ہے، اب جب کہ وہ اتنے کرائسس میں ہے کہ اس کی جان بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے تو......"

"ڈینی پلیز۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بری طرح رو پڑیں، بیٹے کی زندگی کی جو کہانی دانیال نے سنائی تھی، وہ دکھ اور شرمندگی سے ٹوٹ کر رہ گئی تھیں، اس کی زندگی بھی خطرے میں تھی، یہ خوف تو سانس بھی ٹھیک سے نہیں لینے دے رہا تھا۔

"اس وقت جب وہ اپنی اور اپنی آنے والی نسل کی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے تو ہماری محبت اور اعتماد کا ایندھن اس کے ساتھ ہونا چاہیے، اس کی پشت مضبوط ہو گئی تو وہ دشمن کے سامنے بہادری سے سینہ سپر ہو گا۔"

"آپ مجھے اس کے پاس لے چلیں

پلیز۔'' رمشہ کو پتا تھا دانیال کتنے ہی غصے میں کیوں نہ ہوں، ان کے ساتھ زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتے، وہ کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے جو روز اول کی طرح ہی آج بھی بہت عزیز تھی، یوں روتی، بلکتی ان کو کمزور کر گئی۔

''او کے لیکن اب تمہاری طرف سے کوئی غلط بات نہیں ہونی چاہیے۔'' ساتھ ہی تنبیہ بھی کی تھی، رمشہ نے اثبات میں سر ہلایا، وہ انہیں ساتھ لے کر میکال کے ہاں چلے آئے، وہ اپنے بیڈروم میں تھا، شموئیل سو چکا تھا اور وہ نجانے کن خیالات سے نبرد آزما تھا کہ ان کے آنے کی اطلاع پر تیزی سے لاؤنج میں آیا، رمشہ کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا، وہ خود ہی اٹھ کر اس کے پاس چلی آئیں۔

''میں نے تمہیں بہت کچھ غلط کہہ دیا، جس کے لئے میں تم سے معذرت کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ کہتی رہیں۔

''جب میں سچائی سے آگاہ ہی نہیں تھی تو مجھے یہ سب کہنے کا کیا حق تھا۔'' انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

''میں نے کیوں اتنی بکواس کی، کیوں تمہیں اتنے زخم لگائے، میرا بچہ تو پہلے ہی دوسروں کے لئے کھلونا بنا ہوا تھا، میں نے کیوں اسے توڑنے کی کوشش کی۔'' انہوں نے اس کے رخسار چوم لئے، میکال نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔

''پلیز ماما، آپ نے کچھ بھی غلط نہیں کیا، آپ پریشان نہیں ہوں، آپ مجھے کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔'' ان کے آنسوؤں سے اس کا گریبان تر ہو رہا تھا۔

''ماما پلیز ایسے مت کریں۔'' ان کی متورم آنکھیں وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا، دل کو دھچکا سا لگا تھا۔

''مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے آپ کو یوں دیکھ کر۔'' وہ اور زیادہ رونے لگیں، بہت مشکل سے میکال نے انہیں چپ کروایا تھا، پھر انہیں ساتھ لئے صوفے پر آ بیٹھا۔

''یہ پانی پئیں۔'' اس نے گلاس ان کے لبوں سے لگایا، دانیال خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''آج کا دن جتنی باتیں اس سے کرنی ہیں کر لو، پھر کل میں اسے کہیں اور شفٹ کر دوں گا۔'' رمشہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''کہاں لے جائیں گے اسے؟''

''ہے ایک محفوظ پوائنٹ میرے ذہن میں، یہاں ہر پل اس کے لئے خطرہ ہے، مجھے کچھ ضروری کام ہیں، میں چلتا ہوں۔''

''اور شموئیل، وہ کہاں جائے گا؟''

''ہمارے ساتھ اور کہاں جائے گا۔''

''وہ...... وہاں......؟'' وہ ہچکچائیں، وہ سمجھ گئے۔

''تو ہم الگ رہائش کا انتظام کر لیں گے، اب دوسروں کے لئے میں اپنے بچے تو نہیں چھوڑ سکتا۔'' ان کے لہجے سے تلخی ٹپک رہی تھی۔

''اور ہو سکتا ہے مجھے کچھ دنوں میں امریکہ جانا پڑے، مائیکل اور ہنری کو انوالو کرنا پڑے گا ورنہ ڈیوڈ پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔'' رمشہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا، دانیال کے بھائی مائیکل پولیس کمشنر تھے اور ہنری جلسٹس Justice تھے، ان کے والد ری پبلکن پارٹی کے ایک سینئر عہدیدار رہے تھے، ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے ان کا انتقال ہوا تھا، دانیال کی پہنچ بڑے بڑے لوگوں تک تھی، باقی کمی ان کے دونوں بھائی پوری کر دیتے، دانیال اور ڈیوڈ نہ صرف کزن تھے بلکہ ایک ہی کلاس میں پڑھتے

تھے، دانیال بہت ذہین تھے، بے حد اور ڈیوڈ ان کے مقابلے میں کم ذہانت کا مالک تھا، دانیال جو پہلے ڈینئیل تھے، بہت خوبصورت شخصیت کے مالک بھی، دونوں جب کالج پہنچے تو ڈینی کی مقناطیسی خوبصورتی لڑکیوں کو ان کی طرف دیوانہ وار کھینچتی تھی، وہ بھی ہنس کر سب سے ملتے مگر اسیر ہوئے تو کس کے، ایک مسلمان پاکستانی لڑکی پر، جو میڈیکل کرنے کے لئے امریکہ آئی تو ڈینئیل اس پر دل ہار بیٹھے، اندر سے تو شاید وہ ان کی خوبصورتی سے متاثر ہوئی بھی ہو تو بھی اوپر سے بے نیاز بنی رہتی تھی، وہ باشعور لڑکی تھی، جانتی تھی کہ ان کے درمیان صرف معاشرہ ہی نہیں، مذہب بھی حائل ہے سو وہ اپنے آپ میں ہی رہتی تھی، روز کا سامنا، ڈینئیل کی محبت بھری نظریں، اس کی ظاہراً اور در پردہ ہر طرح سے مدد کرنا، اندر سے کہیں وہ نرم پڑ رہی تھی، ہر چند کہ پڑنا نہیں چاہتی تھی، تعلیم مکمل ہوتے ہی اسے جاب کی آفر ہوئی تو اس نے ٹھکرانا کفران نعمت سمجھا اور بعد میں پتا چلا کہ ڈینئیل بھی اسی ہاسپٹل میں ہیں اور پھر انہوں نے اسے پرپوز کر ڈالا، رمشہ نے انکار کر دیا، اسے انکار کرنا ہی تھا مگر ڈینئیل نے یہ کہہ کر اسے حیران کر دیا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے، بڑے سخت مراحل تھے وہ جن سے گزرنا پڑا تھا، ڈینئیل کو اپنے گھر میں سخت مذاحمت کا سامنا کرنا پڑا، ڈیوڈ تو ان پر الٹ پڑا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ڈینی، تم ایک دن سخت پچھتاؤ گے، ایسا سچا مذہب چھوڑ کر تم بے راہ رو ہونا چاہتے ہو۔''

''پلیز ڈیو، میں بہتر سمجھتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔''

''یہ عشق جب اترے گا تو کہاں جاؤ گے۔''

''یہ عشق وہ عشق ہی نہیں ہے جو اتر جائے۔'' رمشہ کے والدین سے انہوں نے فون پر بات کی تھی اور رمشہ کے چاچو، جن کے پاس وہ رہ رہی تھی، نے فون پر اپنے بڑے بھائی سے ڈینئیل کی بہت تعریف کی تو رمشہ کے اماں اور بابا امریکہ آ گئے، ڈینئیل سے مل کر وہ سچ مچ بہت خوش ہوئے تھے، انہوں نے روایتی والدین کے برعکس کھلے دل و دماغ سے اس فیصلے کو قبول کیا تھا۔

ڈینئیل کا قبول اسلام اور ان کا نکاح ان کے سامنے ہی ہوا تھا، ایک سال بعد میکال پیدا ہوا تھا، ہو بہو ڈینئیل کا ہم شکل، بہت خوبصورت بچہ، رمشہ کی تو جان تھا وہ اس کے لئے اس نے جاب چھوڑ دی تھی، وہ اسے خود پالنا چاہتی تھی تین سال بعد مائلہ پیدا ہوئی تھی، چار سال کی عمر میں میکال کو اسکول داخل کروایا اور مائلہ کو ڈے کیئر سینٹر میں چھوڑ کر رمشہ نے جاب دوبارہ جوائن کر لی، کیونکہ اسے بہت اصرار سے واپس بلایا جا رہا تھا، ڈیوڈ نے ڈاکٹر بننے کے بعد ہاسپٹل میں جاب کے بجائے سول سروس جوائن کر لی تھی، ساتھ ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا، مضبوط پارٹی سے تعلق کے سبب اسے سہولیات بھی پسند ملنے لگیں، ان دنوں وہ پاکستان میں موجود امریکن سفارتخانے میں اپنے چند ساتھیوں سمیت موجود تھا، انہی دنوں ڈینئیل اور رمشہ بھی پاکستان آئے ہوئے تھے، امریکن سفیر، ڈینئیل کے والد کے اچھے دوستوں میں تھے، انہوں نے امریکہ کے یوم آزادی پر ہونے والی تقریب میں ڈینئیل کو بھی بلایا تھا اور یہیں ڈیوڈ کے شیطانی ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پا گیا تھا، اس کا ارادہ تو دونوں بچوں کو ہی اٹھانے کا تھا مگر ہاتھ صرف میکال آ سکا تھا، اس نے یہ تنظیم پچھلے کچھ سالوں سے انڈیا پاکستان اور بنگلہ دیش میں قائم

کی تھی اور رزلٹ بہت اچھا آیا تھا، وہ کب سے ان ملکوں میں آ جا رہا تھا، ڈینئیل جیسے مصروف آدمی کے فرشتوں کو بھی اس کی خفیہ سرگرمیوں کی خبر نہیں تھی، میکال کو اپنے پاس لانے کے بعد اس نے اسے اپنی خصوصی نظر میں رکھا تھا، وہ بہت روتا، تڑپتا تھا، ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بیقرار، وہ جیسے جیسے روتا، ڈیوڈ کے اندر سکون اترتا جاتا، یوں لگتا جیسے ڈینئیل رو رہا ہو، پھر رفتہ رفتہ اسے یقین ہوتا گیا کہ وہ اب کہیں نہیں جا پائے گا تو وہ خاموش ہوتا چلا گیا، اس نے گھر پر ٹیوٹر لگوا کر اس کی تیاری کروائی اور ایگزیم دلوا کر اسے اگلی کلاس میں کروا دیتا۔

کچھ عرصے بعد اسے باقاعدہ اسکول میں داخل کروا دیا گیا، بڑا ہونے پر ڈیوڈ نے اسے وہ بنا دیا جو ڈینئیل کے لئے ایک تازیانہ تھا، جس نے خود اتنی صاف ستھری زندگی گزاری، اس کا بیٹا ہر برائی میں ملوث تھا، حالانکہ دیگر لڑکے لڑکیوں کے مقابلے میں اسے میکال نے ہی سب سے زیادہ تنگ کیا تھا، جب بھی اس کی شادی کروائی جاتی، وہ کتنے کتنے دن کے لئے گم ہو جایا کرتا تھا، ایک بار تو اس نے ایک لڑکی کو چھوا تک نہیں، ڈیوڈ نے اسے سخت سزا دینے کا حکم دیا، اسے علم تھا کہ ایک بار اسے یوں چھوڑ دیا تو وہ ہمیشہ یہی کرے گا، سو اسے کوڑوں سے پیٹا گیا تھا، جب ڈیوڈ اس سے ملنے کے لئے آیا تو وہ اوندھے منہ کاؤچ پر لیٹا ہوا تھا، اس کی پشت پر لمبے لمبے زخم تھے، وہ اب کئی دن تک سیدھا نہیں لیٹ سکتا تھا۔

''اوہ لولی بوائے، کیا بات ہے؟ کیا لڑکی پسند نہیں آئی تھی؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے منہ پھیر لیا تھا، ڈیوڈ کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''اب تمہارے دماغ میں یہ بات اچھی طرح فیڈ ہو گئی ہو گی کہ آئندہ کوئی سی ڈی خالی نہ آئے، ہم اتنے اخراجات کے بعد بھی اس طرح لڑکیاں چھوڑنے لگے تو خود تو کما چکے، اب جلد از جلد ٹھیک ہو جاؤ، ایک بڑی ہستی تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہے۔'' وہ پھر بھی نہیں بولا تھا، مگر آئندہ کے لئے سمجھ گیا تھا کہ وہ ان کے کہے پر عمل کیے بغیر نہیں چل سکتا، پھر یونیورسٹی کی جاب کے دوران اس نے ازخود اپنی شادی کے لئے اجازت لی، اپنی ایک اسٹوڈنٹ سے شادی کی اجازت، پہلی بار ڈیوڈ نے اس کی آنکھوں میں وہ انوکھی چمک دیکھی، کوئی اور ہی جذبہ تھا ان میں، وہ بہت زیرک انسان تھا اسے شادی کی اجازت دی تو مشکل سے مگر دی اپنی شرائط پر، یہ اور بات کہ وہ اکثر بہت ڈسٹرب نظر آتا تھا، پر یہ ڈیوڈ کا سر درد نہیں تھا، پھر ایک لڑکی اس کا بچہ لئے چلی آئی، بنا بنایا میکال، ہاہاہا، ڈیوڈ نے بلند قہقہہ لگایا ورنہ کچھ عرصہ پہلے جب اسے پتہ چلا کہ میکال کو اس کے والدین مل گئے ہیں اور یہ کہ وہ فارین کے رشتے دار ہیں یہ ایک ڈیزاسٹر تھا، حقیقی تباہی، کیونکہ ڈیوڈ ڈینئیل کو اور اس کی اپروچ کو اچھی طرح جانتا تھا، پر یہ بچہ اس نے تو ڈیوڈ کے سینے میں ٹھنڈ ڈال دی تھی۔

''یہ تو تمہاری فوٹو کاپی ہے صرف ٹریننگ ریپیٹ کرنی پڑے گی۔''

''کبھی نہیں، میں اسے یہاں نہیں رہنے دوں گا۔'' میکال نے سختی سے انکار کیا تھا۔

''اوہ تو تمہاری مسز رکھ لے گی اسے؟'' اس نے طنزیہ پوچھا۔

''ہاں اگر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو۔'' اس کے اعتماد پر ڈیوں کی مسکراہٹ کشادہ ہوئی تھی۔

''چلو تھوڑا امتحان لیتے ہیں اس کی محبت

کا۔" میکال کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا مگر حسب عادت وہ خاموش رہا تھا، پھر واقعی وہ اسے رکھنے میں کامیاب رہا تھا، ڈیوڈ اسے آرام سے کہاں رہنے دے سکتا تھا، اس نے اسے مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ شموئیل کو اس کے حوالے کر دے، اس کی سختی سے کیے گئے انکار پر اس نے فارین کو میکال کی تصویریں اور ویڈیوز بھیج دی تھیں اور اس بار نتیجہ حسب توقع نکلا، فارین گھر چھوڑ کر چلی گئی، ٹوٹے اور ہارے ہوئے میکال کو دیکھ کر ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا تھا۔

"اب کہاں گئی اس کی محبت، اب کہاں گیا وہ محبت و قربان کا دعویٰ۔" میکال کیا جواب دیتا، اسے خود یقین نہیں آ رہا تھا کہ فارین اسے چھوڑ گئی ہے، جو اس سے اتنی محبت کرتی تھی کہ اندر کہیں اسے یہ یقین تھا کہ وہ اسے ہرگز نہیں چھوڑے گی چاہے اسے میکال سے متعلق ساری حقیقت پتا چل جائے، مگر یہ مان تو بری طرح ٹوٹ گیا تھا اور شاید وہ خود بھی ٹوٹ پھوٹ گیا تھا، پہلے تو وہ جینے کی امنگ تھی بھی تو اس لئے کہ ماں باپ سے ملنے کی خواہش بہت زور آور تھی، پھر فارین اور شاہین نے زندگی سے لگاؤ پیدا کیا پھر ماں باپ بھی مل گئے، تو کچھ عرصے کے لئے وہ اس مکروہ زندگی کو بھول کر خوش رہنے لگا تھا کہ اسے بڑے برے طریقے سے باور کروایا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے خوش نہیں ہو سکتا اس کے لئے بھی ان کی رضا مندی ضروری ہے، اس نے دکھ سے جلتی سانس سینے سے خارج کی تھی۔

"میکال میکال۔" رمشہ اسے پکار رہی تھیں، وہ چونک کر حال میں واپس آیا۔

"کہاں کھوئے ہوئے تھے؟"

"یونہی بس، وہ ماما، شاہین تو ٹھیک تھی نا؟" اس نے بہت آہستگی سے جھجکتے ہوئے پوچھا تھا، رمشہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"ہاں بہت یاد کر رہی تھی تمہیں اور شموئیل کو بھی۔" کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"فارین کا نہیں پوچھو گے؟" ان کے اچانک سوال پر وہ جو انہیں ہی دیکھ رہا تھا ایکدم نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"اس سے ناراض ہو تم؟ اسے اگر دیکھ لو تو ساری ناراضی ختم ہو جائے گی، کھاتی پیتی وہ نہیں، سوتی وہ نہیں، اتنی کمزور اور بیمار سی، اوپر سے پریگننسی، اس کی تو حالت ہی خراب ہے، ہاشم اور شائستہ بہت پریشان ہیں، بہت زیادہ پر ہمارے سامنے کچھ نہیں کہا، بس شائستہ نے یہ ریکوئسٹ کی کہ میری تو سنتی نہیں ہے آپ اسے زبردستی کھانے کے لئے کہیں۔"

"تو کہا آپ نے؟" اس کے بے ساختہ پوچھنے پر ایک بے اختیار مسکراہٹ نے ان کے پورے چہرے کو روشن کر دیا تھا۔

"ہاں، کھانا کھلایا تھا میں نے، سب ٹھیک ہو جائے گا، انشاء اللہ، شاہین کی دفعہ بھی اس کی یہی کنڈیشن تھی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں، ہو جاتا ہے ایسا، میں نے اسے دوائیں بھی دی ہیں، اصل میں تو وہ مینٹلی ڈسٹرب ہے خیر وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے بلاشبہ اور جب اسے حقیقت پتا چلے گی تو یقیناً وہ اپنا دل بھی صاف کر لے گی، بہت مشکل ہے کسی بھی عورت کے لئے یہ سب برداشت کرنا مگر محبت سب کروا لیتی ہے، پھر یہ جو ننھے ننھے پھول اس آنگن میں کھل رہے ہیں، وہ اللہ کی تم سے محبت کا اظہار ہیں۔"

"شاید۔" وہ مبہم سے لہجے میں کہہ کر چپ ہو گیا۔

"یہ تمہارے اور فارین کے لئے بھی ایک

پل کا کردار ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ کو بھی تم دونوں کا ساتھ منظور ہے کبھی تو پہلے شامین اور اب یہ جو آنے والا ہے، یہ کبھی تم دونوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے۔"

"وہ یہ سب بھول پائے گی؟ کیا یہ ممکن ہے؟" اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"ہاں کیونکہ اسے یہ یقین آ جانا چاہیے کہ اس میں تمہاری مرضی کہیں نہیں تھی، یہ سب زبردستی کے سودے تھے اور فارین سے تمہارا تعلق، تمہاری دلی خواہش پر جڑا ہے اور یہ یقین اسے تم دلاؤ گے۔" انہوں نے اسے حکمیہ انداز میں گائیڈ لائن دی تھی، انتباہ کیا تھا کہ بس اس سے آگے فارین سے اور کچھ نہیں کہنا۔

"سچ بھی تو یہی ہے نا ماما۔" اس نے سر صوفے کی بیک پر رکھ کر آنکھیں موند لیں، رمشہ نے محبت سے اس کا سر سہلایا۔

"تو یقین رکھو کہ فتح حق کی ہوگی انشاء اللہ۔"

☆☆☆

دانیال نے تو سچ مچ طوفان مچا دیا تھا، انہوں نے میکال کو اپنے پاکستانی دوست بریگیڈیئر اکرام اللہ غوری، جن سے ان کی دوستی یوں ہوئی کہ بریگیڈیئر صاحب امریکہ ان کے پاس بغرض علاج جاتے تھے، ہوتے ہوتے دونوں میں دوستی ہوگئی انہوں نے ان سے وعدہ لیا تھا کہ ان کا بیٹا پوری حفاظت میں رکھا جائے گا اور بریگیڈیئر غوری نے انہیں بے فکر ہونے کی ہدایت کی اور میکال کو ساتھ لے گئے تھے، خود دانیال امریکہ چلے گئے، ان کے بھائی ان کے والد کے دوست، سب لوگ جنہیں پہلے تو ڈیوڈ کی ان سرگرمیوں کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا، اپنی اپنی Resources استعمال کر کے کتنی مشکل سے ڈیوڈ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوئے تھے، وہی جانتے تھے پھر میکال کی نشاندہی پر پاکستان میں موجود سارے سیٹ اپ پر ہاتھ ڈالا گیا تھا، دانیال اس سے ملنے کے لئے جیل گئے تھے۔

"کتنے دن تم مجھے اندر رکھ پاؤ گے؟" وہ انہیں دیکھ کر پھنکارا تھا۔

"ہمیشہ کے لئے، اب بے فکر ہو جاؤ کہ تم یہاں سے نکلو گے، تم مجھے صرف یہ بتاؤ، تم نے میرے بیٹے کو کیوں اغواء کیا تھا؟"

"اوہ، ابھی تک یہی سوچ رہے ہو تم، اپنے بیٹے کا اعلیٰ کردار دیکھ کر بھی تم نہیں سمجھ پائے، کہ میں نے اسے کیا بنا دیا تھا، تم تو ایک نیک مسلمان ہونا، تمہارا بیٹا بھی دیکھ لو مسلمان ہی ہے، میں چاہتا تو اسے کرسچن بنا سکتا تھا لیکن مسلمان ہو کر اس نے جو کارنامے کئے ہیں، ان کا مزہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، کیسا لگا تمہیں اپنا میکال۔" اس کے استہزائیہ لہجے پر انہوں نے بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا تھا۔

"بہت اچھا، میری تو اولاد ہے اگر وہ سچ مچ اپنی مرضی سے بھی بگڑا ہوتا تب بھی میرا فرض تھا کہ اسے صراط مستقیم کی طرف لانا، تم نے تو زبردستی اسے گمراہی کی طرف بھیجا، اس کی تو کہیں مرضی نہیں تھی مگر تم اسے بھی چھوڑو، مجھے یہ بتاؤ تم نے میکال کے ساتھ یہ سب کیوں کیا؟"

"تم نے پہلے بھی یہ پوچھا ہے، اور میرے جواب سے تمہیں اندازہ ہو جانا چاہیے تھا، کہ صرف تم سے انتقام لینے کے لئے تم نے مسلم بن کر ہمارے لئے ایک عذاب کھڑا کر دیا تھا ہمارا خاندان بشپ خاندان تھا، عام کرسچن خاندان نہیں تھا ہم دوسروں کو کیا تبلیغ کرتے جب ہمارا اپنا ایک فرد ہمارے سچے مذہب کو چھوڑ کر ایک دوسرے مذہب کو اپنا لے، تو ہماری کریڈیبلٹی

کیسے اور کتنی متاثر ہوئی ہوگی تم اندازہ کر سکتے ہو۔''

''یہ صرف تمہاری ذہنیت ہے ورنہ میرے باپ اور بھائیوں نے تو کہیں اتنے سخت اعتراض نہیں کیئے اور میں مسلم ہو کر بہت خوش ہوں مجھے کبھی کہیں کوئی پچھتاوا نہیں ہوا تمہیں اتنی تکلیف کیوں ہوئی۔''

''کیونکہ میں ایک سچا عیسائی ہوں۔''

''تو تم اپنے مذہب پر قائم رہو اور دوسروں کو ان کے مذہبی معاملات میں آزاد چھوڑ دو، تم کون ہوتے ہو کسی کو کسی کے کیئے کی سزا دینے والے۔'' دانیال کا لہجہ بھی تلخ ہو گیا۔

''اب کچھ بھی کہتے رہو، اپنے دل میں ٹھنڈ ڈالتے رہو، وہاں پاکستان میں تمہیں قدم قدم پر میکال کی جاننے والیاں مل جائیں گی، اس کی بیوی بھی اس طرح اس کے ساتھ نہیں رہ پائے گی، پھر دیکھتا ہوں تم کیسے ان معاملات کو سدھارو گے، کیا کرو گے، اس کے لئے؟'' دانیال کو سچ مچ خون کے گھونٹ پینے پڑے تھے۔

☆☆☆

دانیال واپس آئے تو ان کے ساتھ میکال بھی تھا، وہ ہاشم اور شائستہ سے بات کر چکے تھے صرف فارین سے بات کرنا باقی تھا انہوں نے تنہائی میں اسے خوب سمجھایا تھا، تسلی دی اور میکال کے اس کے ساتھ ہر طرح سے وفادار رہنے کا یقین دلایا تھا، اتنے عرصے میں رمشہ بھی اس کی برین واشنگ کرتی رہیں تھیں سو اس کا رویہ نارمل تھا، رات کے کھانے کے بعد دانیال اور رمشہ میکال فارین، شموئیل اور شاہین کے ساتھ، میکال کے گھر یا دوسرے معنوں میں اپنے گھر آ گئے تھے، رات کو سب کے سو جانے کے بعد میکال فارین کے پاس آ بیٹھا۔

''کیسی ہو؟'' فارین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا، ویسا ہی خوبصورت بے داغ چہرہ، منتظر نگاہوں سے اسے دیکھتا۔

''ٹھیک ہوں۔''

''ابھی بھی ناراض ہو؟''

''نہیں۔'' مختصر جواب، وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''محبت کرتی تھیں تو اعتبار بھی تو کرتیں نا، سب دیکھ لینے کے بعد مجھ سے تو کچھ پوچھتیں تم نے تو یہ بھی نہیں پوچھا کہ اگر میں اتنا برا تھا اتنی عورتیں مجھے میسر تھیں تو میں نے تم سے شادی کیوں کی؟''

''وہ تو میں نے کہا تھا نا آپ سے، پہلے تو آپ نے منع کر دیا تھا۔''

''ہوں تو یہ گلہ ابھی تک ہے تمہارے دل میں، اچھا چلو یہ تو سوچو کہ پھر کیوں کی، تمہاری محبت میں نا، میں تو خود تمہارا اسیر ہو گیا تھا یقین مانو جب وہ بلیک میلنگ اسٹف تیار کر کے مجھے دھمکایا جا رہا تھا، مجھے کوئی ڈر نہیں لگا، مجھے تم پر اتنا یقین تھا، کہ تم مجھے نہیں چھوڑ سکتیں، تمہاری محبت ان تمام باتوں سے ماورا ہے، میں باہر رہتا، تمہارا کسی قسم کا خیال بھی نہیں رکھتا تھا، مگر تمہارے لبوں پر کبھی کوئی شکوہ نہیں آیا تو میرے اندر کہیں نہ کہیں احساس ضرور موجود تھا کہ تمہیں میرے متعلق چاہے کچھ بتایا جائے، یا کچھ دکھایا جائے لیکن تم تو یوں مجھے چھوڑ آئیں تو کہ میرے اندر سے ساری امیدیں بھی ختم ہو گئیں، میں جوان کے آگے ڈٹ کر کھڑا ہو چکا تھا، ایکدم کمزور پڑنے لگا، یہ تو پاپا آ گئے تو انہوں نے سب معاملات اپنے ہاتھ میں لے گئے ورنہ وہ مجھے کب کا مار کر شموئیل کو اپنے قبضے میں لے چکے ہوتے۔'' فارین نے دہل کر اسے دیکھا، وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''تمہارا کیا خیال ہے وہ مجھے چھوڑ دیتے،

میں نے ان سے بغاوت کی تھی، اس کی کم سے کم سزا بھی موت ہے، اینی وے اب ان کا سارا سیٹ اپ ختم ہو چکا ہے، لیکن تمہارے دل میں ہو سکتا ہے میرے لئے ابھی تک کوئی وسوسے ہوں تو پلیز اپنا دل صاف کر لو، میں نے پہلے بھی کبھی خوشی سے وہ سب نہیں کیا تھا اب تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار رہتا ہوں کہ وہ مجھے میرے سارے گناہوں کے لئے معاف کر دے، دانستہ نادانستہ مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں سب کے لئے معافی مانگتا رہتا ہوں، پہلے میں نماز بھی نہیں پڑھتا تھا کہ میں تو اتنا آلودہ، اتنا گناہ گار ہوں تو میں کیسے اس کی بارگاہ میں کھڑا ہو سکتا ہوں لیکن اب میں باقاعدگی سے نماز پڑھتا ہوں، میرا جسم کتنا ہی ناپاک رہا ہو لیکن میری دعا ہے کہ میری روح ایک پاکیزہ روح کہلائے، پاکیزہ روحوں کے ساتھ رکھی جائے۔''

چاہتا ہوں میں منیر اس عمر کے انجام پر
ایک ایسی زندگی جو اس طرح مشکل نہ ہو

فارین نے حیرت سے اسے دیکھا، میکال اور شعر، وہ ہنس پڑا۔

''سب سیکھ لیا تمہاری فرقت میں، تمہیں کیا لگتا ہے محبت صرف تم ہی کر سکتی ہو، ماما سے پوچھنا میرا حال مجنوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔''

''بتایا تھا پھپھو نے۔'' وہ آہستہ سے بولی تھی۔

''تب بھی تم نہیں آئیں؟'' میکال نے افسوس سے کہا۔

''تب آپ یہاں تھے ہی نہیں۔'' وہ اتنی معصومیت سے بولی کہ میکال کو ہنسی آ گئی۔

''تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔''

''کیا، کیا نہیں بتایا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''بھئی مجھے تو بتایا گیا تھا کہ کوئی خوشخبری ہے؟'' اس کے ہونٹوں پر پھیلی شریر مسکراہٹ دیکھ کر فارین جھینپ گئی تھی۔

''پتا ہی وہاں جا کر لگا تھا تو کیسے بتاتی۔''

''پاپا نے شکرانے کے لئے عمرے کا پروگرام بنایا ہے، اب تم تو نہیں جا سکتیں، میں اور پاپا ہی جائیں گے، پھر انشاء اللہ حج کے لئے تم اور میں دونوں اپلائی کریں گے ٹھیک ہے۔'' فارین نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا تھا وہ سچ مچ کتنا بدل گیا تھا۔

''مجھ سے ایک وعدہ کرو فارین، تم شمومیل کا بھی اسی طرح خیال رکھو گی جیسے اپنے دونوں بچوں کا، وہ ایک مظلوم بچہ ہے، وہ میرے کسی عشق کا نتیجہ نہیں ہے کہ تم اس سے کوئی جیلسی محسوس کرو، میں تمہارے وسیع ظرف سے یہ ایک چھوٹی سی توقع رکھتا ہوں۔'' فارین نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے میکال کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا، میکال نے مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا، آزمائش کے دن ختم ہوئے تو ہر سو سکھ اور سکون کی ہوا چلنے لگی تھی، اب زندگی بہت آسان تھی، اس نے تشکر سے پہلے اوپر دیکھا اور پھر فارین کو اور سکون کا سانس لیتا مسکرا دیا۔

☆☆☆

پربت کے اس پار کہیں

نایاب جیلانی

پینتیسویں قسط کا خلاصہ

نیل بر جہاندار سے گلالئی سے ملاقات کا ذکر کرتی ہے تو وہ چونک کر سوچتا ہے کہ یہ بھولی سری کہانی کا کردار نیل بر سے کہا آ ٹکرایا۔

ساہنواز خان مورے سے ملنے آتا ہے تو عروفہ کو بے حد برا لگتا ہے وہ عشیہ سے الجھ پڑتی ہے، اِدھر ولید نشرہ سے انتقام لینے کے لئے عروفہ کو اپنی جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا لیتا ہے۔

صندیر خان کا خاص بندہ اسے بتاتا ہے کہ جہاندار اصل میں کون ہے، صندیر خان سب جان کر سناٹے میں رہ جاتے ہیں۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ شاہوں کی حویلی کا کوئی گم شدہ کردار یوں سامنے آ جائے گا، کردار بھی وہ جو اپنے دامن میں انتقام اور تباہی لے کر آئے گا۔

امام کے آپریشن کی کامیابی پر پلوشہ پورے خاندان کو دعوت پر بلاتی ہے، امام جب ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق صبح سویرے واک کے لئے آیا تو شانزے سے ٹکراؤ ہو گیا جو اسے یوں واک کرتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اب آپ آگے پڑھیئے

چھتیسویں قسط





فارم ہاؤس میں سباخانہ کے لئے ایک تعجب انگیز سرپرائز تھا۔
اس نے پھولوں کے جھرمٹ میں، کھجوری جھولے پہ بیٹھی اداس آنکھوں والی حمت جیسی ایک لڑکی کو دیکھا اور ٹھٹک کر اپنی جگہ پہ ہی منجمد ہو گئی تھی۔
اول تو اس نے پھولوں کے پاس بیٹھی لڑکی کو حمت ہی سمجھا تھا، اگر یہ لڑکی شہری لباس نہ پہنے ہوتی تو کسی طور پر بھی حمت سے مختلف نہیں تھی۔
ویسا ہی ناک ونقشہ، ویسا ہی دل سوز حسن، ویسی ہی چہرے پہ چھائی شکستگی، یہ تو کوئی حمت کا دوسرا روپ تھی، یا پھر حمت کا ہی کوئی اور عکس، یا حمت کی ذات سے نکلا ہوا ایک اور بت، سباخانہ پہ تو سکتہ طاری ہو گیا تھا، وہ تو دوسرے ہی لمحے حمت کے سامنے تھی۔
''یہ لڑکی کون ہے حمت!'' سباخانہ کے لہجے میں تجسس تھا، وہ کسی بھی صورت اس لڑکی کے بارے میں معلومات جاننے کے لئے بے تاب نظر آ رہی تھی، حمت چونکہ پہلے ہی ذہنی طور پر تیار تھی، اس لئے گھبرائے بنا ہی بولی۔
''لالہ کی مہمان ہے۔''
''مگر یہ تو تمہارے جیسی ہے۔'' سباخانہ نے بے چینی کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔
''تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اس دنیا میں کئی انسانوں کی شکلیں آپس میں ملتی ہیں۔'' اس کا انداز لاپرواہ قسم کا تھا، سادہ اور بے نیاز سا۔
''یہ کہاں سے آئی ہے؟'' ایک اور مچلتا ہوا سوال۔
''میرا خیال ہے، مریخ سے تو نہیں آئی۔'' حمت نے تحمل سے ہی جواب دیا تھا۔
''ٹھیک بتاؤ نا، لالہ نے اسے کہاں سے دریافت کیا؟''
''لالہ کے جاننے والوں میں سے ہے، اس سے آگے لالہ نے کچھ نہیں بتایا، تم بھی زیادہ تجسس میں نہ پڑو، یہ نہ ہو، لالہ تمہیں واپس ہی بھجوا دیں۔'' حمت نے سمجھاتے ہوئے اسے تنبیہ کی تھی، سباخانہ کی عقل میں بات سما گئی تھی، حمت سے دور اس بڑ محل کی قید اسے کہاں گوارا تھی، واپس جانے کے خیال پہ ہی وہ سہم گئی تھی۔
''اور یہ بھی یاد رکھنا، تمہارا یہاں آنا میری مرضی اور خوشی کے لئے تھا، لالہ کی رضامندی شامل نہیں تھی، اس لئے لالہ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے۔'' اس نے دبے لفظوں میں اسے باور بھی کروا دیا تھا، سباخانہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔
''میں کون سا لالہ کے سامنے ایسی کوئی جرأت کروں گی، صرف تم سے بات کر رہی ہوں، لالہ سے اپنا دم نکلوانا ہے کچھ پوچھ کر۔'' سباخانہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے، لیکن انسانی فطرت سے مجبور ہو کر اس کا ہاتھ ہولے سے دباتے ہوئے بولی تھی۔
''پر تم سے تو بات کر سکتی ہوں نا، شہری لڑکی نے تو میرا دماغ گھما ڈالا، اسے یہ لمبا سا تنبو جو تم نے خود پر لپیٹا ہوا ہے پہنا دوں تو وہ لڑکی بالکل تمہاری کاربن کاپی بن جائے۔''
''سباخانہ!'' حمت نے جیسے زچ ہو کر تنبیہ کی تھی۔

''مجھے اپنے فیصلے پہ پچھتانا نہ پڑے۔'' وہ صاف لفظوں میں وارننگ دے رہی تھی، سبا خانہ نے ہاتھ باندھ کر ادب سے سر جھکا دیا تھا۔

''او میری ماں، ٹھیک ہے، کچھ نہیں پوچھتی، بس اتنا بتا دو، یہ لڑکی یہاں کب تک ہے؟'' سبا خانہ کے معصومانہ انداز پر حمت کچھ بولنے کے لئے سوچ ہی رہی تھی، جب پیچھے سے ایک ٹھہری ہوئی آواز سنائی دی تھی، وہ دونوں اچھل ہی پڑیں، کوئی تو تھا جوان کی تنہائی میں مخل ہو گیا تھا۔

''یہ تو کوئی نہیں جانتا، میں یہاں کب تک ہوں، شاید تقدیر نے میرے ذریعے کوئی راز کھلوانا ہے، میں ایسے ہی تو بے مقصد ایک مغرور انسان کی قید میں نہیں پڑی، میرا یہاں آنا بے معنی نہیں، میرا یہاں قیام بے مقصد نہیں، شاید اس کے پیچھے کوئی بڑی وجہ ہو۔'' وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان دونوں کے قریب آ چکی تھی، پھر ان دونوں کی حیران صورتوں کو دیکھ کر پھیکے انداز میں مسکرائی۔

''اس دنیا میں بہت سے چہرے ایک جیسے ہوتے ہیں، اتفاقاً بہت سارے لوگوں کے نقوش بھی مل جاتے ہیں، مگر ایسی انسیت، کسی اتفاق سے دلوں میں نمودار نہیں ہوتی، آج سے میں اجنبی مہمان نہیں، آپ دونوں کی کوئی گم شدہ تکون ہوں، آپ دونوں کا کھویا ہوا کوئی تیسرا حصہ، آج سے ہم فرینڈز ہیں، بولو فرینڈز۔'' اس نے اپنا مخملی ہاتھ ان کے سامنے پھیلا دیا تھا، جسے ان دونوں نے خوشگوار حیرانگی کے ساتھ تھام لیا۔

کومے کس قدر خوبصورت بولتی تھی، اس کی رکھائی، غصہ اور عجیب سی بیزاری آج مفقود تھی، شاید اس نے صندیر خان کی قید سے سمجھوتہ کر لیا تھا، جو بھی تھا، آج کے خوبصورت پل میں ان دونوں نے اپنے وجود کے تیسرے حصے کو پا لیا تھا، ان تینوں کی تکون آج مکمل تھی۔

☆☆☆

اس اٹھتی ہوئی شورش سے بہت جلد صندیر خان کو اپنی گرتی ساکھ کا اندازہ ہو گیا تھا، اس کے لئے یہ ساری صورتحال تشویش ناک تھی، وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار سردار بٹو کے سامنے آ کر پھٹ پڑا تھا۔

''سالوں پہلے جو آپ نے کانٹے بوئے تھے، ان کی کٹائی کا وقت آ گیا ہے، کانٹوں کی فصل سے مزید نوکیلے اور خطرناک کانٹے نمودار ہو چکے ہیں، خود تو کسی ناکارہ پرزے کی طرح گوشہ نشین ہو چکے ہیں آپ، مجھے بتائیں میں کیسے ان بگڑتے حالات کو قابو کروں؟'' وہ شدید غصے اور ذہنی دباؤ میں تھا۔

جہاندار کا زندہ رہنا ہی اس کے لئے بہت بڑا انکشاف تھا، کجا کہ اس کا واپس گلگت کی حویلی میں آ کر اسے آباد کرنا، جہاندار کی واپسی کوئی عام واپسی نہیں تھی، اس کا آنا تباہی تھا، ایک طوفان تھا، تاریخ کا سب سے بڑا انتقام تھا۔

''کیا بات کرتے ہو خاناں، ایک سردار ہو کر مشکل وقت سے گھبراتے ہو۔'' سردار بٹو نے پریشانی کے عالم میں اس کا غصے سے لال انگارہ چہرہ دیکھا تھا۔

''مشکل وقت سے نہیں، برے وقت سے پریشان ہوں، وہ برا وقت جو آپ کے غلط فیصلوں کی بدولت ہمارے سروں پہ تلوار کی مانند لٹک رہا ہے۔'' وہ غصے سے بھینچی آواز میں غرایا تھا۔

''کون سا غلط فیصلہ؟'' سردار کا بھی ازلی غصہ اور رعونت عود آئی تھی، اپنے فیصلوں کو غلط قرار دیا جانا تو معذول سردار کو کسی قیمت پہ بھی گوارا نہیں تھا۔

''ودھا اور فرخزاد کے قتل کا۔'' وہ شدید تلخی سے بولا تھا۔

''خانم کو طلاق دینے کا۔'' اس نے سردار کی پہلی بیوی کا نام لیا تھا، سردار کا رنگ پہلی مرتبہ زردی مائل سفید پڑ گیا تھا۔

''شاہوں کی حویلی برباد کرنے کا فیصلہ۔'' پھر وہ بھینچی آواز میں چیخا تھا۔

''اور اگر خاتمہ ہی کرنا تھا تو مکمل طور پر کرتے، سانپ کا بچہ کیوں چھوڑ دیا۔''

''تم کس کی بات کر رہے ہو؟'' سردار کا چوکنا واضح تھا، وہ تعجب سے بھتیجے کا لال انگارہ چہرہ دیکھتا رہا۔

''میں جہاندار فریدے شاہ کی بات کر رہا ہوں، آپ کا معتمد خاص، اکلوتا داماد، جہاندار فریدے شاہ جس نے ہماری ہی چالوں کو ہمارے اوپر الٹ دیا ہے، اب ہماری شہ رگ کے اوپر اس کا پاؤں ہے۔'' وہ غصے میں پھنکار رہا تھا، مگر اس غصے میں ہلکی بے بسی بھی تھی، کہ کیسے ان کی زیرک نگاہوں نے دھوکہ کھا لیا، کیسے وہ جہاندار کو پہچان نہیں سکے، کیسے ان کے ہاتھوں بیوقوف بن گئے، کیسے اپنے بازو اپنے ہاتھ سے کاٹ کر جہاندار کے حوالے کر دیئے، اسے رہ رہ کر نیل بر کا خیال آ رہا تھا، وہ نیل بر جو کل تک قصہ پارینہ بن چکی تھی، آج پھر اس حویلی کا اہم کردار بن رہی تھی۔

''جہاندار؟'' سردار کے حواس اڑ گئے تھے۔

''جہاندار شاہوں کی حویلی کا آخری چراغ، یہ کیسے لوٹ آیا؟''

''اس کی واپسی اتفاقاً نہیں، وہ پوری منصوبہ سازی سے آیا ہے، اب انتظار کیجئے اس کی طرف سے پہلے وار کا۔'' صندیر خان نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔

''بہت سمجھایا تھا آپ کو، یہ بندہ پراسرار ہے، اس کے معاملے میں لاپرواہی نہ برتیں۔''

اب وہ سارا ملبہ سردار پہ ڈال رہا تھا، سردار کی ازلی رعونت اور غصہ اُمڈ آیا۔

''نیل کو دشمنوں کے چنگل میں تم نے دھکیلا ہے، اگر تمہیں جہاندار پہ شک تھا تو تم نے نیل بر کی زندگی سے کیوں کھیل کھیلا؟'' سردار کے رعشہ زدہ ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

''کم از کم اس وقت جہاندار سے بہتر کوئی اور آپشن تھا آپ کے پاس؟'' پہلی مرتبہ وہ کچھ مدہم پڑا تھا۔

''اب اس صورت حال سے کیسے نمٹنا ہے، کیا ایک دوسرے کو الزام دینے سے بہتر یہ نہیں، کوئی اگلا لائحہ عمل سوچو۔'' سردار نے پریشانی کے عالم میں اپنے کھچڑی زدہ بالوں میں انگلیاں پھیری تھیں، گو کہ اسٹیٹ اور سیاست سے بالکل الگ ہو چکا تھا، مگر یہ ایسی پریشانی تھی جس نے اس کی راتوں کی نیند اڑا کر رکھ دی تھی۔

نیل بر کا دشمنوں کی حویلی میں ہونا ہی ان کے لئے بہت بڑا طمانچہ تھا، سرداروں کی غیرت پہ تازیانہ تھا، وہ خون بہا میں نہیں گئی تھی، بلکہ اسے پوری منصوبہ سازی سے ہتھیایا گیا تھا، اس لئے

سرداروں کا غصہ سوا نیزے پہ تھا۔
کوئی دن دیہاڑے ان کے ساتھ ہاتھ کر گیا تھا اور جاتے جاتے ان کے ہاتھ کاٹ بھی گیا تھا۔
''کچھ سوچو خاناں! یہ معاملہ خون خرابے سے بچا رہے۔'' سردار بہت دیر بعد کچھ بولنے کے قابل ہو سکا تھا، صندیر خان گہرا سانس بھرتا کھڑا ہو گیا۔
''ممکن ہی نہیں کہ یہ معاملہ خون خرابے سے بچا رہے، بہرحال کچھ سوچتا ہوں، چوڑیاں تو پہنی نہیں ہیں۔''
''تو پھر کیا کرو گے؟''
''پہلے تو نیل بر کو نکالوں گا وہاں سے، بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔'' صندیر خان کا انداز اٹل تھا۔
''اور اس کے بعد کیا وہ خاموش رہے گا؟ شیر بپھرا ہوا ہے، اسے ذہانت سے قابو کرو۔'' سردار اب جذباتیت اور غصے میں نہیں، باہوش انداز میں سوچ رہا تھا۔
''نیل بر کا ہمارے دشمنوں کی حویلی میں رہنا، سرداروں کی غیرت پہ تازیانہ ہے، وہ بنو محل کی بیٹی ہے، ہمارے دشمن کے گھر جانور چلا جائے تو مر مٹنے کا مقام ہے، یہ تو پھر ہماری غیرت ہے۔''
''ہوں۔'' صندیر خان نے ہنکارا بھرا تھا۔
''بابا خان! آپ کو کیا لگتا ہے، وہ خون بہا تو لے گا نہیں، اپنا لوٹا ہوا مال لے گا یا جان، اب اندازہ لگا کے بتا دیں، وہ قتل کے بدلے میں کتنے قتل کرے گا، اس کے خون ہمارے ذمے ہیں، شیر شاہ اور فرخزاد شاہ، اس کے دو بھائیوں کا خون آپ کے ہاتھوں پر ہے، بدلے میں وہ کتنی جانیں لے گا، دو یا چار، اگر دو لیں تو میں اور شاہوار اس کی ہاٹ لسٹ پہ ہیں، اس کا پہلا اور اہم فوکس، اگر دو سے آگے بڑھا تو آپ کو بھی نہیں چھوڑے گا اور اگر اس سے بھی آگے بڑھا تو جان لیجئے سردار کبیر بنو، وہ آپ کے اس لخت جگر کو بھی پارہ پارہ کرے گا، جسے اس کی ماں کے پیٹ میں بھی آپ نے تسلیم نہیں کیا تھا۔'' صندیر خان کی سنہری بادامی لو دیتی آنکھوں میں معنی خیز سی لپک عود رہی تھی، سردار کے رعشہ زدہ ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑھ گئی تھی اور عجیب سا ہراس اس کی گدلی بوڑھی آنکھوں کو دھندلانے لگا تھا۔
اسی پل کسی نومولود کی چیخوں اور رونے کی آواز نے سردار کو ہڑبڑانے پہ مجبور کر دیا تھا، اس کے لبوں سے عالم وحشت میں کچھ بے ربط سا برآمد ہوا تھا۔
''وہ اسے کچھ نہیں کہے گا، اپنی اجڑی بہن کی عمر بھر کی کمائی کو کیسے لوٹے گا؟''
''جیسے آپ نے اس کی عمر بھر کی کمائی کو لوٹا تھا، اس کا گھر برباد کر دیا، حویلی برباد کر دی، اسے جلاوطن کر دیا، اس کی زمینوں پر قبضہ کر لیا، اسے رسوا کر کے بستی سے نکال دیا اس پتھر سے کس رحم کی امید کرتے ہیں، وہ اجڑی بہن کی عمر بھر کے سرمائے اور کمائی کو نہیں دیکھے گا، وہ آپ کے اکلوتے لخت جگر کو دیکھے گا، جسے آپ تسلیم کریں یا نہ کریں، اس کی رگوں میں آپ کا لہو دوڑ رہا ہے، وہ آپ کی نسل کا امین ہو گا، پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی اور قانوناً آپ کی وارثت کا پہلا حق دار، یہ

حقیقت ہے اس سے نظر کیوں چراتے ہیں؟ وہ آپ کو تکلیف دینے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے، کچھ بھی، جب وہ سوتیلے بھائیوں کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اپنی جوانی کو داؤ پر لگانے واپس لوٹ آیا ہے تو اس کے نزدیک سوتیلی بہن کا اکلوتا بیٹا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، وہ بھی اس صورت میں کہ وہ سردار بٹو کا ان چاہا اکلوتا بیٹا ہو۔'' اس نے ان چاہے پہ خاص زور دیا تھا اور سردار کو کوئی بھول تو نہیں تھی، انتقام کے چکر میں تو خونی رشتے درندے بن جاتے تھے، بھائی بھائیوں کو مار ڈالتے، بھتیجے چچاؤں کا، وہ تو پھر جہاندار کا سوتیلا بھانجا تھا، وہ اس کے ساتھ سردار بٹو کی نفرت میں کیا کچھ کر سکتا تھا؟

''وہ اس کو ہاتھ لگا کر تو دیکھے۔'' غیر ارادتاً سردار کے منہ سے کچھ غیر متوقع الفاظ نکلے تھے، صندیر خان لحہ بھر کے لئے ٹھٹک گیا تھا اور پھر دوسرے ہی پل استہزائیہ ہنس پڑا۔

''اور ہمیں؟'' اس کا استہزاء صدمے اور غصے میں ڈھل گیا۔

''ہمارے اندر چاہے کلاشنکوف کی ساری گولیاں اتار دے ہم کون سا سردار بٹو کی اولاد ہیں، بھتیجوں اور بیٹوں میں فرق تو ہوتا ہی ہے، جیسے ودھا اور نیل بر میں فرق تھا، نیل بر کو اسی جرم کا ارتکاب کرنے کے باوجود بچالیا گیا اور ودھا کو اسی محبت نامی جرم پہ دار پر چڑھا دیا، یہی فرق ہے، اپنی اور پرائی اولاد میں۔'' صندیر خان کا تلخ لہجہ آخر میں مدہم پڑ گیا تھا، سردار بٹو خفیف سا ہو گیا۔

''تم میری حویلی کا ستون ہو صندیر خان! اس وادی کے سردار ہو، جو تم ہو، وہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، کیا یہ کم ہے کہ تم اس راج پاٹ اور شاہی کے روح رواں ہو اور جو میرے وجود کا ایک حصہ تھا، آج بھی گم شدہ ہے، پس منظر میں ہے۔''

''چھوڑیں خان بابا! یہ لمبی بحث ہے، حالیہ مسئلے کی طرف آئیں، میں چاہتا ہوں نیل بر کو کسی طریقے جہاندار کے چنگل سے نکال لاؤں، اس کے لئے کوئی جامع پلاننگ کی ضرورت ہے، آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟'' صندیر خان نے از خود ہی بات بدلتے ہوئے کہا تھا، سردار نیل بر کے ذکر پہ بے قرار ہو گیا تھا۔

''نیل بر کو واپس لے آؤ خاناں! اپنی زندگی کا چراغ گل ہونے سے پہلے اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' ان کی آواز میں ایک التجا تھی، عام حالات میں نیل بر کی واپسی کسی طور ممکن نہ تھی، اب حالات کچھ اور تھے، نیل بر کو کسی بھی بہانے سے واپس لایا جا سکتا تھا۔

''آپ کی زندگی کا چراغ ابھی گل ہونے والا نہیں ہے خاناں! ابھی تو زندگی کی فلم کا ڈراپ سین باقی ہے، ابھی تو انجام باقی ہے۔'' وہ ہلکا سا ان کا شانہ تھپتھپا کر باہر نکل آیا تھا، اس کا ارادہ بی جاناں کو سلام کرنے کا تھا، مگر اندر آتے غریب خان کو دیکھ کر وہ لحہ بھر کے لئے ٹھٹک گیا تھا۔

☆☆☆

''کہو کیا خبر لائے ہو غریب خان۔'' اس کے رکنے کی وجہ غریب خان تھا، جو بہت گھبرایا نظر آ رہا تھا، یا شاید کچھ پرجوش تھا، کوئی بری یا اچھی خبر سنانے کے لئے۔

''سردار!'' وہ عاجزی سے جھک آیا۔

''کہیں تو عرض کروں؟''

''ضرور۔'' اس کا انداز پرسوچ قسم کا تھا۔
''سردار! شاہوار خاناں کے متعلق خبر ہے۔'' غریب خان نے ادب سے جواب دیا تھا۔
''بولو خاناں، کہیں دعوت ولیمہ پہ تو نہیں بلالیا؟'' اچانک صندیر خان کا مزاج خوشگوار ہو گیا تھا۔
''ابھی تو نکاح ہوگا۔'' غریب خان نے بھی سردار کا اچھا موڈ دیکھ کر مسکراتے ہوئے بتایا تھا،
''ہمیں کہاں نواب زادے مدعو کریں گے۔'' اس نے مصنوعی حسرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔
''خیر مبارک باد تو ضرور دوں گا، حویلی سے نکلا ہے، دل سے تو نہیں۔'' صندیر خان نے کچھ سوچ کر موبائل نکالا اور ایک نمبر ڈائل کر کے انتظار کرنے لگا، کچھ ہی دیر میں کال ریسیو کر لی گئی تھی۔
''خیریت تو ہے، خاکسار کی یاد کیسے آ گئی؟'' شاہوار نے کال ریسیو کرتے حیرت کا اظہار کیا تھا، صندیر خان کی فون کال واقعی غیر متوقع تھی۔
''تم بھول چکے ہو تو ہم بھی یاد نہ کریں۔'' صندیر خان نے آہ بھر کے کہا تھا۔
''ہمارے ایسے نصیب کہاں؟'' شاہوار نے گہرا سانس بھرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔
''تم نئی دنیاؤں کو فتح کرنے چل پڑے ہو، اپنے بڑوں سے کوئی آشیرواد ہی لے لو۔'' صندیر خان کا انداز معنی خیز قسم کا تھا۔
''بڑے اپنی بڑائی سے از خود ہی دستبردار ہو چکے ہیں۔'' شاہوار نے طنزیہ کہا تھا۔
''جو تم کر رہے ہو، وہ تو درست ہے، مگر جہاں کر رہے ہو، وہ درست نہیں ہے، سوچا تمہیں آگاہ کر دوں، بی جاناں کی گڈ بک سے تم پہلے ہی نکل چکے ہو، اب تمہارا یہ عمل تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا، ان کی نواسی کو ٹھکرانے کا گناہ کم نہیں تھا، نئی رشتے داری ان کی دشمنوں میں کر رہے ہو، تمہیں یہ بھی پتا تھا، زندگی میں سب سے زیادہ نفرت بی جاناں نے خانم سے کی تھی اور یہ نفرت گزرے وقت کے ساتھ ختم نہیں ہوئی، خانم اور اس کی اولاد آج بھی قابل نفرین ہیں کم از کم زندگی بھر کا فیصلہ تو سوچ سمجھ کر کرتے۔'' صندیر خان جانے کس رو میں تھا، جو ایک دم ہی نرمی سے کہتا چلا گیا، شاید شاہوار سے تعلقات بہتر کرنے کی خواہش تھی، یا پھر جہاندار کے معاملے میں وہ خود کو واقعی کمزور سمجھ رہا تھا، اسے شاہوار کی کسی برے وقت میں ضرورت محسوس ہوئی تھی، اپنے مطلب کے لئے تو صندیر خان کچھ بھی کر سکتا تھا، پھر یہ تو بھائی سے صلح کا معاملہ تھا۔
''تم چاہتے کیا ہو؟'' شاہوار نے گہرا سانس بھرتے ہوئے تحمل سے پوچھا۔
''تجدید تعلق چاہتا ہوں۔'' صندیر خان نے کچھ سوچ کر اپنے دل کی خواہش اس کے گوش گزار کر دی تھی، ابھی وہ جہاندار کے معاملے کی اسے بھنک بھی نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔
''کس نوعیت کا؟'' اس نے ایک بھوں اچکا کر پوچھا تھا۔
''اگر تم چاہتے ہو، میں اپنی خواہش سے دستبردار ہو جاؤں تو یہ ممکن ہی نہیں، میں کسی طور پر بھی پیچھے ہٹنے والا نہیں ہوں۔''
''اگر میں یہ نہ چاہوں تو؟'' صندیر خان اسے ٹریک پہ آتا دیکھ کر پتے کھیلتا ہوا بولا تھا، اسے

امید تھی، وہ شاہوار کے گرد گھیرا تنگ کر ہی لے گا۔

''تو پھر؟'' شاہوار نے حیرانگی سے پوچھا تھا، اس کے لئے صندیر خان کی فون کال ہی غیر متوقع تھی، اوپر سے اتنی حلیمی سے گفتگو؟ چہ معنی دارد، جانے وہ کیا چاہتا تھا؟

''تجدید تعلق چاہتا ہوں، پرانی رنجشیں بھلا دو۔'' صندیر خان نے اپنی بات پھر سے دہرائی تھی، شاہوار متعجب ہو گیا تھا۔

''کیسے بھول جاؤں؟ گھر بدر ہو جانا؟ جائیداد سے بے دخل کیا جانا؟ سماجی اور معاشی لحاظ سے دھچکے لے کر بھی بھول جانا؟'' وہ ایک دم تلخ ہو گیا تھا۔

''اپنی پسند سے زندگی گزارنے کا فیصلہ میرے گلے کا طوق بنا دیا گیا، سارے اکاؤنٹ میرے فریز کر دیئے، فیکٹری سے بے دخل کر دیا، زمین کی آمدن تو پہلے بھی کہاں ملتی تھی، بابا جان کے سیاسی خرچے ہی ختم نہیں ہوتے تھے، سب سے بڑی بات گھر سے نکال دینا اور تم کہتے ہو، بھول جاؤں؟ بہت آسان ہے نا؟''

''سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے، اگر تم چاہو تو؟'' صندیر خان نے سابقہ ملائم انداز میں کہا تھا۔

''بی جاناں، سبا خانہ کا رشتہ ٹھکرایا جانا معاف کر سکتی ہیں؟ بنو محل کے دروازے کھل سکتے ہیں مجھ پر؟ بابا جان اپنا فیصلہ بدل سکتے ہیں؟'' وہ ترشی سے بولتا چلا جا رہا تھا، اچانک صندیر خان نے اسے خاموش کروا دیا تھا۔

''میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔'' صندیر خان کی آواز مدہم مگر مضبوط تھی، وہ اچانک خاموش ہوا تھا اور پھر پھٹ پڑا۔

''پہلے سب خراب کرتے ہو اور پھر سب ٹھیک کر کے سارا کریڈٹ خود لیتے ہو، بہت جی دار ہو نا تم اور میں الو کا پٹھا ہوں، جس میں عقل نام کو نہیں، تم کہو گے تو میں مان لوں گا، مجھے اب کچھ نہیں چاہیے واپسی بھی نہیں، میں اپنے حال میں خوش ہوں، برائے مہربانی مجھے خوش ہی رہنے دیا جائے۔'' شاہوار نے زہر خند لہجے میں بہت کچھ جتاتے ہوئے فون بند کر دیا تھا اور یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ صندیر اسے روک بھی نہیں پایا اور اب بند فون اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

جہاندار کی واپسی، ان کے لئے بہت بڑا خطرہ تھی اور اب انفرادی طور پر اسے مضبوط ہونا تھا، جہاندار کو ان دونوں بھائیوں کی رنجشیں کی خبر کسی طور پر بھی نہیں پہنچنی چاہیے تھی اور وہ جلد از جلد شاہوار سے تعلقات بحال کرنا چاہتا تھا۔

اس کے لئے صندیر خان کو زہر کا گھونٹ بھرنا تھا، اپنی انا کا ماتھا کچلنا تھا، سب سے بڑی بات بی جاناں کی نفرت اور انا سے ٹکراؤ کرنا تھا۔

شاہوار کو واپس لانے کا صرف ایک ہی حل تھا، سردار بنو کی پہلی بیوی خانم کی انتہائی تنک چڑھی بدزبان بیٹی کو قبول کرنا، ایک مرتبہ پھر سالوں بعد شاہوں کی بیٹیاں بنو محل میں راج کرنے آ رہی تھیں، وہ خانم ہوتی یا خانم کی بیٹی۔

فریدے شاہ کی بیٹی ہوتی یا نواسی، بنو محل کی تاریخ ایک مرتبہ پھر بدلنے والی تھی، عشیہ کبیر بنو کی منصوبہ سازی قدرت کی طرف سے عمل میں آنے والی تھی۔

جس محل سے ان کو نکالا گیا تھا جس محل کے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے تھے، عنقریب اس طلسم کے محل کا وہ دروازہ کھلنے والا تھا، بی جاناں جیسی مغرور اور متکبر عورت کے شاہی راج کا زمانہ ڈھلنے والا تھا۔

☆☆☆

شادی کے ہنگاموں میں تین کنٹھ کے اس مکان میں رونقیں لگا دی تھیں۔

ایک ساتھ دو دو خوشیاں اور دو دو فرض کی ادائیگی نے مورے کا موڈ بھی ان دنوں خوشگوار کر رکھا تھا، جب بستی کی لڑکیاں سر شام ڈھولک بجا کر سہاگ کے گیت گاتیں تو مورے کا خوبصورت سفید چہرہ اس پل ستاروں کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔

انہی ہنگاموں میں سب سے بڑی خوشخبری ہیام کی منگورہ کے سرکاری ہسپتال میں ٹرانسفر کی خبر تھی اور یہ بالکل غیر متوقع خوشخبری تھی۔

مورے کے پاؤں ہی زمین پر نہ ٹکتے، صدیوں بعد خواب پورا ہوا تھا، سالوں سے پردیسی ہوا بیٹا لوٹ کر آ رہا تھا، پہلے حصول علم کے لئے اور پھر تلاش معاش نے اسے سالوں سے گھر بدر کر رکھا تھا۔

یہ خوشخبری نشرہ کے دل میں بھی بہت سی امنگیں جگا گئی تھی، ہیام کے قریب رہنے کا احساس ہر احساس پہ بھاری ہونے لگا تھا، دل میں کچھ امیدیں بھی لہروں کی مانند اٹھنے لگی تھیں، ان دنوں گھر میں بہت مصروفیات تھیں۔

ہیام کی بیاہتا بہنیں بچوں سمیت پہنچ چکی تھیں، گھر میں بھرپور رونق تھی اور اس رونق میں تب اضافہ ہوا تھا جب ایک شب مورے کے بے حد اصرار پر افراسیاب خان ایک دبلی پتلی سوز سے بھری آنکھوں والی لڑکی کو اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

نشرہ نے اب تک اتنا اچھا استقبال کسی لڑکی کا نہ دیکھا تھا، جتنا اچھا استقبال اس مہمان لڑکی کا مورے نے کیا، بلکہ پورا گھر الرٹ نظر آیا تھا اور تو اور انتہائی نک چڑھی عروفہ بھی اپنی کچار سے باہر آ نکلی تھی، یوں لگ رہا تھا، مہمان لڑکی کی آمد کوئی انہونا واقعہ تھی، نشرہ بے تحاشا حیران نظر آئی۔

مورے نے مہمان لڑکی کو اپنے سینے سے چمٹایا اور بہت دیر تک اس کا سر اور بال چومتی رہیں، نشرہ نے حیرت سے ان دونوں کو بے تحاشا روتے ہوئے دیکھا تھا، یہ ماجرا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا، کچھ دیر بعد جب جذباتی سین ختم ہوا اور نشرہ طعام کی شفٹ بھگتا کی فارغ ہوئی تو عشیہ کو قہوہ بناتے دیکھ کر وہیں آ دھمکی۔

''آپ کا یہاں کیا کام؟ بولا بھی ہے، آپ باورچی خانے میں نہیں آئیں گی، شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟'' اس نے فوراً عشیہ کے ہاتھ سے چھلنی پکڑ لی اور خفا انداز میں عشیہ کو گھر کا تھا۔

''اتنے نخرے نہیں اٹھاؤ، بہت نازک اندام نہیں ہوں میں۔'' وہ پیار سے بولی تھی، نشرہ کا یہی احساس کرنا تو دل کو بہت بھاتا تھا، کبھی کبھی اسے خیال آتا تھا، نشرہ ہیام کی ہر اچھائی اور ہر نیکی کا سب سے بڑا انعام تھی، اتنی معصوم، نیک، شفاف اور مخلص۔

''مہمان تو ہیں نا؟'' اس کا انداز شرارت بھرا تھا، عشیہ کا چہرہ ہلکا گلابی سا ہوا، تاہم اسے اپنے جذبات پہ کنٹرول تھا، نشرہ اس ادا پہ نہال ہو گئی تھی۔

''کوئی بات نہیں، شرما لیں آپ۔'' اس کا انداز گدگدانے والا تھا، وہ اسے مصنوعی انداز میں گھورتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

''اچھا...... یہ بتاؤ، تم ملی ہو گلالئی سے؟'' عشیہ کو اچانک خیال آیا تو قہوہ بناتی چونک کر پوچھنے لگی تھی، چاول کے لڈو ناریل میں ڈپ کرتی نشرہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''عمکیہ کی سوتیلی نند ہے اور مورے کی جان عزیز۔''

''جان عزیز؟'' نشرہ نے حیرت سے دوہرایا تھا۔

''ہاں، مورے کو گلالئی سے اتنی محبت ہے، شاید اتنی ہیام سے بھی نہ ہو، تو اب تم سمجھ سکتی ہو کہ مورے کو گلالئی کتنی عزیز ہے۔'' عشیہ کا انداز خلیمی لئے ہوئے تھا، نشرہ نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی سوال کیا تھا، عشیہ خود ہی بتاتی رہی۔

''ڈاکٹر لغاری گلگت کی بستی کے پہلے ڈاکٹر تھے، بہت قابل، لائق اور ہمدرد، ان کا بہت بول بالا تھا، دور دور کے علاقوں تک، شاہوں کی حویلی میں آنا جانا ہوا تو ایسے ہی چلتے چلتے ان کو مورے سے محبت ہو گئی تھی اور شاید مورے کو بھی، تب مورے بڑوگل کے سردار سے منسوب تھی، لاکھ چاہنے کے باوجود بھی نانا جان اپنی زبان سے پھر نہ سکے، قصہ مختصر ڈاکٹر لغاری کی ہزار منتوں اور چاہتوں کے باوجود نانا جان اپنا عہد نہ توڑ سکے، مورے کا بیاہ ہو گیا، پھر ڈاکٹر نے بھی ایک بیوہ سے شادی کر لی، جس کے ہاں پہلے سے اولاد تھی، ڈاکٹر صاحب نے شاید شادی کے لئے خانہ پری ہی کی تھی، ورنہ شادی کی انہیں خواہش تھی نہ ضرورت، گلالئی ان کی اکلوتی بیٹی تھی، جسے وہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے، جب ان کی وفات ہوئی تب ہی یہ قصہ کھلا تھا، ڈاکٹر لغاری کے گھر والوں نے ان کی بیوہ خاتون سے شادی کو تسلیم نہیں کیا تھا اور لاہور میں زبردستی ان کی شادی کروا دی تھی، گلالئی ان کی حقیقی اولاد تھی، جسے بیوی کی وفات کے بعد وہ بستی واپس لائے تو ان کی پہلی بیوی نے اسے قبول ہی نہیں کیا، پھر گلالئی ڈاکٹر لغاری کی خواہش پر مورے کی گود میں منتقل ہو گئی، اپنی عمر کے ابتدائی سال اس نے مورے کے ساتھ گزارے تھے اور تب ہی مورے نے گلالئی کی زبان کلامی منگنی اپنے سوتیلے بھائی جہاندار سے کر دی تھی، ڈاکٹر لغاری کی وفات کے بعد گلالئی کو زبردستی گلگت بھجوا دیا گیا، تب میرے ظالم باپ نے گلالئی کی سوتیلی ماں کی باتوں میں آکر گلالئی سے مورے کی محبت بھی چھین لی، میرے باپ اور مورے کے درمیان وجہ تنازعہ بھی گلالئی کا وجود تھا جو بعد ازاں خاندانی رنجشوں، نفرتوں، عداوتوں کے بعد فرخزاد اور ودھا کے قتل پہ تمام شد ہو گیا۔'' عشیہ شاید قصہ تمام کر کے افسردگی ہو گئی تھی، نشرہ کو بھی گلالئی پہ بہت ہی ترس آیا، کتنی محروم زندگی تھی، گلالئی کی، ادھوری اور نامکمل سی۔

''تو پھر گلالئی کی شادی ہو گئی؟'' نشرہ نے اسے افسردگی کے حصار سے نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ارے کہاں؟'' عشیہ کا دکھ سوا نیزے پہ پہنچ گیا۔

''سب کچھ تو ختم ہو گیا تھا، افراسیاب کی ماں نے اس رشتے کو تسلیم ہی نہیں کیا، اگر عمکیہ اور عمنیہ کے رشتے طے شدہ نہ ہوتے تو شاید مورے بھی ان لوگوں میں رشتہ داری نہ کرتیں، مگر ہمارے ہاں زبان اور عہد کی پاسداری انسانی زندگی سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔''

''مگر کیوں؟'' نشرہ کو اب کہ بہت تجسس ہونے لگا تھا، گلالئی میں اس کی دلچسپی بہت بڑھ گئی تھی۔

''وہ مورے کا سوتیلا شہری بھائی اور اس کی ماں، وہ اس رشتے کے حق میں نہیں تھے، پھر جب مورے کا بھائی یہاں آیا اور اس نے گلالئی کو دیکھا تو مان گیا مگر اس کی ماں نے گلالئی کے رشتے کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا، دونوں کی ماؤں نے مل کر گلالئی کو دار پہ چڑھا دیا، مورے ڈاکٹر لغاری سے کیا عہد نبھا نہ سکی تھیں، اس رشتے کو ٹوٹنے نے مورے کو آدھا نفسیاتی کر دیا تھا، وہ اپنے بھائی سے بھی متنفر ہو چکی تھیں، جب گلگت کی حویلی دونوں چھوڑ رہے تھے، مورے اور ان کا بھائی، تو دونوں کے بیچ کچھ قول و قرار طے پائے تھے۔''

ایک نے کہا تھا۔

''اگر گلالئی سے شادی نہیں کی تو مجھے اپنا مرا ہوا منہ بھی نہ دکھانا۔''

تو دوسرے نے جواب دیا تھا۔

''اگر فرخزاد اور شیر شاہ کے قتل کا بدلہ لے لیا تو گلالئی کو بھی اپنے نام کر لوں گا ورنہ انیٹوں کی اس حویلی کو اپنے ہاتھ سے آگ لگا دوں گا۔''

پھر نہ مڑ کر قول و قرار کرنے والا آیا۔

''نہ فرخزاد کے قتل کا بدلہ لینے والا آیا اور نہ گلالئی کی سونی مانگ سجانے والا آیا، اس نے اب تک انتقام پورا نہیں کیا، نہ اس نے بدلہ لیا نہ واپسی کا رخ کیا، سو گلالئی بھی انتظار کی سولی پہ لٹک رہی ہے، اگر اس نے سردار بٹو کے حلق پہ اپنا پاؤں رکھ دیا تو مجھے یقین ہے، وہ فریدے شاہ کا بیٹا اپنا عہد نبھانے ضرور آئے گا، وہ گلالئی کو اپنا بنانے ضرور آئے گا۔'' عشیہ کی آنکھوں سے کئی ستارے ٹوٹ کر گر پڑے تھے، نشرہ نے گلالئی کے دکھ کو اپنے دل میں بہت شدت کے ساتھ محسوس کیا تھا۔

''گلالئی ہجر کا سوت کات رہی ہے۔'' اس کی آنکھوں سے سیل رواں بہنے لگا۔

''اور مورے کا دل روز کٹتا ہے، روز رفو گری ہوتی ہے، پھر ٹانکے ادھڑ جاتے ہیں، تم سوچتی ہو گی مورے اتنی تلخ کیوں ہیں؟ مورے اسی لئے اتنی تلخ اور زہریلی ہو چکی ہیں، انہیں حالات نے ایسا بنا دیا ہے، مجھے اس بات کا خوف ہے، اگر ان کا بھائی آنے والے سالوں میں واپس نہ لوٹا تو کہیں گلالئی کی محبت میں مورے ہیام کو قربان نہ کر دیں۔'' عشیہ کے اگلے الفاظ نے نشرہ کے اندر قیامت برپا کر دی تھی، اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی، سر کے اوپر آسمان ہل گیا تھا۔

''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟'' اس نے لرزیدہ ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''تمہارے آنے سے پہلے شاید ہم سب اس عمل کو خوش آئند سمجھ لیتے اور گلالئی کے دل کی تختی پر سے اس کے محبوب کا نام کھرچ کر ہیام کا نام لکھ دیتے، مگر اب شاید ممکن ہی نہیں، سامنے تم کھڑی ہو، نشرہ! اور تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔'' عشیہ نے ہراساں کھڑی نشرہ کو اپنے ساتھ لپٹا

لیا تھا۔

''جو میرا ابھی ہوا ہی نہیں، اسے مجھ سے دور کرنے کی بات تو نہ کریں۔'' وہ بے ساختہ سسک پڑی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا نشرہ!'' عشیہ کی تسلی نے بھی اس کے دل سے یہ وسوسہ نہیں نکالا تھا، کیا خبر یہ وسوسہ کوئی وہم نہیں، کوئی ٹھوس حقیقت ہی ہوتا اور کسی کو کیا خبر تھی؟ آنے والے وقت میں کیا ہوتا اور کیا نہ ہوتا؟ ایک بڑا سوالیہ نشان اسے ڈرا رہا تھا۔

☆☆☆

سٹور کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک دلفریب خوشبو نے اس کے اردگرد اپنا حصار کھینچ لیا تھا، ہیام کے آگے بڑھتے قدم ایک پل میں ہی رک گئے تھے۔

اس نے دائیں بائیں دیکھ کر تسلی کی تھی، کوئی بھی موجود نہیں تھا، وہ دبے قدموں سٹور کا ادھ کھلا دروازہ ہلکی آواز میں کھول کر اندر آ گیا تھا، نشرہ جو اپنے دھیان میں پیٹی سے بستر نکال رہی تھی، اس افتاد پر گھبرا اٹھی، کوئی اس کے قریب بہت قریب پہنچ چکا تھا، کوئی اس کے حواسوں پہ چھا چکا تھا، کوئی اسے اپنے محبت بھرے گرم اور پر جوش حصار میں لے چکا تھا۔

نشرہ کا بے قابو ہوتا دل ایک مخصوص لے پہ دھڑکنے لگا، خوف کی جگہ طمانیت کا ایک گہرا احساس آن لپٹا تھا، وہ اس خوشبو بھرے حصار میں مطمئن تھی، ایک ساحرانہ لمحے کی گرفت میں تھی۔

''ہیام۔'' اس کے گداز ہونٹوں سے سریلا سا نغمہ نکلا۔

''ہوں، جانِ ہیام۔'' وہ اس کی روح پرور گدازیت میں گم ہوتا مخمور لہجے میں بولا تھا۔

''میں ڈر گئی تھی۔'' اس نے معصومیت سے کہا تھا۔

''میرے ہوتے ہوئے؟'' باتوں کے فنکار کی خوشنما آنکھوں میں تعجب ابھرا۔

''ہاں، میں نے سمجھا، جانے کون ہوگا۔'' وہ ایک سرور بھری کیفیت میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔

''اتنی کسی کی جرأت نہیں ہے۔'' ہیام نے دلربائی سے جتایا تھا، وہ نقرئی ہنسی کے سر بکھیرنے لگی تھی اور ہیام جیسے بہتے جھرنوں کے اس شور میں مدہوش ہو گیا تھا، وہ اس کی گرفت میں شدت محسوس کرتے ہوئے پہلی مرتبہ ذرا گھبرائی، ذرا کسمسائی تھی۔

''ہیام!'' اس نے مدہم انداز میں پکارتے ہوئے ہلکی سی مزاحمت کی تھی۔

''جی جان ہیام۔'' وہ لطیف انداز میں اپنا حق وصول کرتے ہوئے چاہتوں سے لبریز لہجے میں بولا تھا، نشرہ کے پورے وجود میں پھریری بھر گئی تھی، وہ اب گھبرانے لگی تھی۔

''کوئی آ جائے گا۔''

''تو آ جانے دو۔'' اسے کون سا پرواہ تھی۔

''یہ معمہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔''

''ہاں، مجھے نکلواؤ گے تم۔'' وہ کسمسائی تھی۔

''کسی کی جرأت ہے کیا؟ کوئی بھی میری لاش سے گزر کر تم تک آئے گا، اسے خالی ڈائیلاگ

نہیں سمجھنا۔'' اس نے محبت سے نشرہ کے چہرے پہ بکھرے بال اپنے ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے کہا تھا، اس کی گرم سانسیں نشرہ کے حواس گم کر رہی تھیں، وہ اس کے چہرے پہ جھک گیا تھا۔

''ہیام!'' وہ ہڑبڑائی تھی۔

''اب چلے جاؤ۔'' گھبراہٹ اور شرم نے اسے لال انگارہ کر دیا تھا۔

''جاتا ہوں، دیدار یار تو کرنے دو، پھر جانے کب زیارت ہو۔'' وہ اور بھی پھیلتا ہوا آنکھ مار کے مسکرایا تھا۔

''ہاں، میں تو جیسے کوہ قاف جا رہی ہوں نا۔'' نشرہ اپنی اتھل سانسوں کو رواں کرتی بمشکل بول سکی تھی، وہ جنونی انداز میں اس کے گال سے اپنے گال رگڑتا کئی ایک مہریں محبت ثبت کرتا اس کی شرم و حیاء کو دل سے انجوائے کر رہا تھا۔

''حسن بہت دیکھا ہے، مگر حیاء میں ڈوبا نہیں جی چاہتا ہے تمہارے اس پیکر کو دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر پربتوں کے اس پار چلا جاؤں نشرہ اور پھر کبھی واپس نہ آؤں۔'' وہ اس کے گداز وجود کو اپنی گرفت سے آزاد کرتا محبت سے بولا تھا، نشرہ کو اس پل جانے کیا ہوا تھا، آنکھیں بے سبب ہی برس پڑی تھیں اور جیسے جل تھل ہوگئی، ہیام نے سے ایک مرتبہ پھر اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔

''میری جان! جہاں اتنا صبر کیا ہے، وہاں کچھ اور صبر کر لو۔'' وہ ملائمت سے اس کے بال اور گال سہلا رہا تھا، نشرہ کے آنسو اپنی پوروں اور لبوں سے چن رہا تھا اور وہ تھی کہ اس کی بانہوں میں مچل مچل کر رو رہی تھی۔

''بس کرو نشرہ! میں تمہارے آنسوؤں میں بہہ جاؤں گا، پگھل جاؤں گا۔'' اس نے نشرہ کے دونوں ہاتھ اپنے گالوں سے رگڑتے ہوئے چوم لئے تھے۔

''تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں، کیا تم چاہتی ہو، میں تکلیف میں رہوں؟'' یہ جذباتی وار کارگیر ثابت ہوا تھا، نشرہ نے سوں سوں کرتے ہوئے اپنے آنسو پونچھ لئے تھے۔

''یہ امتحان کب ختم ہوگا؟''

''عنقریب میری جان۔'' ہیام نے محبت سے اسے تسلی دی تھی، وہ قدرے بہل گئی تھی اور پھر اچانک ہی اسے گزرتے وقت کا احساس ہوا تھا، اس نے ہیام سے کہا۔

''اب جاؤ بھی، کوئی آ نہ جائے۔''

''آں ہاں، چلتا ہوں، دل پہ بلڈوزر چلا کر۔'' اس نے ٹھنڈی آہ بھری تھی اور پھر ایک گستاخانہ اشارہ دیتا باہر نکل گیا تھا، جبکہ نشرہ بے دم سی ہو کر وہیں بستروں کے ڈھیر پہ ڈھیر ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ڈھولک کی تھاپ پہ گیتوں کی دھن بج رہی تھی۔

نیچے ہال میں بستی کی لڑکیوں کا شور تھا، ہنسی، قہقہے اور شوخ چنچل لڑکیوں کی شرارتیں، اس بھوت بنگلے میں بھی زندگی کے رنگ نظر آ رہے تھے۔

عروفہ مسلسل تین دن سے غائب تھی، کمرے سے باہر ہی نہیں آتی تھی، جب بھی نظر آتی،

موبائل کی تلاش میں ہوتی، البتہ موبائل اس کی پہنچ سے دور تھا، عشیہ اپنا موبائل دیتی نہیں تھی اور اس نے نشرہ کو بھی منع کر رکھا تھا، کہ عروفہ کو موبائل نہیں دینا، کچھ اس بات کی وجہ سے عروفہ کٹ کھنی بلی بنی ہوئی تھی، مگر آج عروفہ کی قسمت اچھی تھی، جیسے ہی نشرہ اپنا موبائل چارجنگ پہ لگا کر نہانے کے لئے نکلی اسی پل عروفہ دبے قدموں اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

موبائل کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک بڑھ گئی تھی، وہ چیل کی طرح موبائل پہ جھپٹی تھی اور دوسرے ہی پل اس کے من میں گھنٹیاں سی بج اٹھی تھیں، کیونکہ ولید نے کال ریسیو کر لی تھی۔

''تم کہاں تھی؟ میں پریشان ہو گیا تھا۔'' اس نے زمانے بھر کی نرمی لہجے میں سمو کر کہا تھا، عروفہ کا دل پہلو میں اودھم مچانے لگا، ولید کے لہجے کی گمبھیرتا نے اس کے اندر ہلچل مچا دی تھی، اسے خود پر قابو کرنا محال ہو گیا تھا اور وہ ایک دم ہی سسک پڑی تھی۔

''ارے...... ارے...... تم رو کیوں رہی ہو؟'' ساری کوفت اپنے اندر دباتے ہوئے ولید نے بظاہر بڑی فکرمندی سے پوچھا تھا، جواباً عروفہ نے سسکتے ہوئے اسے اپنے اوپر ٹوٹنے والی قیامت کا بتایا تھا، جسے سن کر ولید کو شاک لگا، عروفہ کی شادی کا مطلب تھا، اسے اپنے مقصد میں ناکامی تھی، اسی لئے وہ شدید پریشان ہو گیا تھا۔

''اتنی جلدی؟'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

''تو کیا کروں، میری ماں نے طے کر دی تھی، میری مرضی کے خلاف۔'' وہ اور شدت سے رونے لگی تھی، ولید کوفت سے دوہرا ہو گیا تھا۔

''اچھا...... ابھی چپ تو کرو۔'' اس کے سمجھانے پہ عروفہ نے بمشکل ہی رونے کا پریڈ مکمل کیا تھا۔

''تم نے مجھے خاصا پریشان کر دیا ہے۔'' وہ حقیقتاً متفکر تھا، اگر عروفہ چلی جاتی تو وہ نشرہ تک کیسے پہنچتا، اسے کچھ تو سوچنا تھا مگر اس سے پہلے ہی عروفہ سارا لائحہ عمل سوچے بیٹھی تھی، ولید تو اس کی پلاننگ پہ اش اش کر اٹھا تھا، اسے کچھ کہنا ہی نہیں پڑا تھا۔

''میں سب ٹھیک کر لوں گی۔'' وہ جیسے اسے تسلی دے رہی تھی۔

''اچھا، مگر کیسے؟'' ولید نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

''میں اپنی شادی رکوا لوں گی۔'' اس کا انداز فیصلہ کن تھا، ولید کو بڑی کھد بد ہوئی تھی، اس کے دعوے نے ولید کو خاصا متعجب کیا، پہاڑی لوگ تو بڑے انا پرست اور غیور ہوتے تھے، وہاں پہ شادیاں رکوانا کوئی معمولی واقعہ تصور نہیں کیا جاتا تھا، تو پھر عروفہ نے کیا کرنا تھا؟ اسے واقعی ہی اس قصے میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔

''مگر کیسے؟'' وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

''یہ میرا کام ہے، آپ دیکھ لینا، میں اس شادی سے بہتر مر جانا پسند کروں گی۔'' اس نے عجیب شدت پسندانہ انداز میں کہا تھا، ولید کو فوراً ہی جھرجھری آ گئی تھی۔

''ارے، یہ قدم مت اٹھانا پلیز، خود کو نقصان مت دینا۔'' اس نے واقعی دل سے اسے جذباتی کوئی بھی قدم اٹھانے سے روکا تھا، عروفہ کے اندر باہر جیسے پھوار سی پڑنے لگی تھی، ولید کا

رویہ بہت حوصلہ افزا تھا، عروفہ کو از خود احساس ہونے لگا تھا، ولید بھی اسے چاہتا ہے، وہ محبت کے اس سفر میں تنہا نہیں تھی، یہ احساس ہی اس کے لئے روح افزاء تھا، زندگی کو آگے بڑھانے کے لئے اتنا سا زاد راہ ہی کافی تھا۔

''مگر میں روز گل سے شادی نہیں کر سکتی۔''

''تو مت کرو، مگر اپنی زندگی کو ختم نہیں کرنا او کے، پرامس کرو۔'' ولید کے اتنے پیار سے وعدہ لینے پر اس نے دل میں اٹھی لہروں کو دباتے ہوئے پرامس دے دیا تھا۔

جب اس نے معمولی کھٹکے کے خوف سے فون بند کیا تب وہ پروں کی مانند ہلکی ہو چکی تھی، اس کے اندر باہر پھول کھل رہے تھے اور اس کی کچی کلیوں سی مہک نے اندر آتی نشرہ کو بھی چونکا دیا تھا۔

کہتے ہیں نا، عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے، تو یہی حال اس خوشبو کا تھا، جس نے نشرہ کو بھی ٹھٹکا دیا تھا، تاہم اس نے یہی سمجھا، عروفہ کے چہرے پہ کھلے گلاب روز گل کی فون کال سے ملتے تھے، وہ اس کے ہاتھ میں موبائل بھی دیکھ چکی تھی، عروفہ نے اچانک اندر آتی نشرہ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں وضاحت دی تھی۔

''روز گل کو کال کرنی تھی۔'' نخوت سے جواب دیتی وہ باہر نکل گئی تھی، جبکہ نشرہ اس کے عجیب رویے پر کندھے اچکاتی بال سلجھانے لگی تھی، کچھ دیر بعد ایک بچے نے جھانک کر اسے ہیام کا پیغام دیا تھا۔

''ماموں بولتے ہیں، چار کپ چائے کا پانی چولہے پہ رکھ کر میری بات سنیں۔'' اس عجیب پیغام کو سن کر نشرہ کے لبوں پہ مسکان بکھر گئی تھی، وہ اسے کچن کے پچھواڑے میں بلا رہا تھا۔

''اوف، یہ ہیام بھی نا۔'' وہ جلدی جلدی بال سلجھاتی، شال لپیٹ کر باہر آ گئی تھی، سامنے ہی گھیر دار فراک میں بیٹھی اسے گلالئی نظر آئی تھی، گلابی فراک کی رنگت اس کی اپنی رنگت کو ہلکا کر رہی تھی، یوں لگتا تھا، جیسے گلابوں میں گندھا ہوا چہرہ ہے وہ اس کے حسن سے خاصی متاثر تھی۔

مورے اور گلالئی کو باتوں میں مصروف دیکھ کر وہ سب سے نظر بچاتی کچن کا پچھلا دروازہ کھولتی باہر آ گئی تھی۔

اس وقت باہر رات کی رانی کا راج تھا، آسمان پہ اکا دکا ستارے تھے، ہر طرف گہرا سکون اور مہیب خاموشی چھائی تھی، گھر کے اندرونی حصے میں صرف شور تھا، جس شور کی وجہ سے ان کی آوازیں دب رہی تھیں، وہ جیسے ہی باہر نکلی، ہیام نے اس کی کلائی جھپٹ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا تھا، وہ چیخ دباتی اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی تھی، پچھلی سیڑھیوں کے نیچے موجود چھوٹے سے سٹور کا دروازہ کھول کر ہیام نے اسے اندر دھکیل کر موبائل کی لائٹ آن کی تھی۔

''اوف ہیام، کلائی تو چھوڑ دو۔'' وہ درد سے کسمسائی تھی۔

''کلائی چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑی تھی۔'' وہ نشرہ کو بھیگے حلیے میں دیکھ کر اپنے آپے میں نہیں رہا تھا، اس کے گیلے خوشبو دار بالوں کی مہک سے مدہوش ہوتا اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔

''یہ بے وقت کا رومانس ایک دن بڑا مہنگا پڑے گا جناب کو۔'' نشرہ گھبرائی گھبرائی سی اسے

ان رسکی ملاقاتوں کے ڈراپ سین سے ڈرا رہی تھی۔

''پٹھان کا بچہ ہوں، ڈرتا نہیں ہوں۔'' بند کمرے میں وہ اپنی بہادری کی بڑی بڑکیں مارتا تھا، نشرہ کو ڈھیر ساری ہنسی آ گئی تھی۔

''اڑا لو مذاق بہت اچھے سے۔'' وہ بھنا کر رہ گیا تھا۔

''وقت نہیں میرے پاس، ملاقات بلکہ اس ہنگامی ملاقات کا سبب بتاؤ، چائے کا پانی چولہے پہ رکھ کر آئی ہوں۔'' نشرہ نے اسے گزرتے وقت کا احساس دلایا تھا۔

''یہ لایا تھا تمہارے لئے۔'' اس نے دو بھاری پیکٹ نشرہ کی طرف بڑھائے تھے، جن کے اندر قیمتی ملبوسات جھانک رہے تھے، نشرہ متفکر ہوئی اور متذبذب بھی۔

''مورے نے مجھے ڈریسز بنوا دیئے ہیں۔''

''وہ پھر پہن لینا، یہ میں تمہارے لئے لایا ہوں اور یہ بھی۔'' اس نے ایک مخملی ڈبیہ سے دو کنگن نکالے تھے، اصلی موتیوں سے جڑے، اتنے خوبصورت کنگن کہ اندھیرے میں نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے، نشرہ کی آنکھیں مبہوت ہو چکی تھیں۔

''یہ تو بہت مہنگے ہیں۔'' وہ جھجک کر ذرا دو ہٹی تھی۔

''مگر تم سے زیادہ نہیں۔'' ہیام نے اسے اپنی طرف کھینچ کر خود میں بھینچ لیا تھا اور پھر اس کی کلائی پکڑ کر کنگن پہنا دیئے تھے، نشرہ خواب آگیں کیفیت سے مبہوت سی دیکھتی رہ گئی تھی، کچھ پل کے لئے لفظ گم گئے تھے اور خاموشی دونوں کے بیچ ہم کلام رہی تھی۔

''تم زندگی کا سب سے خوبصورت احساس ہو نشرہ۔'' ہیام نے اس کی پیشانی پہ محبت بھرا بوسہ ثبت کیا اور تیزی سے باہر نکل گیا، جبکہ نشرہ کے گرد اپنی خوشبو چھوڑ گیا تھا۔

''میں تمہارے لئے زندگی کا سب سے خوبصورت احساس ہوں، مگر تم میرے لئے پوری زندگی ہو۔'' اس کی نم آنکھوں سے جگمگاتے کنگن پہ ہاتھ پھیرا تھا اور مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

ہال میں اچانک ہی مدہم بھنبھناہٹ کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔

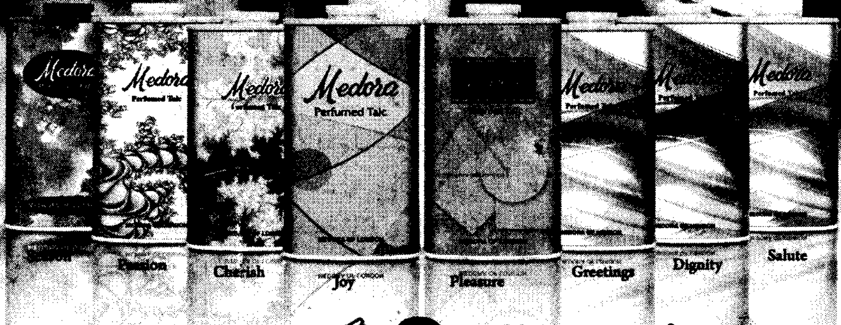
اس وقت بستی کی لڑکیاں اپنے گھروں کو جا چکی تھیں، عروفہ اور عشیہ منظر پہ نہیں تھیں، البتہ نشرہ ایک عجیب سی ترنگ کے ساتھ پھیلاؤ سمیٹنے میں مگن تھی، اس کی کلائیوں کے کنگن ذرا سی حرکت پہ عجیب سی گونج کے ساتھ بج اٹھتے تھے۔

ہیام دن بھر کی بھاگ دوڑ سے تھک چکا تھا، اس کا ارادہ چائے پی کر آرام کرنے کا تھا، اس نے نشرہ کی مصروفیت دیکھ کر خود ہی چائے بنانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب وہ کچن میں پہنچا تب ہی نشرہ بھی اپنے دھیان میں مگن باورچی خانے میں داخل ہوئی تھی، ہیام کو چائے بناتا دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔

''ارے، مجھے کہا ہوتا، خود کیوں تکلیف کی؟''

''تکلیف کیسی؟ ہاسٹلز سے لے کر بیچلرز فلیٹ تک سارے کام میں خود ہی کرتا تھا، تم پیو گی؟'' وہ مگ نکالتے ہوئے مصروف انداز میں بولا تھا۔



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔'' وہ اسٹول پہ چڑھ کر بیٹھ گئی تھی، ہیام کی ذرا سی توجہ نے دن بھر کی ساری تھکاوٹ دور کر دی تھی، وہ بے خیالی میں کنگن کلائی میں گھماتی سوچتی رہی، ہیام اسے سوچوں میں گم دیکھ کر چونک گیا تھا۔

''کیا سوچ رہی ہو؟''

''یہی کہ ان کنگنز کا کیا جواب دوں گی، اتنے مہنگے کنگن راتوں رات کہاں سے آئے؟'' اس نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی تھی، واقعی وہ اس پل یہی سوچ رہی تھی۔

''ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا، اگنور کر دینا۔'' آسان حل پیش تھا، ہیام نے چائے چھان کر پیالیوں میں ڈالی تھی، پھر ایک پیالی اسے تھما کر بولا۔

''یہاں سردی ہے، اپنے کمرے میں چلی جاؤ، میں مورے کو چائے دے کر سونے لگا ہوں۔'' ہیام نے برنر بند کیا اور گندے برتن سمیٹ کر کچن کی لائٹ آف کر دی تھی، نشرہ پہلے ہی کپ اٹھا کر جا چکی تھی، یقیناً وہ بھی تھکی ہوئی تھی اس لئے اتنی نیکی پہ رکی نہیں تھی۔

ہیام بھی ٹرے اٹھا کر مورے کے کمرے میں آ گیا تھا، ٹرے میں تین پیالیاں تھیں، اسے اندازہ تھا، مورے اور گلالئی جاگ رہی ہوں گی اور اس کا اندازہ درست ہی نکلا، وہ نہ صرف جاگ رہی تھیں بلکہ اندر سے باتوں کی آواز بھی آ رہی تھی۔

چونکہ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا، اس لئے ان دونوں کی آواز باہر تک صاف سنائی دے رہی تھی، ہیام لمحہ بھر کے لئے غیر ارادتاً ہی رک گیا تھا، اندر سے گلالئی کی سکوت میں تیرتی ایسی آواز آئی تھی جس نے ہیام کو سرتاپا پتھر کر دیا تھا، اس کے ہاتھ میں ٹرے ہل گئی تھی۔

''وہ آ گیا ہے، گلگت کی حویلی میں۔''

''کون؟'' مورے کی سرسراتی آواز میں تجسس تھا، جیسے کچھ انہونا سننے کو ملنے والا تھا۔

''وہی...... جہاندار۔'' گلالئی نے آنکھیں موند لی تھیں، جیسے بہت سے بھید چھپا لئے تھے، ہیام ٹھٹک کر رک گیا تھا، ٹھہر گیا تھا، تھم گیا تھا۔

''جہاندار!'' مورے اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں اور مورے جیسے سرتاپا تھرا گئی تھیں، یہ ان کے کانوں نے کیا سنا تھا؟ جہاندار آ گیا تھا؟ وہ لوٹ آیا تھا، وہ اجڑی حویلی کو آباد کرنے آ گیا تھا؟

''وہ بدلہ لینے آ گیا ہے؟ اگر وہ بدلہ لے گا تو پھر اپنا عہد بھی نبھاہ دے گا، میں تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر دوں گی۔'' مورے کی کپکپاتی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی، ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل؟ خوشی، بے انتہا خوشی کے احساس سے بے قابو ہو رہا تھا۔

''کون سا وعدہ؟ کون سے عہد؟'' گلالئی کی درد میں ڈوبی آواز سنائی دی تھی۔

''جہاندار آ گیا ہے، سردار کبیر بنؤ کی بیٹی کو بیاہ کر لایا ہے کون سے عہد؟ کہاں کے وعدے۔'' اور ہر چیز جیسے ریت کی مانند اڑنے لگی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

☆☆☆

تیرے ہجر کے ملال

فلک ارم ذاکر



''یہ تو کیا کہہ رہی ہے اماں۔'' ریڑھی پر دہکتی کوئلوں کی انگیٹھی پر احتیاط سے دال کی بڑی سی دیگچی رکھ کر رشید نے تعجب آمیز نگاہوں سے جنت بی بی کا مسکراتا چہرہ ملاحظہ کیا، جہاں چہرے کی جھریوں میں جگمگاتے خوشیوں کے رنگ انوکھی بہار دکھا رہے تھے۔

''ناں تو میں پوچھتی ہوں اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا گل (بات) ہے۔''

''پتر یہ تو ہر ماں کا ارمان ہوتا ہے کہ اپنی حیاتی میں اپنے جگر گوشہ کے سر پر سہرا باندھے اور تو، تو پھر میری اکلوتی اولاد ہے۔'' جنت بی بی کے لہجے میں آرزوؤں کی جھلک تھی۔

''مگر اماں......''

''تیرے پیو (باپ) کے مرنے کے بعد میں نے تجھے ماں کے ساتھ ساتھ باپ کا بھی پیار دیا لوکاں کے کار (لوگوں کے گھر) پانڈے (برتن) مانجھے جھاڑو پونچھا کیا مگر تجھے پوری نو جماعتیں کرائیں میں تو تجھے پڑھا لکھا کر وڈا (بڑا) آدمی بنانا چاہتی تھی مگر تیرا تو پڑھائی میں دل ہی نہیں لگتا تھا۔''

شیدے کی اگر مگر نے اسے جذباتی کر دیا اور جنت بی بی نے اس کی بات کاٹ کر جذباتیت سے بھرپور تقریر کر ڈالی۔

''ارے اماں اب تو میں کماؤ پوت ہو گیا ہوں، کیا کمی ہے تجھے بول، اس کچی آبادی میں ہمارا گھر ان چند گھروں میں سے ایک ہے جہاں پر سوئی گیس کی سہولت موجود ہے۔'' ریڑھی تیار کر کے رشید نے اپنی بوڑھی ماں کا جھریوں زدہ ہاتھ تھام کر بیان جاری کیا۔

''ہائے ماں صدقے جائے چل چھوڑ تو دل پر نہ لے۔'' اس نے نہال ہو کر چٹا چٹ شیدے کی بلائیں لے ڈالیں۔

''اماں! وہ...... وہ تجھ سے ایک بات کرنی تھی کئی دن سے سوچتا ہوں تجھے سب بتا دوں لیکن ناں تیرے سامنے میری زبان پر تالے لگ جاتے ہیں۔'' رشید سر کھجاتے ہوئے قدرے جھجک کر گویا ہوا۔

''ہائے اور ربا ایسی کون سی گل (بات) ہے جسے کہنے کے لئے میرے پتر کو اتنا سوچنا پڑ رہا ہے۔'' شیدے کے چہرے پر تذبذب کے آثار دکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

''اگر تو آج رانو خالہ کی دھی کے لئے مجھ سے نہ پوچھتی تو میں آج بھی نہ کہہ پاتا۔'' اس نے تمہید باندھی اور ماں کی منہ بولی بہن کا نام لیا۔

''تو بول آخر بات کیا ہے؟ کیوں اتنی پہیلیاں بجھوا رہا ہے۔'' جنت بی بی کا تجسس زوروں پر پہنچ گیا۔

''تو ناں رانو خالہ کی دھی سے میرے ویاہ کی آرزو چھوڑ دے ادھر میرا رشتہ نہ چلائیں۔'' بالآخر رشید نے بلی تھیلے سے باہر نکال دی۔

''ہائے میں مر جاواں یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔'' بیٹے کے صفا چٹ انکار پر جنت بی بی کلیجہ تھام کر رہ گئی۔

''اماں رانو خالہ کی عذرا میری بہن جیسی ہے میں نے اس کے متعلق کبھی ایسا نہیں سوچا۔'' ماں کو صدمے میں گھرا دیکھ کر اس نے گڑبڑا کر بات بنائی۔

''لو جی ایہہ گل اے۔'' جنت بی بی کی جان میں جان آ گئی۔

''پتر شادی سے پہلے اچھے منڈے ہر کڑی، کو اپنی بہن سمجھتے ہیں۔'' وہ ہنس پڑی۔

''لیکن اماں بس ناں تو مان جا، وہاں میرا رشتہ مت لے جائیں۔'' اس کے ہاتھ تھام کر

رشید نے التجائیہ انداز اپنایا۔
”تو بتا پھر کون ہے جو تجھے بہن نہیں لگتی۔“
وہ سیر تھا تو خود سوا سیر تھی اس کے دل کا چور پکڑ لیا۔
”مجھے دیر ہو رہی ہے اچھا اماں رب راکھا۔“ اس کی بات ان سنی کر کے نگاہیں چراتا وہ ریڑھی لے کر نکل گیا، جنت بی بی نے دروازے پر ٹنگے میلے چیکٹ پردے کی اوٹ سے ایک پرسوچ نظر دور جاتے رشید کی پشت پر ڈالی اور چھوٹا سا کچا صحن عبور کر کے اپنے کوٹھری نما کمرے میں چلی آئی۔

☆☆☆

جون کی چلچلاتی دھوپ میں سڑک کے کنارے کھڑی ریڑھی کے اوپر تانے گئے سائبان کے نیچے کھڑا وہ بے تابی سے گردن موڑ کر سڑک کے نیچے نظر آتے راوی کی گود میں سکڑے سمٹے رواں دواں پانی سے کچھ پرے بنجر زمین پر بنائی گئی خانہ بدشوں کی جھگیوں کی جانب نگاہ کیے ہوئے تھا۔
معمول کے مطابق چند بھینس دریا کے کنارے نہانے کا شغل فرما رہی تھیں اور کسی جھگی والے کی پالتو مرغیاں دریا کی خشک ریتلی سرزمین پر دانا دنکا تلاشنے میں محو تھیں۔
جبکہ چند ایک عورتیں نئی نویلی دلہن کی مانند سکڑے سمٹے رواں دواں راوی کے پانی میں کپڑے دھونے میں مشغول تھیں۔
بس وہی نجانے کہاں غائب تھی اور اسے دیکھے بنا رشید کو سانس لینا محال لگ رہا تھا، ریڑھی کے گرد کھڑے گاہکوں نے اسے اپنی اور متوجہ کیا تو گہری سانس بھر کر وہ ان کی سمت مڑا اور دیئے گئے آرڈر کے مطابق دال چاول پلیٹوں میں نکالنے لگا۔
شام تک ہر روز کے معمول کی مانند دال چاول کے دیگچے خالی ہو چکے تھے مگر آج اس نے چپکے سے ایک لفافے میں ایک پلیٹ دال چاول ڈال کر الگ سے رکھ دیئے تھے۔
مگر اس کو نہ آنا تھا نہ آئی وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ریڑھی دھکیلتا پی سی او والے مجید تک آیا اور سلام دعا کے بعد عجلت میں اسے ریڑھی کا خیال رکھنے کی ہدایت دیتا دال چاول سے بھرا لفافہ ہاتھ میں تھامے تیزی سے پل سے نیچے اترنے لگا۔
دن بھر کا غم و غصہ جھلتی دھوپ کی صورت نکال کر اب تھکا ہارا آفتاب مغرب کی سمت سر جھکائے دھیرے دھیرے گامزن ہو رہا تھا اور افق کے کناروں پر شام کی لالی پھیلتی جا رہی تھی، فضا میں بکھرے ہوا کے تھپیڑے اب بھی حدت کے احساس سے بھرپور تھے اور خواہ مخواہ بغل گیر ہو کر جسم کے ہر مسام سے پسینہ باہر نکالنے کا باعث بنے جا رہے تھے۔
دریا کے اوپر جھکے کھلے کھلے سے نیلے آسماں پر پرندے اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف محو پرواز تھے اور دریا کے کنارے اترتی شام اپنے پر پھیلا کر اجالوں کو اپنے اندر سمیٹنے کی خواہش میں ہر سو پھیلتی جا رہی تھی۔
ابھی کچھ ہی دیر میں دن بھر کے تھکے ہارے خانہ بدوش مردوں نے تمام دن کی محنت مزدوری سے فراغت پا کر اپنی جھگیوں کی سمت لوٹ آنا تھا اور اس سے پہلے اس سے بات کرنے کا یہ سنہری موقع رشید ہرگز بھی گنوانا نہیں چاہتا تھا۔
مخصوص جھونپڑی کے آگے سے گزرتے ہوئے وہ ہولے سے کھنکھارا اور اندر نیم اندھیرے میں بچھی اکلوتی جھنگاسی چارپائی پر اوندھے منہ لیٹا نسوانی وجود چونک کر اس کی سمت

متوجہ ہوا تھا، وہ بدستور چلتا ہوا جھگیوں کی پچھلی سائیڈ پر چلا آیا اور لمحہ بھر میں وہ بھی اس کے پیچھے آن موجود ہوئی۔

''تو یہاں؟'' اسے اپنے سامنے موجود پا کر وہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

''تو، تو مجھ سے بات مت کر۔'' وہ نروٹھے پن سے گویا ہوا۔

''کیوں؟'' وہ بڑے آرام سے انجان بن گئی۔

''تیری طبیعت ٹھیک ہے؟'' رشید کے فکر مندی بھرے انداز پر شاداں نے ہولے سے اثبات میں سر ہلا دیا، رشید نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تو بھلی چنگی ہے اور پھر بھی مجھے سارا دن تڑپایا اور میں خواہ مخواہ تیری فکر میں دبلا ہو کر یہاں تجھے ملنے چلا آیا۔''

''تجھے میری بالکل پرواہ نہیں ہے۔'' شاداں کو سر جھکائے بدستور ریتلی زمین کی سمت متوجہ پا کر اسے غصہ آ گیا۔

''لے پکڑ اب منہ کیوں پھلا رکھا ہے؟'' اسے ہنوز سابقہ انداز میں ساکت دیکھ کر شیدے نے گہری سانس دریا کے کنارے اتری شام کے سپرد کی اور دال چاول کا لفافہ اس کی سمت بڑھایا۔

مگر یہ کیا شاداں کی آنکھ سے آنسوؤں کے موتی ٹوٹ کر دریا کی پیاسی بنجر زمین پر گرنے لگے۔

شام کے دھندلکے میں اس کے سلونے چہرے کے دلکش خدوخال پر پھیلی اداسی نے اور آنکھوں سے لگی جھڑی نے رشید کا دل بے حد بوجھل کر دیا۔

''شاداں! معاف کر دے چل چھوڑ تو دل پر مت لے، میں نے یونہی غصہ میں تجھے نجانے کیا کچھ کہہ دیا۔'' اس کے آنسوؤں سے اس اس کا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھ گیا اب اسے خود پر ملامت ہو رہی تھی وہ تڑپ ہی تو گیا تھا کہ اس نے اپنی شاداں کو رلا دیا۔

''نہیں شیدے میں اس لئے نہیں رو رہی۔'' اس نے فوراً بھیگے لہجے میں رندھی ہوئی آواز سے وضاحت دی۔

''پھر کیا ہوا ہے کوئی پریشانی ہے کیا؟'' وہ ٹھٹک گیا دل میں ہزاروں اندیشے بن بلائے مہمان کی طرح نازل ہونے لگے۔

''چند دن تک ہم یہاں سے کسی انجان سفر اور نئی سمت روانہ ہو جائیں گے کیونکہ ساون آتے ہی دریا کی بنجر زمین پر اپنی محبت کی بارش برسا کر اسے سیراب کر کے لبالب بھر دے گا، لیکن میرے دل کی سرسبز زمین تجھ سے جدا ہو کر ہمیشہ کے لئے بنجر ہو جائے گی کہ ساون میں تیرے وصل کی بارش نہیں ہو گی اور ہم خانہ بدوش یہاں سے کوچ کر چکے ہوں گے۔''

لمحہ بھر کے توقف سے اپنی بات مکمل کر کے وہ پھپھک کر رو دی اور خاموشی سے اپنی منزل کی سمت محوسفر راوی کے پانی نے ٹھٹک کر شاداں کی بات سنی، کناروں سے جڑی گیلی مٹی کچھ اور نم ہونے لگی۔

''تم کیوں رو رہی ہو۔'' چلتے دریا نے لمحہ بھر کے لئے رک کر روتی ہوئی مٹی سے سوال کیا، ہوا دم سادھے ان کی گفتگو سننے لگی۔

''کیونکہ میں بچھڑنے کے درد سے آشنا ہوں۔''

''اور تم کیوں حیران ہو رہے ہو۔'' اب کے ہوا نے ان کی گفتگو میں حصہ لیا اور راوی سے دریافت کرنے لگی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ سیرابی کا موسم بھی کسی کو تشنگی عطا کر سکتا ہے۔'' اس نے اپنی الجھن بیان کی۔

کناروں سے جڑی نم مٹی جون کی شام کی گرم ہوا اور ڈوبتے سورج کی الوداعی کرنوں نے اس اسرار کا بھید جاننے کے لئے بے اختیار سلونی شام کی آنکھوں میں جھانکا تھا اور فضا یکدم ہی حبس زدہ ہو گئی۔

یکا یک گہری ہوتی شام دھیرے سے چلتی ہوئی شاداں اور رشید کے مابین آ کھڑی ہوئی اور راوی کی الجھن ان دونوں کی سوچ کے سپرد کر کے ان کی گفتگو سننے لگی۔

''شاداں تو نے کیسے سوچ لیا کہ سیرابی کے موسم میں تیرے دل کی زمین بنجر اور تشنہ لب ہو جائے گی۔'' گردو پیش سے بے خبر ایک ٹک شاداں کو دیکھتے رشید کے ساکت لبوں میں جنبش ہوئی۔

''کیونکہ ایک ہی موسم ہر کسی پر مختلف انداز میں اثر انداز ہوتا ہے کوئی لبالب سیراب ہو جاتا ہے اور کوئی بوند بوند کو ترستا ہے جیسے ساون میں یہ دریا اپنی تشنگی مٹائے گا اور دور کوئی صحرا ایک بوند کو ترسے گا اور میرا دل تیری دید کو۔'' وہ پھر سے رو دی۔

ہوا نے بے اختیار گہری تھکن آلود سانس خارج کی اور یہ الفاظ من وعن بہتے پانیوں تک پہنچا دیئے۔

''نہیں شاداں یہ میرا وعدہ ہے کہ تجھے میری جدائی کا درد نہیں سہنا پڑے گا تو نے کیسے سوچ لیا کہ رشید اپنی شاداں کو خود سے جدا ہونے دے گا جئیں گے تو ساتھ ساتھ مریں گے تو ساتھ ساتھ۔'' اس کے آنسو اپنی پوروں پر چن کر اپنے پیمان کے خوبصورت پھول اس کے دامن میں ڈال کر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا کیونکہ جھونپڑیوں کے رہائشی خانہ بدوش مردوں کی واپسی کا وقت شروع ہو چکا تھا۔

لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی شام میں کئی جھگیوں میں لالٹین کی مدھم روشنیاں جگمگانے لگی تھیں۔

☆☆☆

کچی آبادی کی حدود میں داخل ہو کر اپنے چھوٹے سے کچے مکان کے آگے ریڑھی کھڑی کر کے رشید نے فٹافٹ اس پر دھرا سامان اٹھا کر کچے آنگن میں ٹکا دیا اور ریڑھی کے پہیئے کو زنجیروں میں جکڑ کر زنجیرہ کا ایک سرد دیوار کے اندر نصب لوہے کے کنڈے میں گزار کر تالا لگا دیا۔

''شیدے آج تو نے بڑی دیر کر دی۔'' جنت بی بی نے اپنی کوٹھری سے نکل کر بیٹے کو مخاطب کیا۔

''اور یہ کیا تو صبح کے لئے سودا سلف لانا بھی بھول گیا۔'' معمول کے مطابق اس کے ہاتھ میں سودا سلف نہ دیکھ کر اسے تشویش نے آ گھیرا۔

''ہاں اماں! بس ذہن سے نکل گیا ابھی لے آتا ہوں۔'' وہ الٹے قدموں واپس مڑا۔

''نہیں تو ابھی تھکا ہوا آیا ہے سانس تو لے لے ذرا، میں لے آتی ہوں۔'' اس نے پیار سے چمکارا۔

''اماں تو رہنے دے ویسے بھی میں داتا دربار کے مزار پر حاضری دینے جا رہا ہوں واپسی پر لیتا آؤں گا۔'' وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار باہر نکل گیا۔

مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد وہ مزار سے ملحق مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے آ کھڑا ہوا نماز سے فراغت پا کر اس نے اللہ کی بارگاہ میں دو نوافل ادا کیے اور خشوع وخضوع سے شاداں کو

مانگا تھا۔

''اللہ پاک! شاداں کو میرے نصیب میں لکھ دے، میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں میں نے ساتھ جینے مرنے کا جو پیمان اس کے آنچل سے باندھا ہے اس میں مجھ سرخرو کر دے مولا یہ بہت ہی مقدس و معتبر جگہ ہے کہ ادھر تیرے بہت ہی خاص بندے کی لحد ہے اور اس جگہ پر تیری رحمت کا بے پناہ نزول ہے مولا مجھ پر بھی اپنی رحمت اپنا کرم فرما، مجھے اپنی رحمت کے خزانے سے فیضیاب کر دے، آمین۔''

''رشید! تو نے بتایا نہیں کہ پھر کہاں لے جانا ہے تیرا رشتہ۔'' رات کو کھانے سے فراغت کے بعد وہ چھوٹے سے آنگن میں بان کی کھردری چارپائی پر لیٹا آسمان پر ٹمٹماتے ستارے شمار کر رہا تھا جب برآمدے میں پڑے سوئی گیس کے چولہے پر صبح کے لئے چڑھائی گئی دال کی بڑی سی دیگچی میں جنت بی بی نے چمچ ہلاتے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں رشید کو مخاطب کیا۔

وہ جو اپنی سوچوں میں مگن تھا ماں کی بات پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور برآمدے میں جلتے زرد بلب کی مدہم پڑتی تھکی تھکی روشنی میں ماں کے چہرے پر خفگی کے تاثرات تلاشنے چاہے مگر اس کی توقع کے برعکس وہاں مبہم سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''اماں تو ناراض نہیں ہوئی۔'' وہ ہونق پن سے استفسار کر بیٹھا۔

''جھلا ہے تو، بھلا اپنے پتر کی خوشی سے بڑھ کر ماں کے لئے کچھ اور ہوتا ہے۔''

''مگر تجھے کیسے علم ہوا کہ کوئی ہے، جہاں رشتہ لے کر جانا ہے۔'' رشید کا سوال سن کر وہ دیگچی پر ڈھکن رکھ کر کچے آنگن میں چلی آئی اور برآمدے سے چھن چھن کر چھوٹے سے آنگن میں چارپائی پر براجمان رشید کے چہرے کا احاطہ کرتی زرد مدہم سی روشنی کو دیکھا، مدہم سی روشنی میں رشید کے چہرے پر خوشیوں کے اجالے بکھرے واضح نظر آ رہے تھے۔

''کیوں کہ میں تیری ماں ہوں۔'' لمحہ بھر توقف سے جواب دے کر وہ مسکرا دی۔

رشید پہ شادی مرگ طاری ہونے لگی، اس نے بے اختیار آسمان کی سمت نگاہ کر کے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی منازل طے ہونے پر شکر منایا اور ماں کے شانے میں چہرہ چھپالیا۔

''چل اب بتا دے کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟'' وہ دلچسپی و اشتیاق سے استفسار کرنے لگی اور وہ ماں کے آنچل کا کونا دھیرے سے اپنی انگلیوں میں مروڑتے ہوئے اسے سب بتانے لگا۔

''تیرا دماغ تو نہیں چل گیا، کہاں ہم پکی آبادی میں ٹھاٹھ سے سوئی گیس استعمال کرنے والے اور کہاں وہ لور لور پھرتے خانہ بدوش، ناں تو میں پوچھتی ہوں تجھے اس خانہ بدوش کڑی (لڑکی) کے سوا کوئی اور خاندانی کڑی کیوں نہ بھائی۔''

تمام ماجرا سن کر ماں کا حلق تک کڑوا ہو گیا اور وہ زعم سے بھرپور انداز میں بیٹے کو لتاڑنے لگی۔

''اماں! تو اس میں غصہ کرنے والی کون سی گل (بات) ہے۔'' وہ حق دق رہ گیا۔

''ناں تو اور کیا بھنگڑے ڈالوں، رانو کی عذرا کیسی اچھی اور خاندانی لڑکی ہے ایک عرصہ سے پکی آبادی میں رہ رہے ہیں وہ لوگ۔'' جنت بی بی نے اپنی منہ بولی بہن کی بیٹی کی شان میں قصیدہ گوئی کی۔

''اماں تو شاید بھول گئی ہے پہلے ہم بھی خانہ

بدوش تھے کئی سال پہلے جب ابا زندہ تھا تو ہم نے یہاں اپنی جھگی بنائی تھی اور رفتہ رفتہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم نے جھگی کو کچے مکان کی صورت دے دی، حالانکہ یہ ساری اراضی گورنمنٹ کی ہے جس پر ہم لوگ بلا شرکت غیرے قبضہ جما کر بیٹھے ہیں۔'' اس نے عمر بھر توقف سے سلسلہ کلام جوڑا۔

''اور تو...... تو کہتی تھی کہ سب انسان برابر ہوتے ہیں اور آج تو ہی امیر (اپنی دانست میں) ہو کر خانہ بدوشوں کی تحقیر کر رہی ہے۔'' اس کا لہجہ آخر میں بے حد بوجھل و افسردہ ہو گیا۔

''چل چھوڑ اب مینوں معاف کر دے وہ تو میں یونہی اک (گل) بات کہی تھی تو نے تو دل پر لے لیا۔'' شیدے کی باتوں پر خجالت مٹانے کو وہ کہہ اٹھی۔

''چل کل میں اپنی دھی شاداں کے لئے اپنے گھبرو جوان پتر (بیٹے) کا رشتہ لے کر جاؤں گی۔'' اس کے چکارنے پر شیدا خوشی سے بے قابو ہو کر اس سے لپٹ گیا۔

☆☆☆

سرخ جوڑے میں ملبوس تیز میک اپ کیے شیدے کی سنگت میں وہ راوی کے پل پر بنی سڑک کے کنارے نصب گرل پر ہاتھ ٹکائے دریا کی خالی گود میں دھری ریت پر نگاہ جمائے کھڑی تھی۔

فضا میں سڑک پر سے گزرتی ٹریفک کا شور رقص کر رہا تھا، جون کی آخری شام کی ہوا دریا کی سمت سے ہو کر آئی تھی اسی لئے تپش و حبس کے احساس کے بجائے عجب سی حلاوت و سرور سے بھرپور تھی اور مسلسل شاداں کے سلونے دلکش چہرے کا طواف کرتی بالوں کی شریر لٹوں کے ساتھ چھیڑ خانی میں مشغول تھی۔

''دیکھا شاداں تو نے، راوی ابھی اپنے ساون کا منتظر ہے اور انتظار کا روگ مسلسل دن بدن اس کی پیاس بڑھائے دے رہا ہے۔''

''ہوں۔'' شاداں نے تاسف بھری نگاہ سکڑ سمٹ کر نہر کی صورت اختیار کرتے دریا پر ڈالی۔

''اور ہماری محبت میں وصل کے ساون میں ہمیں لبالب سیراب و شاداب کر دیا ہے تو صحیح کہتی تھی کہ ہر موسم ہر کسی پر انوکھے انداز میں اثر انداز ہوتا ہے لوگ گرمی کا رونا روتے ہیں اور ہم ساون منا رہے ہیں۔'' اس نے بھرپور نگاہوں سے شاداں کے حسین موہنے مکھڑے کو دیکھا اور جاندار ہنسی ہنسنے لگا شاداں نے بھی اپنے شوہر کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے مسکان بکھیر دی۔

''کیا ہے اتنی سہانی شام میں تو اتنی گم صم کیوں ہے؟ ابا یاد آ رہا ہے؟''

اسے مسلسل تا حد نظر پھیلی بنجر زمین پر نگاہ جمائے دیکھ کر اس نے استفسار کیا، خانہ بدوش نئے ٹھکانوں کی جانب کوچ کر چکے تھے اب وہاں ریتلی زمین پر محض خاک آلود جلی ہوئی لکڑیوں کے ٹکڑے کہیں کہیں بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

''ابے نے کہا تو ہے کہ نئے ٹھکانے پر جا کر ملنے آتا رہے گا۔'' اس کی ہنوز خاموشی اور آنکھوں میں چمکتی نمی پر گرل پر رکھے اس کے مخروطی انگلیوں والے ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر دلاسہ دیا۔

''رشید پانے کی خوشی کے ساتھ کھونے کا خوف کیوں بے چین رکھتا ہے؟'' اس کے عجیب سے سوال پر شیدے نے تعجب سے اس کا کسی انجانے خوف کے حصار میں گھرا مکھڑا ملاحظہ کیا۔

''پتا نہیں کیا کہہ رہی ہے میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔'' وہ اس سے محبت بھری خوشگوار

باتیں کرنا چاہ رہا تھا اور وہ نجانے کیوں اداسی سے فلسفہ بگھار رہی تھی اسے جھلاہٹ ہونے لگی۔

''شیدے نے تیزی سنگت میں زندگی بے حد خوبصورت لگتی ہے جیسے راوی پر جھکا یہ آسمان کسی دلکش خواب کی مانند لگتا ہے جسے تیری سنگت نے یہ دلکشی عطا کی ہے، نجانے کیوں اک عجیب سا خوف دامن گیر ہے کہ کہیں میری آنکھ کھل گئی تو یہ سہانا خواب ٹوٹ جائے گا، بکھر کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔'' کھوئے کھوئے انداز میں اس کا کہا گیا ایک ایک لفظ رشید نے ہمہ تن گوش ہو کر سماعتوں میں انڈیلا۔

''میرا ساتھ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے اور ٹوٹتے خواب ہیں جبکہ حقیقت تو اٹل ہوتی ہے اپنا آپ تسلیم کرواتی ہے تو بھی اس فضول کے خوف سے باہر نکل آ۔'' وہ بھرپور قہقہہ لگا کر اسے دیکھنے لگا۔

''جھلی نہ ہو تو۔'' اس کی بات پر وہ ہولے سے مسکرادی۔

''پھر بھی پتا نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تیرا سایہ بن کر تیرے ساتھ رہوں، تجھے کہیں کھونے نہ دوں، خود سے جدا نہ ہونے دوں۔''

''نہیں سایہ تو اندھیرے میں ساتھ چھوڑ دیتا ہے شاداں، تو زندگی بن کر میرے ساتھ رہتی ہے جو صرف موت کے وقت ناطہ توڑتی ہے۔'' وہ یکدم سنجیدہ ہوگیا۔

''ہائے رب سوہنا تجھے لمبی حیاتی دے، ہم ساتھ جئیں گے ساتھ مریں گے تو نے وعدہ کیا تھا۔'' اس کے لبوں پر بے ساختہ اپنا مخروطی انگلیوں والا ہاتھ رکھ کر وہ نروٹھے پن سے گویا ہوئی۔

''تو پھر اتنی دیر سے کیوں فضول کی راگنی الاپ رکھی ہے؟''

''وہ تو میں قسمت کی مہربانی پر بے یقین ہوں۔'' وہ یکدم کھلکھلا اٹھی اور فضا میں جیسے ڈھیروں ڈھیر چاندی کی گھنٹیاں بج اٹھیں، وہ مبہوت سا اسے دیکھنے لگا۔

''چل گھر چلیں کافی دیر ہوگئی ہے اماں راہ دیکھ رہی ہوگی۔'' اس کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش میں شاداں نے اس کا دھیان اترتی شام کی جانب گامزن کرنا چاہا اور قدرے کامیاب رہی کہ اب شیدے نے اس کی معیت میں واپسی کے راستے پر قدم بڑھا دیئے تھے۔

☆☆☆

فضا کے حبس اور واپڈا کی بے وقت کی مہربانی پر جنت بی بی اپنی کوٹھری سے بلبلا کر باہر نکل آئی۔

''نہ ویلا (وقت) دیکھتے ہیں نہ طبیعت کا لحاظ کرتے ہیں سارا دن لائٹ بند کرتے رہتے ہیں۔''

کچے آنگن میں بان کی کھردری چارپائی اپنے نحیف و کمزور ہاتھوں سے چادر بچھانے کے دوران اس نے واپڈا کی شان میں قصیدہ پڑھا، کل سے اسے ہلکا سا ٹمپریچر ہو رہا تھا اور دل پر عجب سی گھبراہٹ طاری تھی وہ نڈھال سے انداز میں چارپائی پر ڈھے گئی۔

اسی پل داخلی دروازے کا میلا بوسیدہ پردہ ہٹا کر شاداں نے رشید کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے اندر قدم رکھا اور جنت بی بی کو سامنے پا کر سلام جھاڑ دیا جس کا جواب اس نے قدرے منہ پھلا کر دیا۔

''کار (گھر) کی یاد آگئی سارا دن خانہ بدوشوں کی طرح گلیوں کی خاک چھان کر ٹھنڈ پے گئی کلیجے میں۔''

''بیمار ماں کی کوئی فکر نہیں۔'' اس کا مخاطب رشید تھا مگر در پردہ وہ شاداں کو سنا رہی تھی۔

''بس اماں پہلے شاداں کی سہیلی کے کار (گھر) گئے واپسی پر راوی نکل گئے ٹیم (ٹائم) کا پتا ہی نہیں چلا۔'' شیدے نے قدرے خجل ہو کر وضاحت دی، جبکہ شاداں جلدی سے گلاس میں سکنجبین بنا کر لے آئی۔

''ویاہ (شادی) کو مہینہ ہونے کو آیا بس اب بند کر یہ سیر سپاٹے، کل سے ریڑھی شام تک لگانا جب دیکھو دوپہر کو آ جاتا ہے تو، ریڑھی اس نئے ملازم کے سر پر چھوڑ کر اور اس کو بھی فارغ کر خواہ مخواہ تنخواہ نکالنی پڑے گی۔'' جنت بی بی نے سکنجبین کا گھونٹ بھر کر اگلی پچھلی تمام بھڑاس نکال دی شاداں اماں کو دستی پنکھے سے ہوا جھلنے میں مگن ہو گئی اور رشید نئی نویلی بیگم کے سامنے عزت افزائی پر بغلیں جھانکنے لگا۔

''اماں! بالے (ملازم لڑکے کا نام) کو تو عارضی طور پر اس لئے رکھا تھا تاکہ تھوڑے دن سیر سپاٹے ہو جائیں پھر رب جانے زندگی مہلت دے نہ دے۔''

''ہائے وے اللہ تجھے میری حیاتی بھی لگا دے، کیسی اول فول باتیں کر رہا ہے۔'' جنت بی بی دہل ہی تو گئی۔

''اماں میں تو ایسے ہی ایک بات کہہ رہا تھا کیونکہ زندگی چھوٹی سی اور ناقابل بھروسہ چیز ہے۔''

''شیدے کیوں ایسی باتیں کر کے ہم دونوں کا دل دہلا رہا ہے۔'' شاداں نے خفگی سے اسے ٹوک دیا وہ مسکرا کر کل کے لئے سودا سلف خریدنے کے لئے باہر نکل آیا۔

اگلے دن شام ڈھلے وہ گھر لوٹا اور ریڑھی پر سے خالی دیگچے اتارنے لگے، اسے سارا دن کے بعد اپنے روبرو دیکھ کر شاداں کا چہرہ جگمگانے لگا اور وہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔

''اماں کئی دن سے میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضری دینے چلیں۔'' جلدی جلدی کام نمٹا کر وہ ساس کے پاس اجازت لینے چلی آئی۔

''لے تو نے جانا تھا تو فجر ویلے چلی جاتی اب تو کتنی رات ہو گئی ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''اماں میں نے شیدے سے کہا تھا پر اس نے کہا کہ تھا کہ شام کو چلیں گے اب سارے کام نمٹاتے ہوئے عشاء ہو گئی ہے۔''

''مگر آج تو جمعرات ہے خوب رونق میلا لگا ہو گا رات ہے تو کیا، چل اماں تو بھی۔'' شیدے نے آ کر اس کی بات میں ٹکڑا لگایا۔

''پتر تم دونوں چلے جاؤ بخار اترنے کے بعد مجھے بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے داتا صاحب کو میرا اسلام دینا۔''

اپنے عقیدے کے مطابق اس نے ہدایت دی شیدا ہنس پڑا۔

داتا دربار کے مزار پر حاضری سے فراغت کے بعد رشید نے شاداں کو مزار کے دائیں طرف مڑتی سڑک پر سجے چوڑیوں و زیورات کے اسٹال پر سے لاکٹ اور بندے خرید کر دیئے۔

''ہائے کتنے سوہنے ہیں۔'' وہ نہال ہو گئی۔

''اور کچھ لینا ہے تو بتا۔'' رشید نے فراخ دلی دکھائی۔

''نہیں بس اب چلتے ہیں اماں راہ دیکھ رہی ہو گی۔'' شاداں کو فکر لاحق ہوئی۔

وہ سر ہلا کر شاداں کے سنگ چنگ چی رکشے کی سمت بڑھ گیا جس کا ڈرائیور بند روڈ منشی ہسپتال کی آوازیں لگا رہا تھا، یہ چنگ چی رکشے بند روڈ پر واقع منشی ہسپتال تک جاتے تھے وہاں

سے بندروڈ کراس کر کے کچی آبادی بیس فٹ کی پیدل مسافت تھی۔

رکشہ میں ابھی اور سواریوں کی سیٹیں خالی تھیں وہ دونوں بیٹھ کر سیٹیں پر ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

''تو نے اماں کے لئے دربار کے چشمے کے میٹھے پانی کی بوتل بھری ہے۔''

''ہاں۔'' رشید کے استفسار پر شاداں نے سر ہلا کر تھیلے سے پلاسٹک کی چھوٹی سی بوتل نکال کر اسے دکھائی۔

''لا دے ذرا بہت پیاس لگ رہی ہے۔''

وہ غٹا غٹ پانی پی گیا۔

''اچھا تو ادھر بیٹھ میں بوتل میں پانی بھر کر لاتا ہوں۔''

''نہیں مجھے چھوڑ کر مت جا۔'' اس نے بے ساختہ رشید کا ہاتھ تھام لیا۔

''چل آ جا تو بھی۔''

''او بھائی کہاں چلے بس ابھی اور سواریاں مل جائیں گی ذرا ٹھہرو۔'' رکشہ ڈرائیور اپنی دو سواریاں واپس اترتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

''ابھی آتے ہیں پانی لینا ہے دربار کا۔'' رشید اسے مطمئن کرتا مردانہ گیٹ کی سمت بڑھ گیا۔

''او تو کہاں ساتھ ساتھ لگی آ رہی ہے ادھر کھڑی ہو، میں یوں گیا اور یوں آیا۔'' شاداں کو اپنے ساتھ مردانہ حصے میں آتے دیکھ کر رشید نے ٹوک دیا۔

''نہیں میں تیرے ساتھ جاؤں گی۔'' وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

''کیوں؟'' شیدے نے لمحہ بھر کے لئے ٹھہر کر اس کے سلونے مکھڑے پر اک نگاہ ڈالی اور پھر اس کے سنگ قدم سے قدم ملانے لگا۔

ہوا ساکن تھی، فضا میں ارد گرد کانوں پر ٹیپ ریکارڈ میں بجتی قوالیوں کی بازگشت تھی۔

''مجھے ہجوم سے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ارے یہ تو معمول کی چہل پہل ہے تیرے ساتھ جب میں پچھلی بار آیا تھا تو اس سے کہیں زیادہ بھیڑ تھی۔'' وہ ہنسنے لگا۔

''مگر آج نجانے کیوں مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے دل ہول رہا ہے۔''

''ہاہاہا، کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی تو، میری تو سمجھ سے باہر ہے جھلی نہ ہو تو۔'' اب وہ دونوں برآمدہ عبور کر کے وضو خانے میں داخل ہو چکے تھے۔

''بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آج یہیں رہ جاتے ہیں۔'' شیدے نے پانی کی بوتل بھرتے ہوئے شرارت سے اسے ملاحظہ کیا۔

''چل جلدی کر رکشہ والا انتظار کر رہا......''

شاداں کی بات ادھوری رہ گئی نجانے کیا ہوا تھا شاید قیامت آ گئی تھی۔

کانوں کے پردے پھاڑنے والی آواز کے ساتھ ہی ان کے وجود ہوا میں معلق ہو گئے۔

☆☆☆

جنت بی بی کو رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔

''لو کوئی گل ہوئی بھلا، میں کار (گھر) میں بیمار پڑی ہوں مگر ناں جی جونوں (بہو) اور پتر کو کوئی ہوش فکر ہو آ لینے دو آج چنگی طرح خبر لوں گی۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

رفتہ رفتہ اس کا غصہ فکر و پریشانی میں ڈھلتا گیا گھڑی کی سوئیاں جوں جوں گیارہ کا ہندسہ عبور کر رہی تھیں اس کی فکر میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

''بس آتے ہی ہوں گے۔'' وہ خود کو دلاسہ دیتی۔

''رب خیر کرے اتنی دیر تو کدی وی (کبھی بھی) نہیں ہوئی۔'' پونے بارہ کے قریب وہ اندھیرے کی چادر میں لپٹے کچے آنگن میں بچھی چارپائی سے اٹھ کر دروازے تک آئی اور بند کواڑ کھول کر گلی میں جھانکا۔

رات کے دلدوز سناٹے میں مدہم سی چاندنی میں نظر آتے راستے پر کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہ تھا، گھبراہٹ، ہول، فکرمندی سے مغلوب ہو کر اس نے بغل والے گھر کا دروازہ دھڑ دھڑایا۔

''کون ہے؟'' اندر سے نیند میں ڈوبی آواز ابھری۔

''نوید پتر میں ہوں دروازہ کھول۔''

دروازہ اگلے ہی لمحہ جھٹ سے کھل گیا۔

''کیا ہوا اماں خیر تو ہے۔'' اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھ کر نوید پریشان ہو گیا۔

''پتر ذرا اپنے موبائل سے رشید کو فون کر کے پوچھ کہ وہ دونوں اب تک کیوں نہیں آئے۔''

''کہاں گئے تھے؟'' نمبر ڈائل کرتے ہوئے سرسری سا استفسار کیا۔

''داتا دربار۔''

''کیا؟''

''کیوں پتر کیا ہوا؟'' نوید کو یکدم حواس باختہ دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

''اماں لوہاری میں میری پھپھی رہتی ہے گھنٹہ بھر پہلے اس کا فون آیا تھا اس نے بتایا کہ داتا دربار میں تین خودکش دھماکے ہوئے ہیں۔''

''اللہ کرے سب خیر ہو شید افون کیوں نہیں اٹھا رہا۔'' یونہی بولتے بولتے اس کی نگاہ چکرا کر گرتی جنت بی بی پر پڑی۔

''اماں...... اماں۔'' اس نے فوراً سے پیشتر

اس کا بے جان ہو کر گرتا وجود تھام لیا۔
ہوش آیا تو وہ اپنے چھوٹے سے کمرے کی پرانی مسہری پر موجود تھی جبکہ پورا کمرہ محلے کی عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔
''شکر ہے آپا تجھے ہوش آیا، پورے دو دن تو بے ہوش رہی ہے۔'' نوید کی ماں نے اسے ترحم بھری نگاہ سے دیکھ کر شکر کا کلمہ پڑھا۔
''رشید شاداں۔'' وہ بے اختیار انہیں پکارنے لگی۔
''ہائے اماں جی کیا بتائیں محلے کے منڈوں نے تمام ہسپتال چھان مارے نہ تو زخمیوں میں کہیں نظر آئے نہ ہی لاشیں ملیں وجود کے پرخچے ہوا میں نجانے کہاں کہاں اڑ گئے۔'' ایک پڑوسن آبدیدہ ہو کر بتانے لگی۔
''نہیں جھوٹ ہے یہ سب جھوٹ کہتے ہو۔'' وہ سسکنے لگی۔
''حوصلہ رکھو محلے کے امام صاحب نے غائبانہ نماز جنازہ مسجد میں ادا کروائی ہے۔'' کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''تم کیوں میرے بچوں کو مارنے پر تلے ہو اگر وہ مر گئے تو دکھاؤ کہاں ہے جسد خاکی۔'' وہ چلا اٹھی۔
''ہاہا نہیں ہے ناں کیونکہ میرے شیدے اور شاداں کو کچھ نہیں ہوا وہ خانہ بدوش لڑکی اسے لے کر کسی اور ٹھکانے پر نکل گئی، میں خود ڈھونڈ کر لاؤں گی کھینچائی کروں گی دونوں کی۔'' اس کی باتوں پر دلاسے دیتی عورتیں ضبط کھو کر رو پڑیں۔
''ماں کی فکر نہیں سیر سپاٹے میں لگے ہوں گے دربار کے بہانے نکل گئے۔'' تمام دن وہ ساکت سی خود کلامی کرنے لگتی، کبھی روتی، کبھی ہنس پڑتی۔
''جنت سینکڑوں لوگوں کے چیتھڑے ہو گئے دھجیاں بکھر گئیں خون کے دریا میں بہہ گئے جن میں تیرے بچے بھی شامل تھے رو لے جی بھر کر۔'' اس کی ہم عمر ایک خاتون نے اسے تلخ حقیقت سے روشناس کروا کر جھنجھوڑا مگر اس کی کیفیت ہنوز برقرار رہی۔

☆☆☆

رات کی خاموش ویرانی میں وہ چپکے سے بند کواڑ کھول کر شیدے اور شاداں کو تلاشنے نکل کھڑی ہوئی، اس کے بعد سے جنت بی بی کچی آبادی میں کسی کو نظر نہیں آئی ہاں بکھرے بالوں اور میلے چیکٹ کپڑوں والی ایک بوڑھی مائی اندرون شہر کی گلیوں میں گزشتہ دو سالوں سے چکراتی پھرتی ہے۔
زندگی کے پرخار راستوں پر برہنہ پا چلتے ہوئے گرد آلود بکھرے بالوں اور بوسیدہ میلے لباس والی وہ بڑھیا اس دن اچانک ایک پل کے لئے ساکت ہو گئی جب سڑک کے کنارے بنے اک چھوٹے سے چھپر ہوٹل میں لگے ٹی وی سے آتی آوازوں نے اس کی سماعتوں کو لمحہ بھر کے لئے اپنے حصار میں مقید کر لیا۔
اور اگلے ہی پل یکدم وہ سڑک پر پڑے پتھر اٹھا اٹھا کر ہوٹل میں بیٹھے گاہکوں کی سمت اچھالنے لگی، کسی نجی نیوز چینل پر حالیہ دھماکے کی تازہ ترین فوٹیج دکھائی جا رہی تھی اور ہوٹل میں موجود لوگ بے نیازی و بے حسی سے کھانا کھانے میں مشغول تھے ان کے لئے اب یہ سب معمول کی باتیں تھیں۔
مگر اس خبطی بڑھیا کے پھینکے گئے پتھروں سے ایکدم وہاں ہلچل سی مچ گئی۔
اس مائی کے دماغ میں نیوز کاسٹر کی آواز کی بازگشت ایک تواتر سے گونج رہی تھی۔

''پشاور میں تین دھماکے۔'' اور ٹی وی سکرین پر دھماکوں کی متاثرہ جگہوں کی فوٹیج دکھائی جا رہی تھی۔

''میرے بچوں کو مار کر تم لوگ یہاں مزے کر رہے ہو۔'' وہ پتھر مارتے ہوئے چلا رہی تھی۔

''ارے او پاگل مائی ہوش کر کسی کی جان لے گی کیا؟'' ہوٹل کے گاہکوں میں سے دو اشخاص پتھروں سے بچ بچاؤ کرتے اس کے سر پر پہنچ گئے اور اس کے ہاتھوں سے پتھر چھین کر دور پھینک دیئے۔

''کتنی بہوئیں کتنے بیٹے مارو گے اور کتنے پسماندگان کو زندہ درگور کرو گے؟ کتنا لہو چاہیے تم لوگوں کو بولو۔'' اس نے دیوانگی کے عالم میں ان دونوں کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

''چل اماں اپنا رستہ ناپ۔'' اس اچانک افتاد پر دونوں نے مذاحمت کی مگر گرفت مضبوط تھی، آن واحد میں وہاں لوگوں کا اک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔

''چھوڑو جانے دو مائی پاگل ہے۔'' کئی آوازیں ایک ساتھ گونجی تھیں دو تین آدمیوں نے بیچ بچاؤ کروا کر اسے ایک سمت میں دھکیل دیا۔

''خون بہانا بند کرو، خون بہانا بند کرو۔'' وہ مسلسل ایک جملے کی تکرار کرتے ہوئے عالم وحشت میں اپنے بال نوچتی دربار کی سمت نکل آئی۔

ہوا بے حد بوجھل قدموں سے چلنے لگی جبکہ آسمان کا چہرہ بے گناہوں کا لہو بہنے پر ضبط کی شدت سے سرخ پڑنے لگا۔

''خون بہانا بند کرو۔'' تکرار مسلسل کے دوران وہ تیزی سے دربار کی سیڑھیاں عبور کرتی ہوئی لڑکھڑا کر وہیں گر پڑی۔

اسی اثناء میں اس کی نگاہ افق پر چھائی لالی کی سمت اٹھی تھی تو اس نے بے حد کھوئے کھوئے انداز میں فلک کو مخاطب کیا۔

''یہ کس نے ہم سے پھر لہو کا خراج مانگا۔''

اس بوڑھی جھریوں زدہ چہرے والی ان پڑھ مائی نے یہ شعر نجانے کہاں سے سن کر اپنے حافظے میں محفوظ کر لیا تھا جو لاشعور کے دریچوں سے سفر کرتا ہوا شعور میں آن وارد ہوا اور بے ساختہ زبان پر پہنچ گیا تھا۔

یہ کس نے ہم سے پھر لہو کا خراج مانگا
ابھی تو سوئے تھے ہم مقتل کو سرخرو کر کے

آسمان کی بدستور خاموشی پر وہ ہنستے ہنستے شدتوں سے رو پڑی۔

''ابھی تو سوئے تھے ہم، ابھی تو سوئے تھے۔'' وہ زور و شور سے سسکیاں بھرتے ہوئے تکرار مسلسل کرنے لگی، شام نے بے اختیار سسکاری بھری اور رات کی آغوش میں چھپنے کی سعی میں مگن ہو گئی جبکہ ہوا دیر تک راستوں پر گرد اڑاتی رہی۔

☆☆☆



تنہائی

فصیحہ آصف

ہاتھوں سے سر تھامے، چکراتے دماغ کو قابو کرنے کی ناکام سعی میں وہ سرگرداں تھی، بھیگی آنکھوں سے اپنا بکھرتا وجود، دیکھتی اور پھر ہچکیوں سے رو پڑتی۔

اس کے گرد قیمتی ملبوسات، پارچہ جات، برانڈڈ جوتے، نفیس جیولری، پرفیومز، جانے کیا کہا تھا اور کیا نہ تھا ان لفافوں میں اس میں کھول کر دیکھنے کی سکت بھی نہ تھی، جہازی سائز بستر پر وہ سامان کے درمیان بیٹھی تھی، کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔

دینے والے اسے دے کر جا چکے تھے، گویا فرائض سے سبکدوش ہو گئے تھے اپنے تئیں، یونہی اک اس نے پورے کمرے میں دوڑائی، کمرہ کیا تھا، گویا ایک محل تھا، قیمتی قالین، بیش قیمت فرنیچر، دیواروں پر لگی لاکھوں کی پینٹنگز، ڈریسنگ ٹیبل پر جہاں بھر کا سامان آرائش و زیبائش، دیو قامت الماری میں دنیا بھر کے قیمتی ملبوسات، جوتے، جرسیاں، ذرا فاصلے پر مزیدار اور مزید چیزوں سے بھرا ریفریجریٹر، غیر ملکی فرحت بخش مشروبات، چاکلیٹس، فروٹس، غرضیکہ کیا نہیں تھا، جو کہ نہایت آسودہ زندگی گزارنے کے لئے بہت تھا، نوکر چاکر الگ، جو لمحہ بھر میں اس کا حکم بجا لانے کو تیار تھے۔

مگر یہ کیا...... وہ پھر بھی رو رہی تھی، سسک رہی تھی، اسے ان سب اشیاء کی چنداں طلب نہ تھی، نہ ان مادی چیزوں سے اس کا من خوش ہوتا تھا، اسے تو طلب تھی، طلب کیا تھی، کس کی اب آرزو تھی، ان سب اشیاء کی ضرورت ہیں، نہیں اس کے اندر سے کوئی چیخا۔

یکا یک وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر زارو قطار رو پڑی اور کہیں دور ننھی سی بچی کی آواز اسے ماضی کے جھروکوں میں دھکیل گئی۔

☆☆☆

رانیہ اپنے ماں باپ کے ساتھ چھوٹے سے گھر میں سکون سے رہ رہی تھی، زبیدہ اور فاروق کی شادی سے چار برس بعد پیدا ہونے والی رانیہ، واقعی رانیوں جیسی صورت لے کر آئی تھی، زبیدہ اور فاروق دل سے دعا کرتے کہ اس کی قسمت بھی رانیوں جیسی ہو، دونوں اسے دیکھ کر جیتے تھے، اس کے بعد زبیدہ کو دوبارہ ماں بننے کی نوید ملی، مگر مشیت ایزدی کوئی بچہ دنیا میں نہ آسکا۔

یوں رانیہ ان کی اکلوتی اولاد ٹھہری، دونوں اس کی تربیت میں لگ گئے، خود رانیہ فطرتاً اچھی عادات کی مالک تھی، نہ تنگ کرتی نہ فالتو فرمائش، مگر ایک روز جب وہ تیسری کلاس میں تھی، زبیدہ کے سامنے عجب انداز میں بولی۔

''اماں! میرے بہن بھائی کیوں نہیں ہیں۔'' وہ اکیلے پن سے گھبرا کر بولی تھی، کھلونوں سے کب تک دل بہلاتی، کارٹونز بھی کب تک ساتھ دیتے، اسے تو ایک جیتا جاگتا بھائی یا بہن چاہیے تھا، جن کے ساتھ کھیلتی، لڑتی جھگڑتی مستیاں کرتی، تو دل ہنستا، شور شرابا ہوتا، تو سکون میسر آتا، زبیدہ کا چہرہ لمحہ بھر کو تاریک ہوا، پھر مسکرا کر اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

''بیٹا اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔'' وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''مگر اماں، نبیرہ اور دعا کے تو دو بھائی، دو بہنیں ہیں، وہ ان سے کھیلتے ہیں، لڑتے ہیں، چیزیں چھپاتے ہیں اور مزا کرتے ہیں اور میں اکیلی۔'' زبیدہ نے تڑپ کر اسے سینے میں چھپا لیا، دونوں سسکنے لگیں۔

''نہ رو میری بچی، میری پیاری بیٹی، میرے ساتھ کھیلو، مجھے اپنی سہیلی سمجھو۔'' زبیدہ اس کا دل بہلاتی، مگر رانیہ اندر ہی اندر تنہائی کا شکار رہتی،



شدت سے یہ خواہش اس کے اندر جڑ پکڑے بیٹھی تھی، کہ وہ شدید تنہائی اور اکیلے پن کا شکار ہے، پھر کتابوں کو اپنا ساتھی بنا لیا، کھلونوں سے، ٹیڈی بیئر سے دل بہلاتی۔

مگر یہ سب وقتی تھا، زبیدہ اور فاروق کے پاس اس کی تنہائی کا کوئی حل نہ تھا، سوائے دعا کے، وہ اپنے طور پر اسے ہر دم ساتھ رکھتے۔

یوں دیکھتے دیکھتے وہ دسویں جماعت پاس کر گئی اور کالج میں آ گئی، اک عجب سنجیدگی اس کے حسین چہرے کا احاطہ کیئے ہوئے تھی، حسن کی دولت بھی رب نے فیاضی سے عطا کی تھی، ذہین تھی، حسین تھی، سہیلیاں بھی بن گئیں، مگر جو خواہش حسرت بن چکی تھی، اس کا کوئی مداوا نہ تھا، دل میں دبے آرزو کے بیج تناور درخت بن گئے تھے، یہاں تک کہ وہ تنہائی میں خود کلامی کرتی رہتی، گڑیا اور گڈے کا بھائی بہن بنا کر ان سے باتیں کرتی۔

رات کو دونوں کو اپنے ہمراہ سلاتی، ان کی بڑی بہن بن کر انہیں سمجھاتی، اچھے برے کی تمیز سکھاتی اور اپنے نا آسودہ جذبوں کی تسکین کرتی رہتی۔

زبیدہ اور فاروق اس کی عادتوں اور حرکتوں سے واقف تھے، اسے منع نہ کرتے کہ کہیں نفسیاتی مسئلہ نہ پیدا ہوئے، بلکہ دونوں مسکرا دیتے، چلو اس کے اندر کا غبار شاید اسی طرح ہی نکل جائے۔

بارہ جماعتیں پاس کر لیں تو دونوں کو اس کے رشتے کی فکر لگ گئی۔

''آپ ہی کسی سے کہیں ناں۔'' زبیدہ فاروق سے کہتی، تو وہ گہری فکر مند سوچ میں غرق ہو جاتے، تو کیا اکلوتی بیٹی سے جدائی کا وقت آنے کو ہے، یہ لمحے ان کے کہ سوہان روح ہوتے۔

خود زبیدہ کی آنکھیں بھی نم ہو جاتیں، مگر یہ قانون فطرت تھا، کون بیٹی کو گھر میں بٹھا پایا ہے، سبھی نے اسے رخصت کرنا ہوتا ہے دل پہ پتھر رکھ کر۔

زبیدہ کو یقین تھا کہ ان کی رانیہ کے لئے کوئی شہزادہ ہی آئے گا، راجہ اترے گا، مگر ان جیسے متوسط طبقے کے لوگوں کے گھر راجاؤں اور شہزادوں کا کیا کام، زبیدہ اپنی سوچ کی خود ہی تردید کر ڈالتیں اور پھر بھی زیر لب دعائیں کرتیں، اس پر پھونک مار کر اسے روشن مستقبل اور نصیب کی دعا کرتیں۔

☆☆☆

ایک دور رشتے جاننے والوں کے توسط سے آئے عام سے تھے، کچھ بے حد امیر کبیر، بات بن کر نہ دے رہی تھی، چھ ماہ اسی تگ و دو میں صرف ہو گئے، زبیدہ زیادہ پریشان رہنے لگیں تھیں، جبکہ فاروق تسلیاں دیتے اور اللہ پر بھروسے کی تلقین کرتے پھر اچانک ایک دن رانیہ حیران رہ گئی، جب اس کی ہم جماعت ثوبیہ اپنے بھائی اسفر آفندی کا رشتہ لے کر آ گئی، اپنی والدہ کے ساتھ۔

''پتہ ہے رانیہ بھیا نے کچھ دن پہلے ہی تمہیں دیکھا ہے، جب مجھے کالج سے لینے آئے تھے، اب ان کی ضد ہے کہ انہوں نے بس تم سے ہی شادی کرنی ہے۔'' ثوبیہ کے انکشاف پر وہ ہراساں ہو کر رہ گئی۔

''اتنے امیر لوگ اور ہم؟'' وہ الجھ کر سوچنے لگی۔

ثوبیہ کی والدہ سیدھی سادھی محبت کرنے والی خاتون تھیں، انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں رانیہ کو پسند کرنے لال دوپٹہ اوڑھا کر بہت

سارے پیسے اس کے ہاتھ پہ رکھ دیئے، گویا رشتہ پکا کر کے مہر ثبت کر دی، تو زبیدہ فوراً بولیں۔

''بہن جی ہمیں سوچنے کا موقع دیں ابھی۔'' اس پر وہ نرم مسکراہٹ لئے بولیں۔

''بے شک آپ کا حق ہے، آپ اس جمعہ کو ہمارے گھر آئیں، اسفر سے ملیں ہمارا گھر دیکھیں، آپ انکار نہ کر سکیں گی۔'' زبیدہ ان کے جواب پر لاجواب ہو کر رہ گئیں۔

پھر دیر بھی نہ لگی، ابھی پڑھائی جاری تھی کہ رانیہ کے دلہن بننے کی تیاریاں ہونے لگیں، ہماری بیٹی بڑی نصیبوں والی ہے، ایسا شاندار رشتہ، فاروق رب کا شکر ادا کرتے نہ تھکتے تھے، رانیہ خود کو مسرتوں کے جھولے پہ جھولتا محسوس کرتی تھی۔

اب اس کے رات دن اسفر کے خوابوں میں بسر ہونے لگ تھے، اس نے بس اسفر کی تصویر دیکھی تھی، کیسا شاندار بندہ تھا، خوبرو، پڑھا لکھا اور دولت مند، رانیہ اپنی قسمت پر جتنا ناز کرتی کم تھا۔

ماں باپ خوشی خوشی جہیز بنانے میں لگ گئے، حالانکہ اسفر کی والدہ نے سختی سے کچھ بھی لینے سے انکار کیا تھا، وہ مگر کیسے اسے بڑے گھر میں خالی ہاتھ رخصت کرتے، آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب وہ اسفر کی بن گئی، روشنی اور نور کی بارات رانیہ کے لئے کہکشاں سے اتری تھی۔

جس نے دیکھا حیران رہ گیا، رانیہ کی شکل و صورت کی طرح قسمت بھی خوبصورت نکلی، اشکوں بھری دعاؤں کے سائے تھے وہ رخصت ہوئی اور ''معتبر محبت'' میں آ گئی، دل ہی دل میں خدا کا شکر کرتی، وہ سجے سجائے کمرے میں پہنچا دی گئی۔

دبیز قالین پہ اپنے نرم و نازک پاؤں دھنستے محسوس ہوئے، کمرے میں ایسی قیمتی چیزیں اس نے صرف خوابوں میں دیکھی تھیں، ساس نے بیش قیمت کپڑے پہنائے، ثوبیہ نے کئی تحائف بھابھی کو دیئے، اسفر اس کا اکلوتا بھائی تھا، سسر وفات پا چکے تھے، گھر میں بس قریبی لوگ تھے۔

کمرہ خالی ہوا تو اسفر اندر آ گیا، اس کا رو پہلا آنچل الٹتے ہی اس نے رانیہ کے حسن کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی بے تابیوں کے قصے بھی سنا ڈالے، رانیہ آج کسی حور سے کم نہ لگ رہی تھی۔

رات بھی ان کے اس مدھر ملن پر مسکرا رہی تھی، ہیروں کا ہار اسفر نے اسے رونمائی میں دیا تھا، اتنا قیمتی اور محبت بھرا تحفہ پا کر رانیہ محبت کا ہاتھ تھامے عشق کے سفر پر اسفر کے ہمراہ سفر کرنے لگی۔

☆☆☆

اس کی شادی پہ ایک فیملی نے ثوبیہ کو پسند کر لیا تھا، یوں ان کا آنا جانا شروع ہو گیا، اسفر، رانیہ روز کہیں نہ کہیں دعوتوں پر مدعو ہوتے، سیر سپاٹے، رانیہ کے لئے کسی خواب سے کم نہ تھے، اسفر اسے ہنی مون کے لئے سنگاپور لے گیا۔

سیر و سیاحت، شاپنگ اور اسفر کا دلکش ساتھ، رانیہ خوش قسمتی کے مدار میں چکرا رہی تھی، میکے جاتی تو ماں باپ نہال ہو جاتے۔

اسفر کی ہمراہی، روپے پیسے کی فراوانی، گھر میں سکون، رانیہ گویا سچ مچ کی رانیوں جیسی زندگی گزار رہی تھی۔

اب تک کی گزری تنہائی کا شکوہ ہوائیں اڑتا محسوس ہوا۔

گھر ثوبیہ کی شادی کا ہنگامہ جاگ اٹھا، رانیہ نے خوب لطف اٹھایا، گھر میں بس ساس تھیں، وہ بھی گھریلو خاتون عبادت گزار، نوکر

چاکر تھے، ان سے کام لینا، گھر دیکھنا، کوئی خاص ذمہ دارانہ تھی، اب اس کی بس یہی خواہش تھی کہ وہ جلدی سے ماں بن جائے۔

شادی کے دو ماہ کے بعد جب اسفر کو کاروبار کی طرف سے بیرون ملک جانا پڑا تو رانیہ کی جان پہ بن آئی۔

''میں اکیلی اتنے دن آپ کے بغیر، نہ جی مجھ سے نہیں رہا جائے گا۔'' رانیہ گلوگیر آواز میں کہتے ہوئے بچوں کی طرح رو پڑی، تو اسفر نے مسکرا کر اسے ساتھ لگا لیا، وہ کون سا خوشی سے جا رہا تھا۔

''تو کیا کام چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤں، ہاں بولو۔'' وہ انگلی سے اس کی تھوڑی اونچی کر کے اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانک کر وارفتگی سے بولا تو رانیہ کے رونے میں شدت آ گئی، تب اس نے روتے روتے اسفر کے چوڑے سینے پر لگتے برساتے ہوئے اپنا مطالبہ دہرایا، پھر سینے میں ہی منہ چھپا کر سسک اٹھی۔

''تم ایسا کرو، اپنی امی کے گھر چلی جانا پندرہ دن کے لئے۔'' کے مشورے پر بھی وہ روتی رہی، یوں کچھ دن وہ ماں کے گھر رہنے چلی آئی، مگر دن صدیوں کے برابر تھے، اسفر واپس آیا تو اس کی جان میں جان آئی۔

''تمہاری تنہائی کا بندوبست کرنا پڑے گا۔'' وہ شرارت سے بولا تو رانیہ ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب؟''

''تمہیں بس اللہ جلدی سے اللہ گڑیا یا گڈا دے دے تو اس میں تم مصروف ہو کر مجھے بھول جاؤ گی۔'' اسفر ابھی تک شرارت کے موڈ میں تھا۔ تب اس کی بات سمجھ کر وہ شرماتے ہوئے مسکرا دی، تو اسفر نے اسے بانہوں میں بھر لیا۔

☆☆☆

اللہ نے اس کی مراد جلد پوری کر دی، جب ڈاکٹر نے اسے ماں بننے کی نوید سنائی اور خوشی اس وقت دو چند ہو گئی جب اسے جڑواں بچے کا پتہ چلا، فرط مسرت سے اس کے پاؤں زمین پر نہ ٹک رہے تھے۔

ساس الگ خوش تھیں اور ثوبیہ کو بھی بچوں کا شدت سے انتظار تھا، وہ بھی ایک ایک دن گن رہی تھی، آخر کار اوپر والے نے اس کی جھولی میں دو چاند ڈال دیئے، وہ احمر اور احمد جیسے شہزادوں کی ماں بن گئی، کیا روپ چڑھا تھا اس پر، مامتا کا نور چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔

مٹھائیوں کے ٹوکرے بانٹے گئے، خوش بختی گویا گھر کی باندی بن گئی تھی، کتنا ارمان تھا کہ اپنے ڈھیر سارے بہن بھائی ہوتے، کھیلتی، کودتی ان کے ساتھ اب جیسے ساری تمنائیں پوری ہو گئی تھیں۔

اسفر نے اسے وزنی زیورات بنوا کر تحفہ دیا، مگر رانیہ کو اب ان چیزوں سے قطعاً دلچسپی نہ تھی، اسے جیتے جاگتے انمول خزانے مل گئے تھے، وہ ان میں واقعی مصروف ہو گئی تھی۔

ساس کچھ دن بیمار ہو کر ملک راہی عدم ہوئیں، دو برس بعد آزر اس کی گود میں آ گیا، ماں باپ کے بعد دیگرے چل بسے، میکہ ختم ہو گیا، خوشی اور غم کے ملے جلے تاثرات تھے زندگی گزر رہی تھی، اسفر کا کاروبار ترقی کرتا جا رہا تھا، وہ رانیہ کو اپنی خوش قسمتی کا ذمہ دار ٹھہراتا تھا، اب کئی کئی دن ملک سے باہر رہتا، کاروبار وسیع جو ہو رہا تھا، رانیہ کو وقت کم دیتا، وہ شکوہ کرتا تو اسفر تینوں بیٹوں کی طرف اشارہ کرتا، اتنے پیارے زندہ کھلونے ہیں ناں تمہارے پاس، ان کے ساتھ مزے کرو، تب رانیہ وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدہ

ہوتی گئی۔

آخر میں ملیحہ نے آکر بیٹی کی کمی پوری کر دی اور خاندان مکمل ہو گیا، گھر میں کسی شے کی کمی نہ تھی، سکون، اولاد، دولت، محبت اور رب کی لاتعداد نعمتیں، وہ شکر گزاری سے آنکھیں بھگو بیٹھتی۔

وقت گزرتا رہا، بچے سکولوں میں آ گئے، عیش وسکون کی زندگی گزر رہی تھی، اسفر کی طبیعت مسلسل کام کی وجہ سے کبھی کبھار خراب ہو جاتی، پھر وہ کچھ دن آرام کرتا، دوبارہ کام سنبھال لیتا، رانیہ کو گھر سے ہی لگاؤ تھا، زیادہ کہیں نہ آتی جاتی۔

ثوبیہ کے دو بچے تھے، بڑا بیٹا حماد اور گلا رعنا، ثوبیہ نے حلیمہ کو اپنے حماد کے لئے مانگ لیا تھا، یہاں بھی رانیہ کو رب نے شکوں سے بچا لیا تھا، وہ شکرانے کے نفل ادا کرتی۔

زندگی میں کیا کچھ کمی تھی؟ اس سوال کے جواب میں صفر ہی آتا تھا، رانیہ اپنی مطمئن زندگی پر اطمینان بھری نگاہ ڈالتی، تو دل سکون سے ہلکورے لیتا، اسفر اور رانیہ جوانی کو رخصت کر کے بڑھاپے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

احمر اور احمد کا میڈیکل کی طرف رحجان تھا، دونوں ڈاکٹر بن رہے تھے، جبکہ آذر کا دھیان کاروبار کی طرف تھا، وہ ایم بی اے کر رہا تھا حلیمہ دسویں کلاس میں تھی۔

بہترین ماحول، اعلیٰ تربیت نے بچوں کے اندر رکھ رکھاؤ، تمیز اور رکھ رکھاؤ داری پیدا کر دی تھی، اسفر رانیہ کا شکر گزار تھا کہ اس نے بچوں پر دن رات محنت کر کے انہیں اچھا انسان اور تعلیم یافتہ بنایا ہے، گھر میں انہی کے دم سے رونق اور چہل پہل تھی۔

مگر...... مگر...... یہ کیا...... یہ چہچہاتے پنچھی

تو اڑنے کو پر تولنے لگے تھے، ملیحہ ابھی ایف اے کے امتحان دے کر فارغ ہوئی تھی کہ ثوبیہ نے شادی کا معاملہ اٹھا دیا۔

''اتنی جلدی۔'' رانیہ نے گویا دل پہ ہاتھ رکھ کر گھبرا کر کہا اور کپکپا اٹھی، اسفر اداس لہجے میں گویا ہوا۔

''پرایا دھن ہوتی ہیں بیٹیاں، اک نہ اک دن تو رخصت کرنا ہوتا ہے۔'' اس کی آواز میں نمی تھی۔

''مگر......'' رانیہ اب بھی صدماتی کیفیت میں بولی۔

''اگر، مگر رہنے دو، بس شادی کی تیاری کرو اور ہاں ایک اور بات......'' وہ کہتے کہتے ذرا رکا، رانیہ کی حالت جیسی بھی تھی یہ بات لازمی کرنا تھی۔

''احمر اور احمد باہر جا کر پڑھنا چاہتے ہیں، میں انہیں بھیج رہا ہوں، چند سالوں کی بات ہے، اچھی تعلیم لے کر آئیں گے تو کامیابی مزید قدم چومے گی۔''

''یہ...... یہ آپ کیا کر رہے ہیں، مجھ سے تو ایسا کچھ نہیں کہا ان دونوں نے۔'' وہ آنے والے دنوں کے اکیلے پن کو شدت سے محسوس کر کے روتے ہوئے بولی۔

تو اسفر نے اسے ساتھ لگا کر تسلی دی، بچوں میں تو جان تھی اس کی، ایک پل کی جدائی گوارا نہ تھی، کجا اتنی دور، اتنے لمبے عرصے کے لئے۔

''نہیں...... نہیں اسفر آپ انہیں یہیں کہیں پڑھالیں، کچھ بھی کر لیں، مگر اتنی دور نہ بھیجیں۔'' رانیہ گڑبڑا کر بولی تو اسفر اسے پیار بھری تسلیاں دیتا رہا۔

☆☆☆

ملیحہ حماد کی ہو گئی، معصوم سی گڑیا پری بن کر دلہن کا روپ دھارے ہوئے تھی، رانیہ اس کی رخصتی پر ایسا ٹوٹ کے روئی کہ سب کو رلا ڈالا، خود اسفر بھی خود پر ضبط نہ کر سکے اور بیٹی کو ساتھ لگا کر پھوٹ کر رو پڑے۔

احمر، احمد اور آذر نے بازوؤں کے حلقوں میں لے کر بہن کو رخصت کیا، رانیہ کی طبیعت بہت خراب ہو رہی تھی، اسفر نے اسے سکون آور دوائی کھلا کر سلا دیا، مگر رانیہ کے اندر اک خوف بکل مارے بیٹھ گیا تھا، کہ اب تنہائی شروع ہونے کو ہے ''دور جنون'' آغاز چاہتا ہے۔

احمر اور احمد کے جانے کے دن بھی قریب آ گئے، رانیہ ماں تھی، بچے اس کی اس شدت کی تکلیف کے درجے پر نہ تھے، جہاں رانیہ کی سوچیں مفلوج ہو جاتی ہیں، وہ گم صم ہو گئی تھی۔

دونوں بیٹے اسے جلد آنے کا کہہ کر پرائے دیس جا بسے، گھر میں عجیب اداسی اور خاموشی نے ڈیرے ڈال لئے تھے، اداسی تنہائی پنجے گاڑے بیٹھی تھی۔

اسفر اسے سمجھاتا، مگر وہ اندر ہی اندر اک نفسیاتی دباؤ کے تحت گھلتی رہتی، دونوں کو گئے کئی ماہ ہو گئے تھے، وہاں سیٹ بھی ہو گئے تھے، اک نئی سنہری زندگی گزارنے لگے، ماں کے جذبات اس کے آنسو، ان کا انتظار بن گئے تھے۔

☆☆☆

ملیحہ آجاتی تو جمود میں ارتعاش پیدا ہو جاتا، ورنہ وہی اکیلی بولائی بولائی پھرتی، اسفر باہر جاتے تو گھر کاٹنے کو دوڑتا۔

یوں لگتا جیسے بچپن کی تنہائی عود کر آ گئی ہے، یہ چند روز تو بس خواب جیسے تھے، بہار کے خوشگوار جھونکے کی طرح آئے اور گزر گئے، یہاں تک تو وہ برداشت کر رہی تھی مگر ایک رات۔

اسفر بھی رات کے کسی پہر خاموشی سے اس

کا ساتھ چھوڑ گئے، رہی سہی کسر اسفر کی دائمی جدائی نے پوری کر دی، رانیہ مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی۔

احمر اور احمد نہ آ سکے اور بعد میں آنے کا کہہ اپنی زندگیوں میں مگن ہو گئے، کہ ایک ماں، اک دکھیاری، ایک بے بس عورت اس کی منتظر ہے۔

مگر وہ تو جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق اپنے لئے خوشیاں کشید کر رہے تھے۔

ستم پہ ستم ایسے ہوئے کہ وہ پتھر کی ہو گئی، دولت، روپیہ، پیسہ، قیمتی مادی اشیاء سب بے وقعت اور بے معنی لگتے، عدت گزرنے کے بعد ثوبیہ اور ملیحہ نے بہت کہا کہ وہ ان کے ساتھ رہے، مگر وہ نہ مانی۔

گھر کے کونے کونے سے بچوں کی قلقاریاں، اسفر کی محبت بھری سرگوشیاں اس کے پیروں کی زنجیر بن جاتے، حالانکہ سب سراب تھا۔

پھر یہاں آذر تھا، صبح گیا شام تک لوٹ آتا، مصروف بھی بہت تھا، اس کی تعلیم کا آخری سال تھا، اسے اپنی کلاس فیلو بریرہ پسند آ گئی، رانیہ نے بلا چوں چرا اس کی شادی بریرہ سے طے کر دی، جو نہایت امیر، کبیر اور نک چڑھی سی تھی، ماڈرن ازم کا شکار، رانیہ اب خود کو آنے والے صدمات کے لئے تیار کر چکی تھی۔

بریرہ گھر میں آ گئی، مگر اس کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا، آذر نے اسفر کا کاروبار سنبھال لیا تھا، بریرہ بھی اس کے ساتھ آفس جانے لگی، آخر تعلیم کا فائدہ بھی تو اٹھانا تھا، نہ کہ گھرداری سنبھالنا تھا۔

احمر اور احمد نے لندن میں ہی شادیاں کر کے ماں کو محنت سے بچا لیا تھا، یہاں کیونکر آتے؟ رانیہ بے بسی کی تصویر بن جاتی، آذر اس کا خیال رکھتا، مگر دونوں کے پاس فرصت قلیل تھی۔

بلکہ کسی کے پاس بھی رانیہ کے لئے وقت نہ تھا، نہ اس کی تنہائی دور کرنے کا سامان، ہاں قیمتی سامان کی بھرمار تھی، جو اس کے لئے کسی کام کا نہ تھا اب۔

☆☆☆

پھر ایک خوشخبری نے اس کے تن مردہ میں جیسے جان ڈال دی، نئی روح پھونکی گئی اس کے بے جان جسم میں۔

احمر اور احمد دونوں کئی سالوں بعد ملنے آ رہے تھے، دونوں کے دو دو بچے تھے، رانیہ اس خبر کو سن کر پھر سے جی اٹھی تھی، بچوں کو حالانکہ اسکائپ وغیرہ پہ دیکھ رکھا تھا، مگر اب روبرو دیکھنا، اس کے لئے کسی نعمت متبرکہ سے کم نہ تھا، وہ ان کے آنے کی تیاریوں میں لگ گئی، خریداری کی، پورے گھر کو سجایا، بچوں کے لئے تحائف اور کھلونے لئے، نئی ان دیکھی بہوؤں کے لئے بہترین لباس خریدے، اتنی مصروف ہوتی کہ اکیلا پن کہیں جا سویا، کہ وہ سب چاند، ستاروں جیسے چہروں والے اس کے سامنے آن موجود ہوئے۔

رانیہ مارے مسرت کے جھوم اٹھی، بچوں کو ساتھ لگایا تو ماتا کو چین آیا، رانیہ کے اندر نئی توانائی پیدا ہو گئی۔

ملیحہ اور ثوبیہ بھی سب کے ساتھ آ گئے، گھر میں ایسی رونق تھی کہ رانیہ بار بار تشکر سے پلکیں بھگو بیٹھتی، خاص طور پر اسفر کی کمی پر اس کی جاں لرزتی، روزانہ کہیں نہ کہیں چلے جاتے، کھانا، پینا، سیر و تفریح، رات گئے گپ شپ لگانا، کافی پینا، سب کا یوں مل بیٹھنا رانیہ کی ازلی خواہشوں میں سے ایک تھا، اسفر کی یاد آتی تو بچے لمحہ بھر کو اداس ہوتے پھر بھاگتی دوڑتی زندگی کے ہم قدم ہو

جاتے۔

ڈیڑھ ماہ ایسے گزرا کہ پتہ ہی نہ چلا، خوشیوں کے دن لمحہ بھر کو لگتے ہیں اور غم کے دن صدیوں برابر، وہ رانیہ کو ساتھ لے جانے کا کہتے، مگر اس نے صاف انکار کر دیا، یہاں تک کہ ان کے جانے کے دن قریب آ گئے، رانیہ کے اندر سے جیسے کوئی لہو نچوڑنے لگا۔

بچوں میں اس کا دل لگ گیا تھا، مگر جانتی تھی کہ انہیں لوٹ کر واپس جانا ہے اور تنہائی ہی نے سدا اس کا ساتھ نبھانا ہے۔

بے شک ملازمین تھے گھر میں، بریرہ اور آذر تھے، مگر اس کے پاس وہی تنہائی تھی، اسی سے سمجھوتہ کیے ہوئے تھی۔

احمر اور احمد اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ واپس چلے گئے، انہیں تو جانا ہی تھا۔

☆☆☆

جس رات وہ گئے، وہ سو نہ سکی، صبح اٹھی تو سر بھاری بھاری تھا، وہ بے حد اداس تھی، آذر اور بریرہ آفس جا چکے تھے، ملازمہ نے اسے ناشتہ بنا کر دیا، بے دلی سے کر کے وہ واپس کمرے میں آ گئی، دونوں بیٹوں اور بہوؤں نے اسے بے شمار تحائف دیئے تھے، قیمتی تحائف کے درمیان بیٹھی سسک رہی تھی۔

نم آنکھوں سے کمرے کا بغور جائزہ لیا، کپڑوں سے بھری الماری محل نما گھر، بڑا سارا عالیشان جدیدیت لئے ہوئے تھا، امریکن اسٹائل والا اس کا گھر، نرم و گداز ایرانی قالین، پچاس انچ کی ایل ای ڈی، قیمتی موبائل پھلوں اور خورد و نوش سے لبالب بھرا ریفریجریٹر، بیش قیمت جوتے، ڈریسنگ ٹیبل پر نگاہ دوڑائی تو جہاں بھر کا سامان آرائش، اعلیٰ و نفیس جیولری، جرسیاں، گرم چادریں، اب اس کے اردگرد بھی ایسا ہی سامان لفافوں میں موجود تھا، جن کے درمیان بیٹھی وہ اشکبار تھی۔

جہازی سائز بیڈ بھرا ہوا تھا، اس نے آنسو بھری آنکھوں سے سب چیزوں کو دیکھا اور چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسک اٹھی، کوئی آنسو پونچھنے والا نہ تھا، اکیلا پن تھا اور وہ تھی، یہی زندگی کا چلن اور رکھ رکھاؤ ہے۔

بے حسی کی دنیا میں مادی چیزوں کی فراوانی ہوتی ہے، سب مل جاتا ہے مگر ساتھ اور پیار کا حصول ناممکن ہے، شاید یہ اس کی خود ساختہ سوچوں اور توقعات کا قصور تھا، آنسو صاف کرتی وہ آہستہ آہستہ اٹھی اور اپنی الماری کھولی، کب کے سنبھالے ہوئے سامان کے نیچے سے ایک کپڑے میں لپیٹے اپنے بچپن کے گڈا اور گڑیا نکالے، انہیں سینے سے لگا کر سسکتی ہوئی بستر پر آ گئی اور ان کو دائیں بائیں لٹا کر ان بے جان کھلونوں سے بے ربط باتیں کرنے لگی، جو صرف اور صرف وہی سمجھ سکتی تھی، اپنی ذہنی کشمکش کو سکون دینے کے لئے، نہ جان سکتے تھے، نہ سمجھ سکتے تھے، نہ کوئی انسان نہ یہ بے جان گڈا، گڑیا بس رانیہ یہی جانتی تھی کہ وہ ازل سے تنہا ہے اور اس کی تنہائی کے ساتھ یہ کھلونے ہیں۔

☆☆☆

سیما بنت عاصم



عمیر کے سدھارنے کے بعد میرے ہاتھ تیزی سے کچن سمیٹنے میں مصروف تھے، جب کال بیل بجی، فلیٹ کے داخلی دروازے کی لینس سے آنکھ لگا کر جھانکا، تو اک اجنبی سراپا سامنے تھا، چمپئی رنگت، کھچڑی بال، مغلئی نقوش، کھنڈر بتاتا کہ عمارت شاندار تھی، میں نے دروازہ وا کر دیا، جالی کے اس پار کھڑی وہ مسکرا رہی تھیں۔

''مجھے مسز عمیر سے ملنا ہے۔'' سامنے والے فلیٹ سے مسز ہاشمی۔

''اوہ ہاں، عمیر نے ذکر تو کیا تھا۔'' میرے ذہن میں اک جھمکا سا ہوا۔

''تم سے ملنے کا بہت شوق تھا، سنا کہ تم لکھاری ہو۔'' جالی کا پٹ وا ہوتے ہی انہوں نے قریب آ کر مجھے پیار کیا اور پر شوق نظروں سے میرا جائزہ لیا تو مجھے اپنے حلیے پر شرمساری ہوئی، لانگ شرٹ پر ڈھیلا ڈھالا ٹراؤزر، لمبا سا مفلر، اونچی پونی ٹیل، ڈرائنگ روم داخلی دروازے سے منسلک تھا، ان فلیٹس کی ایک خوبی یہ بھی تھی، ہر فلیٹ کارنر فلیٹ، چار جانب کھڑکی، جالیوں سے فلیٹ روشن اور ہوا دار رہتے، نو آباد علاقہ تھا، ہوا کھل کر آتی۔

میرا سارا دن، گھر گرہستی کے نام رہتا، انہوں نے اک ستائشی نظر چار سو دوڑائی، میں نے کچھ پینے کے لئے پوچھا۔

''سچ بتاؤں تو کچھ بھی نہیں، ابھی ناشتہ کیا ہے، بس تم میرے پاس بیٹھو، کل پہلی بار تمہیں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دیکھا، مجھے لگا تم ان کی......'' وہ قصداً چپ ہو گئیں میں سمجھ گئی۔

''ہماری بابت اکثر کو یہی گمان گزرتا، میری عمر چوالیس سال تھی، لگتی بتیس کی بھی نہ تھی، تو یہ میری قسمت تھی، عمیر خود سے لاپرواہ رہتے، ورنہ کچھ خاص تفاوت بھی نہ تھا، شادی کو بس دو سال گزرے تھے۔'' سن کر ان کی حیرت دگنی پڑ گئی، پھر اِدھر اُدھر کی باتیں۔

''بس میرا دن یونہی گزرتا ہے، بالکونی میں وقت گزار لیا، ٹی وی، اخبار دیکھ لیا، کبھی دروازے کی جھری سے لگ کر اِدھر اُدھر جھانکی مار لی، عمیر نے بتایا وہ کل تمہیں ڈاکٹر کے لے جا رہے تھے؟''

''جی بس...... گرمی شدید ہے، چکر سے آ گئے تھے، بی پی لو ہو گیا تھا۔''

''اوہ تو یہ معاملہ ہے۔'' وہ کچھ اور سمجھیں۔

''دیر آید، درست آید۔'' ان کے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

میں نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

''کچھ لوگ بے نشان منزل کے راہی ہوتے ہیں، عرصہ ہوا، میں نے اس امر پر سمجھوتا کر لیا تھا اور انسان جب تقدیر پر سمجھوتا کر لیتا ہے تو زندگی سہل ہو جاتی ہے۔''

''پروردگار جب انسان کو کچھ نہیں دیتا تو اس کی بہتری و حکمت اور کچھ دے کر واپس لیتا ہے، تو اس سے کہیں زیادہ نوازتا ہے، میرا اس پر ایمان کامل ہے۔''

وہ جانے کیا سمجھیں، کیا نہ سمجھیں، ان کے ارادے طویل نشست کے لگے۔

''مجھے آج مٹر فریز کرنے تھے، جاتے موسم کے دن تھے، پھلیوں کا ڈھیر تھا میں اٹھا کر وہیں لے آئی۔'' وہ بھی ساتھ دینے لگیں۔

''ڈاکٹر صاحب نے بتایا تم کھانے بہت مزے دار پکاتی ہو، آج کیا ارادے ہیں؟''

''آج عمیر نے مٹر پلاؤ کی فرمائش کی تھی، کچھ کباب فریز تھے، رائتہ سلاد وغیرہ۔'' انہوں نے سن کر چٹخارہ لیا۔

''ارے واہ مزا آ جائے گا۔''

''عمیر کے لئے اہتمام شام میں ہوتا ہے، دن میں تو میرے لئے کچھ نہ کچھ نکل ہی آتا ہے۔''

''حق ہاہ، یہ تنہائی بھی کیا عذاب ہے، گھر کی چار دیواری سے اپنی ہی بازگشت ٹکرا کر پھر خود کو لہولہان کرتی ہے۔''

اب میں پہلی ملاقات میں ان سے اختلاف کرتی کیا بھلی لگتی کہ تنہائی سناٹا اور ویرانی، انسان کے اندر ہوتی ہے باہر نہیں، وہ اِدھر اُدھر کی کچھ باتوں کے بعد کام کی بات پر آئی تھیں۔

''میرے شوہر صحافی تھے، ہمارا اپنا پرچا ہے، کچھ سینئر ایڈیٹرز اسے چلا رہیں ہیں، مگر اب چینلوں کی بھرمار ہے، لاکھوں کی آفرز ہیں، وہ رسی تڑاتے ہیں، مگر وفادار ملازم ہیں، چاہتے ہیں کوئی کام کا بندہ مل جائے تو اسے سکھا کر چارج دے دیں تاکہ ہمیں دشواری نہ ہو، مجھے لگتا ہے تم جلد سیکھ لو گی۔''

میں سوچنے کا کہہ کر ٹال گئی، عمیر کہاں مانتے، افسانہ نگاری میرا شوق تھا اور ایڈیٹنگ، سنا تو یہی تھا کہ آگ کا دریا ہے۔

''ارے تمہارا نام تو پوچھنا ہی بھول گئی۔'' انہوں نے چلتے سمے پوچھا۔

''تہمینہ...... ویسے سب مینا کہتے ہیں۔''

''مجھے سب بے جی کہتی ہیں، تم بھی کہہ سکتی ہو۔''

بے جی ان کی شخصیت کے لئے یہ نام انگوٹھی میں نگینے کی مانند تھا، بے تکلفانہ، اپنائیت لئے، مشفق انداز۔

☆☆☆

مجھے اعتراف ہے، رب کی اعلیٰ ذات نے مجھے بے تحاشا نوازا۔

ابا کی اچانک وفات نے مجھے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا حوصلہ بخشا تھا، تعلیم مکمل کی، پھر بینکنگ کی جاب، گھر کی گاڑی، میری اسی جاب سے چلتی رہی، بہن بھائیوں کی تعلیم، شادیاں، مجھے اک عرصہ اپنا آپ یاد ہی نہ رہا، کہ رب نے مجھے دوسروں کی حاجات پوری کرنے کے لئے چنا تھا، یہ ایک بڑا اعزاز تھا، رشتے آتے، میں لوٹا دیتی، یہاں آ کر میں نے دنیا کو کیونکر جھیلا، یہ ایک الگ کہانی رہی، میں نے خود کو اپنی فیملی کے لئے وقف کر دیا تھا، مانو اپنا آپ ہی بھول گئی، مگر سب ایک ایک کر کے جب اپنے پروں اڑنے لگے تو اپنے رستے ڈھونڈ لئے، یہی زندگی کا اصول ہے، جو ساتھ چلو تو ساتھ بہت، جو رک جاؤ تو تنہا ہو، میں نے کبھی دل سے نہیں لگایا، کیونکہ کبھی امید نہیں باندھی، رشتوں، محبتوں میں لین دین، سود و زیاں کہاں چلتا ہے، آخر کار میں اور امی تنہا رہ گئے، انہیں میرا غم کھائے جاتا، سوچا تو یہی تھا، بھائی پیروں پر کھڑے ہوں گے تو، تاخیر سے سہی، میری شادی کر دیں گی، مگر زندگی حسب منشاء گزرے تو قسمت کا کیا کیا جائے، وہی عالم رہا کہ، دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں۔

پھر یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے، اک معمولی سی تکلیف کی شکایت لے کر میں ڈاکٹر کے پاس پہنچی تھی، اس نے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیے اور نتائج حیرت انگیز و ناقابل یقین تھے۔

''یوٹرس میں رسولی کی گروتھ ہے، جب یہ کمپلیٹ ہو کے بال بن جائے گی تو آپریٹ کر کے نکالنی پڑے گی، تب تک تکلیف تو اٹھانی پڑے گی۔''

میں سرتاپا لرز کے رہ گئی، کئی ڈاکٹرز بدلیں، یہ بھی سننے میں آیا۔

''یہ ایک کامن پرابلم ہے، اس کی فکر چھوڑ

دو اور اپنی فیملی بناؤ۔"
فیملی کہاں سے بنتی، اب تو بھولے بھٹکے بھی کوئی آ جاتا تو پلٹ کر نہ آتا، وقت ہاتھوں سے پھسل گیا تھا اور اب اس ناکارہ پن سمیت مجھے کون سمیٹتا، لاکھ جگہ سر پٹخا، مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی اور ان وقتوں کی کرب و اذیت، الامان الحفیظ، کچھ عرصہ گزرا، اس رسولی کے کینسر بن جانے کے خدشے کے تحت آپریشن ناگزیر تھا اور آپریشن کا نتیجہ، میرے وجود کا بنجر پن، اس روز میں آنسوؤں سے رو پڑی تھی اور یہی وہ وقت تھا، جب لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ رب کے فیصلے ہوتے ہیں، اس کے ہر کام میں انسان کے لئے بہتری ہے، جب وہ کسی سے کچھ لیتا ہے تو اس سے کہیں زیادہ نوازتا ہے۔"

میں نے زندگی کے لئے بڑے خواب دیکھے تھے، سب ایک ایک کر کے چکنا چور ہو گئے، قریبی دوستوں میں، جو کئی کئی بچوں کی امائیں تھیں، کہتیں، آپریشن کرا ڈالو، بہت سی عورتیں بنا کسی وجہ کے بھی مائیں نہیں بن پائیں، مگر دل اس اعزاز سے دستبرداری پر آمادہ ہی نہ تھا۔

ایک نے تو یہ تک کہہ دیا، اولاد ہو بھی تو کون سا سکھ دیتی ہے، لاولدی کا دکھ، اولاد کے دکھ سے بڑھ کر نہیں ہے، مگر میں زندگی کو مثبت لیتی، اس کا روشن رخ دیکھتی، اتنا آسان بھی نہیں ہوتا، خوابوں سے دستبرداری خود کو بے نام و نشان رہ جانے کا دکھ۔

میں نے اب تک کی زندگی خود کو نفی کر کے گزاری تھی، تھکنے تو لگی تھی، اب تو بالکل ہی ٹوٹ گئی، شاید ڈھے جاتی، اگر ڈاکٹر عمیر کا ساتھ مجھے بروقت نصیب نہ ہوتا، بات وہیں آ جاتی ہے، پروردگار جب کسی سے کچھ لیتا ہے، تو اس سے کہیں زیادہ نوازتا ہے۔

ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی، اب بھی تتلیاں ان کے گرد پروانہ وار منڈلاتیں، مگر انہیں پیشے کی تقدیس، اس کی حرمت کا خیال رہا، ایک آدمی کا برا فعل، سارے پیشے کو میلا کرتا ہے، کم عمری کی شادی، برادری کی سفاک روایتوں کی بھینٹ چڑھ گئی، ان کا خانہ دل خالی ہو گیا تھا، ذہن میں قدامت پرستی کا کیڑا تھا، عورت کو، عورت کی حدود میں چاہتے، مجھ میں آئیڈیل کی جھلک پائی، اس وقت تو یہی کہا تھا، امی کو ان کی بابت دھڑکے، خدشے تھے، کہیں گاؤں لے جائیں، تو وہ میری صورت کو ہی ترس جاتیں، اگرچہ اس کا سوال ہی نہ تھا، ان کی جاب، رہائش، سب یہیں تھی، گاؤں سے رابطے تو چلتے، امی کی تسلی کے لئے فلیٹ میرے نام کر دیا۔

اور اس روز تو میں سجدے میں ہی گر پڑی، جس روز انہوں نے کہا۔

"ہر بات کا اک وقت ہوتا ہے اور جب وقت گزر جائے تو بات بے معنی ہو جاتی ہے، شادی وقت پر ہوتی تو میں اولاد کے لئے ضرور سوچتا، مگر اب نہیں۔"

پھر آگے کا سفر میرے لئے دشوار نہ رہا۔

مگر مجھے خود کے خالی پن کا دکھ کھائے جاتا، شاید زندگی میرے لئے ختم ہو کر رہ جاتی، اگر عمیر کا دلاسہ، ان کا وجود نہ ہوتا خود کے بنجر ہو جانے کا دکھ کم نہیں ہوتا، مگر رب نے دوسری صورت مجھے بہت نوازا، عمیر جیسے جیون ساتھی کا ساتھ کسی معجزے سے کم نہ تھا، امی دم آخر تک میرے ساتھ رہیں۔

☆☆☆

مجھ سے بڑھ کر کون جانتا، انسانی زندگی میں اگر سو مسائل ہیں تو ننانوے پیسے کی کمی کی وجہ

سے، اور پیسہ وہاں کے لوگوں کی پرابلم نہ تھا۔
زندگی کے مسائل زندگی کے معاملات ہیں، تقدیر کا کھوٹا پن نہیں، کسی بڑے آزار سے اللہ بچائے، تو یہ بڑی بات ہے۔
بہت کم عرصہ میں بے جی سے میری اچھی گیدرنگ بن گئی تھی، ہم مل کر ٹی وی دیکھتیں، ان ڈور گیمز کھیلتیں، آئس کریم کھانے یا کچن شاپنگ کو جاتیں، میں انہیں اخبار پڑھ کر سناتی، وہ مہینے میں ایک بار بینک جاتیں، تو میرے لئے بہت کچھ لے آتیں، میں نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھا، نت نئی ڈشز، کلیوں والے کرتوں کی کٹنگ و سلائی کڑھائی کے ٹانکے اور ہاں رمی بھی۔
کہانی کوئی نئی نہیں ہوتی، خود پر بیتی نرالی بن جاتی ہے، میری ذات رفتہ رفتہ ان پر کھل گئی تھی، وہ سراہتیں، مگر ان کے زیر نظر میرے وہ آزار رہتے جن پر میں نے کبھی غور ہی نہ کیا تھا، میری تنہائی انہیں کھلتی، میں مسکرا کر ہمیشہ ان کی نفی کرتی، ایک میٹھی میٹھی باتیں کرتا طوطا پال لیا، اک خوبصورت بلی، سال میں دو بار بیاہتی، لو جی مٹ گئی تنہائی، عمیر کی آمدن کا بڑا حصہ، گاؤں ان کی فیملی کو جاتا، سو ٹکے ٹکے پر کفایت میرا مقدر تھی، بینک کے پیسے میرے اپنے اخراجات کے لئے کافی رہتے، میری قسمت کا ہمیشہ مجھ سے ٹکرا کر دوسروں کو ملتا، میں نے اس نکتے پر سمجھوتا کر لیا تھا، اک روز انہوں نے کہا۔
”تم نے کبھی اپنی کہانی لکھی ہے؟“
میں نے مسکرا کر نفی میں گردن ہلا دی۔
”میری کہانی میں کچھ ایسا تھا ہی نہیں۔“
”اچھا، تو پھر میری کہانی لکھو، بیٹا کوئی تھا نہیں، بس تین بیٹیاں، باپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی وارثت کے لئے جھپٹ پڑیں، میں نے سب کو دے دلا کے چلتا کیا، جب رشتوں کے درمیان عدالتیں آ جائیں تو رشتے ختم، انہوں نے بھی کبھی پلٹ کر نہیں پوچھا، دوسروں کو نواز نے والے یونہی خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں، تمہاری اور میری طرح۔“ انہوں نے آنکھیں موند لی تھیں۔
”کاش میری بھی کوئی بیٹی تم جیسی ہوتی۔“
اچانک انہوں نے پٹ سے آنکھیں وا کی تھیں۔
”کبھی تم نے سوچا تمہاری سبب عمیر کی زندگی میں اجالا ہے، اسے سب کچھ حاصل ہے، اک کم عمر، خدمت گزار، قابل بیوی، اس کی برعکس، ان کی بدولت، تمہارے پاس کیا ہے؟ صرف خسارہ، تنہائی، کھینچ تان۔“
میں نے نفی میں سر ہلایا، اگر دنیا اسی نکتے پر اٹک جائے تو زندگی ٹھہر جائے، اگر میری زندگی سے عمیر کو حذف کر دیا جائے تو میرے لئے تنہائی، ویرانی و سناٹا ہے، رب نے انہیں مجھ سے بروقت ملایا، انہوں نے مجھے میری خامیوں سمیت اپنایا، تو یہ کم نہ تھا، میں زندگی کے خسارے چننے بیٹھ جاتی یہ ناشکری تھی، یہ تصویر کا روشن رخ تھا۔
زندگی کا مفہوم اس سے منسلک فرائض نبھانے میں ہے اور فرائض رشتوں سے جڑے ہوتے ہیں، رشتوں میں لین دین، سود و زیاں کہاں چلتا ہے، مجھے یہ نکتہ انہیں سمجھانے میں دیر تو لگی، مگر جیت میرا مقدر تھی۔
”اب آپ کبھی نہیں کہیں گی کہ کاش آپ کی کوئی بیٹی مجھ جیسی بھی ہوتی، کسی کو بڑھ کر تھام لینا شکست نہیں، اپنا پن ہے۔“
انہوں نے مسکرا کر موبائل کی سمت ہاتھ بڑھایا تو میں ان کے فلیٹ سے نکلتی چلی گئی۔

☆☆☆



تحریم محمود

حدیث نبوی ﷺ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا، جب تجھ کو مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور یقین کر لے کہ اگر تمام گروہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات کا نفع پہنچا دیں ہر گز تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے، بجز ایسی چیز کے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دی ہے، اگر وہ سب اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے ضرر پہنچا دیں تو تجھ کو ہر گز ضرر نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دی ہے۔'' (ترمذی شریف)

سعدیہ جبار، ملتان

کام کی باتیں

- زندگی میں وہ راہیں اپناؤ جہاں سے کچھ حاصل کرسکو۔
- بیل کی طرح سہارا مت ڈھونڈو بلکہ درخت کی طرح سہارا بنو۔
- دوست ہزار بھی کم ہیں دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔
- اگر روٹی سے عقل حاصل ہوتی تو دنیا کے بے وقوف بھوکے مر جاتے۔
- چھوٹے چھوٹے اخراجات کا خیال رکھو کیونکہ معمولی سوراخ پورے جہاز کو ڈبو دیتا ہے۔
- اس خوشی سے دور رہو جو کل غم بن کر دکھ دے۔
- محبت کرنا اور محبت کو کھو دینا محبت نہ کرنے سے بہتر ہے۔
- عقلمند کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا مگر بے وقوف کہتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔
- کسی کو اتنا بھی نہ چاہو کہ بھلانا چاہو تو بھلا نہ سکو۔
- جو اپنے محسن کا ناشکرا ہے وہ اپنے اللہ کا ناشکرا ہے۔

آنسہ ممتاز، رحیم یار خان

طلبا کی نفسیات

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کو عموماً بند رکھتے ہیں وہ عام طور پر مغرور ہوتے ہیں مگر تنہائی پسند ہوتے ہیں۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کو کھولتے اور بند کرتے رہتے ہیں وہ عموماً نالائق ہوتے ہیں مگر گھریلو مسائل بڑی خوبصورتی سے حل کر لیتے ہیں۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کھول کر رکھتے ہیں مگر لکھتے کم ہیں وہ عموماً ذہین ہوتے ہیں مگر وہ دوسروں کو اچھا مشورہ نہیں دیتے۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کی نب جان بوجھ کر دوسروں کو چبھوتے ہیں وہ عموماً حاضر جواب ہوتے ہیں مگر انہیں زندگی میں کامیابی بڑی دیر بعد ملتی ہے۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کو خواہ مخواہ استعمال کرتے رہتے ہیں اور الٹی سیدھی

لکیریں کھینچتے رہتے ہیں، وہ عموماً حاضر جواب ہوتے ہیں مگر ان کی پڑھائی میں دلچسپی کم ہوتی ہے۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کو بار بار منہ میں رکھتے ہیں وہ عموماً ہوشیار ہوتے ہیں مگر کسی کی چیز کو حفاظت سے نہیں رکھتے۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پین کا ڈھکنا دوسرے ہاتھ میں رکھتے ہیں وہ عموماً لیکچر کو سمجھ لیتے ہیں، مگر ان کے جذبات سرد ہوتے ہیں۔

☆ ایسے طلباء جو کسی مسئلے کو حل کرتے وقت پین کو بار بار کتاب پر مارتے ہیں وہ ریاضی میں کمزور ہوتے ہیں مگر بہترین وکیل ثابت ہو سکتے ہیں۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران صرف خاص خاص باتیں نوٹ کرتے ہیں وہ عموماً امتحان میں اچھے نمبر حاصل کر سکتے ہیں مگر وہ کسی کے صحیح دوست نہیں ہوتے۔

☆ ایسے طلباء جو لیکچر کے دوران پنسل کو دانتوں میں دباتے رہتے ہیں وہ عموماً آرٹ میں ماہر ہوتے ہیں مگر وہ جذباتی حوالے سے بڑے حساس ہوتے ہیں۔

فریال امین، ٹوبہ ٹیک سنگھ

لفظ انسان پانچ حرف پر مشتمل ہے

الف سے:۔ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا۔

ن سے:۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والا۔

س سے:۔ سلامتی چاہنے والا۔

الف سے:۔ امر بالمعروف کرنے والا۔

ن سے:۔ نہی عن المنکر کرنے والا۔

شازیہ ہاشم میواتی، کھڈیاں خاص

بڑی باتیں

- O جو لوگ اصولوں کے پابند ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی مقام پر محرومی کا شکار نہیں ہوتے۔
- O خواہ مخواہ دوسروں کے کردار پر شک نہ کیا کرو ہو سکتا ہے کسی کے جس عمل سے تمہارے ذہن کو وقتی اذیت پہنچ رہی ہو کل وہ تمہاری زندگی کی اصل حقیقت بن جائے جسے تم تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاؤ سچائی اپنا آپ خود منوا لیا کرتی ہے۔
- O دل میں خلوص ہو تو انسان کے زخموں کا مداوا تقدیر خود کر دیتی ہے۔
- O خوددار انسان موت کو ہنس کر قبول کر لیتا ہے موت تو آنی ہے کیوں نہ ہنس کر گلے لگایا جائے۔
- O کائنات بولتی نہیں ہے مگر زندہ ہے کائنات دلیلوں سے نہیں الجھتی لیکن اصلیت کی منزل تک پہنچاتی ہے۔
- O جو چیز نہ آتی ہو اسے سیکھنے میں شرم محسوس نہ کرو۔
- O برائی کھوٹے سکے کی طرح ہوتی ہے جو فوراً لوٹائی جاتی ہے۔
- O جس کو پیار کرو اس کی خامیاں نظر انداز کرو، اتنے مخلص بنو کو غیر کا خیال ہرگز دل میں جاگزیں نہ ہو۔
- O جس سے دوستی کرو اس کی برائیاں نہ اس سے کرو اور نہ ہی کسی اور سے۔
- O محبت مکمل زندگی ہے اس کا نشہ تمام عمر انسان کو مدہوش رکھتا ہے۔
- O دولت مندوں کی مستی سے پناہ مانگو یہ ایک ایسی لمبی مستی ہے جس سے بڑی دیر کے بعد ہوش آتا ہے۔
- O عقلمند وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔
- O زندگی کو غنیمت جانو عنقریب تم سے لے لی جائے گی۔

O اللہ کی بہترین نعمت مخلص دوست ہے۔
O انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں، علم، خوش کلامی، کم گوئی اور بے آزاری۔
O مایوسی انسان کی سب سے بڑی دشمن اور خدا کا عذاب ہے۔
O پھولوں کی خواہش رکھنے والے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ گلاب کی نرم نرم پتیوں کے نیچے کانٹے بھی ہوتے ہیں۔
O نیک بننے کی خواہش کرو جیسا کہ حسین بننے کی کوشش کرتے ہو۔
O اچھے کاریگر کو روزگار تلاش کرنے کے لئے کسی دور دراز ملک میں جانا نہیں پڑتا۔
O خوشی اور خالی پیٹ کی دوستی نہیں۔

مسز نگہت غفار، کراچی

بے چارہ سماج

اگر اسی طرح ہر بات میں غریب سماج کو قصوروار ٹھہرایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب کسی کو بخار چڑھے گا تو وہ منہ بسور کر کہے گا کہ یہ سماج کا قصور ہے کوئی کمزور ہوا تو کہے گا کہ یہ سماج کی برائی ہے اور اگر کوئی بہت موٹا ہو گیا تو بھی سماج کو ہی کوسا جائے، نالائق طالب علم امتحان میں فیل ہونے کی وجہ سماج کی کھوکھلی بنیادوں کو قرار دیں گے، یہاں تک کہ گالیاں بھی یوں دی جائیں۔

خدا کرے تجھ پر سماج کا ظلم ٹوٹے، یا اللہ اسے سماج کے پنجے میں کر، یہ ماتما نے چاہا تو سماج سر پر چڑھ کر بولے گا اور دعائیں بھی اس قسم کی ہوں گی، پیسہ دیتا جا بابا، خدا تجھے سماج سے بچائے، یا میرے اللہ مجھے سماج کی ظالم ہوا سے بچائیو، وغیرہ۔

ثناء حیدر، سرگودھا

اللہ کی رسی

سورۃ آل عمران کی آیت 103 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی ہے کہ اس رسی کو مضبوطی سے تھام لو جو اللہ نے قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں عطا فرمائی ہے، اس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر خدا کے وحدہ لاشریک ہونے پہ دل کی پوری صداقت سے ایمان لائیں اور اس ایمان پر راسخ رہیں غیر اللہ کو وہ مال و دولت ہو کہ اقتدار اہل و عیال کی محبت ہو کہ جابر حکومت کا خوف، خود پر غالب نہ آنے دیں ہر چیز ان کے ایمان باللہ ک تابع رہے گی، وہ اللہ ہی کی عبادت کریں گے صرف اس کی امداد و استعانت پر بھروسہ کریں گے راہ حق میں ہر سختی، ہر آزمائش کو صبر اور استقامت سے برداشت کریں گے سابقہ امتوں کی طرح فروعات میں الجھ کر فرقوں میں بٹ کر نہیں رہ جائیں گے۔

درثمن، میاں چنوں

اقتباس

ہم پر غریبی نازل ہوتی ہے تو اتنی کہ ہم اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے ہیں اور دولت نازل ہوتی ہے تو اتنی کہ دوسروں کو زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں۔ (واصف علی واصف)

☆☆☆



سدرہ اسلم وڑائچ ---- رحیم یار خاں
یادوں کی محبت کے گلابوں میں پرو کر
ہم کتنی نفاست سے تمہیں سوچ رہے ہیں

سدرہ آصف ---- رحیم یار خاں
ہم بھی تو شفا پائیں کبھی لمس سے اس کے
اس ہاتھ میں سنتے ہیں مسیحائی بہت ملے

....

وقت کے سامنے تصویر بنے بیٹھے ہیں
آئینہ گردش دوراں کو دکھانے والے

حرا صادق ---- کھائی کوٹلی جہلم
میں اپنی آنکھوں کا لہو رنگ دکھاؤں تو کسے
نام نہاد رشتوں میں ہوں میں آج تنہا تنہا سا

....

یہاں کوئی کسی کے جذبات کب دیکھتا ہے
ابن آدم و بنت آدم کی چاہ صرف پیسہ ہے

....

بچپن کتنا سہانا تھا
ہر طرف خوشیوں کا ٹھکانا تھا
آج جو بڑے ہوئے تو یہ جانا
یہ بھی وہ بھی مفاد پرست زمانہ تھا

شازیہ ہاشم متواتی ---- کھڈیاں خاص
جو صلے چھن نہیں سکتے کبھی تعزیروں سے
خواب ٹوٹے ہیں کبھی کی تدبیروں سے
سچ تو خوشبو سے ہواؤں میں بکھر جائے گا
کیسے جکڑو گے اسے آہنی زنجیروں سے

....

سچ بولنے کی اتنی سزا دی گئی مجھے
کیا ذکر بازوؤں کا یہاں سر ہی کٹ گیا
ہم تیرگی کے دور میں بھی ثابت قدم رہے
حالانکہ مہتاب کا تختہ الٹ گیا

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جس کو روشن خدا کرے

نبیہ آصف ---- قصور
تو جو مل جائے تو زندگی سنور جائے
نہ کرو ستم اتنے کہ کوئی مر جائے

....

تیرا ملنا اک خواب جیسا
اور جینا ہے عذاب جیسا

....

اس طرف سمندر کے خوفناک تیور ہیں
اور ہم گھروندوں میں سیپیاں سجاتے ہیں
وحشتوں کے صحرا میں کون یہ بتائے گا
کس کو یاد رکھتے ہیں کس کو بھول جاتے ہیں

ثمینہ رفیق ---- کورنگی کراچی
میں نے پوچھا زندگی کیا ہے
ہنس پڑے پھول رو پڑی شبنم

....

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دی کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

....

یہ سوچ میں ڈوبا ہوا ٹھہرا ہوا انداز
جیسے کبھی آپس میں تعلق نہ رہا ہو
مجھ سے تو نہیں رکتے یہ بہتے ہوئے آنسو

کیا بات ہے کیا ہو گیا کیوں مجھ سے خفا ہو
رمشہ ظفر ---- بہاولپور
تنہائی سے باتیں کرتے شام گزاری ہے
لمحہ لمحہ جیتے مرتے شام گزاری ہے
وہ جانے کس گھر آنگن کی رونق بن بیٹھا
جس کی یاد میں آہیں بھرتے شام گزاری ہے

....

اے میری جان برسات کے موسم میں روٹھا نہ کر
موسم اور بھی بہت ہیں روٹھنے کے لئے

....

اگر آؤ تو عجب سا پتہ ہے میرا
دل سے لینا اجازت اور چل پڑنا
عاصمہ سرور ---- وہاڑی
تنہائی کا زہر پینا ہے مجھے
تجھے ماں یاد کر کے رونا ہے مجھے
دنیا کی باتیں جو میرے دل پہ گہرا زخم ہیں
کہ اس زخم کو بھی پینا ہے تجھے

....

تو جو رہتا نہ تھا کہ اک پل بھی میرے بغیر
مدت ہو گئی ہے اب تجھ سے ملے ہوئے

....

آنکھوں میں آنسو مٹتے نہیں
لوگ زخم لگانے سے باز آتے ہیں
رابعہ ارشد ---- فیصل آباد
ہوا. مت مری گلیوں میں آیا کرو
آؤ تو اس کی خوشبو بھی لایا کرو
مت اتنا شور کر مت اتنا تیز چلو
اسے تو محسوس ہونے دیا کرو

....

تیرے حسن کے شعلوں سے جلتی ہوں مدتوں
پھر بھی تیرے قرب کی تلاش میں رہتی ہوں

....

اوراق پریشاں کے شعلوں کے دہکنے سے
چڑیوں کے چہکنے سے پھولوں کے مہکنے سے
ذہن کے گلستاں میں یہ بات ہے آئی
شاید کہ بادصبا نے لی ہے انگڑائی
مسرت مصباح ---- لاڑکانہ
تمام عمر تعلق سے منحرف رہے
تمام عمر اسی کو مگر بچایا ہے
ہر اعتراض پہ گہری خاموشی
یہی تو وصف مرے ہمسفر بچایا ہے

....

لہجہ تھکا تھکا ترا پلکیں جھکی جھکی تری
اتنی خفیف سی خوشی کتنی صعوبتوں کے بعد
خوشبو چراغ شاعری یہ ہدیہ تیرے نام ہوں
تو بھی نہ آ سکا اتنی نشانیوں کے بعد

....

ہم تو یوں اپنی زندگی سے ملے
اجنبی جیسے اجنبی سے ملے
ہر وفا ایک جرم ہو گویا
دوست کچھ ایسی بے رخی سے ملے
سعدیہ جبار ---- ملتان
تمام شب جہاں جلتا ہے ایک اداس دیا
ہوا کی راہ میں اک ایسا گھر بھی آتا ہے
وفا کی کون سی منزل پہ اس نے چھوڑا تھا
کہ وہ تو یاد ہمیں بھول کر بھی آتا ہے

....

تم نے پھر بھی زمانے کے چلن سیکھ لئے
میں تو کچھ بھی نہیں کر پایا محبت کے سوا

....

کب تک بنے گا ذہن میں لفظوں کے دائرے
میں مسئلہ نہیں ہوں تو سوچا نہ کر مجھے
آنسہ ممتاز ---- رحیم یار خان
عشرت غم نے پھیر لیں آنکھیں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اب تیری یاد آ کے بہلائے

....

عطا میں یوں بھی گیا اپنی عمر سے آگے
کہ میرے ساتھ میری حسرتوں کا لشکر تھا

....

عشق گم گشتہ تو شاید ہی ملے تم کو صبا
جینا چاہو تو جیو دوسری صورت لے کر

فریال امین ---- ٹوبہ ٹیک سنگھ

عمر بھر ذہن میں چمکا نہ کوئی فکر کا چاند
چاندنی اب ترے شعلوں میں جلایا جاؤں

....

اب ڈوب گئی ہیں وہ صدائیں
لوگوں سے کہو کہ لوٹ جائیں

....

اگر گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

نازیہ کمال ---- حیدر آباد

اور دنیا سے بھلائی کا صلہ کیا ملتا
آئینہ میں نے دیکھایا تھا کہ پتھر برسے

....

اب انہیں پرسش حالات گزراں گزرے گی
بدگمانی ہے تو ہر بات گراں گزرے گی

....

افق پہ دیکھتا تھا میں قطار قازوں کی
مرا رفیق کہیں دور جانے والا تھا

مریم رباب ---- خانیوال

ایک اجنبی کے ساتھ میں کہاں نکل آیا
یہ تو میری بستی کا راستہ نہیں لگتا

....

بہت یہی تیز تھی یارو غم حیات کی دھوپ
ملا جو زلف کا سایہ تو سو گئے ہم بھی

....

برا نہ مانئے لوگوں کی عیب جوئی کا
انہیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے

اُم خدیجہ ---- شاہدرہ لاہور

بے وفا ہے ہو زمانے بھر کا
پھر بھی اچھا ہے زمانے بھر سے

....

فکر اک عمر میں احساس میں حل ہوتی ہے
بڑی مشکل سے طاقوں میں دیئے جلتے ہیں

....

فرصت شوق بن گئی دیوار
اب کہیں بھاگنے کا رستہ نہیں

ثناء حیدر ---- سرگودھا

فلک نے سر پہ کڑے وقت ہاتھ کب رکھا
جو خیر کی ہو توقع جہاں شر سے مجھے

....

فرصت ملے تو اپنی سماعت کر
میرے غموں کی لے بھی تیر قہقہوں میں ہے

....

گھٹی دلوں کی محبت تو شہر بڑھنے لگا
مٹے جو گھر تو ہویدا ہوئے مکاں کیا کیا

دُرِ ثمن ---- میاں چنوں

گئے دنوں کا بھی مجھ سے یہی سلوک رہا
یہ رنگ دیدہ و دل میں نے کب نہیں دیکھے

....

گنبد کا کیا قصور اسے کیوں کہوں برا
آیا جدھر سے تیز ادھر ہی پلٹ گیا

☆☆☆



راحیلہ سمیع ---- ملتان
س: حنا کی محفل میں شرکت چاہتی ہوں پلیز اجازت دیجیے؟
ج: اجازت ہے۔
س: حصول رزق حلال عبادت ہے آج کل کیسے سمجھایا جائے؟
ج: نوٹ دے کر۔
س: جو لوگ حسد کی بھٹی میں جلتے ہیں ان کا علاج بتائیں؟
ج: ان کو جلنے دو جب جل جائیں گے تو خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔
س: آپ کے پاس سے جلنے کی بو کیوں آ رہی ہے سچ سچ بتاؤ کون ہے وہ؟
ج: تم ہی تو ہو جو جل رہی ہو۔
س: میں نے سنا ہے آپ کی عینک بہت موٹی ہے، ویسے کیا نمبر ہے؟
ج: کیا تم اپنی عینک گھر بھول آئی ہو جو میری لگانا چاہتی ہو۔

آنسہ ساجد ---- رحیم یار خان
س: سکون بھی خواب ہوا نیند بھی ہے کم کم، کیوں؟
ج: بدہضمی کی وجہ سے ہے۔
س: کیوں جان پر بن آئی ہے بچھڑا ہے اگر وہ؟
ج: اس سے بھی پوچھو کہ تم سے بچھڑ کر وہ کتنا خوش ہے۔
س: شعر کا جواب دیں۔
سب کو فکر ہے مگر اپنے آپ کی
مجھے فکر ہے تو صرف اس کی
ج: جواب حاضر ہے۔
یہ راہ محبت کہتے ہیں پر خار بھی ہے اور دور بھی ہے
لیکن دل مضطرب کیا کیجیے مشتاق بھی ہے مجبور ہے

فریال امین ---- ٹوبہ ٹیک سنگھ
س: کبھی لمحے صدیوں جتنے ہو جاتے ہیں
کبھی سال یہ لمحوں میں مک جاتے ہیں
ج: دنیا بے ثبات میں ہر شے ہے تیز گام
ہر دن کے ساتھ رات ہے اور صبح کی ہے شام
س: کبھی آنسوؤں سے ہتھیلیوں پر پڑے چھالے
کبھی کوئی بے بسی سے انہیں چھپالے
ج: نازک خیال اب بھی ہیں موجود اے فلک
خالی رہا نہیں کبھی دریا حباب سے

نازیہ کمال ---- جھنگ
س: انسانیت کی معراج کیا ہے؟
ج: انسان بننا۔
س: دنیا کا مشکل مرحلہ کیا ہے؟
ج: آدمی کا انسان بننا۔
س: تدبیر اور تعبیر میں کتنا فاصلہ ہے؟
ج: بہت تھوڑا۔

مریم رباب ---- خانیوال
س: یہ چلتے چلتے رک کیوں گئے؟
ج: تم نے آواز جو دی۔
س: سوچ لو پھر نہ کہنا؟
ج: سوچ بھی لیا کچھ نہیں کہوں گا۔

ام خدیجہ ---- شاہدرہ لاہور
س: یہ دنیا والے بڑے بے وفا ہوتے ہیں؟

ج: مجھے تو دنیا والوں میں شامل نہ کرو۔
س: کل میں نے اسے ڈانٹا تو بہانے بنانے لگا؟
ج: چھوٹا بھائی ہے پیار سے بھی بات کریں اس بیچارے سے۔
س: میں جب بھی اس کی طرف دیکھتی ہوں تو نظریں جھکا لیتا ہے؟
ج: ابتدائے عشق جو ہے نا۔
س: میرا دل زور زور سے ہنسنے کو چاہتا ہے؟
ج: بڑی خطرناک علامت ہے۔

ثناء حیدر ---- سرگودھا

س: چپ چاپ میری بات سنو؟
ج: شکر ہے کچھ سنانے کا خیال تو آیا۔
س: یہ روگ مجھے اس جوگی سے لگا ہے؟
ج: سانپ کی چال نہ چلیں کیونکہ جوگی پڑ لیتے ہیں۔
س: یہ زندگی افسانہ ہے ناول ہے یا ناولٹ؟
ج: سچی کہانی بھی ہو سکتی ہے۔

درثمن ---- میاں چنوں

س: میں کیا کروں مجھ سے کچھ نہیں ہو پاتا؟
ج: سارا دن لیٹے رہنا یہی حال ہوگا۔
س: میں نے سنا ہے کہ وہ؟
ج: کیا سنا ہے اس کے بارے میں۔
س: میں بھی کتنی نادان ہوں؟
ج: چلو اب پتہ چل گیا۔

آسیہ وحید ---- لاہور

س: لوگ آسمان سے کیا چاہتے ہیں؟
ج: گرمیوں میں بارش اور سردیوں میں دھوپ۔
س: یہ دنیا والے محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن محبت کرنے والوں کے دشمن ہوتے ہیں؟
ج: اسے فعل اور قول میں فرق کہتے ہیں۔
س: اب میرے پاس پوچھنے کے لئے کچھ بھی نہیں؟
ج: لیکن میرے پاس جواب دینے کو بہت کچھ ہے۔

جویریہ ناصر ---- گلبرگ لاہور

س: یہ بزرگ لوگ ہر وقت اپنے جوانی کے قصے کیوں سناتے ہیں؟
ج: اس کے سوا ان کے پاس اور ہوتا ہی کیا ہے۔
س: وہ پہلے سے آیا کچھ نہ کہا اور چلا گیا؟
ج: اس نے کسی کے آنے کی آہٹ سن لی ہوگی۔
س: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں کروں یا نہ کروں چلو نہیں کرتے آپ بھی کیا یاد کریں گے کسی رئیس سے پالا پڑا تھا؟
ج: اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش نہ کرو۔
س: عین غین جی تم آخر ہو کیا شے؟
ج: بس عین غین ہوں جو سمجھنا ہے سمجھ لو۔

ام ایمن ---- گوجرانوالہ

س: میں اب تک یہ سمجھ نہیں سکی کہ آپ سوالوں کے جواب کیا دیتے ہیں؟
ج: جواب سمجھنے کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔
س: چلو جی مان لیتے ہیں کہ آپ بڑے عقلمند ہیں لیکن ہم بھی کسی سے کم نہیں؟
ج: یہ میں نے کب کہا ہے آپ کسی سے کم نہیں میں تو میں ہی ہوں۔
س: سنو سنو اے دنیا والوں عین غین کی امر کہانی؟
ج: آپس کی باتیں دوسروں کو نہیں بتاتے۔

☆☆☆



نکتہ چیں

ایک شخص کو بیوی کے کاموں میں نکتہ چینیاں کرنے کی عادت تھی، ایک روز وہ دفتر سے لوٹا تو اس کی بیوی نے انڈہ ابال کر دیا جس پر اس نے کہا۔

''آج تو میں نے آملیٹ کھانا تھا؟''

دوسرے روز بیوی نے آملیٹ بنا دیا تو وہ بولا۔

''میں نے تو ابلا ہوا انڈہ کھانا تھا۔''

تیسرے روز بیوی نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے ایک ساتھ آملیٹ اور ابلا ہوا انڈہ پیش کیا جس پر شوہر ناراض ہونے لگا۔

''کر دیا ناں ستیاناس جس انڈے کا آملیٹ بنانا تھا اسے ابال دیا اور جسے ابالنا تھا اس کا آملیٹ بنا دیا۔''

جویریہ ناصر، گلبرگ لاہور

فکر

لیکچر روم میں پروفیسر صاحب لیکچر دے رہے تھے کہ ایک بات پر بحث شروع ہو گئی کہ انسان کے مرنے کے بعد روحیں نہیں مرتیں، بلکہ زندہ رہتی ہیں۔

کچھ شاگردوں کا نظریہ تھا کہ روحیں مرنے کے بعد کسی دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں، اسی دوران ایک لڑکے نے اٹھ کر سوال کیا کہ۔

''اگر میرے مرنے کے بعد میری روح کسی گدھے کے جسم میں چلی گئی تو پھر کیا ہوگا؟''

پروفیسر صاحب اطمینان سے بولے۔

''تم فکر مت کرو روحیں کبھی اپنے پرانے جسم میں واپس نہیں جاتیں۔''

اُم ایمن، گوجرانوالہ

شجرہ نسب

ابن انشاء اپنے شجرہ نسب پر روشنی ڈالتے ڈالتے ایک پتے کی بات کر جاتے ہیں کہ آدمی کے لئے کیا ایک ہی حوالہ کافی نہیں کہ وہ ابن آدم ہے وہ لکھتے ہیں۔

''پروفیسر محمد ایوب قادری ایک محقق آدمی ہیں، شجرہ نسب مانگ رہے تھے ہمارے ہاں کہاں سے آتا۔''

ہم نے کہا کہ ''بزرگوں میں ہمیں اپنے والد کا نام دیا ہے ایک اور مورث اعلیٰ کا کہ اپنے زمانے کے مشہور پیغمبر تھے، بولے کون؟''

ہم نے حضرت آدم کا نام بتایا تو عقیدت سے ادھ موئے ہو گئے۔ (ابن انشاء کی تصنیف ''خمار گندم'' سے)

عابدہ سعید، گجرات

گھاٹا

کرتے کرتے وہ یہ بات بھی کر گیا
مری محبت میں اسے گھاٹا پڑ گیا
پچھلے سال تھا جیب میں لاکھ روپیہ
سال کے بعد جیب میں سناٹا پڑ گیا
پچھلے سال چلتا تھا سپر اسٹور
اب کے سال ٹھیلہ فٹ پاتھ پر پڑ گیا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کل تک کھاتا تھا میں برگر فائیو اسٹار کے
آج مجھ کھانا لنگر سے پڑ گیا
مری کوٹ پتلون سب گئی ہیں بک
فقط مرے پاس کرتا رہ پجامہ گیا
گھر کر دیا جب سے میں نے تیرے نام
سونا مجھے جب سے سڑک پر پڑ گیا
فرح عامر، جہلم

ماہر امراض نسواں

ڈاکٹر صاحب ایک مریض کو دیکھتے ہی بولے۔
''آپ کو تو عینک کی بہت عرصے سے ضرورت ہے لیکن آپ آج نظر چیک کرانے آئیں ہیں۔''
مریض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
''کمال ہے، آپ کو یہ بات میرا معائنہ کرنے سے پہلے ہی معلوم ہو گئی، آپ تو یقیناً تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔''
ڈاکٹر صاحب نے کہا۔
''تجربے کی تو اس میں کوئی بات نہیں ورنہ آپ بورڈ پڑھ لیتے، میں ماہر امراض نسواں ہوں۔''
فائزہ قاسم، سکھر

مناسب موقع

اسٹیج ڈرامے کے دوران ایک کارندہ ہانپتا ہوا دوڑا دوڑا پروڈیوسر کے پاس پہنچا، پروڈیوسر اس وقت ڈریسنگ روم میں ہیروئن کے ساتھ کولڈ ڈرنک پی رہا تھا۔
''کیا بات ہے اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟''
''سر وہ ہیرو نے ولن کو گولی مار دی ہے لیکن ولن نے چپکے سے ہاتھ بڑھا کر مجھے یہ چٹ تھما دی ہے۔''
کارندھے نے ایک چٹ پروڈیوسر کو دے دی، اس پر لکھا تھا۔
''میرے بقایا جات پچھلے پردے کے نیچے سے دے جاؤ ورنہ میں گولی کھانے کے باوجود نہیں مروں گا۔''
نعیم امین، کراچی

نشے باز

ایک شرابی نشے کی حالت میں ایک عورت سے ٹکرا گیا، عورت غصے کی ذرا تیز تھی، گالیوں کے ساتھ ساتھ اس نے شرابی کے دو ہاتھ بھی جڑ دیئے، شرابی کو بھی جواباً غصہ آ گیا اور وہ جل کر گویا ہوا۔
''میں نے پوری زندگی میں تمہارے جیسی بدصورت عورت نہیں دیکھی۔'' عورت شرابی کے اس جملے پر بولی۔
''میں نے بھی اپنی پوری زندگی میں تمہارے جیسا گھٹیا نشے باز نہیں دیکھا۔''
''میرا نشہ۔'' شرابی ذومعنی انداز میں مسکرایا۔
''میرا نشہ تو صبح تک اتر جائے گا۔''
ہما رائے، کراچی

ریسرچ

''تم دو سال کہاں غائب تھے؟''
محبوبہ نے طویل جدائی کے بعد ملاقات ہونے پر اشتیاق سے سوال کیا۔
''کیا تم دبئی چلے گئے تھے؟''
''نہیں۔'' عاشق نے جواباً قہقہہ لگایا۔
''میں گزشتہ دو سال سے نیورو تھراپی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار برین ڈس آرڈر میں مصروف تھا۔''

''مائی گاڈ'' محبوبہ حیرت زدہ رہ گئی۔
''تمہارے پاس تو میڈیکل نہیں تھی پھر دماغی امراض کے اسپتال میں تم کیا کام کرتے رہے؟''
''میں وہاں عشق کرتا رہا۔''
عاشق ہسٹریائی انداز میں قہقہہ لگایا۔
''دماغی ماہرین مجھ پر ریسرچ کررہے تھے۔''
نبیہ آصف، قصور

قریب ترین راستہ

ایک دوست مند آدمی کو مچھلی شکار کا بہت شوق تھا، ایک روز وہ کچھ تو انتظار کی کوفت سے بچنے کے لئے اور کچھ سردی سے خود کو بچانے کے خاطر تھوڑی تھوڑی دیر بعد شراب پیتا رہا، شام کو جب اس نے اپنا سامان سمیٹ کر کار میں رکھا تو وہ بالکل ہوش سے بے گانہ ہورہا تھا۔
کار چلانے کے کچھ سکینڈ بعد ہی جب پانی اس کے پیروں کو چھونے لگا تو اس نے سوچا۔
''اف یہ تو بارش آگئی ہے میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ آج پانی برسنے لگے گا، خیر اب مجھے جلد سے جلد اپنے گھر تک پہنچنا چاہیے۔''
اتنے میں اس کی نظر ایک کسان پر پڑی جو اپنے گھر جارہا تھا، رہنمائی کے لئے اس نے کسان سے پوچھا۔
''بھئی شہر تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ کون سا ہے؟''
کسان نے جواب دیا۔
''میری رائے میں سڑک کا راستہ ٹھیک رہے گا، ندی میں کار چلاتے ہوئے جائیں گے تو شہر بہت دیر میں پہنچیں گے۔''
ثمینہ رفیق، کورنگی کراچی

زور گفتار

سجاد گل صاحب نے ایک دن موڈ میں آکر فرمایا۔
''میری بیوی اتنی پڑھی لکھی ہے کہ وہ کسی بھی موضوع پر گھنٹہ بھر بات چیت کرسکتی ہے۔''
جواب میں اقبال میمن نے فرمایا۔
''اس میں حیرت کی کیا بات ہے یہی کام ان پڑھ عورت بھی کرلیتی ہے اور اس کے لئے موضوع کی شرط نہیں ہوتی۔''
رمشہ ظفر، بہاول پور

حقیقت

ایک ماہر نفسیات بہت زور وشور سے اپنی خوبیاں بیان کررہے تھے۔
''میں کسی بھی شخص پر صرف ایک نظر ڈال کر یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔''
''لیکن یہ جان لینے کے بعد تو آپ کو کوئی شرمندگی ہوتی ہوگی۔''
ایک آدمی انہیں ٹوکتے ہوئے بولا۔
عاصمہ سرور، وہاڑی

سنہری بات

کشتی کا پانی میں ہونا ایک فطری چیز ہے
مگر
پانی کا کشتی میں ہونا خطرے کی بات ہے
اس لئے
دنیا کے دل میں رہو
مگر
دنیا کو اپنے دل میں مت رکھو
شازیہ ہاشم میواتی، کھڈیاں خاص

☆☆☆



مسرت مصباح: کی ڈائری سے ایک نظم

''دستخط''

جب سے میرے
دل کے کورے کاغذ پر
تو نے دستخط کیے ہیں

تب سے
میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ
یہ میری نفرت کی ربڑ سے
مٹ جائیں، ختم ہو جائیں
لیکن میں ناکام ہو چکی

نہ یہ مٹتا ہے اور
نہ کسی اور کا نام اس پر لکھا جاتا ہے

سعدیہ جبار: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

میں اپنی ذات
انا اور خودداری کے سپرد کیے
منزل بہ منزل چلتی جا رہی تھی

یہ سوچے بنا کہ
کبھی کبھی ذات کی حفاظت کے لئے
انا اور خودداری بھی قربان کرنا پڑتی ہے
کبھی اک لمحہ کی خوشی کی خاطر
ہزار لمحوں کی غموں کی مسافت
کبھی طے کرنا پڑتی ہے

شازیہ ہاشم متوانی: کی ڈائری سے ایک غزل

خوشیوں کی ضمانت دے سکتا نہیں کوئی
جذبوں پر پہرہ بٹھا سکتا نہیں کوئی
پیار تو اک عجب خوشبو بھرا جذبہ ہے
حسیں اس سے جذبہ ہو سکتا نہیں کوئی

قلب فلک پر محبت چھا جاتی ہے اس طرح
تا ازل اسے بشر مٹا سکتا نہیں کوئی
رکاوٹیں مصائب و آرام تو آتے ہی ہیں
مگر سہہ نہیں سکتا کوئی
ناداں لوگ سمجھتے ہیں کہ مٹا دیں گے محبت کو
مگر ایسا ہر گز نہیں کر سکتا کوئی
جن دلوں پر خدا کی حکمرانی ہو شاز
وہاں پر بشر کا راج چل سکتا نہیں کوئی

فریال امین: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

''مشورہ''

اپنی سب خواہشوں کا گلا گھونٹ کر
جسم و جاں کو نئی زندگی بخش دے
وقت یونہی نہ رو رو کے ناشاد کر
یوں نہ اپنی جوانی کو برباد کر
بیتے لمحوں کو ہر پل نہ اب یاد کر
خدا کی یاد سے دل کو آباد کر
مجھ سے بہتر ملے گا تجھے ہمسفر

اے میری جان جاں!
گر نہ ہوتیں مرے پاؤں میں بیڑیاں
بنا کے دلہن تجھے لاتا میں اپنے گھر
اے مری دلربا اب نہ آنسو بہا
بیتے لمحوں کو جان وفا بھول جا
بیتے لمحوں کو جان وفا بھول جا
یوں سمجھنا کہ ماضی اک خواب تھا
اک حسین خواب تھا

نازیہ کمال: کی ڈائری سے ایک نظم

تم سے اچھا تو یہ چاند ہے

جو نظر نہ آتا ہے
تم سے اچھے تو یہ ستارے ہیں
جو دل کی بات تو سنتے ہیں
تم سے اچھے تو یہ آنسو ہیں
جو سدا آنکھوں میں رہتے ہیں
تم سے اچھی تو تمہاری یاد ہے
جو بھولتی ہی نہیں
مگر پھر بھی دل کہتا ہے
کہ تمہارے جیسا کوئی بھی نہیں
اس جہاں میں تمہیں بھی نہیں

مریم رباب: کی ڈائری سے وصی شاہ کی غزل

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو
نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے
اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کر دو
تم ہتھیلی کو مرے پیار کی مہندی سے رنگو
اپنی آنکھوں میں مرے نام کا کاجل کر دو
اس کے سائے میں مرے خواب دمک اٹھیں گے
مرے چہرے پہ مہکتا ہوا آنچل کر دو
دھوپ ہی دھوپ ہوں میں ٹوٹ کے برسو مجھ پر
اس قدر برسو میری روح میں جل تھل کر دو

اُم خدیجہ: کی ڈائری سے ایک غزل

باندھ لیں ہاتھ پہ سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے تعویذ بنائیں تم کو
پھر تمہیں روز سنواریں بڑھتا دیکھیں
کیوں نہ آنگن میں چنبیلی سا لگا لیں تم کو
کیا عجب خواہش اٹھتی ہیں ہمارے دل میں
کر کے منا سا ہاتھوں میں اچھالیں تم کو
کبھی خوابوں کی طرح آنکھ کے پردے میں رہو
کبھی خواہش کی طرح دل میں بلائیں تم کو
اس قدر ٹوٹ کے تم پہ ہمیں پیار آتا ہے
اپنی بانہوں میں بھرے مار ہی ڈالیں تم کو

ثناء حیدر: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم

سوچ نگر کے باسیو
مت مرا دل پریشان کرو
وہ لوٹ نہیں آئے گا
مت دل میں چراغ جلایا کرو
وہ آیا بھی تو
دہلیز سے لوٹ جائے گا
جب بھی مرے نگر آئے گا
مرا دل بھی اب تو ہے
قید و بند پنجرے میں
وقت کی فصیل کا
لگا ہے تالا سا
وہ لوٹ نہیں آئے گا
مت چراغ امید جلایا کرو

دُرِ ثمن: کی ڈائری سے ایک نظم

اسے اپنے قرار کی فکر تھی
وہ جو میرا واقف حال تھا
وہ جو اس کی صبح عروج تھی
وہ ہی میرا وقت زوال تھا
میری بات کیسے وہ مانتا
میرا حال کیسے وہ جانتا
وہ تو خود منزل کے سفر میں تھا
اسے روکنا بھی محال تھا
کہاں جاؤ گے مجھے چھوڑ کر
میں پوچھ پوچھ کر تھک گئی
وہ جواب مجھے نہ دے سکا
وہ تو خود سراپا سوال تھا
کیا اس کا ہیبت حسن تھا
کیا اس کا رنگ جمال تھا
وہ ستارہ کہاں کھو گیا
جو اپنی مثال آپ تھا
وہ ملا تو صدیوں بعد بھی

میرے لب پہ کوئی گلہ نہ تھا
میری چپ نے اسے رلا دیا
جسے گفتگو میں کمال تھا

جویریہ ناصر: کی ڈائری سے ایک غزل
عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی
کانپ اٹھی ہوں میں یہ سوچ کر تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی
جس طرح خواب میرے ہو گئے ریزہ ریزہ
اس طرح سے نہ کبھی ٹوٹ کے بکھرے کوئی
میں تو اس دن سے ہراساں ہوں کہ جب حکم ملے
خشک پھولوں کو کتابوں میں نہ رکھے کوئی
اب تو اس راہ سے وہ شخص گزرتا بھی نہیں
اب کس امید پہ دروازے سے جھانکے کوئی
کوئی آہٹ کوئی آواز کوئی چاپ نہیں
دل کی گلیاں بڑی سنسان ہیں آئے کوئی

سکینہ صدف: کی ڈائری سے ایک نظم
وہ مجھ سے محبت کرتا ہے
میں اس کے خواب دیکھتی ہوں
اس کے انتظار میں بے قرار رہتی ہوں
مگر اقرار کرتے وقت ایک انجانی سی طاقت
مجھ روکے رکھتی ہے
وہ ہمیشہ یہی کہتا ہے
توڑ دے اس زنجیر کو
مگر رشتوں اور اعتماد کی یہ زنجیر
مجھے پیاری ہے
اس کی محبت سے بھی

عابدہ سعید: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم
جو میری آنکھوں سے خواب دیکھو
تو ایک بھی شب نہ سو سکو گے
کہ لاکھ چاہو نہ ہنس سکو گے
ہزار چاہو تو رو سکو گے
کہ خواب کیا ہیں عذاب ہیں یہ
مری دکھوں کی کتاب میں یہ
رفاقتیں ان میں چھوٹتی ہیں
محبتیں ان میں روٹھتی ہیں
پنپتی ہیں ان میں وحشتیں سی
اذیتیں ان میں پھوٹتی ہیں
انہی کے ڈر سے خزاں میں جذبے
انہی سے شاخیں سی ٹوٹتی ہیں
غموں کی بندش میں ہیں خواب میرے
دکھوں کی بارش ہیں خواب میرے
ابل رہا ہے دکھوں کا لاوا
رہین آتش ہیں خواب میرے
خیال سارے جھل گئے ہیں
سلگتی خواہش ہیں خواب میرے
اکھڑتی سانسیں ہیں زندگی کی
لہو کی سازش ہیں خواب میرے
جو میری آنکھوں سے خواب دیکھو
تو ایک بھی شب نہ سو سکو گے

فرح عامر: کی ڈائری سے ایک نظم
"اک سپنا"
خیالوں کی بستیوں میں دور نکل جائیں
خوابوں کے تتلیوں سے من کو بہلائیں
آنکھوں میں سپنے لے کر تم بھی جب
میرے راستے سے گزرو تو میرے
ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر پگڈنڈی پر
مل کر چلیں اور اس زمانے سے
دور بہت دور اک ایسے
دیس میں نکل جائیں جہاں
یہ زمانہ یہ سماج یہ دستور
میرے اور تیرے قریب نہ آئیں
جہاں جنگلی پھولوں کا کنج ہو

☆☆☆



افراح طارق

چکن جیلفریزی

اشیاء

چکن (بغیر ہڈی)	آدھا کلو
گرم مصالحہ	چوتھائی کھانے کا چمچ
ادرک پسا ہوا	آدھا کھانے کا چمچ
لہسن پسا ہوا	آدھا کھانے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا کھانے کا چمچ
سویا ساس	دو کھانے کے چمچ
پیاز کٹی ہوئی	تین عدد
ٹماٹر کٹے ہوئے	تین عدد
ہری مرچ	تین عدد
شملہ مرچ ٹکڑوں میں کٹی ہوئی	ایک عدد
شنگریلا سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
چلی سوس	ایک چائے کا چمچ

ترکیب

تیل گرم کرلیں اور مرغی کو اس میں فرائی کر لیں، براؤن ہو جانے پر مرغی کو نکال کر زائد تیل کاغذ میں جذب کرلیں، پھر کسی برتن میں ڈال کر ہلکی آنچ پر چولہے پر رکھ دیں پھر اس میں ادرک، لہسن، پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ ڈال کر تھوڑی دیر پکائیں اس میں نمک، کالی مرچ اور ہلدی پاؤڈر بھی ملا دیں اس کے بعد ٹماٹر پیسٹ، سرکہ اور سویا سوس اور چلی سوس شامل کر کے دس منٹ تک مزید پکائیں، چولہا بند کرنے کے بعد اوپر سے پسا ہوا گرم مصالحہ چھڑک دیں۔

لیجئے مزیدار چکن جیلفریزی تیار ہے، کھانے کی لذت بڑھانے کے لئے چلی سوس کا استعمال ضرور کریں۔

چکن اور براؤن اسپیگیٹھی

اشیاء

چکن بغیر ہڈی کے	آدھا کلو
چکن یخنی	تین کپ
پیاز	دو عدد کٹی ہوئی
ٹماٹر پیسٹ	ایک کپ
پنیر	Grated
سفید سرکہ	آدھا چمچ
سویا سوس	ایک چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
نوڈلز	ایک پاؤ کا پیکٹ
مکھن	پاؤ کپ
میدہ	آدھا پاؤ
گاجر کٹی ہوئی ابلی ہوئی	ایک عدد
مٹر ابلے ہوئے	آدھا کپ
شملہ مرچ کٹی ہوئی	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
چائنیز سالٹ	ایک چائے کا چمچ

ترکیب

تیل کو گرم کرلیں اور حسب ذائقہ پسی ہوئی ادرک ڈال کر بھون لیں تاکہ وہ براؤن ہو جائے، اس میں مرغی ڈال کر براؤن ہونے تک فرائی کریں، آنچ ہلکی رکھیں تاکہ مرغی گل جائے۔

اس کے بعد ساری سبزیاں، کالی مرچ، چائنیز سالٹ، مکھن، یخنی اور ٹماٹر پیسٹ مرغی

میں شامل کر دیں اور اس کو مسلسل چمچے سے ہلاتی رہیں اور اس وقت تک پکائیں جب تک پانی خشک نہ ہو جائے۔

نوڈلز کو علیحدہ سے پانی میں ابال لیں اور ٹھنڈا ہونے پر مرغی اور سبزیوں کے ساتھ مکس کر لیں اور تھوڑی دیر میں کسی برتن میں نکال لیں۔

برتن میں نکالنے کے بعد اس کے اوپر Grated پنیر ڈالیں اور پانچ سے سات منٹ کے لئے اوون میں رکھ دیں۔

لیجئے مزیدار چکن اسپیگھٹی تیار ہے مزید ذائقہ حاصل کرنے کے لئے سویا ساس کے ساتھ پیش کریں۔

چکن/شاشلک

اشیاء

چکن	آدھا کلو
نمک، مرچ	حسب ذائقہ
کالی مرچ، لال مرچیں	حسب ذائقہ
سفید سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
تیل	دو کھانے کے چمچ
ٹماٹر	آدھا کلو
پیاز	آدھا کلو
شملہ مرچ	آدھا کلو
چائنیز سالٹ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پیسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب

چکن کو ایک کھانے کا چمچ لہسن اور ادرک کا پیسٹ ڈال کر ابال لیں، پیاز، شملہ مرچ اور ٹماٹر کو ایک سائز کے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں، تیل گرم کر کے مرغی کا ہلکا فرائی کریں پھر اس میں نمک، کالی مرچ، چائنیز سالٹ، لال مرچیں، شنگریلا سرکہ اور شنگریلا سویا ساس ڈال دیں اور ہلکا براؤن کر لیں پھر اس میں کٹی ہوئی سبزیاں بھی شامل کر لیں اور تھوڑی دیر تک پکائیں

لیجئے مزیدار چکن شاشلک تیار ہے، گرما گرم پیش کریں۔

چکن فرائیڈ رائس

اشیاء

چاول	آدھا کلو
مرغی بغیر ہڈی کے ابلی ہوئی	سو گرام
انڈے	دو عدد
سویا ساس	پانچ کھانے کے چمچ
سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
گاجر کٹی ہوئی	دو عدد چھوٹی
چائنیز سالٹ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ہری پیاز	دو عدد کٹی ہوئی
بند گوبھی	آدھی کٹی ہوئی

ترکیب

چاول ابال کر الگ کر لیں خیال رہے کہ چاول آدھے کچے اور آدھے ابلے ہوئے ہوں، تیل گرم کریں اور انڈے تل کر اس کے چھوٹے ٹکڑے کر لیں، چکن کے ٹکڑے، ہری پیاز، بند گوبھی، گاجر، کالی مرچ، نمک، چائنیز سالٹ، سویا سوس، سرکہ یخنی میں ملائیں اور پانچ سے سات منٹ تک پکائیں، چاول شامل کر کے دم آنے تک چھوڑ دیں، چکن فرائیڈ رائس تیار ہیں، سلاد اور چلی سوس کے ساتھ نوش فرمائیں ذائقے کو بڑھائے گا۔

☆☆☆

کچھ قیامت کے نامے

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں آپ سب کی صحت وسلامتی کی دعاؤں کے ساتھ۔

عہد حاضر میں ذرائع ابلاغ کی حیران کن ترقی نے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے، موبائل فون، انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلز ہماری زندگی کا لازمی جز بن چکے ہیں، ایک خبر منٹوں میں پوری دنیا کا سفر طے کرلیتی ہے، لیکن افسوس کہ ایک ایک لمحہ سے با خبر ہم آج بھی زندگی کی بنیادی سچائیوں سے نا آشنا ہیں، لفظوں کے انبار، مختلف آراء کے ہجوم میں حق اور صداقت تک پہنچنا نہ ممکن ہی ہو گیا ہے، سبقت لے جانے کی دوڑ میں میڈیا نے ذہنوں کو جس انتشار اور افراتفری کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے، اس سے کوئی سوچ کوئی نظریہ مستحکم نہیں ہو پا رہا، بولنے، سوچنے اور اظہار رائے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی لیکن آزادی اظہار کا یہ مفہوم بھی نہیں ہے کہ اخلاق اور شائستگی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے، ملک کی سالمیت اور قومی اداروں کو سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا جائے، صحافت کا مقصد عوام کے پیچھے چلنا نہیں، ان کی رہنمائی کرنا ہے، کوئی بھی چیز خواہ کتنی بھی اچھی کیوں نہ ہو، اس کا غلط استعمال نقصان کا باعث بن سکتا ہے، میڈیا کو کچھ حدود کا تعین کرنا ہو گا، کچھ معیار مقرر کرنا ہوں گا تب ہی ایک مستحکم معاشرہ وجود پا سکے گا۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیئے گا اپنا بہت سا خیال رکھیئے گا اور ان کا بھی جو آپ سے محبت کرتے ہیں آپ کا خیال رکھتے ہیں۔

آیئے آپ کے خطوط کی محفل میں چلتے ہیں درود پاک، استغفار اور تیسرے کلمے کا ورد کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے آسانیاں پیدا کرے آمین یارب العالمین۔

گزشتہ ماہ کا شمارہ سالگرہ نمبر تھا جسے قارئین نے بے حد پسند کیا ہم اس کے لئے ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔

یہ پہلا خط فریدہ ضیاء کا اوکاڑہ سے موصول ہوا ہے وہ اپنی رائے کا اظہار کچھ یوں کرتی ہیں۔

سالگرہ کے حوالے سے سرورق پسند نہیں آیا، اسلامیات والا حصہ میرا سب سے پسندیدہ حصہ ہے، حمد ونعت اور پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں دل وروح کو تازگی بخشتی ہے۔

انشاء نامہ میں بڑے عرصے کے بعد انشاء جی کی شاعری پڑھنے کو ملی، آگے بڑھے تو پروین شاکر بڑے خوبصورت انداز میں انشاء جی کے بارے میں اپنے احساسات کا اظہار کر رہی تھیں، آگے فوزیہ آپی سالگرہ سروے کے حوالے سے مصنفین کو گھیرے ہوئے تھیں، سروے کے سوالات اور مصنفین کے جوابات بے حد بھائے، اس کے بعد اپنے پسندیدہ نام دل گزیدہ کی طرف بڑھے بہت خوب مریم جی کہانی کو آپ بڑی خوبصورتی سے لے کر چل رہی ہیں آپ کی تحریر کا

ہر کردار ہی اہم ہے، بس ایک شکایت کہ آپ نے ناول کے صفحات کم کر دیئے ہے کیوں؟ ''می رقصم'' بشریٰ سیال کی تحریر بے حد دلچسپ ہے جب کہ تحسین اختر کا ناولٹ ''شہر دل کے راستے'' کا نہ صرف عنوان خوبصورت ہے بلکہ اس کی کہانی بھی بڑی مزے کی ہے آپی مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ کیا کہ دو ناولٹ تھے اور دونوں قسط وار ایسا کیوں؟ پلیز ایک قسط وار دیا کریں اور ایک مکمل، مکمل ناول میں خدیجہ اسحٰق کا ناول ''وہ جو محبتوں کا قرار تھا'' پسند آیا، اس سے پہلے خدیجہ اسحٰق کا نام حنا میں نظر نہیں آیا یقیناً یہ نئی مصنفہ ہے اور اگر نئی ہے تو ان کی یہ پہلی کاوش بے حد اچھی ہے، کچھ خامیاں ضرور نظر آئیں مگر مصنفہ کے نئی ہونے کے وجہ سے وہ نظر انداز کی جا سکتی ہیں ویلڈن خدیجہ اسحٰق، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

سباس گل کے ناول ''میری زندگی ہے نغمہ'' کا آخری حصہ بھی پسند آیا سباس گل نے اس کا اینڈ وہی کیا جیسا ہم چاہتے تھے سباس گل مبارک باد۔

''پربت کے اس پار کہیں'' نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناول کوئی خاص پسند نہیں نہ جانے نایاب نے یہ تحریر کیوں لکھی ورنہ ان کے کریڈٹ پہ تو بہترین تحریریں ہیں۔

افسانوں میں ''میں چائے اور تم'' حیاء بخاری اور سندس جبیں کا ''اس بے خودی میں'' بے حد پسند آیا، وجیہہ بخاری نے بھی اچھا لکھا۔ مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح بہترین تھے۔

آپی میں حنا کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں لیکن اپنی رائے کا اظہار پہلی مرتبہ کر رہی ہوں امید ہے جگہ ملے گی اور آخر میں ایک فرمائش پلیز پلیز مدیحہ تبسم کو کہیں برآمد کریں وہ کہاں غائب ہو گئی ہیں، عرصہ دراز ان کی کوئی تحریر نہیں دیکھی۔

فریدہ ضیاء سب سے پہلے تو اس محفل میں خوش آمدید، جنوری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جا رہی ہے، مدیحہ تبسم شادی کے بعد بچوں اور گھر کی مصروفیت میں گم ہیں انشاء اللہ جیسے ہی ٹائم ملا وہ حنا میں اپنی تحریر کے ساتھ آئیں گی، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

افراء الیاس: مرید کے ضلع شیخوپورہ سے لکھتی ہیں۔

ٹائٹل پر اس بار ماڈل کی تصویر کچھ دھندلی سی دکھائی دی، سروے میں رائٹرز کو پڑھ کر خوشی ہوئی، بشریٰ سیال اور ریحانہ آفتاب نے چونکہ تب سے لکھنا شروع کیا ہے جب سے میں نے حنا پڑھنا شروع کیا اس لئے انہیں دیکھ کر زیادہ اچھا لگا۔

''وہ جو محبتوں کا قرار تھا'' دوسروں کے حق میں تو انسان بول ہی لیتا ہے مگر جب خود کو دوسروں کی نظروں سے گرنے سے بچانا پڑتا ہے تو تب کتنی بے بسی کا عہد آن وارد ہوتا ہے اپنا ہی یقین ہاتھوں سے چھوٹنے لگتا ہے جب سے آپ ہی کو قصور وار ٹھہرا رہے ہوں اور جب انسان اپنے فیصلوں کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں دے دے تو سزا اور جزا کا اختیار دکھ بھی نہیں سکتا سو خود کو بے نیاز بنا لے کیونکہ انسان کے فیصلے اللہ سے بڑھ کر اور کر بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ہوتا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

''می رقصم'' میں عیسیٰ احمد کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہو رہا؟ غلط تو صوفیہ جیسی عورت کے ساتھ ہونا چاہیے جو دوسروں کی زندگی اجاڑنے پر تلی

ہوئی ہے عروبہ کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا۔

''راہ ہدایت'' زحل کو آخر اپنے گھمنڈ کی سزا مل ہی گئی حالانکہ مریم اور آمنہ جیسی پر خلوص دوستیں خوش قسمت لڑکیوں کو ملا کرتی ہیں جو بنا کچھ چاہے زحل کو سیدھا راستہ بتانے کی کوشش کرتی رہیں، ''پربت کے اس پار کہیں'' نیل بر کا ناک چڑھا کر بات کرنے کا انداز بہت اچھا لگتا ہے، ہیام اور نشرہ کی نوک جھونک، عشیہ کا جلنا کڑھنا اور عروبہ کا بغض وحسد کہیں اسے خود ہی نہ لے ڈوبے، جہاندار فریدے شاہ کا پولو کے میدان میں اترنے کا انداز بیاں نایاب جیلانی کا ناول پڑھنے کے لئے تو ایکسٹرا ٹائم کی ضرورت ہونی چاہیے اور موڈ بھی وہ والا جس میں غصے سے پیشانی کی رگیں تنی ہوں اور چہرہ ضبط سے سرخ پڑھ رہا ہو اور پربت کے اس پار پڑھتے پڑھتے منہ سے بے اختیار ہنسی کا فوارہ چھوٹ پڑے۔

افسانے بھی سب کے سب بیسٹ تھے ام مریم کے ناولز کے کردار اتنے جذباتی ہوتے ہیں دوسرے ہی پل طوفان کھڑا کر دیتے ہیں ان کے کرداروں کے جذبات بیان کرنے کا انداز بہت خوبصورت ہوتا ہے جس بنا پر میں ان کے ناولز پڑھتی ہوں حنا میں ہی چھپنے والا ان کا سلسلے وار ناول ''اک جہاں اور بھی ہے'' بہت مزے کا لگا تھا، کچھ دن پہلے میں نے آپ کے ادارے میں کال کر کے اپنی تحریر کے بارے میں پوچھا ''ریجیکٹ'' یہ جواب سن کر دھچکا لگا، کس بنا پر ریجیکٹ ہوا پلاٹ کمزور تھا۔

اقراء الیاس خوش رہیں، جنوری کے شمارے کے لئے آپ کا تبصرہ بے حد پسند آیا، آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جا رہی ہیں، حنا میں شائع ہونے والا ناول ''اک جہاں اور ہے'' ام مریم کا نہیں سدرۃ المنتہیٰ کا تھا، تحریر کے بارے میں جاننے کے لئے آپ پانچ تاریخ کے بعد گیارہ سے تین کے درمیان فون کر لیجئے گا شکریہ۔

ایس کے بھٹی: کھارائے ڈیرہ غازی خان سے موصول ہوئی ہے وہ لکھتی ہیں۔

ماہنامہ حنا کو چالیسویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، رب سے دعا ہے کہ حنا یونہی ترقی کی سیڑھیاں چڑھتا رہے آمین۔

سب سے پہلے مستقل سلسلے دیکھے، جو کہ واقعی تعریف کے لائق تھے، کس قیامت کے یہ نامے بہترین ہے اس کے علاوہ حاصل مطالعہ، رنگ حنا، حنا کی محفل بھی چھائے رہے۔

''کچھ باتیں ہماریاں'' میں بالکل ٹھیک کہا گیا، پڑھنے کے بعد ہم نے بھی دل سے کہا آمین، حمد ونعت کے بعد پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں پڑھ کر ہمیشہ کی طرح ایمان تازہ ہوا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے آمین، ابن انشاء کے لئے ہر موقع پر خصوصی دعائیں مانگتی ہوں، ان کی بہترین غزل شائع کرنے پر شکریہ، انہوں نے بہترین ادب تخلیق کیا، اللہ ان کے درجات میں اضافہ فرمائے آمین۔

سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح اسٹارٹ ام مریم کی ''دل گزیدہ'' سے کیا جو کہ ایک واقعی میں لاجواب کہانی ہے، نایاب جی کی ابھی پڑھی نہیں سو معذرت، بھئی خط بھیجنے کی جلدی ہے نا، مکمل ناول دونوں اچھے تھے، سباس گل کو اتنا طویل ناول لکھنے کا شوق کیوں ہے؟ سلسلے وار ناول لکھنا آپ کو اچھا لگتا ہے کیا؟ خدیجہ اسحق کا ناول ''وہ جو محبتوں کا قرار'' بیسٹ تھا، اس کے علاوہ افسانوں میں سندس جبیں کا فسانہ بہترین تھا، حیاء بخاری مجھے ویسے بھی پسند ہیں، ان کی کہانی اچھی لگی، واقعی میں حیاء جی چھا ئے کے تو ہم بھی فین

ہیں، باقی شمارہ زیر مطالعہ ہے، ارے ہاں سروے سالگرہ نئے سال کا تحفہ تھا، جو فوزیہ آپی ہمیشہ دیتی ہیں، شکریہ فوزیہ آپی اس گفٹ کے لئے۔

فوزیہ آپی میں آپ کو دو کہانیاں بھیج رہی ہوں پڑھ کر ضرور ضرور رائے دیں، آپ کی مہربانی ہوگی، آپ کے جواب کی میں شدت سے منتظر رہوں گی۔

ایس کے بھٹی میرے نام کا مخفف ہے، میں اسی نام سے پہچان بنانا چاہتی ہوں، فوزیہ آپی پہلی مرتبہ شرکت پر امید ہو کر کر رہی ہوں کہ آپ مایوس ہرگز نہیں کریں گی۔

ایس کے بھٹی خوش آمدید، جنوری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تحریریں اچھی ہیں، انشاء اللہ جلد شائع ہوں گئیں لیکن یہاں ہم آپ سے ایک بات ضرور کہیں گے کہ آپ اگر اپنے اصلی نام سے نہیں لکھنا چاہتی تو کوئی بات نہیں مگر یہ ایس کے بھٹی کچھ مناسب نہیں پلیز آپ اپنا تخلیقی نام ایسا رکھیں کہ وہ پڑھنے میں اچھا لگے شکریہ۔

عائشہ چوہدری ہاشم: ملتان سے لکھتی ہیں۔

جنوری 2018ء کا شمارہ کافی انتظار کے بعد نو تاریخ کو ملا، ٹائٹل دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا سب سے پہلے حمد و نعت اور پیارے نبی کی پیاری باتیں پڑھیں، روح و قلب کو سکون میسر ہوا ''کچھ باتیں ہماریاں'' میں عدل و انصاف کے حوالے سے تحریر بے حد پسند آئی، انشاء جی کی محفل میں پہنچے تو انشاء جی کے کیا کہنے۔

''دل گزیدہ'' ام مریم کا بہت زبردست جا رہا ہے ان کا ایک ایک لفظ دل پر اثر کرتا ہے۔

''پربت کے اس پار کہیں'' نایاب جیلانی کا بہت شاندار قسط رہی اس ماہ، نایاب جیلانی تو چھا گئی ہے، ناولٹ میں ''شہر دل کے راستے''

تحسین اختر کیا کمال کا لکھا ہے ''وہ جو محبتوں کا قرار تھا'' خدیجہ اسحٰق کا مکمل ناول بہت ہی اعلیٰ جتنی تعریف کی جائے کم ہے باقی تمام سلسلے بھی بہت زبردست تھے، تو جناب آپ آتی ہوں میں اپنی تحریر کی طرف میں پہلے ایک اور ماہنامے میں لئے دو ناول لکھ چکی ہوں اور پسند بھی کیے گئے ہیں لیکن حنا کے لئے یہ میری پہلی تحریر ہے پہلا خط اور پہلی ہی تحریر گو میں بچپن سے مسلسل حنا کو پڑھتی آ رہی ہوں بلکہ زندگی میں پہلی دفعہ جس پرچے کو میں نے چھوا تھا اور زندگی میں پہلی بار پڑھا تھا جب میں اٹھویں کلاس میں تھی وہ حنا ہی تھا جس وقت لفظوں سے آشنائی تھی لیکن مفہوم سے نہیں لیکن اب بی اے کرنے کے بعد میری شادی ہو گئی ہے اور میں ایک بچی کی ماں بھی ہوں یہ کہ میری حنا میں وابستگی بہت پرانی ہے، مجھے امید ہے کہ آپ کو میری تحریر ضرور پسند آئے گی اگر میری حوصلہ افزاء کی گئی تو مزید بھی حنا کے ساتھ اپنا سلسلہ جاری رکھ سکوں گی۔

عائشہ چوہدری خوش آمدید اس محفل میں، حنا کے لئے آپ کی محبتوں کا شکریہ، تحریر کے متعلق آپ سے ہماری فون پر بات ہو چکی ہے، آپ کی اگلی تحریر کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

مسز نگہت غفار: کراچی سے لکھتی ہیں۔

جیتی رہو شاد و آباد رہو، سلامت رہو، آمین ثم آمین۔

اس ماہ جنوری 2018ء کا رسالہ سالگرہ نمبر منگوایا۔

''کچھ باتیں ہماریاں'' ہمیشہ کی طرح توجہ طلب ہے دعاؤں سے پر، اللہ کرے سردار بھائی کی باتیں دل کو لگیں، ڈھیروں دعائیں دل سے نکلیں، اپنے پیارے وطن کے لئے نیک مخلص جرأت مند ایماندار اور منصف رہنما کے لئے دل

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کی گہرائیوں سے سردار بھائی کی دعا پر آمین کہہ کر مزید ہم نے بھی اپنے رب سے دعائیں کی یا رب العالمین ہماری اور سردار بھائی کی دعائیں قبول فرما آمین۔

ہمیشہ کی طرح حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبولؐ کے روحانی تحریر کو چومتے ہوئے آگے بڑھے، تو جگمگاتی جھلمل کرتی تحریر پر نظر پڑی تو وہ تھیں پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں، سبحان اللہ۔

کہانیوں میں ''میں تم اور چائے'' حیا بخاری کی کہانی اچھی لگی، ''راہ ہدایت'' وجیہہ بخاری کی تحریر خوبصورت تھی، سچ ہے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو رب کائنات ہدایت دے۔

''وہ لمحہ جاوداں'' سندس جبیں کی کہانی بھی اچھی لگی، بیاض میں، سعدیہ عمر، سعدیہ جبار، آنسہ ممتاز، مریم رباب، فرح عامر، ام ایمن، جویرہ ناصر، آسیہ وحید، عابدہ سعید، ان کے اشعار اور قطعات اچھے تھے، رحنا حنا میں نعیمہ راؤ، عابدہ سعید، فرح عامر، ہما رائے، نبیہ آصف کی تحریریں اچھی تھیں۔

میری ڈائری میں سے نازیہ کمال، مریم رباب، فائزہ قاسم، ہما رائے، فریال امین، در ثمن کی ڈائری کے اوراق پسند آئے۔

فوزیہ یہ بتائیں کہ یہ ڈائری کے اوراق میں شاعر بھی یہ ہی ہوتے ہیں۔

حاصل مطالعہ میں سعدیہ جبار، آنسہ ممتاز، فریال امین، نازیہ کمال، مریم رباب، ام خدیجہ، ثناء حیدر، در ثمن، آسیہ وحید، جویریہ ناصر، بھئی ساری تحریریں بہت پسند آئیں، سروے کے بارے میں مجھی ابھی علم ہوا، اس ماہ بھی بھیجنا ہے تو میں بھیج رہی ہوں۔

مسز نگہت غفار خوش رہیں حنا کے لئے آپ کی محبتوں کا شکریہ، سروے آپ نے لیٹ بھجوایا معذرت کہ شائع نہیں ہو پایا آپ کی تحریر بھی انشاء اللہ جلد شائع کریں گے، ڈائری کے سلسلے میں آپ دوسرے شعرا کا کلام بھیج سکتی ہیں شکریہ۔

سیدہ جیلانی: ایبٹ آباد سے تشریف لائی ہیں وہ لکھتی ہیں۔

آپی میں نے ایک ناول لکھا ہے، مجھے جنون ہے لکھنے کا بہت سوچا کہ کہاں پوسٹ کروں بس اب ڈرتے ڈرتے آپ کی خدمت میں حاضر ہے، یہ کہانی لاجواب ہے ''دل گزیدہ'' ویل ڈن ام مریم بس اس منیب صاحب کو تھوڑا سیدھا کریں غانیہ آئی ریئلی لو یو میرا اور حنا کا ساتھ کتنا پرانا ہے اس کا مجھے خود بھی علم نہیں شاید تب سے جب مجھے زندگی گزارنے کا ڈھنگ ہی نہیں پتا تھا، مگر ہر ماہ میرے پیارے میاں جی اللہ انہیں سلامت رکھیں بنا کہے لے آتے ہیں چونکہ ہم گاؤں کے باسی ہیں اس وجہ سے تھوڑا مسئلہ ہوتا ہے، شمارہ لانے میں مگر دل بہت شدت سے ویٹ کرتا ہے کہ کب ہو گا نیکسٹ منتھ اور کب آئے گا حنا، اب آتے ہیں بشریٰ سیال ک ناول ''می رقصم'' یار آپ نے عیسیٰ احمد کے ساتھ کچھ زیادتی نہیں کر دی، میرے خیال سے کر دی، بہر حال بیسٹ آف لک، اب آتے ہیں نایاب جی کے ناول کی طرف واہ نشرہ یو آر بہت سوئنی اتنا ہی ہیام بھی کیپ اٹ آپ جی شاباش، پلیز میرے خط کو حنا کے صفحات پر ضرور تحریر کریں اور ہمیشہ شاد و آباد رہیں، سب سسٹرز کو میرا دل سے سلام۔

سیدہ جیلانی خوش آمدید حنا کو پسند کرنے کا شکریہ آپ اپنی تحریریں ہمیں بھجوائیں قابل اشاعت ہوئیں تو ہم ضرور شائع کریں گے آپ کی آمد کا ایک بار پھر شکریہ۔

☆☆☆